بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح ثبوت آچکا ہے۔

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب ؛ مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے

(مسیح موعودؑ)

برہان ہدایت

جلد دوم

مع خلاصہ جلد اوّل

مؤلفہ:

ابو ظفر عبد الرحمٰن مبشر مولوی فاضل

رحمانیہ منزل بلاک جی۔ ڈیرہ غازیخاں

مؤلف "بشارات رحمانیہ" "قیام شریعت" "موعود اقوام عالم" "انوار ہدایت" وغیرہ

بار اوّل - ایک ہزار

قیمت ۳/۰۰ روپیہ

برہان ہدایت

از حسان الملک، بلبلِ العصر حضرت ڈاکٹر منیائی طبیب فاضل نجیب آبادی - ثم کراچوی

اِک خضرِ طریقت ہے یہ برہانِ ہدایت — اِک راہِ شریعت ہے یہ برہانِ ہدایت

تبلیغ و ہدایت کا یہ نسخہ ہے مجرب — برہانِ ہدایت ہے یہ برہانِ ہدایت

ہر ایک مبلغ کے لئے ایک عصا ہے — تبلیغ کی قوت ہے یہ برہانِ ہدایت

اثبات و دلائل کے ہیں مستور ذخائر — سامانِ بصیرت ہے یہ برہانِ ہدایت

مبعوث ہوئے مہدیٔ دیں عیسیٔ دوراں
نقارۂ بعثت ہے یہ برہانِ ہدایت

ہے قاطعِ ہر شاہرگِ گردنِ باطل — شمشیرِ صداقت ہے یہ برہانِ ہدایت

ہر چشمِ بصیرت کے لئے سرمۂ عرفان — اِک نورِ فراست ہے یہ برہانِ ہدایت

ہے علم کی خوشبو سے معطر دِلِ مؤمن — گلدستۂ جنت ہے یہ برہانِ ہدایت

حق بات کو کردیتی ہے باطل سے ممیز — اظہارِ حقیقت ہے یہ برہانِ ہدایت

ہے جوہرِ فطرت کے لئے آلۂ صیقل
آئینۂ حکمت ہے یہ برہانِ ہدایت

روحانیتِ مردہ بھی ہو جاتی ہے زندہ — وہ زندہ کرامت ہے یہ برہانِ ہدایت

اس امر کی تو قیس بھی دیتا ہے شہادت — اِک زندہ شہادت ہے یہ برہانِ ہدایت

محمد عبد الحئی

۱۸ / ۲ / ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نقشِ ثانی

۱ کتاب برہانِ ہدایت کی یہ دوسری جلد سمجھئے یا پہلی جلد کی نہایت کارآمد اور مفید اضافہ کے ساتھ دوبارہ اشاعت۔ پہلی بار جب یہ کتاب ۱۹۶۷ء میں طباعت پذیر ہوئی۔ تو اپنے مضامین کی نُدرت۔ واقعاتِ مندرجہ کی دلچسپی۔ اور اکابرین سلسلہ کے پُرزور اندازِ تکلم کی عکاسی اور مضبوط دلائل کی شوکت کے باعث اسے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونے میں دیر نہیں لگی۔ اور بحمداللہ اب جبکہ اس کتاب کو ختم ہوئے قریباً بارہ برس ہو چکے ہیں۔ لوگوں کی طلب میں کمی نہیں آئی۔

۲ ایک نہایت مخلص دوست کی مساعی سے اب یہ کتاب بعض بڑی بڑی امریکن لائبریریوں کے لئے منظور بھی ہو چکی ہے۔ اور ایک خلقِ کثیر اس سے مستفیض ہو کر لاجواب و بے مثال دلائل کے اس دلچسپ مجموعہ کی افادیت کی بنا پر دوبارہ اس کی اشاعت پر مصر ہوئی ہے

۳ چنانچہ بہت سے احبابِ ذوق نے باصرار و تکرار اس کی دوبارہ طباعت کا تقاضا فرمایا ہے جسے رد کرنا میرے لئے ناممکن بن گیا ہے۔ چنانچہ سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ لیکن اسمیں نہایت قیمتی اضافہ اکابرین سلسلہ کے نئے مضامین سے بھی ناگزیر معلوم ہوا۔ اب آپ اسکو پڑھتے وقت یقیناً ایک نئی کتاب محسوس فرمائینگے۔ میں ان تمام بزرگانِ کرام کا بیحد شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے یہ تابدار موتی میری جھولی میں ڈالے اور میں انہیں ایک سلک میں پرو کر احباب کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

امید ہے کہ میری یہ کاوش نئے محققین کے لئے خضرِ راہ ثابت ہوگی اور رہروانِ جادۂ منزل

کے لئے بطور نشانِ منزل بھی اور انشاء اللہ تعالیٰ طالبانِ صداقت کے لئے ثباتِ قدم بلکہ قدمِ صدق کا موجب بھی وما توفیقی اِلّا باللہ

تڑپ میرے دل کی

ترے کوچہ میں کِن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں
خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبت چیز کیا کس کو بتاؤں
وفا کیا راز ہے کس کو سُناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں

(از درثمین)

احقر العباد محتاج دعا۔
عبد الرحمٰن مبشر عفی عنہ
۷۹/۱۱/۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

حرفِ آغاز

اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور بُرھان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشیگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب یہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴، ۶۵)

برادرانِ گرام!

مندرجہ بالا عبارت حضرت حجۃ اللہ امام الزمان مسیح موعود و مہدیٔ دوران بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو مندرجہ ذیل چار پہلوؤں پر مشتمل ہے:۔

اوّل زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ شانہٗ آپ کی جماعت کو تمام دنیا میں پھیلا دے گا۔

دوم۔ آپ کی جماعت کو تبلیغی و علمی میدان میں ہر قوم سے مقابلہ پیش آئیگا۔

سوم۔ دلائل اور براہین کی رو سے ہر میدان میں آپکی جماعت ہی کو غلبہ عطا فرمائیگا۔

چہارم۔ دنیا کی کوئی طاقت اس علمی غلبہ کو روک نہیں سکیگی۔

پیشگوئی کے اِس پس منظر کا عاجز کی یہ تالیف" **برهانِ هدایت**" پیش منظر ہے۔ یعنی آپ کو اس کتاب میں حضرت مسیح موعود کے خدام سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علمائے کرام کے وہ تمام حالات و واقعات پڑھنے کا موقعہ ملیگا جو انہیں ہر بڑے سے بڑے فلسفی۔ فاضل۔ عالم۔ پادری۔ پنڈت گیانی اور دوّدان کے ساتھ دوران مقابلہ پیش آئے۔ اور جس میدان میں بھی انہیں للکارا گیا وہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے علم کلام کی روشنی۔ اپنی خداداد لیاقت اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے ہر مخالف پر غالب آئے اور انہیں لاجواب اور ساکت کر دیا۔

کتاب "برہانِ ہدایت" کے اگلے صفحات از اوّل تا آخر انہی لاجواب اور تجربہ شدہ دلائل پر مشتمل ہیں۔ امید ہے کہ ان ناقابلِ فراموش واقعات کا یہ مجموعہ انشاء اللہ تعالےٰ جہاں ہماری نئی پود اور نونہالانِ جماعت کی علمی ترقی اور ان میں تبلیغی جذبہ اور لیاقت پیدا کرنے کا باعث ہوگا وہاں تمام طالبانِ حق و ہدایت کی صحیح راہنمائی اور ان کی طلبِ حق کی پیاس بجھانے کا بھی موجب ہوگا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ

قارئینِ ذی احترام!

جس طرح ایک کسان دھرتی کا سینہ چیر کر اور خون پسینہ ایک کر کے پھر روئید گی کا مُنہ دیکھتا ہے بعینہٖ عاجز کو بھی ان جواہر پاروں کے حصول کے لئے کبھی تو ملک کے طول و عرض میں صعوبتِ سفر سے دوچار ہونا پڑا اور کبھی اولوا العلم والفضل اصحاب کے دروازے کھٹکھٹانے پڑے اور جہاں پہنچنا ناممکن تھا وہاں نامہ برد کاغذی، کبوتر بھیجنے پڑے۔ اور کبھی بہشت بریں کے مکین حضرات

کے دفینوں سے انمول موتی تلاش کرنے پڑے۔ غرضیکہ جہاں تک ممکن تھا اپنی پوری کاوش وکوشش صرف کرکے یہ قیمتی اور مفید مجموعہ تیار کرکے آپ حضرات تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ

حضرت اقدس مسیح موعود کے تیسرے جانشین حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ ایدہ اللہ بنصرہ الغالب کے دورِ خلافت کا یہ پہلا تحفہ ہے جسے عاجز آپ تک پہنچانے میں کامیاب ہوا ہے۔ اس سے قبل المصلح الموعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل مفید عام کتب مرتب کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملی ہے:

۱۔ آسمانی آواز

۲۔ بشارات رحمانیہ جلد اوّل

۳۔ قیام شریعت

۴۔ موعود اقوام عالم

۵۔ غلبۂ اسلام بذریعہ حضرت مسیح موعود

۶۔ احمدیت کی پہلی کتاب

۷۔ چشمۂ ہدایت

۸۔ انوار ہدایت

۹۔ بشارات رحمانیہ جلد دوم

۱۰۔ ترجمہ القرآن بطرزِ جدید کے چار پارے اول۔ دوم۔ سوم۔ اور عمّ

قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ میری اس کتاب سے جہاں خود فائدہ اٹھائیں وہاں غیر از جماعت اصحاب تک بھی اسے پہنچانے کی کوشش فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور یہی میری اس

کاوش اور محنت کا صلہ ہوگا۔

جن ذی علم حضرات کا اب تک تعاون حاصل نہیں کرسکا اُمید ہے کہ اس کتاب کے اگلے ایڈیشن یا دوسری جلد کی ترتیب میں وہ اپنا قیمتی مضمون بھی عطا فرما کر روحانی پیاسوں کے لیے چشمۂ شیریں ثابت ہونگے۔ دُعا ہے کہ مولائے کریم تمام معاونین کرام کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ اس عاجز کے لئے بھی دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس عاجز بندے کو زیادہ سے زیادہ قلمی۔ لسانی اور مالی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضاء کی راہوں پر چلاتے ہوئے انجام بخیر فرمائے۔ اللّٰھم آمین
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

محتاج دُعا

خاکسار عبدالرحمٰن مبشر مولوی فاضل

رحمانیہ منزل - ڈیرہ غازی خاں

۲۸-۱-۱۱



حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود

امام الزمان و مجدد دوران

ص ۹ تا ص ۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ○ و علی عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

خاص برائے "برہانِ ہدایت"

از قلم حقیقت رقم

حضرت صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ
نائب ناظر اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ:

مکرم و محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر نے کچھ عرصہ ہوا "برہانِ ہدایت" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے شائع کی تھی جو احباب جماعت میں بہت مقبول ہوئی۔ کافی عرصہ سے یہ کتاب ناپید تھی لیکن اب احباب جماعت کے اصرار پر مولوی صاحب اسکو

دوبارہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ اِسکے دوسرے ایڈیشن کے لئے میں پیش لفظ کے طور پر کچھ لکھوں اُن کے اصرار پر چند حروف لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔

میں نے اِس کتاب کو دیکھا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔ اور بڑے نفیس طریق پر ترتیب دی گئی ہے۔ اس میں ہمارے بزرگوں۔اور مبلغین کے واقعات درج ہیں جو تبلیغ کے میدان میں ان کو پیش آئے۔ کچھ تبلیغی حالات ان علماء اور مبلغین نے خود قلم کئے ہیں۔ کچھ مولوی صاحب نے اپنے الفاظ میں لکھے ہیں۔

دلچسپ تبلیغی باتیں۔ حضرت مسیح موعود سے ملنے والی الٰہی تائیدیں۔ تبلیغی اور علمی میدان میں خُدا تعالےٰ کی مدد کے واقعات علمی نکتے۔ اور بہت سے سوالات کے علمی جوابات پر مشتمل مواد بیشتر کچھ اس میں مل جائے گا۔ پڑھنے بیٹھو تو کتاب ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود کو جو خدا تعالیٰ نے عظیم الشان علم کلام عطا فرمایا اس کی

عظمت اور فوقیت کو کیسے ہم نے اپنی زندگیوں میں دیکھا کس طرح ہر میدان میں وہ غالب رہا خواہ عیسائیوں سے گفتگو ہو۔ ہندؤں سے یا اپنے بھائی مسلمانوں سے ہمیشہ یہ علم کلام غالب رہا۔ اور کیوں نہ ہوتا کہ مسیح موعود

نے جو کچھ سیکھا وہ اپنے خدا سے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم فداہٗ اُمّی وآبی کی برکت سے سیکھا۔ اگر آپ ہمارے اُستاد ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ کے اُستاد۔ تو پھر کیوں علمی میدان میں ہمیں غلبہ حاصل نہ ہو۔ آپ ہی نے ہمیں سچّے خدا کا پتہ بتایا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے عشق کا طریق سیکھایا۔ قرآن مجید سے محبت کی راہ بتائی تو پھر ہم کیوں نہ اپنے مباحثات میں کامیاب ہوں۔ اور کیوں نہ خدا کی تائید ہمیں حاصل ہو۔ اگر کسی کو شک ہو تو اس کتاب کو پڑھے اور دیکھے کہ خدا نے ہمیشہ ہر میدان میں ہماری مدد کی۔ اس اعجازِ مسیح کے اگر تمام نمونے جمع کر دیئے جائیں تو کتابوں کا دفتر لگ جائے

لیکن "بُرہانِ ہدایت" تو ایک نمونہ کے طور پر ہے۔
مولوی صاحب کی خواہش تھی کہ میں کچھ اپنے تبلیغی واقعات بھی لکھوں لیکن اس سے میری طبیعت میں طبعی حجاب ہے۔ ہاں یہاں تبلیغ کے بارہ میں چند باتیں لکھ دیتا ہوں۔

پہلی بات
تبلیغ کے لئے سب سے بڑا ہتھیار قرآن کریم ہے

جو ہدایت کا سرچشمہ ہے اور دلائل سے پُر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یَہْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ ۰

یعنی قرآن کریم کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے جو صراط مستقیم پر چلاتی ہے۔ جو شخص قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر تبلیغ کے میدان میں نکلتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو فتح و ظفر سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور قرآن کریم سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی کتب کا بار بار پڑھنا اور احادیث سے استفادہ کرنا بہت ضروری ہے

دوسری بات
جو تبلیغ کے لئے سب سے اہم

اور ضروری ہے۔ وہ دُعا ہے۔ دعا ایک ایسا ہتھیار ہے۔ جو مشکل سے مشکل کام کو آسان بنا دیتا ہے۔ اور انسان دُعا کے بعد حیران ہو جاتا ہے کہ جو باتیں تبلیغ کرنے سے پہلے اس کے ذہن میں بھی نہیں تھیں۔ وہ یکدم اس کے ذہن میں کہاں سے آگئیں۔ اور دُعا کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ غیب سے ایک ایسی قوت اور جوش بھر دیتا ہے۔ جس سے اس کے دل کو تسلّی اور اطمینان مل جاتا ہے اور اگر کوئی بحث کا موقعہ ہو تو مدّمقابل کے دل میں گھبراہٹ اور رعب پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے اس کو راہِ فرار کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعا کا ہی کرشمہ ہوتا ہے جس کے اس کتاب میں آپ کو جابجا ثبوت ملیں گے۔ کہ بزرگانِ دین کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے میدان میں کس قدر نشانات دکھلائے۔

تیسری بات

جو "ھدایت" کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ وہ "بُرہان" ہے۔ جس بات کے ساتھ دلیل نہ ہو وہ بے وزن اور بے اثر ہوتی ہے۔ جس دعوی کے ساتھ دلیل

نہ ہو وہ دعویٰ قابل قبول نہیں ہوتا۔ بلکہ دعویٰ کرنے والے شخص کو شرمندگی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن جس بات کے ساتھ دلیل ہو اس کو ہر سننے والا فوری طور پر رد نہیں کر سکتا۔ دلیل کو دلیل کے ساتھ ہی رد کر سکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالےٰ نے سلطان القلم کے خطاب سے نوازا اور دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس قدر دلائل عطا فرمائے ہیں۔ کہ آپ کے دلائل کو سن کر آپ کے مخالف انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور ایسے چپ ہوئے ہیں کہ قیامت تک نہیں بول سکیں گے نہ تو ان کے پاس کوئی جواب ہے اور نہ ان کو توڑ سکیں گے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اور میرے ماننے والوں کو دلائل کے ذریعہ میرے مخالفین پر فتح عطا فرمائی ہے۔ پس ہدایت کو پھیلانے کے لئے برھان یعنی دلیل بہت ضروری ہے

چوتھی بات | جو اس ضمن میں اتنی ہی ضروری

ہے جتنی وہ باتیں جو اس سے پہلے ذکر ہوئی ہیں اور وہ یہ ہے۔

کہ جو بات دوسروں تک پہنچائی جائے وہ موقعہ اور محل کے مطابق ہو۔ بے موقعہ بات ضائع چلی جاتی ہے۔ اور اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

یعنی بات موقع محل اور حکمت سے کی جائے

اس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اور اس میں

موعظہ حسنہ یعنی خیر خواہی ہونی چاہیئے جو

دل پر اثر کرتی ہو۔

آخر میں مَیں کہوں گا کہ

محترم مولانا عبدالرحمٰن مبشر صاحب مؤلف

کتاب ہذا نے جو واقعات اور تبلیغ کے گُر اس کتاب میں بیان کئے ہیں ان کو ہر احمدی کو پڑھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔

تب ہی ہم اپنے اصل فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ محترم مبشّر صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے جماعت کے دوستوں کو بزرگان کے حالات و واقعات مہیا کر کے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ اس فریضہ میں سُستی نہیں ہونی چاہیئے۔

والسّلام

مرزا انس

27/11/79

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ارشاداتِ امام علیہ السلام

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب

(۱) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ صورت آپؐ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا تھا کہ آپؐ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اس زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں۔ اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدّی کے آخری حصہ پر ڈال دی۔ جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اسکی تکمیل کے لئے اسی اُمت میں سے ایک نائب مقرر کیا۔ جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اُس کا نام خاتم الخلفاء ہے۔

پس زمانہ محمدّی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے۔ کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے۔ اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے:۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ یعنی خدا تعالیٰ، وہ خدا تعالیٰ ہے جس نے اپنے رسول کو

ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے ..... اس آیت کی نسبت اُن سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔" چشمۂ معرفت صفحہ ۸۲-۸۳

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علم کلام کے بارے میں چند اقتباسات

(۱) دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جاوے تو معلوم ہوگا۔ کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں۔ کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتدا سے جھوٹے ہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا تعالیٰ نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی۔ اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے۔ جس کا کوئی باغبان نہیں۔ اور جس کی آبپاشی اور صفائی کا کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تمام پھلدار درخت خشک ہو گئے۔ اور ان کی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پیدا ہو گئیں۔ اور روحانیت جو مذہب کی جڑ ہوتی ہے۔ وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے اس لئے اس نے ہر ایک صدی پر اس باغ کی نئے سرے سے آبپاشی کی۔ اور اس کو خشک ہونے سے بچایا۔ اگرچہ ہر صدی کے سرے پر جب کبھی بندہ خدا اصلاح کے لئے قائم ہوا۔ جاہل لوگ اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور ان کو سخت ناگوار گزرا۔ کہ کسی غلطی کی اصلاح ہو۔ جو ان کے رسم و عادات میں داخل ہو چکی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ

نے اپنی سنّت کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کی آخری جنگ ہے۔ خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی اور **الف** آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پاکر پھر اپنے عہد کو یاد کیا۔ اور **دینِ اسلام** کی تجدید فرمائی مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ سب مذہب مر گئے۔ ان میں روحانیت باقی نہ رہی اور اُن میں بہت سی غلطیاں ان میں ایسی جم گئیں کہ جیسے بہت مستعمل کپڑا پھر جو کبھی دھویا نہ جائے میل جم جاتی ہے۔ اور ایسے انسانوں نے جن کو روحانیت سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ اور جن کے نفس امّارہ سفلی زندگی کی آلائشوں سے پاک نہ تھے اپنی نفسیانی خواہشوں کے مطابق ان مذاہب کے اندر بیجا دخل دیکر ایسی صورت انکی بگاڑ دی کہ اب وہ کچھ اور چیز ہیں۔

مثلاً عیسائیت کے مذہب کو دیکھو کہ وہ ابتدا میں کیسے پاک اصولوں پر مبنی تھا۔ اور جس تعلیم کو حضرت مسیح علیہ السّلام نے پیش کیا تھا اگرچہ وہ تعلیم قرآنی تعلیم کے مقابل پر ناقص تھی کیونکہ ابھی کامل تعلیم کا وقت نہیں آیا تھا۔ اور کمزور استعدادیں اس لائق بھی نہ تھیں۔ تاہم وہ تعلیم اپنے وقت کے مناسب حال نہایت عمدہ تعلیم تھی وہ اسی خدا کی طرف رہنمائی کرتی تھی جس کی طرف توریت نے رہنمائی کی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السّلام کے بعد مسیحیوں کا خدا ایک اور خدا ہو گیا۔ جس کا توریت کی تعلیم میں کچھ بھی ذکر نہیں اور نہ بنی اسرائیل کو اس کی کچھ خبر ہے۔ اس نئے خدا پر ایمان لانے سے تمام سلسلہ توریت کا اُلٹ گیا اور گناہوں سے حقیقی نجات اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدائتیں تورات میں تھیں وہ سب درہم برہم ہو گئیں اور تمام مدار گناہ سے پاک ہونے کا اس اقرار پر آ گیا۔ کہ مسیح نے دنیا کو نجات دینے کے لئے خود صلیب قبول کی۔ اور وہ خدا ہی تھے۔

اور نہ صرف اس قدر بلکہ توریت کے اور کئی ابدی احکام توڑ دیئے اور عیسائی مذہب میں ایسی تبدیلی واقع ہوئی - کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام خود بھی دوبارہ تشریف لے آویں تو وہ اس مذہب کو شناخت نہ کر سکیں - نہایت حیرت کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو تورات کی پابندی کی سخت تاکید تھی انھوں نے یک لخت توریت کے احکام کو چھوڑ دیا - مثلاً انجیل میں کہیں حکم نہیں کہ توریت میں تو سؤر حرام ہے اور میں تم پر حلال کرتا ہوں - اور توریت میں تو ختنہ کی تاکید ہے اور میں ختنہ کا حکم منسوخ کرتا ہوں - پھر کب جائز تھا کہ جو باتیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مُنہ سے نہیں نکلیں وہ مذہب کے اندر داخل کر دی جائیں - لیکن چونکہ ضرور تھا - کہ خدا ایک عالمگیر مذہب یعنی اسلام دنیا میں قائم کرے - اس لئے عیسائیت کا بگڑ نا اسلام کے ظہور کے لئے بطور ایک علامت تھا - یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے ہندو مذہب بھی بگڑ چکا تھا - اور تمام ہندوستان میں عام طور پر بُت پرستی رائج ہو چکی تھی - اور اسی بگاڑ کے یہ آثار باقیہ ہیں کہ وہ خدا جو اپنی صفات کے استعمال میں کسی مادہ کا محتاج نہیں اب آریہ صاحبوں کی نظر میں وہ پیدائش مخلوقات میں ضرور مادہ کا محتاج ہے اس فاسد عقیدہ سے ان کو ایک دوسرا فاسد عقیدہ بھی جو شرک سے بھرا ہوا ہے قبول کرنا پڑا - یعنی یہ کہ تمام ذرّاتِ عالم اور تمام ارواح قدیم اور اَنادی ہیں - مگر افسوس کہ اگر وہ ایک نظر غائر خدا تعالیٰ کی صفات پر ڈالتے - تو ایسا کبھی نہ کہہ سکتے - کیونکہ اگر خدا پیدا کرنے کی صفت میں جو اُس کی ذات میں قدیم سے ہے - انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج ہے تو کیا وجہ کہ وہ اپنی صفت شنوائی اور بینائی وغیرہ میں انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج نہیں - انسان بغیر توسط ہوا کے کچھ سُن نہیں سکتا - اور بغیر توسط روشنی کے کچھ دیکھ نہیں سکتا پس کیا پرمیشر بھی ایسی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے - اور وہ بھی سننے اور دیکھنے

کے لئے روشنی اور ہوا کا محتاج ہے۔

پس اگر وہ ہوا اور روشنی کا محتاج نہیں تو یقیناً سمجھو کہ وہ صفت پیدا کرتے ہیں بھی کسی مادہ کا محتاج نہیں یہ منطق سراسر جھوٹ ہے کہ خدا اپنی صفات کے اظہار میں کسی مادہ کا محتاج ہے۔ انسانی صفات کا خدا پر قیاس کرنا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی اور انسانی کمزوریوں کو خدا پر جمانا بڑی غلطی ہے۔ انسان کی ہستی محدود۔ اور خدا کی ہستی غیر محدود ہے۔ پس وہ اپنی ہستی کی قوت سے ایک اور ہستی پیدا کرلیتا ہے۔ یہی تو خدائی ہے اور اپنی کسی صفت میں مادہ کی محتاج نہیں۔ ورنہ وہ خدا نہ ہوا۔ کیا اس کے کاموں میں کوئی روک آسکتی ہے۔ اگر مثلاً چاہے کہ ایک دم میں زمین و آسمان کو پیدا کر دے تو کیا وہ پیدا نہیں کرسکتا۔ ہندوؤں میں جو لوگ علم کے ساتھ روحانیت کا بھی حصہ رکھتے تھے اور نری خشک منطق میں گرفتار نہ تھے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا جو آج کل پرمیشر کی نسبت آریہ صاحبان نے پیش کیا ہے یہ سراسر عدم روحانیت کا نتیجہ ہے

غرض یہ تمام بگاڑ جو ان مذاہب میں پیدا ہوگئے ہیں جن میں بعض ذکر کے بھی قابل نہیں اور انسانی پاکیزگی کے بھی مخالف ہیں یہ تمام علامتیں ضرورتِ اسلام کے لئے تھیں۔ ایک عقلمند کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے۔ اور روحانیت کو کھو چکے تھے۔

پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا۔ اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱-۴)

گناہ سے بچنے اور نجات کے بارے میں آپ کا بے مثال علم کلام

اگر یہ سوال پیش ہے۔ کہ اگر خونِ مسیح گناہوں سے پاک نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ وہ واقعی طور پر پاک نہیں کر سکا۔ تو پھر گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ گندی زندگی درحقیقت مرنے سے بدتر ہے۔ تو میں اس سوال کے جواب میں نہ صرف پُر زور دعوے سے بلکہ اپنے ذاتی تجربہ سے اور اپنی حقیقت ان آزمائشوں سے دیتا ہوں۔ کہ درحقیقت گناہوں سے پاک ہونے کے لیئے اس وقت سے جو انسان پیدا ہوا آجتک جو آخری دن ہے۔ صرف ایک ہی ذریعہ گناہ اور نافرمانی سے بچنے کا ثابت ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان یقینی دلائل اور چمکتے ہوئے نشانوں کے ذریعہ سے اس معرفت تک پہنچ جائے کہ جو درحقیقت خدا کو دکھا دیتی ہے۔ اور کھل جاتا ہے۔ کہ خدا کا غضب ایک کھا جانے والی آگ ہے۔ اور پھر تجلی حُسنِ الٰہی ہو کر ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر یک کامل لذت خدا میں ہے۔ یعنی جمالی اور جلالی طور پر تمام پردے اٹھائے جاتے ہیں یہی ایک طریق ہے جس سے جذبات نفسانی رُکتے ہیں۔ اور جس سے چار و ناچار ایک تبدیلی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔

اس جواب کے وقت کتنے لوگ بول اُٹھیں گے۔ کہ کیا ہم خدا پر ایمان نہیں رکھتے کیا ہم خدا سے نہیں ڈرتے۔ اور اس سے محبت نہیں رکھتے۔ اور کیا تمام دنیا بجز تھوڑے افراد کے خدا کو نہیں مانتی۔ اور پھر وہ طرح طرح کے گناہ بھی کرتے ہیں۔ اور انواع و

اقسام کے فسق و فجور میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں ۔ تو اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ ایمان اور چیز ہے ۔ اور عرفان اور چیز ہے ۔ اور ہماری تقریر کا یہ مدّعا نہیں ہے ۔ کہ مومن گناہ سے بچتا ہے ۔ بلکہ یہ مدّعا ہے ۔ کہ عارف کامل گناہ سے بچتا ہے ۔ یعنی وہ کہ جس نے خوف الٰہی کا مزہ بھی چکھا ۔ اور محبت الٰہی کا بھی ۔ شائد کوئی کہے کہ شیطان کو معرفت کامل حاصل ہے پھر وہ کیوں نافرمان ہے اس کا یہی جواب ہے کہ اس کو وہ معرفت کامل ہرگز حاصل نہیں ہے ۔ جو سعیدوں کو بخشی جاتی ہے ۔ انسان کی یہ فطرت میں ہے کہ کامل درجہ کے علم سے ضرور وہ متاثر ہوتا ہے اور جب ہلاکت کی راہ اپنا ہیبت ناک منہ دکھا دے ۔ تو اس کے سامنے نہیں آتا ۔ مگر ایمان کی حقیقت صرف یہ ہے کہ حسنِ ظن سے مان لے ۔ لیکن عرفان کی حقیقت یہ ہے کہ اس مانی ہوئی بات کو دیکھ بھی لے ۔

پس عرفان اور عصیان دونوں کا ایک ہی دل میں جمع ہونا محال ہے جیسا کہ دن اور رات کا ایک ہی وقت میں جمع ہونا محال ہے ۔ ہمارا روزمرّہ کا تجربہ ہے (۱) کہ ایک چیز کا مفید ہونا جب ثابت ہو جائے ۔ تو فی الفور اس کی طرف ایک رغبت پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور جب مضر ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور دل اس سے ڈرنے لگتا ہے ۔ مثلاً جس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ چیز جو میرے ہاتھ میں ہے یہ سم الفار ہے وہ اُس کو طباشیر یا کوئی اور مفید دوا سمجھ کر ایک ہی وقت میں تولہ یا دو تولے تک بھی کھا سکتا ہے ۔ لیکن جس کو اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ یہ تو زہر قاتل ہے وہ بقدر ایک ماشہ بھی اس کو استعمال نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسکے کھانے کے ساتھ ہی دُنیا سے رخصت ہو جائیگا اسی طرح جب انسان کو واقعی طور پر علم ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ خدا موجود ہے اور درحقیقت تمام قسم کے گناہ اس کی نظر میں قابلِ سزا ہیں جیسے ۔

(۱) چوری (۲) خونریزی (۳) بدکاری (۴) ظلم (۵) خیانت (۶) شرک (۷) جھوٹ (۸) جھوٹی گواہی دینا (۹) تکبر (۱۰) ریاکاری (۱۱) حرام خوری (۱۲) دغا (۱۳) دشنام دہی (۱۴) دھوکا دینا (۱۵) بدعہدی (۱۶) غفلت اور بدمستی میں زندگی گزارنا (۱۷) خدا کا شکر نہ کرنا (۱۸) خدا سے نہ ڈرنا (۱۹) اس کے بندوں کی ہمدردی نہ کرنا (۲۰) خدا کو خوف دل کے ساتھ یاد نہ کرنا (۲۱) عیاشی اور دنیا کی لذت میں بکلی محو ہو جانا (۲۲) منعم حقیقی کو فراموش کر دینا (۲۳) دعا اور عاجزی سے کچھ غرض اور واسطہ نہ رکھنا (۲۴) فروختنی چیزوں میں کھوٹ ملانا۔ (۲۵) کم وزن کرنا (۲۶) نرخ بازار سے کم بیچنا (۲۷) ماں باپ کی خدمت نہ کرنا (۲۸) بیویوں سے نیک معاشرت نہ رکھنا۔ (۲۹) خاوند کی پوری طرح اطاعت نہ کرنا (۳۰) نامحرم مردوں یا عورتوں کو بدنظر سے دیکھنا (۳۱) یتیموں ضعیفوں۔ کمزوروں۔ درماندوں کی کچھ پرواہ نہ کرنا (۳۲) ہمسایہ کے حقوق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھنا۔ اور اس کو دکھ دینا (۳۳) اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے دوسروں کی توہین کرنا (۳۴) کسی کو دل آزار لفظوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنا (۳۵) یا توہین کے طور پر کوئی بدنی نقص اس کا بیان کرنا (۳۶) یا کوئی برا لقب اس کا رکھنا (۳۷) یا کوئی بے جا تہمت اس پر لگانا (۳۸) یا خدا پر افترا کرنا اور نعوذ باللہ کوئی جھوٹا دعویٰ نبوت یا رسالت یا منجانب اللہ ہونے کا کر دینا (۳۹) یا خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہو جانا (۴۰) یا ایک عادل بادشاہ سے بغاوت کرنا (۴۱) شرارت سے ملک میں فساد برپا کرنا تو یہ تمام گناہ اس علم کے بعد کہ ہر ایک کے ارتکاب سے سزا کا ہونا ایک ضروری امر ہے۔ خود بخود ترک ہو جاتے ہیں۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول صـ۲۳ تا صـ۲۵)

۲۵

پاک چشمہ کی خوشخبری

۲

"میں بنی نوع پر ظلم کرونگا - اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں - کہ وہ مقام جسکی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں - اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی - وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے - تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں - اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سُناؤں - جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے - اور پانے والے تھوڑے ہیں -

میں سامعینِ جلسہ (مذاہب عالم ناقل) کو یقین دلاتا ہوں - کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے - وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا کاش جو میں نے دیکھا ہے - لوگ دیکھیں اور جو میں نے سُنا ہے وہ سُنیں - اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں - وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے - وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے برتر ہستی کا درشن ہو جاتا - خدا کا وہ مکالمہ مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے - وہ اُٹھے اور تلاش کرے -

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو - اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے - تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں - اور اس کی تلاش کی راہ میں لگیں مگر یہ راہ کس طرح سے کھلیگی - اور حجاب کس دوا سے اٹھے گا - میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ **صرف اسلام ہی ہے** جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں - سو یقیناً سمجھو کہ یہ

خدا کی طرف سے مہر نہیں۔ بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں۔ یا بغیر زبان کے بول سکیں۔ اس طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔

میں جوان تھا۔ اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا۔ جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہوگا۔

اے عزیزو۔ اے پیارو کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اس سے لڑائی نہیں کر سکتا۔ یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدائے تعالےٰ کا الہام ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے اور اس طرح پر دنیا کو تباہ کرے۔ بلکہ اس الہام اور مکالمے اور مخاطبے کے ہمیشہ دروازے کھلے ہیں۔ ہاں ان کو ان کی راہ سے ڈھونڈو تب وہ آسانی سے تمہیں ملیں گے۔

وہ زندگی کا پانی آسمان سے آیا۔ اور مناسب مقام پر ٹھہرا۔ اب تمہیں کیا کرنا چاہیے تا تم اس پانی کو پی سکو۔ یہی کرنا چاہیے کہ افتاں وخیزاں اس چشمہ تک پہنچو۔ پھر اپنا منہ اس چشمہ کے آگے رکھ دو تا اس زندگی کے پانی سے سیراب ہو جاؤ۔

انسان کی تمام سعادت اسی میں ہے جہاں روشنی کا پتہ ملے اسی طرف دوڑے اور جہاں گم گشتہ دوست کا نشان پیدا ہو اسی راہ کو اختیار کرے۔ دیکھتے ہو کہ ہمیشہ آسمان سے روشنی اترتی اور زمین پر پڑتی ہے۔ اسی طرح ہدایت کا سچا نور آسمان سے ہی اترتا ہے۔ انسان کی اپنی ہی باتیں اور اٹکلیں سچا گیان اس کو نہیں بخش سکتیں کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پا سکتے ہو۔ کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو۔ اگر دیکھ سکتے ہو تو شاید اس جگہ بھی دیکھ لو۔ مگر ہماری آنکھیں جو

بلتا ہوں ۔ تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں ۔ اور ہمارے کان گو شنوا ہوں تاہم اس ہوا کے محتاج ہیں ۔ جو خدا کی طرف سے چلتی ہے ۔

وہ سچا خدا نہیں ہے ۔ جو خاموش ہے ۔ اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے بلکہ کامل اور زندہ **خدا** وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے ۔ اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں عنقریب **صبح صادق** ہونے والی ہے ۔ مبارک وہ جو اٹھ بیٹھیں اور سچے خدا کو ڈھونڈیں ۔ وہی خدا جس پر کوئی گردش اور مصیبت نہیں آتی ۔ جس کے جلال کی چمک پر کبھی حادثہ نہیں پڑتا اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ **اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** ۔

یعنی خدا ہی ہے جو ہر دم آسمان کا نور اور زمین کا نور ہے اسی سے ہر جگہ روشنی پڑتی ہے آفتاب کا وہی آفتاب ہے زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے ۔ **سچا ۔ زندہ ۔ خدا** وہی ہے ۔ مبارک وہ جو اس کو قبول کرے "

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۵۲ تا صفحہ ۱۵۳)

حضرت مہدی معہود سے
خدا تعالےٰ کے عظیم الشان وعدے

۱۔ خدا تعالےٰ، نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔

۲۔ خدا تعالےٰ، نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔

۳۔ خدا تعالےٰ، نے میری دُعاؤں میں سب سے بڑھ کر قبولیت رکھی ہے۔

۴۔ خدا تعالےٰ، نے مجھے آسمان سے نشان دیئے ہیں۔

۵۔ خدا تعالےٰ، نے مجھے زمین سے نشان دیئے ہیں۔

۶۔ خدا تعالیٰ، نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے۔ کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنیوالا مغلوب ہو گا۔

۷۔ خدا تعالیٰ، نے مجھے بشارت دی ہے۔ کہ تیرے پیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہیں گے۔ اور دنیا میں اکثر وہ اور اُن کی نسل بڑی بڑی عزتیں پائیں گے تا ان پر ثابت ہو کہ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں اُٹھاتا۔

۸۔ خدا تعالیٰ، نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے۔ کہ قیامت تک۔ اور جب تک کہ دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

۹۔ خدا تعالیٰ، نے آج سے بیس برس پہلے مجھے بشارت دی ہے۔ کہ تیرا انکار کیا جائے گا۔ اور لوگ تجھے قبول نہیں کریں گے۔ پر میں تجھے قبول کروں گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا۔

۱۰۔ اور خدا تعالیٰ، نے مجھے وعدہ دیا ہے۔ کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی۔ اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں

رُوح القدس کی برکات پھونکوں گا وہ پاک باطن اور خدا تعالیٰ سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہو گا۔ اور مظہر الحق والعلاء ہو گا۔ گویا خدا آسمان سے نازل ہو گا وتلك عشرة كاملة۔ دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے۔ بلکہ قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا۔ اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔ اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہو گا۔ یہ باتیں انسان کی نہیں یہ اس خدا تعالیٰ کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۰)

وہ عمارت منہدم نہیں ہو سکتی جسمیں حقیقی بادشاہ فروکش ہو

وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور ان سب چیزوں کو جو اُن میں ہیں۔ تھامے ہوئے ہے۔ وہ کب انسان کے ارادوں سے مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور آخر ایک دن آتا ہے۔ جو وہ فیصلہ کرتا ہے پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ۔

انجام انہیں کا ہوتا ہے

خدا اپنی تجلیات کے ساتھ ان کے دل پر نزول کرتا ہے۔ پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے۔ جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔

ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو۔ اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو۔ اور میرے استحصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جسقدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلائے گا۔ کہ اُس کا ہاتھ غالب ہے

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صـ ۱۶

خدا تعالیٰ انسانی منصوبہ کو خود ہلاک کر دیتا ہے

خدا تعالیٰ اپنی تائیدات اور اپنے نشانوں کو ابھی ختم نہیں کر چکا۔ اور اُس کی ذات کی مجھے قسم ہے کہ وہ بس نہیں کریگا۔ جب تک میری سچائی دنیا پر ظاہر نہ کر دے۔ پس اے تمام لوگو۔ جو میری آواز سُنتے ہو۔ خدا کا خوف کرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو خدا مجھے ہلاک کر دیتا۔ اور اس تمام کاروبار کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر تم نے دیکھا ہے کہ کیسی خدا تعالیٰ کی نصرت۔ میرے شامل حال ہو رہی ہے۔ اور اس قدر نشان نازل ہوئے۔ جو شمار سے خارج ہیں۔ دیکھو کس قدر دشمن ہیں جو میرے ساتھ مقابلہ کر کے ہلاک ہو گئے۔

اے بندگانِ خدا کچھ تو سوچو۔ کیا خدا تعالیٰ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے

(حقیقۃ الوحی ص۱۱۵)

مخالف کی گالیوں کے جواب میں دُعا

"اے میرے مولیٰ اے میرے پیارے آقا میں نے اس شخص (مولوی محمد حسین بٹالوی) (ناقل) کی تمام سخت باتوں۔ اور لعنتوں اور گالیوں کا جواب تیرے پر چھوڑا۔ اگر تیری یہی مرضی ہے تو جو کچھ تیری مرضی وہ میری ہے۔ مجھے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہیئے۔ کہ تو راضی ہو میرا دل تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تیری نگاہیں میری تہ تک پہنچی ہوئی ہیں۔

اگر مجھ میں کچھ فرق ہے تو نکال ڈال۔ اور اگر تیری نگاہ میں مجھ میں کچھ بدی ہے تو میں تیرے ہی مُنہ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں

اے میرے پیارے ہادی!! اگر میں نے ہلاکت کی راہ اختیار کی ہے تو مجھے اس سے بچا

اور وہ کام کر اکہ جس میں تیری رضامندی ہو۔ میری روح بول رہی ہے کہ تو میرے لئے ہے۔ اور ہوگا۔ جب سے کہ تو نے کہا کہ۔

میں تیرے ساتھ ہوں

اور جب سے کہ تو نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ اور جب سے تو نے دلجوئی اور نوازش کی راہ سے مجھے کہا کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃٍ لَّا یَعْلَمُھَا الْخَلْقُ

تو اُسی دم سے میرے قالب میں جان آ گئی۔ تیری دلآرام باتیں میرے زخموں کی مرہم ہیں۔ تیرے محبت آمیز کلمات میرے غم رسیدہ دل کے مفرح ہیں۔ میں غموں میں ڈوبا ہوا تھا۔ تو نے مجھے بشارتیں دیں۔ میں مصیبت زدہ تھا۔ تو نے مجھے پوچھا۔ پیارے میرے لئے یہ خوشی کافی ہے کہ تو میرے لئے اور میں تیرے لئے ہوں۔ تیرے حملے دشمنوں کی صف توڑ دیں گے۔ اور تیرے تمام پاک وعدے پورے ہوں گے تو اپنے بندے کا آمرزگار ہوگا۔

آسمانی فیصلہ ص ۹

---

۱ جو تجھے ذلیل کرنے کا ارادہ کریگا۔ میں اسے ذلیل کر دونگا۔

۲ تو میری نگاہ میں ایسے مرتبہ پر ہے جسے لوگ نہیں جانتے۔

آئندہ حالات کے بارے میں حضرت مہدی علیہ السلام کی ایک عظیم پیشگوئی

"آج ۲۸ جون ۱۹۰۰ء بروز ہفتہ بعد دوپہر دو بجے کے وقت مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ ایک ورق جو نہایت سفید تھا۔ دکھلایا گیا اُس کی آخری سطر میں لکھا تھا۔

"اقبال"

میں خیال کرتا ہوں کہ آخری سطر میں یہ لفظ لکھنے سے انجام کی طرف اشارہ تھا۔ یعنی انجام با اقبال ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ∴ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

اس کے یہ معنے مجھے سمجھائے گئے۔ کہ عنقریب کچھ ایسے زبردست نشان ظاہر ہو جائیں گے۔ جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے تھے۔ الزام میں پھنس جائیں گے۔ اور خوب پکڑے جائیں گے۔ اور کوئی گریز کی جگہ اُن کے لئے باقی نہیں رہیگی۔ یہ پیشگوئی ہے۔

یہ ہر ایک پڑھنے والا اسکو یاد رکھے۔

اس کے بعد ۳۰ جون ۱۹۰۰ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے یہ الہام ہوا

"کافر جو کہتے تھے وہ نگوسار ہو گئے"

یعنی کافر کہنے والوں پر خدا کی حجت ایسی پوری ہو گی کہ ان کے لئے کوئی عذر کی جگہ نہیں رہیگی یہ آئندہ زمانے کی خبر ہے کہ عنقریب ایسا ہو گا۔ اور کوئی ایسی چمکتی ہوئی دلیل ظاہر ہو جائے گی کہ فیصلہ کر دے گی "۔ ع۱

ع۱ از اشتہار ۷ جون ۱۹۰۰ء ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳-۲ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن اول ص ۲۴۶



حضرت الحاج مولانا نورالدّین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل

صـ ۳۳ تا صـ ۷۰

مختصر

واقعات

قریباً ۱۲۵۸ھ ہجری مطابق ۱۸۴۱ء بھیرہ ضلع شاہپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام حافظ غلام رسول صاحب ہے۔ بھیرہ ہی میں آپ نے عربی فارسی اور اردو تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۵۸ء میں نارمل سکول راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ اور سند حاصل کی پنڈ دادن خان کے سکول میں چار برس تک بطور ہیڈ ماسٹر کام کیا۔ اور چار برس بعد وہاں سے نوکری چھوڑ کر واپس بھیرہ تشریف لائے اور عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی نیت سے رامپور اور لکھنو وغیرہ کے سفر پر چل کھڑے ہوئے لکھنو میں حکیم علی حسن صاحب سے دو برس رہ کر طبی تعلیم کی تکمیل کی۔ پھر ہندوستان کے مختلف علمی درسگاہوں سے استفادہ کرتے ہوئے بالآخر مکہ معظمہ میں ڈیڑھ برس تک رہنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے آئے وہاں ایک عرصہ تک قیام کرنے کے بعد پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں سے علم و عرفان کی دولت حاصل کی۔ اور زیارت حرمین شریفین اور حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے آئے۔ قریباً ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۹۱ء تک آپ مہاراجہ جموں اور کشمیر کے شاہی طبیب رہے۔ ۱۸۸۴ء سے حضرت مسیح موعود کے ساتھ تعلق ارادت قائم ہوا۔ جو روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ اور ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو سب سے پہلے گروپ میں آپ نے لدھیانہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔ اس کے بعد تو فدائیت کا یہ عالم رہا۔ کہ تمام بیعت کنندگان حضرت مسیح موعود سے آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کے وصال پر سب

جماعت نے آپ کو بالاتفاق حضور علیہ کا خلیفہ منتخب کیا۔ اور نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ اپنا چھ سالہ دور خلافت پورا کر کے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو اپنے مولا حقیقی کے بلاوے پر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

دعویٰ نبوت حضرت اقدس کے بارے میں لطیف جواب } ابھی آپ کی خدمت میں کتاب "فتح السلام" نہیں پہنچی تھی۔ کہ کسی مخالف کے پاس کسی نہ کسی طرح پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو! اب حکیم نور الدین کو حضرت مرزا صاحب سے علیحدہ کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ کہ مولوی صاحب! کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے کہا۔ کہ اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر؟ آپ نے فرمایا۔ تو پھر ہم دیکھیں گے۔ کہ وہ صادق اور راستباز ہے یا نہیں! اگر صادق ہے تو بہر حال اس کی بات قبول کر لینگے۔ آپ کا جواب سُن کر وہ بولا واہ مولوی صاحب آپ قابو ہی نہ آئے۔ (حیاتِ نور صٖ ۱۵۹)

حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک چٹھی در بارہ خواہشِ مباحثہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

حضرت اقدس سے مولوی محمد حسین بٹالوی نے مباحثہ کی طرح ڈالنا چاہی۔ حضرت اقدس اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ مباحثات میں ایک طرح کی ضد پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو خوفِ خدا کو مدِّ نظر رکھ کر قبولِ حق کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے جب مولوی صاحب نے حضور کی خدمت میں بمقام لدھیانہ مباحثہ کے لئے چٹھی لکھی۔ تو آپ نے انھیں لکھا کہ مباحثہ تحریری ہو۔ اور اس میں مخصوص علماء کے علاوہ ہر مذاق اور طبیعت کے افراد ہوں۔ اور اگر مباحثہ کے بعد مباہلہ بھی

ہو جائے۔ تو بہتر رہے گا۔ نیز لکھا کہ آج کل میری طبیعت چونکہ علیل رہتی ہے۔ اسلئے تاریخ آپ مقرر کریں۔ اس سے مجھے بھی اور اخویم مولوی نور الدین صاحب کو بھی اطلاع دیں تا اگر خدانخواستہ میری طبیعت زیادہ علیل ہو جائے تو مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب کاروائی کر سکیں لیکن افسوس ہے کہ ان ایام میں پھر یہ مجوزہ جلسہ نہیں ہو سکا۔ (حیاتِ نور ص۱۶۱)

حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی صحت پر قسم

میاں خدا بخش صاحب اور میاں غلام رسول صاحب پٹواری نے حضرت (مولانا نور الدین صاحب) کی خدمت میں لکھا۔ کہ " چونکہ آپ کے تقویٰ وطہارت پر ہم کو پورا یقین ہے اس لئے آپ حلفیہ اپنی دستخطی یہ تحریر کر کے بھیج دیں۔ کہ مرزا صاحب موصوف وہی مہدی و مسیح موعود ہیں۔ جن کی بابت ہمارے نبی آخر الزمان جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے۔ اور بے شمار احادیث میں جن کا ذکر ہے۔ تو ہم محض اسی بنا پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جاوینگے۔ صرف آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ ورنہ قیامت کے دن آپ ذمہ دار ہونگے۔ کہ سچائی آپ نے ظاہر نہ کی؟ آپ نے جواب میں لکھا

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؛ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ چند حروف لکھتا ہوں۔ کہ مرزا غلام احمدؑ پسر مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان ضلع گورداسپور اپنے دعویٰ مسیح و مہدی و مجددیت میں میرے نزدیک سچا تھا۔ اس کے دعاوی کی تکذیب میں کوئی آیت قرآنیہ اور کوئی صحیح حدیث کسی کتاب میں نہیں دیکھی (حیاتِ نور ص۴۵۹)

دوسرا واقعہ

سردار محمد عجب خان صاحب سے کسی شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق

ملاقات کی - اور عرض کی - اگر حضور مسیح و مہدی کا دعویٰ نہ فرمائیں - اور امام مجدد مصلح اور ریفارمر کی پوزیشن اختیار کر لیں - تو ہم سب آپ کے ساتھ ہیں

حضور نے فرمایا - مولوی صاحب! اگر میں کسی منصوبہ سے کام کرتا - تو بیشک ایسا کرتا - مگر میں تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے والا ہوں -

اس کے بعد آپ نے مستفسر حکیم صاحب کو مخاطب کر کے لکھا - کہ حکیم صاحب! میں نے حضرت سید محمد صاحب مجتہد العصر لکھنؤ - مولوی محمد مفتی صاحب اور سید حامد حسین صاحب کو دیکھا ہے - بڑے لائق لوگ تھے - مگر عامل بالقرآن مخلصین کی جماعت تیار نہ کر سکے آپ بھی ماشاء اللہ عالم فاضل ہیں - اور طبیب بھی ہیں - اسلام کا درد بھی آپ کے دل میں ہے - مگر فرمائیے - کس قدر جمیعت آپ کے ماتحت کام کرتی ہے؟

اِدھر ہمیں دیکھو! ہمارے ماتحت اللہ تعالےٰ کے فضل سے شیعہ - خوارج - نیچری وہابی - مقلد - غیر مقلد - پیر پرست - گدی نشین - علماء اور عوام سبھی قسم کے لوگ کام کرتے ہیں - ہم ہرگز اخفا اور چرب زبانی سے کام نہیں لیتے - خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کو تشیع میں غلو تھا - حضرت صاحب سے ملے - تو آپ نے فرمایا: "میاں تبرا اور تعزیہ پرستی دو امر تشیع کے ہمیں ناپسند ہیں - باقی جو چاہو کرو"

اس پردہ در ہم برہم ہوئے - مگر آخر جماعت میں داخل ہو گئے - ہندوؤں سیکھوں کو میں گن نہیں سکتا ہوں - کہ کس قدر ہماری جماعت میں آ گئے - اس کے بعد آپ نے انھیں لکھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ آپ نے سنیوں - شیعوں - اور خوارج کی کتابیں نہیں پڑھیں کیا ان میں کوئی ایسا ریفارمر گزرا ہے جس نے پابند صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ جماعت تیار کی ہو - ہماری جماعت کو دیکھئے - چار لاکھ سے زیادہ ہے - اور اب بلاد یورپ - امریکہ - چین - جاپان اور آسٹریلیا میں بھی پہنچ چکی ہے - آپ دیکھیں گے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی اللہ تعالیٰ ہمیں کس قدر کامیابیوں سے نوازتا ہے کیا یہ حضرت مرزا صاحب کا کمال نہیں؟ کوئی ہے جو تائید ایزدی میں آپکے ساتھ مقابلہ کر سکے؟

(حیات نور صفحہ ۶۲۵)

مذھبی معاملات میں آپ کی دلیری

"ایک مرتبہ مہاراجہ کشمیر نے مجھ سے کہا۔ کہ کیوں مولوی جی! تم ہم کو کہتے ہو۔ کہ تم سؤر کھاتے ہو۔ اس لئے بے جا حملہ کر بیٹھتے ہو بھلا یہ تو بتلاؤ۔ کہ انگریز بھی تو سؤر کھاتے ہیں وہ کیوں اسی طرح ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے۔ مَیں نے کہا۔ کہ وہ ساتھ ہی گائے کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں۔ اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ سنکر خاموش ہی ہو گئے اور پھر دو برس تک مجھ سے کوئی مذہبی مباحثہ نہیں کیا (حیاتِ نور صہ ۱۷۵)

آپ کی حاضر جوابی آپ حاضر جواب بھی غضب کے تھے۔ یہاں صرف ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرمایا کرتے۔ وہاں (کشمیر) میں ایک بوڑھے آدمی تھے انھوں نے بہت سے علوم و فنون کی حدود یعنی تعریفیں یاد کر رکھی تھیں۔ بڑے بڑے عالموں سے کسی علم کی تعریف دریافت کرتے جو کچھ بیان کرتے یہ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتے۔ کیونکہ الفاظ تعریفوں کے یاد تھے۔ اس طرح ہر شخص پر اپنا رُعب بٹھانے کی کوشش کرتے۔

ایک دن بھرے دربار مجھ سے دریافت کیا۔ کہ مولوی صاحب! حکمت کس کو کہتے ہیں؟ مَیں نے کہا۔ کہ شرک سے لے کر عام بد اخلاقی تک سے بچنے کا نام حکمت ہے۔ وہ حیرت سے دریافت کرنے لگے۔ کہ یہ تعریف حکمت کی کس نے لکھی ہے۔ مَیں نے دہلی کے ایک حکیم سے جو حافظ بھی تھے اور میرے پاس بیٹھے تھے۔ کہا کہ حکیم صاحب! ان کو سورہ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع کا ترجمہ سُنا دو۔ جس میں آتا ہے۔ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ۔ پھر تو وہ بہت ہی حیرت زدہ ہوئے (حیات نور صہ ۱۷۵-۱۷۶)

تناسخ پر ایک خاموش مباحثہ آپ کی آمد کی خبر سنکر کچھ آریہ آپ سے ملنے کے لئے آئے۔ جن میں سے

ایک پلیڈر تھا۔ جس نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ مولوی صاحب کو میں چند منٹ میں تناسخ کے مسئلہ پر گفتگو کر کے ہرا دوں گا۔ جب وہ لوگ بیٹھ گئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ مولوی صاحب! یہ پلیڈر صاحب آپ سے تناسخ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت المسیح نے اپنی جیب سے دو روپے نکالے۔ اور پلیڈر کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ جناب! پہلے ان دونوں روپوں میں سے ایک روپیہ اُٹھالیں۔ بعد ازاں میں آپ سے بات کروں گا۔ پلیڈر صاحب جو بحث کرنے آئے تھے یہ دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اور ان روپوں کو دیکھنا شروع کیا۔ اسی حالت خاموشی میں آدھ گھنٹہ کے قریب گزر گیا۔ حاضرین نے کہا۔ کہ آپ دونوں صاحب تو خاموشی کی زبان میں مباحثہ کر رہے ہیں۔ ہم پاس یونہی بیٹھے ہیں۔ اگر کچھ بولیں تو ہمیں بھی فائدہ ہو۔ پلیڈر نے کہا میں تو مشکل میں پھنس گیا۔ اگر ان روپوں میں سے ایک اٹھالوں تو یہ سوال کریں گے۔ کہ تم نے دونوں میں سے ایک کیوں اُٹھایا۔ دوسرے کو کیوں نہ اٹھایا؟ یا ایک دوسرے پر بلاوجہ ترجیح کیوں دی۔ اس اعتراض کے بعد تناسخ کی تائید میں میرا یہ اعتراض باطل ہو جائے گا۔ کہ خدا نے ایک کو امیر اور ایک کو غریب کیوں بنایا۔ یہ مجھ سے پوچھیں گے کہ تم ایک روپیہ کو اٹھا سکتے ہو اور دوسرے کو چھوڑ سکتے ہو تو پھر خدا کیوں ایک کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا نہیں کر سکتا یہ کہہ کر پلیڈر نے رخصت چاہی اور کہا کہ وہ پھر کسی وقت آئینگے مگر یہ وعدہ پورا نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ (حیاتِ نور ص ۲۷۸-۲۷۹)

سچے اور عالمگیر مذہب پر دلچسپ گفتگو

ایک سکھ نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ گورو گرنتھ صاحب ایک ایسی کتاب ہے۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں صرف توحید اور اخلاقی باتوں کا ذکر ہے آپ کو چاہیئے کہ آپ اس مذہب میں داخل ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک ہم تو ہر ایک راستی کو قبول کرنے کے

اختیار ہیں - آپ اپنی ماں یا بہن سے شادی کریں - اس شادی کے جلسہ میں ہم بھی شامل ہو کر اسی جگہ پوہل لے لینگے (یعنی سکھ بن جائینگے)، وہ حیران ہوُا کہ یہ جواب ہے - اس پر آپ نے اسے سمجھایا - کہ سچا اور عالمگیر مذہب وہ ہو سکتا ہے - جو صرف اخلاق ہی کو بیان نہ کرے بلکہ تمام قواعد شریعت متعلق عقائد - اخلاق اور تمدن بھی بیان کرے - جب گورو گونتھ صاحب آپ کے نزدیک کامل کتاب ہے - اور اس میں یہ نہیں لکھا - کہ ماں بہن کے ساتھ نکاح ناجائز ہے - تو اسکی رُو سے تو جائز ہوا -

سردار صاحب نے کہا - کہ یہ بات اور مذہب والوں سے لے لینگے - حضرت مولوی صاحب نے فرمایا - پھر ایسے مذہب کو قبول کرنا نامناسب ہے - جو دوسرے مذہب کا محتاج ہو

(حیاتِ نور صفحہ ۲۹۴)

حضرت المسیح الاوّل کا مذہب دربارہ مسئلہ کفر و اسلام و نبوت حضرت مسیح

حضرت مسیح موعود علیہ کی زندگی میں ایک شخص نے بعض سوالات لکھ کر بھیجے جن کا خلاصہ یہ ہے :- کہ

(۱) کیا حضرت مسیح موعود علیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر برابر ہیں؟

(۲) لا نبیّ بعدی کے کیا معنی ہیں؟

(۳) اگر نبی آسکتا ہے تو ابوبکرؓ وغیر نبی کیوں نہ بنے؟

ان سوالات کے جوابات میں جو چٹھی حضرت مولوی صاحب نے لکھی - اس کا عکس اخبار الفضل پرچہ ۱۳ رمئی ۱۹۱۴ء کے صفحات ۳ تا ۶ پر درج ہے -

خلاصہ جوابات حضور کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :- کہ

(۱) میاں صاحب ! رسولوں میں تفاضل ضرور ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ! ابتداء پارہ تیسرا - جب رسل میں مساوات نہ رہی۔ تو انکے انکار کی مساوات بھی آپکے طرز پر نہ ہوگی - تو آپ ایسا خیال فرمائیں - موسیٰ علیہ السّلام کے مسیح کا منکر جس فتویٰ کا مستحق ہے - اس سے پڑھ کر خاتم الانبیاء کے مسیح کا منکر ہے ۔صَلَوٰۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

میاں صاحب! اللہ تعالیٰ مومنوں کیطرف ارشاد فرماتا ہے - کہ ان کا قول ہوتا ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ! اور آپ نے بلا وجہ یہ تفرقہ نکالا - کہ صاحب شریعت کا منکر کافر ہو سکتا ہے اور غیر شرع کا کافر نہیں - مجھے اس تفرقہ کی وجہ معلوم نہیں ہوئی -

جن دلائل و وجوہ سے ہم لوگ قرآن کریم کو مانتے ہیں - انھیں دلائل و وجود سے ہمیں مسیح موعود کو ماننا پڑا ہے - اگر دلائل کا انکار کریں تو اسلام جاتا ہے آپ اس آیت پر غور کریں وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ وَھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ" دلائل کی مساوات پر مدلول کی مساوات کیوں نہیں مانی جاتی -

(۲) دوسرے سوال کے جواب میں عرض ہے - نازل ہونیوالے عیسٰی بن مریم کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ فرمایا ہے - اور ان الہامات وحیوں نے جو مرزا صاحب کو منجانب اللہ ہوئیں - اگر آپ احادیث کو مانتے ہیں تو آپ لَآ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّآ اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ! لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ - لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ - لَا حَسَدَ اِلَّا فِی الثِّنْتَیْنِ پر غور فرماویں - کیا یہ نفی آپ کے نزدیک عموم رکھتی ہے پھر غور کرو اور قرآن کریم میں تو خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ بفتح تا ہے خاتِم بکسرتا نہیں - بھلا میاں صاحب! یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ میں آپ عموم کے قائل ہیں - یا تخصیص کے -

(۳) ابو بکرؓ کو نبی نہیں کہا گیا - اور حضرت مسیح موعودؑ کو کہا گیا - سر دست اسی پر بس کرتا ہوں - یار باقی صحبت باقی -

(حیات نور صہ۲۱۱)



حضرت الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الثانی

ص۱۲ تا ص۵۱

حالات و واقعات

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب امام جماعت احمدیہ

حضرت کی ذات گرامی یوں تو محتاج تعارف نہیں لیکن غیر از جماعت احباب کی اکثریت چونکہ
آپکے صحیح مقام تبحر علمی اور شاندار کارناموں سے ناواقف ہے۔ اس لئے اختصاراً آپ کے
حالات بطور تعارف درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

اسم گرامی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ابن حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی بانی سلسلہ
احمدیہ ہے سن پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالیٰ
سے دین اسلام کے شرف۔ عظمت۔ غلبہ اور شوکت کے لئے مخالفین اسلام کے مطالبہ پر ایک
نشان بطور اتمام حجت طلب کیا تھا۔ اور اس غرض کے لئے بمقام ہوشیارپور تنہائی میں
چالیس دن تک نہایت الحاح اور زاری سے متواتر دعائیں کی تھیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے
رحم و کرم کی بنا پر شرف قبولیت بخشا۔ اور ایک مسیحا نفس علوم ظاہری و باطنی سے پُر۔ ذہین و
فہیم و حلیم بیٹے کی آپ کو بشارت دی جسے آپ نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے ایک
اشتہار میں تفصیلاً شائع فرمایا۔

چنانچہ پیشگوئی کے عین مطابق پدر بزرگوار کے اس حسن و احسان میں نظیر فرزند کا تولد ہوا۔ جو
جلد جلد بڑھا۔ اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا گیا۔ اور حضرت … کی وفات پر ۱۴ مارچ
۱۹۱۴ء میں سریر آرائے خلافت ہوا۔ اپنے اکاون سالہ دور خلافت میں اکناف عالم تک اسلام
کا پیغام پہنچایا۔ اور ہزاروں باطل پرستوں اور ہوا و ہوس کے اسیروں کو حق پرست اور اسلام
کا شیدائی بنایا۔ اور باطل کو اپنی تمام نحوستوں سمیت بھگانے اور حق کو اپنی تمام برکتوں سمیت
دنیا میں قائم و دائم رہنے کا پختہ نظام قائم کر کے ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف
ایک دنیا کو تڑپتا اور سوگوار چھوڑ کر رخصت ہوا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(غمزدہ مؤلف برہان ہدایت)

واقعات

بیان فرمودہ سیدنا حضرت المسیح الثانیؓ

ڈلہوزی کا ایک واقعہ

میں ابھی جوان تھا قریباً بیس سال کی عمر تھی کہ میں تبدیلیٔ آب وہوا کے لیے ڈلہوزی گیا وہاں ایک مشہور پادری آئے ہوئے تھے جن کا نام غالباً فرگوسن تھا۔ انہوں نے سینکڑوں عیسائی بنالئے تھے۔ اور وہ پہاڑ پر بھی اپنے ٹریکٹ تقسیم کرتے اور عیسائیت کی تعلیم پھیلاتے رہتے تھے۔ کچھ مسلمان جو غیرت مند تھے۔ وہ مولویوں کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا۔ کہ اس فتنہ کا مقابلہ کریں۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے تو مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ آخر وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ چلیں اور ان سے بات کریں ہم لوگ بڑے شرمندہ ہیں۔

میں ابھی چھوٹی عمر کا ہی تھا اور میری دینی تعلیم ایسی نہ تھی لیکن میں انکے کہنے پر تیار ہوگیا اور ہم چند آدمی مل کر ان کی کوٹھی کی طرف چل پڑے وہاں جاکر میں نے اُن سے کہا کہ پادری صاحب! میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ہم میز پر بیٹھے ہوئے تھے اور میرے سامنے ایک پنسل پڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا فرمائیے اگر یہ پنسل اٹھانے کی ضرورت ہو اور آپ اس وقت مجھے بھی آوازیں دیں کہ آؤ میری مدد کرو۔ اپنے ساتھیوں کو بھی آوازیں دینی شروع کردیں۔ اپنے بہرے کو بھی بُلائیں۔ اپنے باورچی کو بھی بلائیں۔ اپنے اردگرد کے ہمسائیوں کو بھی بُلائیں۔ اور جب سارا محلّہ اکٹھا ہوجائے تو آپ اُن سے یہ کہیں کہ یہ پنسل میز پر سے اٹھاکر میرے ہاتھ میں دے دو تو وہ

آپ کے متعلق کیا خیال کریں گے؟ کہنے لگا اس کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا مطلب خود بخود آ جائے گا۔ آپ صرف یہ بتائیں۔ کہ آیا یہ بات معقول ہوگی اور اگر آپ ایسا کریں تو لوگ آپ کے متعلق کیا سمجھیں گے؟ کہنے لگا پاگل سمجھیں گے۔ میں نے کہا۔ اب یہ بتائیے۔ کہ باپ خدا میں اکیلے دُنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا تھی میں نے کہا۔ روح القدس خدا میں اکیلے دُنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا۔ تھی میں نے کہا۔ پھر یہ وہی پنسل والی بات ہو گئی کہ تینوں میں ایک جیسی طاقت ہے اور اس کام کے کرنے کے قابل ہیں۔ مگر تینوں بیٹھے وقت ضائع کر رہے ہیں حالانکہ وہ اکیلے اکیلے بھی دُنیا کو پیدا کر سکتے تھے .... اس پر وہ گھبرا کر کہنے لگا۔ کہ عیسائیت کی اصل بنیاد کفارہ کے مسئلہ پر ہے۔ تثلیث کا مسئلہ تو ایمان کے بعد سمجھ میں آتا ہے میں نے کہا۔ کہ جب تک تثلیث سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ تو یہ دورِ تسلسل ہو گیا۔ جس کو تمام منطقی ناممکن قرار دیتے ہیں اس پر وہ کہنے لگا کہ آپ مجھے معاف کریں کفارے پر بات کریں۔

لاہور میں ایک پادری سے گفتگو

مجھے یاد ہے میں چھوٹا تھا۔ سترہ اٹھارہ سال میری عمر ہوگی کہ میں لاہور گیا۔ اور مجھے شوق پیدا ہوا کہ میں کسی پادری سے گفتگو کروں۔ لاہور کا سب سے بڑا پادری جو بعد میں مشنری کالج سہارنپور کا پرنسپل مقرر ہو گیا تھا۔ میں اس سے ملنے چلا گیا۔ اور میں نے اُس سے یہی سوال کیا کہ پہلے لوگ کس طرح نجات پاتے تھے؟ وہ کہنے لگا وہ مسیحؑ پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اس ایمان کی وجہ سے ہی انہوں نے نجات پائی۔ میں نے کہا اگر میں کہہ دوں کہ مجھ پر ایمان لا کر انہوں نے

نجات پائی ہے۔ تو پھر اس کا کیا حل ہو گا؟ وہ کہنے لگا۔ پیشگوئی بھی تو ہونی چاہیئے
میں نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ مسیحؑ کے متعلق کونسی پیشگوئی تھی؟
اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئی پیش کی۔ میں نے کہا۔ آپ ابراہیم علیہ السلام کی ساری پیشگوئیاں نکال لیں۔ اگر ان میں ایک طرف یہ ذکر آتا ہے کہ میں اسحاقؑ کی اولاد کو یوں برکت دونگا تو ساتھ ہی اسماعیلؑ کی اولاد کا بھی ذکر ہے اگر آپ کا یہ حق ہے کہ آپ اس پیشگوئی کو مسیحؑ پر چسپاں کریں تو ہمیں کیوں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم اس پیشگوئی کو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کریں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے؟ .... میں نے اوپر لاہور کے ایک پادری کا ذکر کیا ہے۔ جو بعد میں سہارنپور مشنری کالج کا پرنسپل ہو گیا میری اس سے جو گفتگو ہوئی اس کا ایک حصہ میں بیان کر چکا ہوں اب گفتگو کا دوسرا حصہ بیان کرتا ہوں۔

اس پادری کا نام غالباً وڈ تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ پادری صاحب آپ یہ بتائیں کہ ٹھنڈے پانی اور گرم پانی کو اگر آپس میں ملائیں تو کیا ہو گا۔ وہ کہنے لگا پانی سمو جائے گا۔ کچھ گرم پانی کی گرمی کم ہو جائے گی۔ اور کچھ سرد پانی کی سردی کم ہو جائے گی۔ ایک درمیانی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ میں نے کہا اب یہ بتایئے شیطان آدم کے پاس گیا تھا۔ یا حواؑ کے پاس؟ کہنے لگا حواؑ کے پاس میں نے کہا شیطان کا مقصود کیا تھا۔ کیا حواؑ کو بگاڑنا مقصود تھا یا آدمؑ کو بگاڑنا مقصود تھا تو وہ براہ راست آدم کے پاس کیوں نہیں گیا۔ راستے میں چکر کاٹنے کی اُسے کیا ضرورت تھی۔ اس نے کہا وہ براہ راست آدم کے پاس اس لیئے نہیں گیا کہ اُس

ا۔ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۶ - ۵۷)

کہا تھا حوّا کمزور ہے۔ اور میں اُسے آسانی سے ورغلا لونگا اس کے بعد آدم کو حوّا خود بخود ورغلا لے گی۔ میری ضرورت نہیں رہیگی میں نے کہا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حوّا آدم سے کمزور تھی۔ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا جب حوّا آدم سے کمزور تھی اور گناہ کا ارتکاب پہلے اُسی نے کیا۔ اور اُسی نے آدم کو ورغلایا تو وہ وجود جو صرف حوّا سے پیدا ہوا وہ بے گناہ کس طرح ہو گیا؟ میں نے کہا آپ گرم اور ٹھنڈے پانی کی مثال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یوں سمجھ لیں کہ آدم کی مثال ٹھنڈے پانی کی سی تھی اور حوّا کی مثال گرم پانی کی سی تھی۔ ان دونوں کے ملنے سے جو اولاد پیدا ہوئی۔ وہ لازماً اتنی گنہ گار نہیں ہو سکتی جتنی وہ اولاد گنہگار ہو سکتی ہے جو صرف حوّا سے پیدا ہوئی ہے۔

پس مسیحؑ جو حوّا سے پیدا ہوا وہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ گنہگار تھا۔ کہنے لگا۔ کیا مٹی میں سونا نہیں نکلتا؟ میں نے کہا ہمارا اور آپ کا سارا جھگڑا ہی یہی ہے۔ اگر مٹی میں سے سونا نکل سکتا ہے تو پھر آدمؑ کو آپ بے شک گنہگار کہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی مانیں کہ اس کی اولاد نیک ہو سکتی ہے ضروری نہیں کہ وہ گنہگار ہی ہو۔ اب جو میں نے اس طرح پکڑا تو کہنے لگا۔ مٹی میں سے سونا نہیں نکلتا سونے میں سے سونا نکلتا ہے آدم چونکہ گنہگار تھا۔ اس لئے اس کی اولاد بھی ضرور گنہگار ہو گی وہ نیک نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سونے میں سے سونا نکلتا ہے میں نے کہا تو پھر حوّا کا بیٹا دوسروں سے زیادہ گنہگار ماننا پڑے گا۔ کیونکہ حوّا آدم سے زیادہ گنہگار تھی۔ اس نے نہ صرف خود درخت کا پھل کھایا۔ بلکہ آدم کو بھی کھلایا اور اس طرح وہ دوہری گنہگار بنی۔ اس پر وہ پھر جھنجلا کر کہنے لگا۔ مٹی کی کان میں سے سونا نہیں نکلتا۔ کان مٹی کی ہوتی ہے۔ مگر اندر سے سونا نکل آتا ہے۔ میں نے کہا تو پھر آدم کے متعلق بھی یہی نظریہ تسلیم کریں کہ وہ گنہگار

تھا۔ مگر اسکی اولاد میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو نیک ہوں اور ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوں ۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۴۴-۴۵)

منکرین الہام سے گفتگو کا واقعہ

منکرین الہام سے جب بھی میری گفتگو ہوتی ہے میں انہیں کہا کرتا ہوں کہ میں تمہاری دلیلوں کو کیا کروں جب کہ خدا مجھ سے خود ہم کلام ہوتا ہے اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے مجھ پر الہامات نازل نہ ہوتے تو شائد میں خیال کر لیتا۔ کہ تمہاری دلیلوں میں کچھ وزن ہو گا۔ لیکن اب ان دلائل کا مجھ پر کیا اثر ہو سکتا ہے جب کہ خود مجھ پر الہامات نازل ہوتے ہیں مجھے تو یہ دلیلیں سُنکر ہنسی آتی ہے۔ کہ خدا موجود ہے اس کا کلام ہم پر نازل ہوتا ہے۔ اور دلائل یہ دیئے جا رہے ہیں۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر جو چیز میں نے دیکھ لی ہے حالانکہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ہوں اس کے متعلق میں یہ کس طرح تسلیم کر سکتا ہوں۔ کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یا حضرت مسیح موعود علیہ نے نہیں دیکھی ہو گی۔ جب نیچری کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالاتِ عالیہ کا نام قرآن ہے تو سُنکر ہنسی آتی ہے۔ کہ جب ہمیں معیّن الفاظ میں الہام ہوتے ہیں۔ تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان تو بہت بالا ہے۔ آپ پر خدائی الفاظ میں ہی قرآن کیوں نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو اعلیٰ درجہ کے روحانی لوگ ہیں اور جنھوں نے ان تمام انعامات کا مشاہدہ کیا ہوا ہے وہ اس بات کو سُنکر ایسا محسوس کریں گے کہ گویا وہ سارے مقامات جو ان کو حاصل ہیں ان کو انھوں نے گرا دیا ہے ۔

---

۱ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۳۸۱-۳۸۲

بہائیوں کے اعتراض کا لطیف جواب

اس جگہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ کہ یہود کے آنے کی وجہ سے اسلام منسوخ ہوگیا۔ گویا ان کے نزدیک اسلام کے منسوخ ہونیکی یہ علامت ہے کہ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ نے اس پر قبضہ کرنا تھا۔ جب مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے تو معلوم ہوا۔ کہ مسلمان عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ نہیں رہے۔ یہ اعتراض زیادہ تر بہائی قوم کرتی ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ یہی پیشگوئی تورات میں موجود ہے۔ یہی پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے اور اس پیشگوئی کے ہوتے ہوئے اس ملک کو بابلیوں نے سو سال رکھا مگر اس وقت یہودی مذہب بہائیوں کے نزدیک منسوخ نہیں ہوا۔ ٹائٹس کے زمانہ سے لیکر سو دو سو بلکہ تین سو سال تک فلسطین روم کے مشرکوں کے ماتحت رہا وہ عیسائیوں کے قبضہ میں نہیں تھا۔ یہودیوں کے قبضہ میں نہیں تھا مسجد میں سؤر کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور پھر بھی یہودیت کو سچا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یہودیوں کے آنے پر نو سال کے اندر اندر اسلام منسوخ ہوگیا پاگل پن والی اور دشمنی کی بات ہے۔ اگر واقعہ میں کسی غیر قوم کے اندر آجانے سے کوئی پیشگوئی باطل ہو جاتی ہے۔ اور عارضی قبضہ بھی مستقل قبضہ کہلاتا ہے تو تم نے سو سال پہلے ایک دفعہ قبضہ دیکھا ہے۔ تین سو سال دوسری دفعہ کافروں کا قبضہ دیکھا ہے۔ اس وقت یہودیت کو تم منسوخ نہیں کہتے۔ اس وقت عیسائیت کو تم منسوخ نہیں کہتے۔ لیکن اسلام کے ساتھ تمہاری عداوت اتنی ہے کہ اسلام میں نو سال کے بعد ہی تم اس قبضہ کو منسوخی کی علامت قرار دیتے ہو جب اتنا قبضہ ہو جائے۔ جتنا یہودیت اور عیسائیت کے زمانہ میں رہا۔ تب تو کسی کا حق بھی ہو سکتا ہے۔ کہ کہے لوجی اسلام کے ہاتھ سے یہ ملک نکل گیا۔ لیکن

جب تک اتنا قبضہ چھوڑا اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہوا۔ تو اس پر اعتراض کرنا محض عداوت نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ اعتراض کرنے والے بہائی ہیں جن کا اپنا وہی حال ہے۔ جیسے ہمارے ہاں مثل مشہور ہے۔ کہ نہ آگا نہ پیچھا۔ وہ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ مکہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ مدینہ مسلمانوں کے پاس ہے اور یہ دو اہم اسلامی مراکز ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں۔ چھاج بولے تو بولے۔ چھلنی کیا بولے جس میں نو سو سوراخ۔ تمہارا کیا حق ہے کہ تم اسلام پر اعتراض کرو۔ تمہارے پاس تو ایک چپہ زمین بھی نہیں جس کو تم اپنا مرکز قرار دے سکو اسلام کا مکہ بھی موجود ہے۔ اور اسلام کا مدینہ بھی موجود ہے۔ وہ تو ایک زائد انعام تھا۔ وہ ملک اگر عارضی طور پر چلا گیا تو کیا اعتراض ہے؟

بہائیت ۱۸۴۴ء سے شروع ہوا اور اب ۱۹۵۸ء ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے مذہب کو قائم ہوئے ایک سو چودہ سال ہو گئے۔ اور ایک سو چودہ سال میں ایک گاؤں بھی تو انہوں نے مقدس نہیں بنایا۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں حکومت حاصل نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی تو حکومت نہیں ہم نے تو چند سال میں ربوہ بنا لیا۔ پہلے قادیان بنا ہوا تھا۔ اب ربوہ بنا ہوا ہے یہاں ہم آتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اکٹھے رہتے ہیں۔ پھر فلسطین میں بھی کرمل پہاڑی کی چوٹی پر ایک پورا گاؤں احمدیوں کا ہے جس کا نام کبابیر ہے۔ بہائی بھی تو بتائیں کہ دنیا میں ان کا کوئی مکان ہے یا دنیا میں وہ کسی جگہ پر اکٹھے ہوتے ہیں؟ لیکن اسلام پر صرف نو سال کے قبضہ کی وجہ سے ان کے بغض نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام ختم ہو گیا۔ اور اپنی حالت یہ ہے۔ کہ عکہ کو مرکز قرار دیا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ حدیثوں میں بھی پیشگوئیاں تھیں مگر اب عکہ میں بہائیوں کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔

اور ان کے لیڈر شوقی آفندی جو عکہ کی بجائے سال کا اکثر حصہ سوئٹزرلینڈ میں گذارہ کئے وہ بھی وفات پا چکے ہیں اور ان کے بعد ابھی تک بہائیوں کا کوئی قائم مقام لیڈر بھی تجویز نہیں ہوا پھر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور کئی جاہل ان کے اعتراضوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں [۱]

میاں نظام الدین صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے متعلق واقعہ

ہماری جماعت کے ایک دوست میاں نظام الدین صاحب کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ جو مَیں نے بارہا سنایا ہے کہ وہ ابھی بیعت میں شامل نہیں تھے کہ حضرت مسیح موعود کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر میں قرآن کریم کی سَو آیتیں ایسی نکلوا کر لے آؤں جن سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہو تو کیا آپ مان جائیںگے کہ حضرت عیسٰی زندہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ سَو آیتوں کا کیا سوال ہے آپ ایک آیت ہی پیش کر دیں تو مَیں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں دس آیتیں تو ضرور لاکر آپ کو دکھاؤں گا اور یہ کہہ کر خوش خوش مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے پاس گئے تاکہ قرآن سے ایسی آیتیں نکلوا لائیں۔ مولوی محمد حسین صاحب ان دنوں لاہور میں تھے۔ حضرت (مولانا نورالدین صاحب) بھی جموّں سے چھٹی پر وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور وفات وحیاتِ مسیح پر بحث کے لئے آپس میں شرائط کا تصفیہ ہو رہا تھا۔ حضرت رضؓ فرماتے تھے کہ اس مسئلہ کا قرآن سے فیصلہ ہونا چاہیئے اور مولوی محمد حسین صاحب یہ کہتے تھے کہ حدیثیں بھی شامل ہونی چاہئیں آخر بڑی بحث اور ردّوکد کے بعد حضرت نے مان لیا کہ بخاری بھی

---

[۱] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۷۴-۵۷۵)

شامل کر لی جائے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو فخر کرنے کی بہت عادت تھی حضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے جب انکی اتنی بات مان لی کہ بخاری سے بھی تائیدی رنگ میں ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے تو انکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا مسجد میں بیٹھ کر انھوں نے لاف زنی شروع کر دی کہ مولوی نورالدین ؓ نے یوں دلیل دی۔ اور میں نے اُسے یوں پکڑا۔ اس نے اس طرح کہا اور میں نے اسے اس طرح گرایا۔ اتنے میں میاں نظام الدین صاحب بھی وہاں پہنچے اور کہنے لگے مولوی صاحب ان بحثوں کو چھوڑیئے۔ میں مرزا صاحب کو منوا کر آ رہا ہوں کہ اگر میں قرآن سے دس آئیتیں ایسی نکلوا کر لے آؤں جن سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہو تو وہ اپنے عقیدہ کو ترک کر دیں گے آپ مہربانی فرما کر مجھے جلدی سے ایسی دس آئیتیں قرآن سے لکھ دیں تاکہ میں مرزا صاحب کے سامنے پیش کروں۔

مولوی صاحب جو فخر و مباہات سے کام لے رہے تھے اور بار بار کہہ رہے تھے کہ میں نے مولوی نورالدین رضؓ کو یوں رگیدا اُسے اس طرح پکڑا۔ اور اس طرح گرایا ان کے تو یہ بات سنتے ہی حواس اُڑ گئے۔ اور جوش میں کہنے لگے تجھے کس پاگل اور جاہل نے کہا تھا۔ کہ تو اس معاملہ میں دخل دیتا۔ میں دو مہینے بحث کر کر کے مولوی نورالدین کو حدیث کی طرف لایا تھا۔ تو پھر اس مسئلہ کو قرآن کی طرف لے گیا ہے یہ اتنا گندہ فقرہ تھا۔ کہ میاں نظام الدین صاحب جو اپنے دل میں اسلام کی محبت رکھتے تھے اسے برداشت نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر تک حیرت سے ان کا منہ دیکھتے رہے اور پھر کہنے لگے مولوی صاحب اگر یہی بات ہے تو پھر جدھر قرآن ہے ادھر ہی میں ہوں چنانچہ وہ وہاں سے واپس آئے۔ اور حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل ہو گئے [1]

---

[1] تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم نصف اوّل صفحہ ۳۵۰ - ۳۵۱۔

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے متعلق ایک اعتراض کا جواب

ہم نے دیکھا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لوگ ہمیشہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ ان باتوں پر زور دیتے ہیں کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے مگر اور امور کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ آپ اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ سارے نقائص اور عیوب خدا تعالیٰ سے بُعد کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق کامل یقین پیدا ہو جائے تو ان سے گناہ سرزد نہ ہوں۔ میں لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ الہامات اور اس کے نشانات و معجزات کو بار بار اس لئے پیش کرتا ہوں کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کے متعلق یقین پیدا ہو جائے جس دن اُن کے دلوں میں سچا یقین پیدا ہوا۔ اور انہوں نے مجھے مان لیا۔ تو یہ عیوب آپ ہی دُور ہو جائیں گے

غرض جب تک لوگ نبوّت کی کھلی مخالفت نہیں کرتے۔ جزئیات کی طرف زیادہ توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور انھیں کہا جاتا ہے۔ کہ تم میں یہ بھی نقص ہے وہ بھی نقص ہے۔ مگر جب وہ کھلے بندوں نبی کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں ہم اس نبی کو اور اس نبیؑ کے ماننے والوں کو کچل کر رکھ دیں گے اس وقت ان کے نقص کو جو بنیادی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان میں کمی اُسے سامنے رکھ کر اسکی اصلاح پر زور دیا جاتا ہے اور اس میں باقی تمام جزئیات کی اصلاح آجاتی ہے ؎

؎ تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم نصف اوّل صفحہ ۴۰۸

قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر

حضرت مرزا حافظ ناصر احمد صاحب

۱۔ سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ناصر الملت والدین ۱۵ نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے تیرہ سال کی عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ کیا۔ جولائی ۱۹۲۹ء کو "مولوی فاضل" کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۸ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی آف لنڈن سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی ور نومبر ۱۹۶۵ء کو اپنے والد ماجد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رض کی وفات پر سریر آرائے خلافت ہوئے۔

۲۔ آپ کے متعلق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے مندرجہ ذیل پیشگوئی کی گئی تھی کہ۔

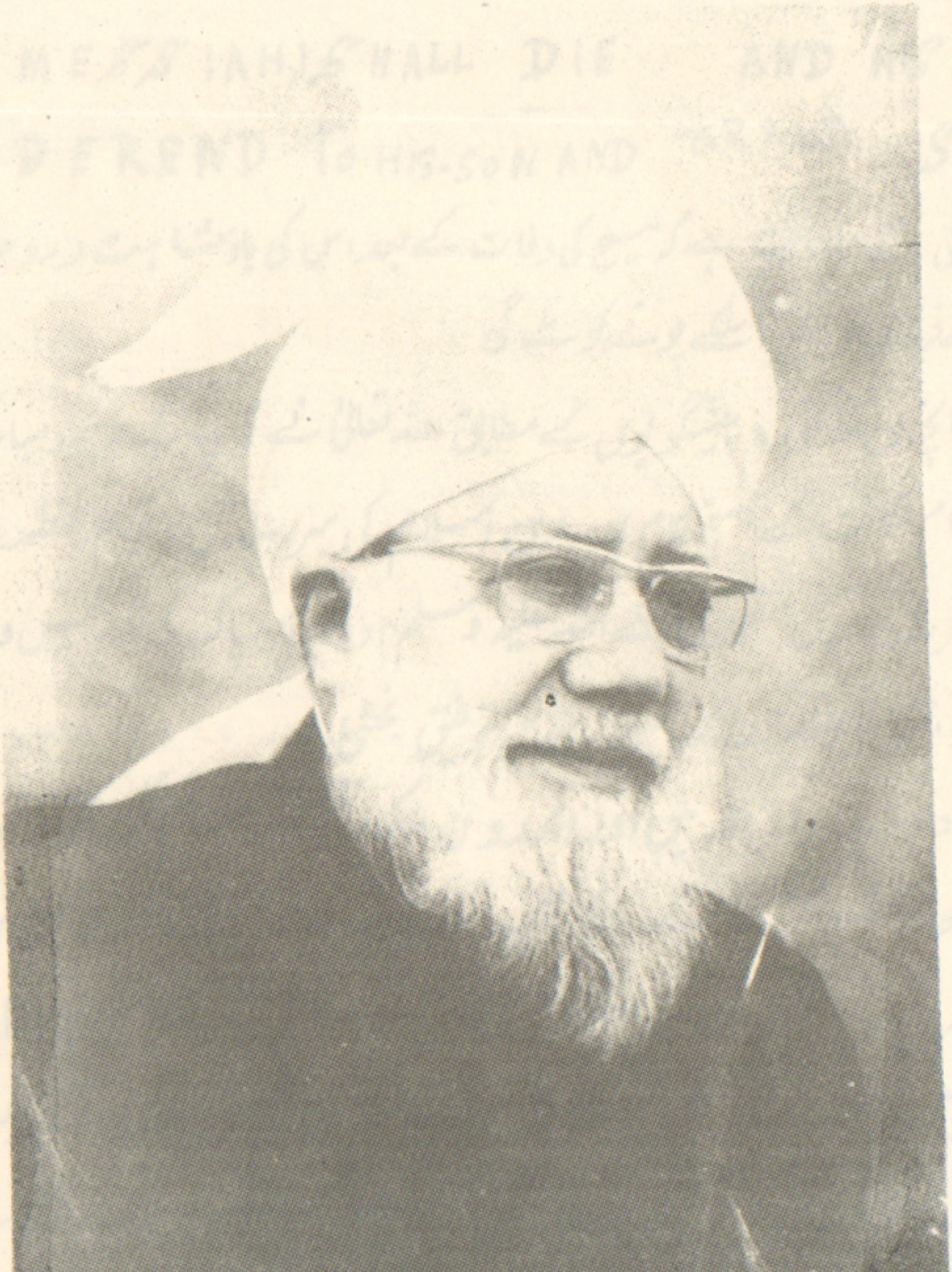
وَبَشَّرَنِی بِخَامِسٍ فِیْ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ۔ یعنی پانچواں لڑکا جو چار کے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا۔ اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا۔ اور اس کے بارہ میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البدر الحکم میں مدت ہوئی شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ نَافِلَةً مِّنْ عِنْدِیْ۔

یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھ کو بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا،، ! حقیقۃ الوحی ص ۲۱۸ م ۲۱۹ مطبوعہ ۱۹۰۷ء

۳۔ نبز حضرت ثانی المصلح الموعود رض آپ کے والد ماجد کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں بشارت دی آپ فرماتے ہیں کہ۔

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دونگا جو دین کا ناصر



حضرت الحافظ مرزا ناصر احمد صاحب

صہ ۵۲ تا صہ ۶۳

خلیفۃ المسیح الثالث

ہوگا - اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا۔"[2]

۴۔ یہود کی احادیث کی مشہور زمانہ کتاب طالمود میں بھی آپ کے بارے میں پیشگوئی ان الفاظ میں رقسم ہے کہ -

IT IS ALSO SAID THAT HE (THE MESSIAH) SHALL DIE AND HIS KINGDOM DEREND TO HIS SON AND GRAND SON[3]

یعنی یہ بھی راوایت ہے کہ مسیح کی وفات کے بعد اس کی بادشاہت (روحانی) اس کے فرزند اور پھر اسکے پوتے کو ملے گی

۵۔ چنانچہ ان مذکورہ پیشگویوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود مبارک کو نظام خلافت کے استحکام اور دین اسلام کی سربلندی - قیام عظمت حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی تدریس واشاعت کو انتہائی بلندیوں تک پہنچانے کی توفیق بخشی -

بلاد یورپ دافریقہ میں اور اندرون ملک تبلیغ اسلام اور انوار قرانی سے ان ممالک کو روشن کرنے کے لئے آپ نے دورے کیئے اور وسیع تر اشاعت کا انتظام فرمایا - بالخصوص کسر صلیب میں آپ کی مساعی ایک روشن مینار کی حیثیت سے ابھری ہیں گزشتہ سال جون ۱۹۷۸ء میں آپ بنفس نفیس لنڈن تشریف لے گئے وہاں ایک عظیم الشان کانفرنس عیسائی دنیا کو صراط مستقیم پر لانے کے لیئے منعقد کرائی اور یورپ - روم - افریقہ اور امریکہ کے پادریوں کو للکارا اور چیلنج دیا کہ آؤ - ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ صلیب نے حضرت مسیح کو نہیں توڑا بلکہ حضرت مسیح نے صلیب کو شکست

۲۔ الفضل ۸/اپریل ۱۹۱۵ء

۳۔ طالمود مرتبہ جوزف بارکلے باب پنجم ص۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء

دی اور آپ زندہ وسلامت اترے۔ کفارہ کا عقیدہ باطل ہے اسلام سچا اور فطرتی مذہب ہے اسلام کے اصولوں پر چل کر ہی اب تمہاری نجات ہوگی ورنہ تمہارے لئے تباہی مقدر ہے۔

خاکسار مرتب کتاب ہذا کو بھی اس کانفرنس میں شرکت کی توفیق" محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نصیب ہوئی اور اپنی آنکھوں سے حق کی آمد اور باطل کے فرار کا نظارہ کیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ آئندہ صفحات میں آپ کے دورہ یورپ کی چند جھلکیاں دی جارہی ہیں زیادہ تفصیل سلسلہ کے اخبارات ورسائل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جماعت کی ترقی اور آپ کے بارے میں ایک عظیم الشان پیشگوئی آپ فرماتے ہیں۔ "ہماری جماعت کی ترقی کا زمانہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت قریب آگیا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب کہ افواج در افواج لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ مختلف ملکوں سے جماعتوں کی جماعتیں داخل ہوں گی۔ اور وہ زمانہ آتا ہے کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر احمدی ہوں گے ...... دیکھو میں آدمی ہوں اور جو میرے بعد ہوگا وہ بھی آدمی ہوگا۔

جس کے زمانہ میں فتوحات ہوں گی " عـ۱

امتعنا اللہ بطولِ حیاتہٖ،

خاکسار خادم سلسلہ جاں نثار خلافت عبدالرحمٰن مبشر عفی عنہ ۹۔۱۱۔۱

عـ۱ انوار خلافت تقریر حضرت مصلح موعودؓ ۱۹۱۵ء، صـ۱۱۱ تا صـ۱۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

" T.V. سے تعلق رکھنے والی ایک عیسائی عورت نے مجھ سے زیورک میں سوال کیا۔ کہ ہمارے ملک میں آپ اسلام کو کیسے پھیلائیں گے۔ میں نے کہا دلوں کو فتح کر کے اس جواب سے وہ بہت متاثر ہوئی۔ اور اس نے کہا کہ میں یہ فقرہ ٹیلی ویژن پر ضرور لانا چاہتی ہوں۔

جب میں ٹیلی ویژن پر آپ کا انٹرویو لوں تو آپ یہ فقرہ ضرور دہرائیں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ آپ یہ سوال کر دیں۔ اور میں جواب میں اپنا یہی جواب دُہرا دونگا۔ کوپن ہیگن میں جب مجھ سے یہی سوال کیا گیا۔ کہ آپ ہمارے ملک میں کس طرح اسلام پھیلائینگے تو میں نے کہا یہ سوال مجھ سے زیورک میں بھی کیا گیا تھا۔ اور میں نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ دلوں کو فتح کر کے۔ اس مجلس میں ایک بڑی باوقار صحافی عورت بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے یہ جواب سُن کر بڑے وقار سے پوچھا۔

آپ ان دلوں کو کیا کریں گے۔

میں نے اسے جواب دیا۔ کہ ہم انہیں پیدا کرنے والے رب کے قدموں پر جا رکھیں گے۔ اس جواب کا اس پر اتنا اثر ہوا۔ کہ پریس کانفرنس کے بعد وہ کئی گھنٹے وہاں ٹھہری رہی اور اس نے کہا میں واپس جا کر اس ملاقات۔ مسجد اور پریس کانفرنس کے متعلق اپنے اخبار میں ایک مضمون لکھوں گی "

المصابیح ص۴۲

ہڈرزفیلڈ میں ایک عیسائی عورت نے مجھ سے سوال کیا کہ۔

ایک عیسائی اور ایک مسلمان میں کیا فرق ہے۔

میں نے پوچھا کہ تمہارا سوال یہ ہے کہ ایک سچے عیسائی اور ایک سچے مسلمان میں کیا فرق ہے اس نے کہا ہاں یہی میرا سوال ہے۔ میں نے کہا کہ جواب سُنو۔

میں نے کہا ایک سچے مسلمان کا سچا۔ حقیقی اور زندہ تعلق اپنے رب سے ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کا تعلق کسی عیسائی میں نہیں۔ خواہ تم اُس کو سچا کہو یا جھوٹا کہو۔ اور یہ ایک ایسا بنیادی فرق ہے۔ جو مسلمان اور عیسائی میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ وہ ایک عورت تھی یہ سوال کرنے والی۔ میں نے اسکو کہا کہ میں تمہیں ایک احمدی عورت کا ایک رات کا مشاہدہ تھا۔ اور ذاتی تجربہ تھا وہ بتاتا ہوں۔ اس سے تمہیں پتہ لگے گا۔ کہ جب یہ کہتا ہوں۔ کہ ہمارا ہم میں سے لاکھوں کا زندہ تعلق اپنے رب سے ہے۔

تو اس کے کیا معنی ہیں۔ گو تمہارے لئے تو یہ سمجھنا بھی مشکل ہے۔

میں نے اسے بتایا کہ ۱۹۶۵ء میں ہماری ہندوستان سے جنگ ہوئی۔ ایک احمدی عورت کا لڑکا میجر سیالکوٹ کے محاذ پر بھیجا گیا تھا۔۔۔۔۔ اس میجر کی ماں کو طبعاً یہ خیال تھا کہ میرا بچہ پتہ نہیں بچتا ہے یا مارا جاتا ہے۔ ماں مامتا بڑی جوش میں تھی۔ ایسے وقت میں ایک ماں اپنے اس بچے کو جو لڑائی کے وقت محاذ پر ہو کیسے بچا سکتی ہے۔ کوئی چارہ نہیں اس کے پاس۔ سوائے ایک احمدی ماں کے جس کے پاس طاقت ہے وہ اپنے رب کے حضور جھکے اور دعائیں کرے اس کے لئے چنانچہ رات کو وہ بڑھیا بیٹھ گئی اور اس نے دعا کرنی شروع کی کہ اے میرے خدا میرے بچے کی حفاظت کا سامان کر اور مجھے تسلی دے ۔۔۔۔ تیسری دفعہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بشارت دی کہ تیرے بیٹے کی حفاظت کا بھی سامان کر دیا گیا ہے۔ تو یہ وہ زندہ تعلق ہے۔ جو احمدیت ایک احمدی عورت یا احمدی مرد یا احمدی بچے اپنے رب سے پیدا کرتی ہے۔

المصابیح صفحہ ۵۸ تا صفحہ ۵۹

نیو یارک میں ایک اخبار نکلتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسلام کے خلاف لکھتا تھا۔ اور کبھی بھی اس کی تردید شائع نہیں کرتا تھا۔ ہمارے مشتاق احمد باجوہ کہتے تھے۔ ہم تردید لکھتے ہیں لیکن یہ شائع نہیں کرتا۔ جب ہم وہاں گئے۔ تو پریس کانفرنس میں اس کا

نمائندہ بھی آیا ہوا تھا۔ جو ایک نوجوان تھا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ مختلف سوال ان لوگوں نے کئے۔ میں نے جواب دیئے۔ بعد میں بھی وہ مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ آخر میں کہنے لگا۔ کہ مجھے یہ بتائیں کہ

حضرت مسیح موعود (ان پر سلام) کی بعثت کی غرض کیا ہے، اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے۔ خود ہی جواب سکھاتا ہے۔ اسی وقت فوراً ہی میرے دماغ میں یہ جواب آیا۔ میں نے کہا اپنے الفاظ میں تمہیں کیا بتاؤں میں حضرت مسیح موعود (ان پر سلام) کے جواب میں تمہیں بتاتا ہوں۔

آپ نے یہ دعوٰے کیا ہے کہ۔

میں دلائل کے ساتھ اس صلیب کو توڑنے آیا ہوں۔ جس صلیب نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور جسم کو زخمی کیا۔ اُچھل پڑا وہ اور کہنے لگا مجھے حوالہ چاہیئے۔ . . . . میں نے مختلف حوالے ویسے ہی جمع کئے تھے اور ساتھ لے آیا تھا کہ شاید کام آجائیں۔ اسکا ترجمہ اس کو دکھایا۔ اس نے اس کو نوٹ کیا۔ پھر اسلام کے متعلق جماعت کے متعلق۔ مسجد کے متعلق اور میرے متعلق اس نے اپنے اخبار میں لکھا۔ اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود (ان پر سلام) نے اپنی بعثت کی جو غرض بیان کی ہے انہیں الفاظ میں جو حضرت مسیح موعود (ان پر سلام) کے تھے۔ کہ میں اس صلیب کو دلائل کے ساتھ توڑنے آیا ہوں۔ جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور جسم کو زخمی کیا۔" (المصابیح ص۶۴ تا ص۶۵)

زیورک میں ایک دوکاندار سے بات ہوئی۔ تو کہنے لگا اچھا! تو کیا میں مسجد میں جا سکتا ہوں۔ میرا تو خیال تھا کہ مسلمانوں کی مسجد میں کوئی عیسائی داخل نہیں ہو سکتا میں نے اس کو بتایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو مسجد میں عیسائی وفد کو اپنی عبادت

کرنے کی اجازت دے دی تھی، اور نہیں ابھی تک یہ شبہ ہے، کہ تم مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انکو بتائیں کہ اسلام کی کیسی اور خوبصورت تعلیم ہے اور پھر ہے بھی مفید"

المصابیح ص۶۳

"میں نے افتتاح (مسجد ڈنمارک) کے موقع پر یہ اعلان کیا کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ۔ مساجد اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اَنَّ المساجِدَ لِلّٰہِ ۔ اور ہم عاجز بندے بطور نگران کے ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں ۔ اسلام نے مسجد کا دروازہ ہر اُس شخص کے لیے کھلا رکھا ہے جو خدائے واحد کی پرستش کرنا چاہے ۔ اور نیک نیتی کے ساتھ اور ہر قسم کے شر سے پاک ہو کر اس مسجد میں داخل ہونا چاہیے ۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیسوں بچوں نے (گو یہ عمر ناسمجھی کی ہے) ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو کر نماز ادا کی ۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے، کہ سینکڑوں عیسائی مردوں اور عورتوں نے ہماری دعا اور نماز کے وقت اس عبادت میں اس طرح شرکت کی کہ وہ بھی سر جھکا کر اس نماز کے وقت دعا کرتے رہے اور ایک شخص نے اخبار میں لکھا ۔ کہ اس روز ہمیں عبادت کا جو مزہ آیا وہ ہمیں کسی اور جگہ نہیں ملا"

المصابیح ص۱۷

"کوپن ہیگن میں میں نے پادریوں سے گفتگو کی ۔ انہوں نے ایک منصوبہ تیار کر کے بڑے غور کے بعد بعض سوالات تیار کئے تھے ۔ جو وہ مجھ سے پوچھنا چاہتے تھے، ان سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا ۔ کہ

جماعت احمدیہ میں آپکا مقام کیا ہے ۔

میں نے انہیں جواب دیا ۔ کہ تمہارا سوال میرے نزدیک درست نہیں کیونکہ میرے

نزدیک جماعت احمدیہ اور میں دونوں ایک ہی وجود ہیں۔ یہ دو نام ہیں ایک وجود کے۔ اور جب میں اور جماعت دونوں ایک ہی وجود ہیں،، تو جماعت میں میرا کیا مقام ہے،، کا سوال درست نہیں،، اور یہ حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کی نعمت جب تک قوم میں قائم رکھی جاتی ہے۔ اس وقت تک یہ دونوں وجود علیحدہ نہیں ہوتے گو جسم دو ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے اندر دل ایک ہی دھڑک رہا ہوتا ہے،،

المصابیح ص۶۳

"یہ ایک حقیقت ہے۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ سارے سفر کے دوران میں انگلینڈ میں بھی۔ سیوٹزرلینڈ میں بھی اور کوپن ہیگن میں بھی اور جرمنی میں بھی غرض جہاں بھی ہم گئے اور جس سے بھی ہمیں واسطہ پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارا خادم ہے، ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھنے والا ہے۔

اور ہر قسم کی خدمت کے لئے تیار ہے۔ اور یہ

الٰہی تصرّف تھا۔

اور پھر یہ بھی الٰہی تصرّف تھا کہ اس زمانہ میں جب اسلام کے خلاف وہاں بغض اور تعصب انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ انہوں نے میری باتوں کو غور سے سُنا۔ اور شرافت اور صداقت کے ساتھ انہیں اپنے اخباروں میں شائع کیا۔۔۔۔۔ اور وہ خلاصہ یہ تھا۔

کہ اپنے رب کریم کی طرف واپس آؤ۔ اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسلام کی روشنی سے اپنے آپ کو منور کرو۔ اور نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو دنیا کے محسن اعظم ہیں۔ ان کے ٹھنڈے سایہ تلے آجاؤ تاکہ تم ہلاک نہ ہو۔

تو یہ میری وارننگ تھی۔ یہ میرا انذار تھا۔ اور وہ لوگ الٰہی تصرّف کے ماتحت مجبور ہو گئے تھے۔ کہ میری اس وارننگ کو میرے اس انذار کو اپنے اخبارات میں

شائع کریں۔

ہمارا اندازہ اس وقت تو لاکھوں کا تھا۔ لیکن بعد میں جو خبریں ملی ہیں ان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ کروڑوں آدمیوں تک میری آواز پہنچی اور کروڑوں آدمیوں نے میری شکل کو دیکھا اور میری آواز سے وہ سُنا۔ جو میں انہیں سنانا چاہتا تھا،،

المصابیح ص۲۶

دھریوں سے طریق مقابلہ

جس بات کے متعلق ہمیں سوچنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ

"پہلے ہمارا مقابلہ اس معاند اسلام کے ساتھ تھا۔ جو اہل کتاب تھا۔ یعنی مذہب کا پابند تھا، یا کم از کم اس پر مذہب کا لیبل لگا ہوا تھا۔ گو اس میں بعض دہریہ بھی تھے۔ لیکن وہ چھپے ہوئے تھے۔ صرف ظاہراً مذہب کا نام لیتے۔ گو وہ دہریہ تھے مگر عیسائی کہلاتے تھے وہ دہریہ تھے مگر یہودی کہلاتے تھے۔ جب ان سے بات کی جاتی تو کہتے تمہیں کس نے کہا ہے کہ ہم خدا کو نہیں مانتے غرض ان کے ساتھ ہمارا مقابلہ تھا...... لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ دنیا کا نصف سے زیادہ حصّہ عملاً دہریہ ہو چکا ہے۔ اور نہ صرف دہریہ ہوا ہے بلکہ کھُلم کھُلا خدا کی ہستی کا انکار کرتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ خدا کا انکار کرتا ہے بلکہ یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ ہم ایسی فوج تیار کریں گے۔ جو خدا کے نام کو اس کرۂ ارض سے اور اس کے وجود کو آسمان سے مٹا دے۔ گویا اس قسم کی فوج کے قیام سے انہوں نے خدا سے باقاعدہ لڑائی کا اعلان کر دیا ہے۔ ان کو دنیا کے ایک حصہ پر سیاسی اقتدار مل گیا۔ ان کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔

دنیوی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے طبعی قوانین کے مطابق انہوں نے ترقی کی۔ اور

اب ہمارا اُن کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اس لئے اب ہمیں ان لوگوں تک **اسلام کی تبلیغ** پہنچانے کے لئے نئی راہیں اختیار کرنی پڑیں گی۔ اور مؤثر دلائل کا ایک نیا ذخیرہ اکٹھا کرنا پڑے گا۔ ان میں سے ایک راہ یہ ہے کہ ہم نے عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو پاکر اللہ تعالیٰ ہی کی تائید سے آسمانی نشانوں کے ہتھیار کے ساتھ ایک بڑا زبردست مجاہدہ کرنا ہے۔ کیونکہ دہریت کے مقابلہ میں عقلی دلیل اس لئے کامیاب نہیں ہوتی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی عقل دی ہے۔ کہ وہ غلط بات کے لئے بھی تسلّی پا لینے والی دلیلیں ایجاد کرلیتا ہے۔ وہ کہتا ہے دیکھو یہ ہے۔ وہ دلیل ہے۔ وہ اسے بزعم خود تسلّی کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ لیکن دنیا کی کوئی عقل معجزہ کو جھوٹا ثابت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔

ایک دفعہ ربوہ میں ایک بڑا کٹر دہریہ روسی سائنسدان آیا تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ اس کے کان میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو ابھی لینن کے دماغ میں یہ سکیم نہیں آئی تھی کہ وہ روس میں ایک اشتراکی انقلاب بپا کرے کہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ الہاماً بتادیا تھا۔ کہ زار روس کی حکومت بدل جائے گی اور اس کی جگہ دوسری حکومت قائم ہو گی۔ چنانچہ لینن کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرجوڑنے اور مشورہ کرنے سے چند ہفتے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا۔ کہ

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحالِ زار

اس ضمن میں بعض اور باتیں بھی میں اس کے کان میں ڈالتا رہا۔ اور اس پر بہت اثر ہوا،، المصابیح صـ۲۵۲ تا صـ۲۵۵

" اپنے اس عاجز بندے کو خدا تعالیٰ نے مہدی معہود کا خلیفہ بنایا ہے اور آپ نے یہ کہا ہے کہ جس کے پاؤں کمزور ہوں۔ وہ میرے ساتھ چلنے کی تکلیف کیونکر تا ہے۔ کیونکہ میں تو بڑا تیز قدم چلنے والا ہوں۔ میرے سپرد بڑا کام کیا گیا۔ اور انہیں کے الفاظ میں

میں آپ سے یہ کہتا ہوں۔کہ

جس کے پاؤں کمزور ہوں اس کو ہمیں تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

نکل جائے جماعت سے اور اپنے لئے کوئی دوسری دنیا آباد کرے اگر آپ نے جماعت احمدیہ میں شامل رہ کر دنیا کو یہ بتانا ہے۔کہ آپ اس جماعت سے تعلق رکھتی ہیں۔جس نے اسلام کے خلاف کی گئی اس قدر زبردست یلغار کا مقابلہ کرنا ہے۔اور اپنے گھروں میں بیٹھ کر یہ کہنا ہے۔کہ ہم دنیا کی خاطر دین کی یہ ذمہ داریاں نہیں اٹھا سکتے۔یہ منافقانہ زندگی جماعت میں نہیں چلے گی۔یا آپ احمدی بن کر رہیں۔اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار برکتیں نازل کرے یا آپ احمدیت سے باہر نکلیں ...... کیونکہ ہماری عقلیں۔ہمارا تجربہ۔قرآن کریم کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی منشاء جو مہدی معہود پر ظاہر ہوئی ہے۔اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔کہ۔ہمارے مردوں اور ہماری عورتوں اور ہمارے بڑوں اور ہمارے چھوٹوں میں ہماری لجنۂ۔اور ہماری ناصرات۔ہمارے انصار۔اور ہمارے خدام اور ہمارے اطفال۔ہماری اندرونی ملک کی جماعتیں۔اور بیرون ملک کی جماعتیں سب نے ایک ہو کر نوع انسان کو امت واحدہ بنانے کی کوشش کرنی ہے۔اور اس مقابلہ میں ہماری صفوں میں کسی جگہ بھی کوئی کمزوری نہیں پائی جانی چاہیے۔کہ دشمن اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ہمارے اندر گھسے۔اور کامیابی تو بہرحال اسلام کو ہو گی کیونکہ خدا نے یہ مقدر کر دیا ہے لیکن ہمارے لئے ایک فتنہ اور تکلیف کا باعث ہماری مہم کو کمزور کرنے اور غلبۂ اسلام کو دور لے جانے کا باعث بن جائے۔ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری زندگیوں میں

آخری غلبۂ اسلام

ہو جائے پو تو پھوٹ چکی ہے صبح صادق کا ظہور تو ہو چکا۔لیکن اس سورج نے ابھی نصف النہار تک پہنچنا ہے۔ہم سمجھتے ہیں۔ہماری دعائیں ہیں۔ہماری خواہش ہے ہمارے دل میں یہ تڑپ ہے۔ہم اس کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار رہیں۔

کہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں - اگر سورج کے نصف النہار تک پہنچنے کا نظارہ نہیں تو اس کے قریب تر پہنچنے کا نظارہ ہمیں دکھائے جس کے دل میں یہ خواہش نہیں وہ ہمارے ساتھ کیوں چمٹا ہوا ہے - وہ جاکر اپنی علیحدہ دنیا بنائے - احمدیت کی دنیا میں اسکے لئے کوئی جگہ نہیں ،،

المصابیح ص۲۷۵ تا ص۲۷۶

(نوٹ) المصابیح

سیدنا حضرت المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے احمدی خواتین سے بصیرت افروز خطبات کا مجموعہ ہے -

جو حال ہی میں شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ نے شائع کیا ہے - حضور کی مفصل تقاریر جو حقائق و معارف قرآنی سے لبریز ہیں - پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں یہ کتاب میرے نزدیک ہر گھر میں ہونی چاہیئے تاکہ احمدی مستورات اور مرد یکساں فائدہ اٹھا سکیں -

(مبشر عفی عنہ)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیرہ کے رہنے والے ہے۔ تھے حضرت مسیح موعود کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ اور اپنے نام کے مطابق سلسلہ کے عظیم بزرگ سچے عاشق اور مخلص خادم تھے خاکسار مؤلف کو بھی انکا شرف لقاء ایک عرصہ تک حاصل رہا۔ الحمدللہ آپ فرماتے ہیں

۱ "خدا کی رحمت اور بخشش ہو حضرت والد مرحوم اور والدہ مرحومہ پر جن کی توجہ ہمیشہ صلحا۔ فقراء اور صوفیا۔ کی صحبت کی طرف رہی۔ اور ہنوز میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا کہ والدہ مرحومہ اپنے وطن (بھیرہ) کے زاہدوں اور عابدوں اور درویشوں سے میری صلاحیت کے واسطے خواستگار دعا ہوا کرتی تھیں۔ قرآن خوانی اور درود وظائف کی آوازوں کے درمیان میری پیدائش ہوئی۔ صلحاء نے آکر میرے کان میں سب سے اوّل بذریعہ اذان کلمۂ توحید کی آواز پہنچائی۔ قوم کے بزرگوں کو القاء ہوا۔ کہ میرا نام محمد صادق ہو۔ اور اس سارے شہر میں جس میں پیدا ہوا یہ نام مجھ سے قبل اور کسی کا اس وقت نہ تھا۔ میری پیدائش کئی کئی پاک نفس صلحاء کی دعاؤں کا نتیجہ تھی فالحمدللہ ثم الحمدللہ

التحدیث بالنعمت ص۳-۲

۲ یہ اُس کا فضل اور احسان ہے کہ چھوٹی سی عمر میں مجھے حضرت مولوی نورالدین اعظم جیسے باخدا انسان کی صحبت کا موقعہ ملا۔ جموں اور کشمیر میں کئی ماہ آپ کی خدمت میں سفر اور حضر میں رہ کر مجھے آپ کی پاک زندگی کے دیکھنے اور اس کے طرز کو اختیار کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ ہنوز حضرت مسیح موعود کو میں نے نہ دیکھا تھا۔ کہ آپ کی آمد کی خبر مجھے دی گئی۔ اور آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر کی گئی۔ اور اس کے قبول کرنے کی مجھے توفیق بخشی گئی۔ فالحمدللہ ثم الحمدللہ ص۴



حضرت مفتی محمّد صادق صاحب بھیروی

مبلغِ اسلام یورپ و امریکہ

ص ۶۴ تا ص ۶۹



حضرت مولٰنا غلام رسول صاحب آف راجیکی

حر ۱۱۶ تا ص ۱۳۵

قبولیت دعا کے چند واقعات

سمندر کا جوش ساکن ہوگیا

۱۹۲۳ء ایک بحری سفر (یورپ) میں ایک دن سمندر بڑے جوش میں آگیا۔ سمندر کی لہروں نے جہاز کو ایسا حرکت میں ڈالا کہ دورانِ سر۔ متلی اور قے سے طبیعت بہت بیمار ہوگئی تب میں نے سمندر کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے سمندر تو جانتا ہے کہ کون اس جہاز پر سوار ہے۔

ایک مسیح کا حواری صرف تبلیغ دین کے واسطے سفر کر رہا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو مجھے بے آرام کرتا ہے۔ اور تکلیف دیتا ہے۔ ٹھہر جا تاکہ جہاز میں حرکت نہ ہو۔ فوراً سمندر ساکن ہوگیا۔ اور جہاز ایسے سکون سے چلتا تھا۔ گویا ہم خشکی پر ہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ص۶

دُعا سے سر درد دور

ایک دفعہ جمعہ کا دن تھا۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز کا وقت قریب تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا "مفتی صاحب مجھے سخت درد ہو رہا ہے۔ میں تو نماز جمعہ کے واسطے مسجد میں نہیں جا سکتا۔ آپ تشریف لے جائیں" میں مسجد چلا گیا۔

مگر حضرت صاحب کی تکلیف کو دیکھ کر اور مسجد میں ان کے نہ ہونے سے مجھے ایسا قلق ہوا کہ سنتوں کے درمیان میں نے حضور کی صحت کے واسطے مضطربانہ دعا کی۔ ہنوز خطبہ ہو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لے آئے۔ اور شامل نماز ہوئے۔ بعد میں فرمایا کہ آپ کے جانے کے بعد جلد ہی سر درد اچھا ہوگیا۔ اور میں کپڑے پہن کر مسجد چلا آیا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ دُعا قبول ہوئی۔ اور حضور کی زیارت پھر نصیب ہوئی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ص۱۰۸

تین دعائیں قبول

جب میں لنڈن سے امریکہ بھیجا گیا۔ تاکہ وہاں پہلا اسلامی مشن قائم کروں۔ تو میں نے تین دعائیں کیں۔

۱۔ ایک مخلص جماعت نومسلموں کی مجھے عطا ہو۔

۲۔ ایک مسجد بنانے کی توفیق ہو،

۳۔ ایک رسالہ جاری کرنے کے سامان مہیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے باوجود سخت مشکلات کے تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔

مخلص جماعت پہلے سال مل گئی۔ رسالہ دوسرے سال جاری ہوگیا۔ اور مسجد اور مکان تیسرے سال تیار ہو گئے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ص۱۰۔

گستاخ کی ہلاکت

ایک نوجوان آریہ جو بہت منہ پھٹ تھا۔ اس نے ایک دن اثناء گفتگو میں جو میرے ساتھ کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اور اسلام کے متعلق بہت گستاخی کے کلمات بولے۔ جس سے مجھے سخت دکھ ہوا۔ اور بے اختیار اس کے حق میں بددعا ہو گئی۔ اور چند روز میں وہ ایسا بیمار ہوا کہ پھر دفتر نہ آ سکا اور اسی بیماری میں مر گیا۔ اے خدا ہم تیرے عذاب سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔،، ص۸

دُعا سے اُولاد ہوئی

،، امریکہ میں ہمارے ایک دوست مسٹر رومن نام ہیں ایک شب مجھے ان کے گھر میں قیام کا اتفاق ہوا۔ انکی بیوی ہمیشہ میری بہت ہی خاطر و خدمت کرتی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک آسودہ حال گھر تھا۔ ہر ایک آرام اور خوشی کا سامان موجود تھا۔ شادی کو دس سال سے زائد ہو چکے تھے مگر ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بے اختیار میرا قلب ان کے واسطے اولاد کی نعمت ملنے کی دعا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس شب میں نے بہت دعا کی۔ گو ان سے ذکر نہ کیا۔ مگر ایک سال کے بعد جب دوبارہ مجھے اس شہر میں جانے کا اتفاق ہوا تو مسز رومن کی گود میں بچہ تھا۔ جس سے اس گھر کی خوشی کئی گنا بڑھ رہی تھی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ،، ص۵ (التحدیث بالنعمت شائع کردہ محمد یامین صاحب مرحوم)

ہدایت دینے کا ایک حیرت انگیز طریق

"غالباً ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ میں اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا ایک شب پچھلی رات کو خواب میں مجھے ایک لفافہ دکھایا گیا جس پر اس طرح ایڈریس لکھا ہوا تھا۔

(زیرک خان محمد نظام الدین مسجد قطب شاہی آصف آباد)

یہ خواب دیکھ کر جب میں بیدار ہوا۔ تو میں نے سمجھا کہ یہ رویا ضرور کسی مطلب کے واسطے ہے میں نے اسکو کاغذ پر لکھ لیا۔ تاکہ میں بھول نہ جاؤں۔ اور صبح مدرسہ میں جاکر مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء سے اسکا ذکر کیا۔ تب بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس نام پر ایک خط لکھ دیا جائے۔ چنانچہ ایک کارڈ اس مضمون کا لکھا گیا کہ۔

"جب آپ کو یہ خط ملے۔ آپ مہربانی کرکے جواب لکھیں۔ پھر آپ کو مفصل خط لکھا جائیگا"

یہ کارڈ پوسٹ کر دیا گیا۔ لیکن اسی وقت کی ڈاکخانہ کی کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ آصف آباد نام کا کوئی ڈاکخانہ نہیں ہے۔ اس واسطے شبہ ہوا کہ یہ خط کہیں نہ پہنچے گا۔

دوسرے دن بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ محمد نظام الدین صاحب کو خط کے اندر پورا خواب لکھ دینا چاہیئے تھا۔ تاکہ اسے معلوم ہو کہ آپ کیوں خط لکھ رہے ہیں۔ تب ایک مفصل خط لکھ کر لفافہ میں بند کرکے ڈاک میں ڈالا گیا۔

اس کے بعد دس دن گزر گئے نہ کارڈ کا جواب آیا اور نہ لفافے کا۔ تب میں نے اپنا یہ خواب البدر۔ الحکم میں شائع کر دیا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ اخبار کے ذریعہ سے اس امر کا پتہ چل جاوے کہ اس نام اور پتہ کا آدمی کون ہے۔ اخبار میں اشاعت کے چند روز بعد مجھے ایک خط حیدرآباد دکن سے آیا جس کے لکھنے والا ایک صاحب محمد نظام الدین مدرس تھا۔ اس کو میرا کارڈ بذریعہ ڈاکخانہ پہنچ گیا تھا۔ مگر نہ تو لفافہ اسے ملا اور نہ اخبار اس نے پڑھا۔ صرف کارڈ پڑھا۔ اس نے اپنے خط میں میرا بہت شکریہ ادا

کیا کہ آپکی بڑی مہربانی ہے جو آپ نے مجھے کارڈ بھیجا اور اسطرح مجھے معلوم ہوا کہ قادیان کہاں ہے۔ کیوں کہ میں ان دنوں اسی تلاش میں ہی تھا کہ قادیان کہاں ہے۔

اور اس تلاش کی وجہ یہ تھی کہ مجھے ایک خواب دکھائی دیا ہے۔ جس کے سبب سے مجھے قادیان خط لکھنا ضروری ہوگیا۔ اور وہ خواب فلاں شب پچھلی رات کو مجھے دکھایا گیا۔ (یہ تاریخ خواب دیکھنے کی اور وقت وہی تھا۔ جس وقت کہ مجھے خواب میں وہ لفافہ دکھائی دیا) اور وہ خواب یہ تھا۔

خواب

میں دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ اور تمام انبیاء اور دیگر اصحاب موجود ہیں۔ اور وہاں حضرت مرزا صاحب قادیانی بھی موجود ہیں۔ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مرزا صاحب کو بازو سے پکڑا اور سب حاضرین کے سامنے کرتے ہوئے فرمایا۔ آج سے تیرہ سو سال قبل جو میرا وجود تھا اب یہی وہ وجود ہے۔ اب جو اسکو مانے گا۔ میں اسکی شفاعت کرونگا۔ اور جو اس کو نہ مانے گا۔ میں اس کی شفاعت نہ کروں گا۔ اس کے بعد میں بیدار ہوگیا۔

میں نے جناب مرزا صاحب کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ صرف اس خواب کی بنا پر میں انکا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ کس پتہ پر خط لکھوں۔ اب آپ میری بیعت کی درخواست حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ سفر خرچ کی طاقت نہیں رکھتا۔ ورنہ خود حاضر ہوتا۔ لیکن میں کوشش کرونگا اور جب میرے پاس سفر خرچ کے واسطے کچھ رقم جمع ہو جائے گی۔ تب حاضر ہو جاؤں گا" اس خط میں اس شخص نے غلیظ قسم کھا کر کہا کہ میں نے فی الحقیقت یہ خواب دیکھا ہے، اسی رات میں مسجد میں سویا ہوا تھا۔ اور چونکہ آپ نے کارڈ میں شہر کا نام تو لکھا تھا اس واسطے خط مجھے نہ ملا۔ ڈاکخانے والے مختلف شہروں میں اسکو بھجواتے رہے۔ آصف آباد حیدر آباد کے ایک محلہ کا نام ہے اس کارڈ پر تقریباً تیرہ مہریں لگی ہوئی ہیں۔

اور بالآخر کسی نے لکھا کہ حیدرآباد میں ٹرائی کیا جائے۔ تب یہ کارڈ یہاں آیا اور مجھے ملا اور میں ایک غریب مدرس ہوں۔ صرف دس روپیہ میری تنخواہ ہے میرے پاس سفر خرچ نہیں۔ ورنہ خود حاضر ہوتا۔ اس واسطے سردست بذریعہ تحریر بیعت کرتا ہوں۔ جب میرے پاس کچھ رقم ہو گی خود حاضر ہوں گا۔

اس خط لکھنے کے چھ ماہ بعد وہ شخص خود قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر دستی بیعت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بلند مقامات دے اور اپنے قربِ خاص میں جگہ دے۔ آمین۔"

حضرت مفتی صاحب نے میری مشہور عظیم تالیف بشارات رحمانیہ کے لئے اپنے قلم مبارک سے اپنے چند رویاء مذکورہ بالا لکھ کر دیئے تھے۔ ان میں سے ایک رویاء مع انکے ایک خط کے افادۂ عام کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں وھو ھٰذا۔ لکھتے ہیں۔

"مولوی عبدالرحمٰن مبشر ایک نہایت مفید اور دلچسپ کتاب تیار کر رہے ہیں جسمیں اندراج کے واسطے انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اپنے چند رویاء ان کو لکھ دوں۔ جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہو۔ لہٰذا ان کی فرمائش پر میں نے چند خوابیں اس قسم کی لکھ دی ہیں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنکی اس محنت کو بارآور کرے اور انکو اور اس کتاب کے خریدنے اور پڑھنے اور تقسیم کرنے والوں کو ایمانِ کامل اور معرفت تامہ عطاء کرے حسنات دارین سے ممتع کرے۔ آمین

محمد صادق عفا اللہ عنہ ۱۶/۱۱/۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحاج حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ

۱۱/ محسنم مکرم محترم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی بلند و بالا شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کی علمی اور قانونی شخصیت اپنے نام کے مطابق فتح و ظفر کا مجسمہ ہے ۔ دنیائے اسلام ہو یا دنیائے فرنگ ۔ دنیائے افریقہ ہو یا امریکہ ہر جگہ آپ کو نہایت عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا اور سمجھا جاتا ہے ، سچائی اور دیانت ۔ روحانیت و صلاحیت ۔ قابلیت و ذہانت کا یہ پیکر ماہ و سال کے آئینہ میں یوں نظر آتا ہے ۔ جیسے چاند ہلال سے بدر تک ۔

آپکے اعزازات اور عہدے سن وار

(۱) ولادت بمقام سیالکوٹ ۔ ۶ فروری ۱۸۹۳ء

۲۔ زیارت حضرت مسیح موعودؑ ۔ ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء

۳۔ شرف بیعت ۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء

۴۔ حضرت خلیفہ اول مولانا نورالدین صاحبؓ کی بیعت کا شرف ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو حاصل ہوا

۵۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دستی بیعت کا شرف ۱۹۱۴ء

۶۔ ایل ایل بی لندن یونیورسٹی کے امتحان میں آنرز کے ساتھ اول درجہ میں کامیابی ،، ۱۹۱۴ء

۷۔ سیالکوٹ میں پریکٹس کا آغاز جنوری ۱۹۱۵ء

۸۔ رسالہ انڈین کیسیز کا اسسٹنٹ ایڈیٹر بننا ۱۹۱۶ء

۹۔ پٹنہ ہائی کورٹ میں جماعت احمدیہ کے پہلے کیس کی کامیاب

۹۔ پیروی ۔ دستمبر ۱۹۱۶ء

۱۰۔ لا کالج لاہور میں بطور لیکچرار تقرر ۔ ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۴ء

۱۱۔ مرکزی اسمبلی کی رکنیت کیلئے انتخاب میں حصہ لینا ۔ ۱۹۲۳ء

۱۲۔ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر کے طور پر آپکا تقرر ۔ خلافت ثانیہ کے ابتدائی سال

۱۳۔ مذاہب کانفرنس لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مضمون پڑھ کر سنانا ۱۹۲۴ء

۱۴۔ پنجاب کے انتخاب میں آپکی کامیابی ۱۹۲۶ء

۱۵۔ پہلی گول میز کانفرنس لندن میں آپکی شمولیت اکتوبر ۱۹۳۰ء

۱۶۔ دوسری گول میز کانفرنس لندن میں آپکی شمولیت اکتوبر ۱۹۳۱ء

۱۷۔ مسلم لیگ کی صدارت ۔ از دسمبر ۱۹۳۱ء تا اواخر ۱۹۳۲ء

۱۸۔ وائسرائے بہادر ہند کی کونسل میں آپکا عارضی تقرر اپریل ۱۹۳۲ء



حضرت الحاج چوہدری محمدؐ ظفر اللہ خاں صاحب

سابق صدر عالمی عدالت انصاف ہیگ

ص۷۷ تا ص۹۱





جناب سید عین علی شاہ صاحب ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب

ساکن موضع ٹبہ بوسٹے شاہ گجرات صد ۱۰۸ تا صد ۱۱۳ بقاپوری صد ۱۳۶ تا صد ۱۴۲

خود ساختہ امام مہدی
محمد بن
عبداللہ قحطانی
اپنے انجام کو
پہنچ گیا



بشکریہ روزنامہ امروز ۹ دسمبر ۱۹۷۹ء (بلا تبصرہ)

۱۹ - تیسری گول میز کانفرنس لندن میں آپ کی شرکت ۔ اواخر ۱۹۳۲ء

۲۰ - وزارت ہند تجارت و ریلوے آپکے سپرد ہوا مئی ۱۹۳۵ء

۲۱ - شاہ جارج ششم کی تاجپوشی میں بطور نمائندہ برطانوی ہند آپکی شمولیت / مئی ۱۹۳۷ء

۲۲ - دوسری عالمگیر جنگ شروع ہونے پر آپ نے محکمہ سپلائی کا چارج لیا ۱۹۳۹ء

۲۳ - فیڈرل کورٹ آف انڈیا میں آپکا بطور جج تقرر ہوا ستمبر ۱۹۴۱ء

۲۴ - چین میں حکومت ہند کی طرف سے آپکا بطور ایجنٹ جنرل تقرر ہوا ۱۹۴۲ء

۲۵ - پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے قائداعظم کے ارشاد پر مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کی آپکا تعمیل کرنا ۱۹۴۷ء

۲۶ - اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت کیلئے قائداعظم کے ارشاد کی تعمیل ۱۹۴۷ء

۲۷ - اقوام متحدہ میں فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کے قیام کے خلاف آپ کی پرزور وکالت اور عرب نمائندہ کا خراج تحسین ۱۹۴۷ء

۲۸ - قائداعظم کی خواہش پر آپ کا وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے تقرر ۱۹۴۷ء

۲۹ - اقوام متحدہ کی مجلس امن میں قبضہ کشمیر کی پیروی کیلئے آپکا سفر نیویارک جنوری ۱۹۴۸ء

۳۰ - بحیثیت وزیر خارجہ پاکستان اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں آپکی شمولیت ۱۹۴۸ تا ۱۹۵۴ء

۳۱ - اطالوی نوآبادی کا مسئلہ لیبیا کی آزادی

۳۲ - ایریٹیا کا ابی سینیا سے الحاق - سومالیہ کی آزادی سوڈان کی آزادی - تونس - مراکش کی آزادی الجزائر کی آزادی کے مسائل پر اقوام متحدہ میں آپ کی پرزور وکالت / ۱۹۴۱ تا ۱۹۵۴ء

۳۳ - جلالۃ الملک شاہ حسین والیٔ اردن کی طرف سے آپ کو ستارۂ اردن کا سب سے اعلیٰ نشان عطا ہوتا ۱۹۵۳ء

۳۴ - بین الاقوامی عدالت کی رکنیت کیلئے آپکی نامزدگی / ۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء

۳۵ - آپکا انتخاب بحیثیت نائب صدر بین الاقوامی عدالت ۱۹۵۸ء

۳۶ - آپ کا اقوام متحدہ کا صدر ہونا / ۱۹۶۲ء

۳۷ - آپ کا مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کی سعادت حاصل کرنا ۱۸/ مارچ ۱۹۵۸ء

۳۸ - مدینہ منورہ میں در حبیب پر آپ کی حاضری ۲۴ مارچ ۱۹۵۸ء

۳۹ - جلالۃ الملک شاہ مراکش کی طرف سے آپکو مراکش کا سب سے اعلیٰ نشان دیا گیا ۱۹۵۴ء

۴۰ - اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی صدارت پھر آپ کو سونپی گئی - جون / ۱۹۶۳ء

۴۱ - عالمی عدالت کی رکنیت کے لئے آپ کا دوبارہ

۴۱ - انتخاب　　فروری ۱۹۶۴ء　　۴۲ - حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے آپ کا بہرہ ور ہونا ۱۹۶۷ء

(منقول از تحدیث نعمت)

ضروری نوٹ

۲/۳/۴ جون ۱۹۷۸ء کو لندن میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات اور کفن مسیح سے اس کا واضح ثبوت اور علیہ دنیا کو اسلام کی دعوت دنیا مد نظر تھا۔ جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے بنفس نفیس شمولیت فرما کر اس کی اہمیت کو واضح فرمایا۔ خاکسار کو بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی فالحمدللہ اس موقع پر خاکسار نے حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی کتاب برہان ہدایت کے لئے کچھ تبلیغی واقعات لکھ کر دینے کی درخواست کی۔ تو موصوف نے فرمایا کہ مجھے اس قسم کے اپنے واقعات لکھ کر دینے میں انشراح نہیں ہے۔ میں نے بہت زور لگایا۔ اور انکی تصنیف تحدیث نعمت کا حوالہ دیتے ہوئے اصرار کیا کہ یہ بھی تحدیث نعمت ہی کی ایک شق ہے لیکن انکا یہی جواب تھا۔ کہ آپ دعا کریں کہ مجھے انشراح ہو جائے تو کچھ لکھ دونگا۔ ابھی تک مجھے ان کی طرف سے کوئی تازہ مضمون موصول نہیں ہوا۔ تاہم میں اپنی کتاب کو ان کے ذکر کے بغیر بھی طبع نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے "تحدیث نعمت" ہی سے چند چیدہ چیدہ واقعات جو نہایت ایمان افروز اور سبق آموز ہیں قارئین کرام کے اِفادہ کے لئے درج کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ احباب ان سے بہت کچھ فائدہ اٹھائینگے۔ اگر مزید تفصیل معلوم کرنی مقصود ہو تو آپکی تصنیف تحدیثِ نعمت" کی طرف رجوع فرمائیں۔

محتاج دعا عبدالرحمٰن مبشر عفی عنہ

آپکی زندگی کے چند ایمان افروز واقعات

۲۔ آپکی ولادت باسعادت ۶ فروری ۱۸۹۳ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب سیالکوٹ کے ایک نامور وکیل تھے۔ انکی والدہ ماجدہ حسین بی بی صاحبہ ایک عابدہ اور عبادت گزار رسیدہ خاتون تھیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

"میں ۶ فروری ۱۸۹۳ء سیالکوٹ میں پیدا ہوا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والدین کے تین بچے کم عمری میں فوت ہو چکے تھے۔ کر شاید ایک یہ بھی وجہ تھی کہ میری والدہ مجھے بہت عزیز رکھتی تھی۔

والدین کی بیعت کرنا ... میری والدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سچے خوابوں اور بشارتوں سے نوازا تھا۔ اور بہت سا حصہ روحانی تربیت کا خوابوں کے ذریعہ عمل میں آیا۔ انہیں شروع سے ہی دعا پر بہت اعتماد تھا، اور اللہ تعالیٰ اُن کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا تھا۔ ان کی وجہ سے ہمارے گھر میں روحانی اقدار کا اکثر ذکر رہتا تھا اس ذریعہ سے میں نے اُن سے بہت کچھ پایا اور بہت کچھ سیکھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت بھی اپنے خوابوں کی بنا پر کی تھی اور ایسے وقت میں کی جب میرے والد سلسلہ کی طرف تو مائل ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی بیعت کرنے کا فیصلہ نہیں کر پائے تھے۔ والدہ صاحبہ کی بیعت کرنے کے چند دن بعد انہوں نے بیعت کر لی۔ یہ وہ دن تھے۔ جب حضرت مسیح موعود آخیر ستمبر اور شروع اکتوبر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ جلوہ افروز تھے۔ والدہ صاحبہ کی بیعت کے وقت میں اُن کے ہمراہ تھا اور والد صاحب کے وقت بھی میں موجود تھا۔

حضرت مسیح موعود کی زیارت سے مشرف ہونا مجھے حضور

کی زیارت کی سعادت پہلی مرتبہ ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو نصیب ہوئی تھی۔ جس دن حضور کی موجودگی میں حضور کا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے لاہور میلارام کے منڈوے میں پڑھ کر سنایا تھا۔ اس وقت میرے والد صاحب لیکچر سننے کے لئے سیالکوٹ سے لاہور گئے تھے۔ اور میری خوش نصیبی سے مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے۔ میری نشست پلیٹ فارم پر حضور کے قدموں کے قریب ہی تھی اور میں سارا وقت حضور کے مبارک چہرے پر ٹکٹکی لگائے رہا تھا۔ مجھے اس دن سے حضور کے جملہ دعاوی پر پختہ ایمان ہے۔ اور حضور کے دعاوی کی نسبت کبھی کسی قسم کی الجھن میرے دل میں پیدا نہیں ہوئی فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

حضور کے قیام سیالکوٹ کے دوران میں مجھے کئی بار حضور کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ انہیں دنوں مجھے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح المصلح الموعود کی زیارت بھی پہلی بار نصیب ہوئی ہے[1]

قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنا

"اولاد پر ماں باپ کے احسانات کا سلسلہ لامتناہی ہوتا ہے۔ مجھ پر میرے والد صاحب کے بے پایاں احسانات میں سے ایک احسان عظیم یہ تھا۔ کہ انہوں نے مسلسل توجہ فرما کر مجھے قرآن کریم کے سادہ ترجمے سے شناسا کرا دیا۔ اور اس کے نتیجہ میں قرآن کریم کے ساتھ اجنبیت دور ہو گئی۔ اور میرے دل میں قرآن کریم کا احترام اور عظمت قائم ہو گئی۔ اور مجھے قرآن کریم سے محبت ہو گئی فَجَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ"[2]

طلبا کے دق کرنے کی شکایت پر والد صاحب کی پند سود مند

میٹریکولیشن میں کامیاب ہونے پر مجھے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرا دیا گیا لاہور میں پہلے چند دن میں چوہدری شہاب الدین صاحب

---

[1] تحدیث نعمت صہ ۵ [2] تحدیث نعمت صہ ۶

کے ہاں ان کے مکان واقع بازار جج محمد لطیف میں ٹھہرا کالج میں داخل ہو جانے کے ایک دو دن بعد کالج ہوسٹل میں چلا گیا۔ . . . . . . اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کی سخت مخالفت ہو رہی تھی۔ ڈارمیٹری میں مَیں اکیلا احمدی تھا۔ ہم کل آٹھ طالب علم اس کمرہ میں تھے۔ دو تین ان میں سے کبھی شرارت پر آتے تو مجھے دق کرتے۔ پہلے سال گرمی کی تعطیلوں میں جب میں نے والد صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ میری رہائش کا انتظام ہوسٹل سے باہر کر دیا جائے۔ وجہ معلوم ہونے پر انہوں نے فرمایا۔

تم ابھی سے گھبرا گئے ہو۔ زندگی میں تو تمہیں اس سے بہت بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا۔ اگر ابھی سے برداشت کی عادت نہیں ڈالوگے تو آگے چل کر کیا کروگے مَیں خاموش ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود کی بیعت سے مشرف ہونا

اسی سال گرمیوں کی تعطیلوں میں والد صاحب کے نام حضرت خلیفہ اوّل مولوی نورالدین صاحب۔ عنہ کا خط آیا۔ جس کا مضمون فقط اتنا تھا۔ کہ اب آپ اپنے بیٹے کی بیعت کرا دیں۔ میں نے بھی وہ خط پڑھ لیا۔ میں صدق دل سے حضور پر ایمان رکھتا تھا۔ بیعت کرنے میں مجھے کسی قسم کا تامّل نہیں تھا۔ مَیں تو اپنے تئیں اس وقت سے ہی احمدی سمجھتا تھا۔ جب میرے والدین نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی۔ حضرت مولوی صاحب کے خط سے البتہ یہ معلوم ہوا کہ مجھے خود بھی بیعت کرنا چاہیئے۔ ضلع کی عدالتوں میں ستمبر کا مہینہ تعطیل کا مہینہ ہوا کرتا تھا۔ والد صاحب ہر سال ستمبر میں قادیان حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور مجھے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب کا خط آنے پر میں نے ارادہ کر لیا کہ میں ستمبر میں جب والد صاحب کے ہمراہ حاضر ہوں گا۔ تو والد صاحب کے فرمانے پر میں بیعت کر لوں گا۔

لیکن قادیان پہنچنے کے بعد نصف ستمبر گزر گیا۔ اور والد صاحب نے مجھے اس بارے

میں کوئی ارشاد نہ کیا چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کیا۔ کہ میں خود ہی حضرت مولوی صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں بیعت کر لیتا ہوں۔ حضور صبح سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس وقت بھی خدام کو حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہنے اور حضور کے کلمات طیبات سے مستفید ہونے کا موقع میسّر آجاتا تھا۔ پھر ظہر اور عصر کی نمازوں کے بعد بھی حضور کچھ وقت کے لئے مسجد مبارک میں تشریف فرما رہتے تھے۔ اس وقت بیعت بھی ہو جاتی تھی

میں نے ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں حضورؑ کی خدمت میں گزارش کی کہ میری بیعت قبول فرمائی جائے۔ حضورؑ نے اجازت بخشی اور میں حضورؑ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوا۔ فَالحمدُ لِلّٰہ علیٰ ذالکَ۔

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے بے شمار احسانات میں سے جن کا یہ عاجز مورد ہوا یہ ایک بہت بڑا احسان تھا کہ آپ نے والد صاحب کو یہ تحریر فرمائی اور اس سے فائدہ اٹھا کر مَیں نے حضور علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی۔

كَانَ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيَّ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ع۱.

حضرت مسیح موعود کی وفات کا سانحہ اور خلیفۂ اوّل کی بیعت سے مشرف ہونا

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضور کا لاہور میں وصال ہوا۔ حضور کے جسد مبارک کو بذریعہ ٹرین قادیان لایا گیا۔ چوہدری صاحب لکھتے ہیں۔

" جوں جوں باہر کی جماعتوں کو حضور کے وصال کی اطلاع ملتی گئی۔ احباب دور و نزدیک سے قادیان جمع ہوتے گئے۔ اور خاموشی سے زیر لب درود شریف پڑھتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے۔ حضور کے چہرہ مبارک کی زیارت کرتے رہے۔

بعد مشورہ جس میں اراکین صدر انجمن احمدیہ شامل تھے۔ یہ طے پایا کہ حضرت مولوی نورالدین

ع۱ تحدیث نعمت صفحہ ۸۷

صاحب حضور کے خلیفہ ہوں۔ - اور آپ کی اطاعت جماعت پر ایسے ہی واجب ہو گی جیسے حضور کی واجب تھی۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ درخواست منظور فرمائی - اور ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں جماعت کو نئے حالات میں اپنے فرائض کی طرف توجہ دلائی - اور پھر جماعت کی بیعت لی - اور باغ کے اُس حصہ میں جو آموں والا باغ کہلاتا تھا - حضور کا جنازہ پڑھایا اور حضور کی تدفین مقبرہ بہشتی میں عمل میں آئی -

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی سَیِّدِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَخُلَفَائِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کی رات قادیان ٹھہر کر ۲۸ مئی کو میں لاہور واپس آگیا۔[۱]

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی خدمت میں حاضری کی سعادت

اوائل ۱۹۱۱ء میں حضرت (مولانا نور الدین صاحب) کو گھوڑے سے گرنے کا حادثہ پیش آیا - جس سے آپ کی دائیں کنپٹی پر زخم ہو گیا جو بعد میں ناسور کی شکل اختیار کر گیا۔ حادثے کے صدمے سے فوری طور پر ان کی طبیعت بہت کمزور ہو گئی - آپ نے کاغذ کے ایک پرزے پر کچھ لکھا اور اسے ایک لفافے میں بند کر کے لفافے پر کچھ لکھا اور اسے دوسرے لفافے میں بند کر کے یہ لفافہ شیخ محمد تیمور صاحب کے سپرد کر دیا - اور فرمایا یہ میری وصیت ہے - اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو شفاء دیدی بعد میں جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا - تو آپ نے اپنی وفات سے دو تین دن قبل ایک باقاعدہ وصیت لکھ کر مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو دی - اور فرمایا یہ پڑھ لیں اور پڑھ کر سُنا دیں - یہ وصیت شائع بھی ہو گئی - اندریں حالات اس لفافے کے کھولنے کی ضرورت پیش نہ آئی - جو آپ نے ۱۹۱۱ء میں گھوڑے سے گرنے کے حادثے کے بعد شیخ محمد تیمور

---

[۱] تحدیث نعمت صفحہ ۹ تا ۱۰

صاحب کے سپرد کیا تھا۔ لیکن آپؓ کے وصال کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب نے وہ لفافہ کھولا۔ اندر کے لفافے پر لکھا تھا کہ جس شخص کا نام لفافے کے اندر ہے اس کی بیعت کرنا۔ اور لفافے کے اندر کاغذ کے پرزے پر "محمود" لکھا تھا۔ ۱۹۱۱ء کے حادثے کے وقت میں لاہور تھا قادیان نہیں تھا اور حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ کے وصال کے وقت میں لندن میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ مندرجہ بالا روایت پختہ سماعی شہادتوں کی بنا پر درج کی گئی ہے اس بات کی شہادت خود مولوی محمد علی صاحب کی تحریروں میں بھی موجود ہے کہ ۱۹۱۱ء میں حضرت (مولانا نورالدینؓ) نے صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ کی بیعت کی وصیت کی تھی۔

خواجہ کمال الدین صاحب کے بیان کردہ ان کے دو خواب

سارہ برن ہارٹ ایک مشہور فرانسیسی ایکٹرس تھی اور گو خاصی معمّر ہو چکی تھی لیکن اپنے فن کے لحاظ سے بڑی شہرت رکھتی تھی۔ ملکہ ادّل الزبتھ کے ڈرامے میں اس نے ملکہ کا پارٹ ادا کیا۔ اس ڈرامے کی فلم بھی تیار کی گئی۔ اس فلم کی بہت شہرت ہوئی۔ خواجہ صاحب ابھی اسی مکان میں اقامت پذیر تھے جہاں میں رہتا تھا کہ ایک دن ہمارے گھر میں ذکر ہوا کہ یہ فلم ایک قریب کے سینما میں دکھائی جا رہی ہے اور قابلِ دید ہے۔ خواجہ صاحب نے اسے دیکھنے کا شوق ظاہر کیا اور ہم دونوں اسے دیکھنے گئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ اور وہ شام خاصی سرد تھی۔ میں تو اپنا اوورکوٹ پہن کر گیا لیکن خواجہ صاحب نے اوورکوٹ نہ پہنا۔ فرمایا کرتے تھے مجھے یہاں کی سردی تکلیف دہ محسوس نہیں ہوتی۔ فلم کے ایک حصّہ میں وہ منظر آتا تھا جس میں ارل آف ایسکس جو آئرلینڈ کا وائسرائے رہ چکا تھا اور وہاں سے واپسی پر بغاوت کے الزام میں ماخوذ ہو کر موت کا سزاوار قرار دیا گیا تھا کو اس کا سر قلم کرنے کیلئے مقتل میں لایا جاتا ہے۔ جب یہ منظر سامنے آیا اور ارل آف ایسکس نے اپنا سر بلاک پر رکھ دیا اور جلاد نے اپنا کلہاڑا اٹھایا تو خواجہ صاحب کی طبیعت یکایک سخت پریشان ہو گئی اور مجھ سے یہ کہہ کر کہ اٹھو فوراً چلو خود سراسیمگی میں لاحول پڑھتے اور استغفار کرتے باہر کو چل دیئے۔ میں بھی ان کی حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور گھبراہٹ میں ان کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ خواجہ صاحب کو بڑی

لگ گئی ہے اور فوراً تکلیف بڑھ گئی ہے۔ یہ سینما ہیمر سمتھ براڈ وے کے پاس ہی تھا۔ ہم براڈ وے سے گزر کر بجائے اپنے گھر کی طرف جانے کے ہیمر سمتھ بیرج روڈ پر ہو لئے اور دریا کے پل کی طرف چل پڑے۔ خواجہ صاحب بہت تیزی سے چل رہے تھے اور استغفار اور دعاؤں میں مصروف تھے اسلئے میں کچھ پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پل پر پہنچ کر ان کی طبیعت میں کچھ سکون ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کچھ سردی محسوس ہو رہی ہے فرمایا نہیں مجھے تو سردی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ اس وقت بھی پسینہ آ رہا ہے۔ اسلئے میں کھلی ہوا کی طرف نکل آیا ہوں۔ تھوڑی دور جا کر خواجہ صاحب نے اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اپنے دو خواب یاد آ گئے تھے جن میں سے ایک میں مجھ پر وہی کیفیت وارد ہوئی تھی جو فلم کے اس منظر میں ارل الیکس پر وارد ہونے والی تھی۔ جیسی دہشت خواب میں مجھ پر طاری ہوئی تھی ویسی ہی اس منظر کے سامنے آنے پر میں نے محسوس کی اور میں اسے برداشت نہ کر سکا اور اسی گھبراہٹ میں اٹھ کر چلا آیا۔ فرمایا پہلا خواب میں نے ان ایام میں دیکھا تھا جب حضرت صاحب (حضرت مسیح موعودؑ) آخری بار لاہور تشریف لائے تھے اور ہمارے مکانات واقعہ احمدیہ بلڈنگس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور مولوی محمد علی صاحب اور تین چار افراد (اگر خواجہ صاحب نے کوئی نام لئے تو وہ مجھے یاد نہیں رہے) گرفتار کر لئے گئے ہیں اور ہم سے کہا گیا کہ تم نے بغاوت کی ہے تمہیں بادشاہ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ چنانچہ ہمیں پیش کیا گیا۔ کمرہ ایسا تھا جیسا لاہور چیف کورٹ میں فرسٹ بنچ کے اجلاس کا کمرہ ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چوکور چھتری (خواجہ صاحب نے لفظ CANOPY کہا تھا) کے نیچے جہاں جج بیٹھتے ہیں تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر مولوی صاحب (حضرت مولانا نورالدین صاحب) تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے ہمیں مخاطب کر کے کہا تم نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے؟ میں نے کہا اب آپ کا راج ہے آپ جو چاہیں حکم دیں۔ مولوی صاحب نے کہا ہم تمہیں ملک بدر کرتے ہیں۔ میں نے کہا خواب حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود

کو سنایا - جس خواب میں انسان کی اپنی موت کی طرف اشارہ ہو بعض دفعہ اس کی تعبیر ذہن میں نہیں آتی (یہ خواجہ صاحب کے الفاظ تھے - معلوم نہیں خواجہ صاحب نے یہ قیاس کیوں نہ کیا کہ حضور تعبیر تو خوب سمجھ گئے ہوں گے لیکن مصلحتاً بیان کرنا مناسب خیال نہ فرمایا) آپ نے کہا مبارک ہو شاہی قیدی ہونا کوئی بڑی بات نہیں - اس کے بعد میں مولوی صاحب کے پاس گیا اور انہیں وہ خواب سنایا - انہوں نے سنکر کچھ دیر تو سر جھکائے رکھا اور پھر سر اٹھا کر کہا "کسی سے کہنا نہیں" - اس کے دو چار دن بعد حضرت صاحب کی وفات ہو گئی - میں مولوی صاحبؓ کے پاس گیا اور کہا حضرت میرا خواب پورا ہو گیا، اور اپنے ہاتھ کو بڑھا کر کہا کہ بیعت لیجئے - مولوی صاحبؓ نے کہا نہیں - نہیں انتظار کرو - قادیان چلو - ام المومنین سے پوچھو - نواب محمد علی سے پوچھو - محمود سے پوچھو - ناصر نواب سے پوچھو -

دوسرا خواب میں نے کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ ہم پھر پکڑے گئے ہیں اور مولوی صاحب کے سامنے پیش کئے گئے ہیں - مولوی صاحب نے کہا تم نے پھر ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ہم حکم دیتے ہیں کہ تمہارا سر قلم کیا جائے - چنانچہ میں نے دیکھا کہ مَیں مقتل میں لے جایا گیا ہوں اور عین اسی طرح جیسے اس فلم کے منظر میں الیکس کے ساتھ ہوا میں نے اپنا سر بلاک پر رکھ دیا اور جلاد نے کلہاڑے کا وار میری گردن پر کیا جس سے مجھ پر سخت دہشت طاری ہوئی اور میری نیند کھل گئی - ویسی ہی حالت میری اب ہوئی - تحدیث ۷۸ ص ۷۹

جرمن دوست سے موازنہ معاشرت کا مقابلہ

میرے جرمن دوست آسکر نے ایک دفعہ مجھ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہاری معاشرت کا اپنی معاشرت کے ساتھ موازنہ کروں - تم اپنے ذہن میں کسی ایسی زندہ شخصیت کا نام رکھ لو جو تمہارے خیال میں تمثیلی شخصیت ہو اور میں بھی ایک ایسی شخصیت کا نام اپنے ذہن میں رکھ لوں گا - میں تم سے سوال کروں گا کہ فلاں حالات میں تمہارے تجویز کردہ شخص کا کیا طرز عمل ہو گا - تم مجھے بتاتے جانا - میں تمہارے جواب سے اندازہ کر سکوں گا

کہ کس کا معیار بلند ہے۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ میں نے اپنے ذہن میں ایک شخصیت کا انتخاب کر لیا ہے تو انہوں نے سوال کیا کہ اگر ان صاحب کو کوئی شخص ملنے کے لئے آئے اور وہ اسے نہ ملنا چاہیں تو اطلاع ہونے پر وہ اسے کیا کہلا بھیجیں گے؟ میں نے کہا اوّل تو اطلاع کی ضرورت نہ ہوگی۔ ان کا دربار عام ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی سے نہ ملنا چاہیں تو صاف کہہ دیں گے ہم آپ سے نہیں ملنا چاہتے۔ اس پر آسکر نے کہا تو پھر وہ جیتے۔ میں نے کہا کیسے؟ کہا اسلئے کہ جو شخصیت میرے ذہن میں ہے وہ صاحب اطلاع ہونے پر کہلوا دیں گے کہ وہ گھر پر نہیں ہیں اور یہ لفظاً صحیح نہیں ہوگا۔ انہوں نے دریافت کیا تمہارے ذہن میں کون صاحب تھے؟ میں نے کہا حضرت المسیح اوّل۔ میں نے پوچھا آپ کے ذہن میں کون صاحب تھے؟ انہوں نے کہا میرے والد۔ لندن سے وطن واپسی کے وقت میرے دل میں یہ بڑی حسرت تھی کہ اس ہمہ تن شفقت ہستی کا دیدار نہ ہوگا۔

قادیان کے سالانہ جلسہ ۱۹۱۵ء میں شمولیت

دسمبر ۱۹۱۵ء میں میں سالانہ جلسے پر قادیان گیا خلافت ثانیہ کے پہلے جلسے پر ہی حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے عرفان، علمِ قرآن تفقہ فی الدین، وسعتِ نظر اور فکر کی گہرائی موجبِ حیرت ہوئی تھی۔ اس دوسرے جلسے پر یہ نقش اور بھی گہرا ہو گیا اور میں اس وثوق کے ساتھ لوٹا کہ سلسلہ حقہ کی حفاظت، جماعت کی بہبودی اور ترقی اسلام کا مستقبل، مسلمانانِ عالم کے حقوق کی نگہداشت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی برتری اور کلمۃ اللہ کا اعلاء سب اس بطلِ جلیل کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمارا فرض اس کی کامل اطاعت اور اس کی آواز پر لبیک کہنا اور ہر حکم کو بجا لانا۔ وباللہ التوفیق۔ سالانہ جلسے کے بیشمار فوائد میں بہت بڑے معاشرتی فوائد بھی شامل ہیں۔ بہت سے اسلامی شعار اور اقدار جو نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے اور جن پر مسلمانانِ ہند کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تعامل نظر نہیں آتا تھا۔ پھر سے تازہ ہونا شروع ہو گئے۔ اور ان کا نمونہ قائم ہونا شروع ہو گیا۔ فالحمدللہ۔

احمدی افراد کے مسلمان ہونیکے متعلق مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کا بیان

جماعت احمدیہ کے افراد کے متعلق ارتداد کا سوال کئی بار عدالتوں میں آیا ہے۔

غالباً پہلی بار یہ سوال سیالکوٹ میں چھاونی کی جامع مسجد کی تولیت اور امامت کے سلسلے میں عدالت کے روبرو آیا تھا۔ مولوی مبارک علی صاحب کے سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے پر چھاؤنی کے مسلمانوں کی طرف سے انہیں جامع مسجد کی تولیت اور امامت سے علیحدہ کرنے کے لئے دیوانی عدالت میں چارہ جوئی کی گئی۔ اس وقت سیالکوٹ میں کوئی احمدی وکیل نہیں تھا۔ والد صاحب ابھی سلسلہ احمدیہ میں بیعت نہیں ہوئے تھے۔ مولوی مبارک علی صاحب کی طرف سے والد صاحب کو وکیل کیا گیا۔ عدالت ابتدائی میں جج لالہ دھنپت رائے صاحب تھے انہوں نے قرار دیا کہ جماعت احمدیہ کے افراد مسلمان ہیں اور دعویٰ خارج کر دیا۔ مدعیان نے ڈویژنل جج کی عدالت میں اپیل دائر کی ڈویژنل جج مسٹر چیوس تھے جو بعد میں چیف کورٹ کے جج ہوئے۔ انہوں نے عدالت ابتدائی کا فیصلہ بحال رکھا اور اپیل خارج کی۔ مدعیان نے اس فیصلے کے خلاف چیف کورٹ میں اپیل کی۔ چیف کورٹ نے قرار دیا کہ دعویٰ چونکہ مولوی مبارک علی صاحب کے سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے کے چھ سال کے اندر دائر نہ کیا گیا اسلئے زائد المیعاد ہے اور اس بناپر اپیل خارج کر دی۔ چونکہ چیف کورٹ نے مدعاعلیہ کے عقائد کی نسبت کوئی فیصلہ نہ دیا اس لئے چیف کورٹ کا یہ فیصلہ اصل بنائے تنازعہ پر نظیر نہ ہوا۔

۱۹۱۷ء میں امرتسر میں ایک شخص بنام سراج دین کے سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے پر اس کی بیوی کی طرف سے دعویٰ دائر کیا گیا کہ میرا خاوند سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے مرتد ہو گیا ہے۔ اسلئے قرار دیا جائے کہ میرا نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ مدعیہ کی طرف سے مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث مختار خاص پیروی کرتے تھے اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو صاحب بیرسٹر ایٹ لاء وکیل تھے۔ مقدمے کی سماعت مسٹر ہمبورسب جج درجہ اول امرتسر نے کی۔ میں حضرت خلیفۃ

المسیح الثانی کے ارشاد پر مدعاعلیہ کی طرف سے پیروی کے لئے امرتسر جایا کرتا تھا۔ مدعیہ کے گواہان کے زمرے میں مولانا عبدالاحد غزنوی صاحب (والد ماجد مولانا اسمٰعیل غزنوی صاحب) بھی اپنے تحریری فتوی کی تصدیق کے لیے پیش ہوئے۔ ان کا فتوی تھا "مرزائے قادیان کافر است و ہمہ مریدان او کافر اند وہر کہ در کفر ایشاں شک آرد اوہم کافر است"۔

ظفر اللہ خان۔ جناب مولانا اگر کوئی شخص ایسے شخص کو کافر شمار نہ کرے جو جناب مرزا صاحب کے مریدان کے کفر میں شک کرتا ہو تو اس کے حق میں کیا ارشاد ہے؟

مولانا عبدالاحد غزنوی صاحب۔ وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

ظفر اللہ خان۔ اور جو اس کے کفر میں شک کرے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

جناب مولانا صاحب۔ وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

اس پر سب جج صاحب نے فرمایا۔ "چلو اب سب کافر ہو چکے قصہ تمام ہوا"۔

ہماری طرف سے سلسلہ احمدیہ کے کچھ علماء پیش ہوئے جنہوں نے شہادت دی کہ جماعت احمدیہ کے عقائد عین اسلام ہیں۔ اور جرح میں جو اعتراضات پیش کئے گئے ان کے مناسب جواب دیئے۔ اور کچھ غیر از جماعت مسلمان معززین پیش ہوئے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے افراد کے متعلق شہادت دی کہ ان کا عمل عین ارکانِ اسلام کے مطابق ہے اور ہم انہیں مسلمان سمجھتے ہیں ان میں مرزا بدرالدین صاحب بیرسٹرایٹ لاء اور سردار محمد اکبر خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء بھی شامل تھے۔ جب ان گواہوں کی شہادت ہو چکی جنہیں ہماری طرف سے بذریعہ عدالت طلب کیا گیا تھا تو جج صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا شہادت ختم ہو گئی؟ میں نے کہا جناب ایک گواہ باقی ہے۔ پوچھا وہ کون ہے؟ میں نے کہا جناب مدعیہ کے مختار مولانا ثناء اللہ صاحب۔ اس پر مولانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا "مجھے تو طلب نہیں کیا گیا"۔ میں نے کہا آپ عدالت میں موجود ہیں طلبی کی ضرورت نہیں۔ مولانا صاحب نے فرمایا لیکن مجھے خرچ خوراک ملنا چاہیئے۔ میں نے کہا عدالت میں موجود ہونے کی صورت میں آپ خرچ خوراک کا مطالبہ کرنے کے مجاز تو نہیں

لیکن مجھے آپ کے ساتھ بحث مقصود نہیں لیجئے تین روپے حاضر ہیں قبول فرمایئے اور اقرار صالح کیجئے۔ جب مولانا صاحب شہادت دینے کھڑے ہوئے تو میں نے ان کے اخبار اہلحدیث کا ایک پرچہ جیب سے نکالا اور اس میں مندرجہ ایک نوٹ کی طرف مولانا صاحب کی توجہ دلائی اور دریافت کیا کیا یہ آپ کا لکھا ہوا ہے؟ فرمایا میرا لکھا ہوا ہے میں نے پوچھا درست ہے؟ فرمایا درست ہے۔ میں نے وہ پرچہ بطور شہادت پیش کر دیا۔ اس نوٹ کا مضمون یہ تھا" ایک صاحب نے ہم سے سوال کیا ہے کہ آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ملکر اشاعت اسلام کا ادارہ قائم کیا ہے۔ اگر اس ادارے کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں کوئی غیر مسلم مرزائی ہوجائے تو کیا آپ کے نزدیک وہ مسلمان ہوگا؟ ہماری طرف سے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونا دو لحاظ سے ہے ایک اُخروی نجات کے لحاظ سے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور فیصلہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے عُرفِ عام کے لحاظ سے اس لحاظ سے ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں مرزائی بھی کلمہ گو ہیں اس لئے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا"۔ ڈاکٹر کچلو نے مولانا سے کوئی سوال کرنا چاہا تو جج صاحب نے فرمایا مدعا علیہ کے وکیل نے صرف ایک دستاویز کی گواہ سے تصدیق کرائی ہے اس کے مضمون کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا، اسلئے آپ اس دستاویز کے مضمون کے متعلق جرح کرنے کے مجاز نہیں۔ اگر کچھ کہنا ہو تو بحث کے دوران میں کہہ لیں۔ بحث کے لیئے میں فلاں تاریخ مقرر کرتا ہوں اس پر اجلاس برخاست ہو گیا۔ اس دن کا اجلاس متواتر کئی گھنٹے جاری رہا تھا۔ جج صاحب اور وکلاء سب تھکے ہوئے تھے۔ عدالت کے کمرے سے سب اکھٹے باہر آگئے۔ تین روپے ابھی مولانا صاحب کے ہاتھ میں ہی تھے انہوں نے انہیں چھنکایا اور مسکرا کر مجھے فرمایا "مرزا صاحب سے ہمیں کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہی رہتا ہے"۔ بحث ہوئی اور چند دن بعد سب جج نے فیصلہ سنایا۔ پٹنہ ہائی کورٹ کے فیصلے اور مدعا علیہ کی طرف سے جو شہادت پیش ہوئی تھی اس پر حصر کرتے ہوئے قرار دیا کہ مدعا علیہ کا نکاح فسخ نہیں ہوا اور دعویٰ خارج کر دیا مدعیہ

کی طرف سے اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت گورداسپور میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج امرتسر کی عدالت میں ہوئی۔ خاکسار اس تاریخ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں وزیر ہند کی آمد کے موقع پر حاضر تھا اسلئے اپیل کی پیروی کے لئے گورداسپور حاضر نہ ہوسکا غالباً حضور کے ارشاد کے ماتحت میاں محمد شریف صاحب رسپانڈنٹ کی طرف سے پیش ہوئے اپیل میں عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا اور اپیل خارج ہوگئی۔ تحدیث ص ۱۹۴ تا ص ۱۹۶

بین الاقوامی عدالت کی رکنیت کے لئے میرا انتخاب

۷/ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو بین الاقوامی عدالت کی ججی کا انتخاب عمل میں آیا قواعد کے مطابق کامیابی کے لئے مجلس امن کی چھ آراء اور اسمبلی کی ۳۲ آراء درکار تھیں۔ مجلس امن کے آرا اکین میں سے جن چھ ممالک نے شروع جون تک ہندوستان سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا ان میں سے پانچ نے ہمارے حق میں رائے دینے کا وعدہ کر لیا چھٹے رکن برازیل کو آخر تک تامل رہا ان کی رائے تھی کہ اگر کوئی نشست کسی جج کی فوتیدگی سے خالی ہو تو اسے فوت شدہ جج کے ملک کے امیدوار سے پر کرنا چاہیئے اور اس موقف کے ماتحت انہوں نے اپنی رائے مسٹر جسٹس پال کے حق میں دی۔ میں نے اپنے سب سفارت خانوں کو ہدایت دی تھی کہ جس حکومت کی طرف سے ہندوستانی امیدوار کو رائے دینے کا وعدہ ہو چکا ہو اسے ہرگز خلاف وعدہ رائے دینے کی ترغیب نہ دی جائے۔ ترکی کے ساتھ ہمارے تعلقات بہت دوستانہ تھے۔ اقوام متحدہ میں ان کے مستقل نمائندے سلیم سارپر صاحب تھے۔ ان کے اور میرے درمیان نہایت گہرے دوستانہ روابط تھے۔ ترکی مجلس امن کا رکن تھا اور ان چھ ملکوں میں شامل تھا جو شروع جون تک ہندوستانی امیدوار کے حق میں رائے دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ اس لئے ہماری طرف سے اس بارے میں ترکی سے کچھ نہ کہا گیا۔ جب سلیم سارپر صاحب کو میری نامزدگی کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی وزارت خارجہ کو لکھا کہ جب ہم نے مسٹر جسٹس پال کے حق میں رائے دینے کا وعدہ کیا تھا

اس وقت ہمیں یہ علم نہ تھا کہ کوئی اور امیدوار ان کے مقابل پر کھڑا ہوگا۔ اب ظفر اللہ خان کو اس نشست کے لئے ان کے مقابل نامزد کیا گیا ہے۔ جہاں تک موزونیت کا سوال ہے ظفر اللہ خان ہر لحاظ سے ترجیح کا مستحق ہے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم حکومت ہند سے کہدیں کہ پیش آمدہ صورت میں ہم ظفر اللہ خان کے حق میں رائے دیں گے۔ چنانچہ ترکی حکومت نے یہی فیصلہ کیا اور انتخاب سے خاصہ عرصہ پیشتر انہوں نے اپنے فیصلے کی اطلاع حکومت ہند کو کر دی۔ اس طرح بفضل اللہ ہمیں مجلس امن میں کثرت رائے حاصل ہوگئی۔ اسمبلی کے اجلاس میں رائے شماری ہونے پر میرے حق میں ۳۰ اور مسٹر پال کے حق میں ۲۹ آراد شمار ہوئیں اور اس طرح میں منتخب ہوگیا۔ فالحمد اللہ۔ تحدیث ۶۰۶ تا ۶۰۷

شاہ مراکش کے دربار میں حاضری

جلالۃ الملک کے دربار میں حاضری میرے لئے باعث فخر تھی محل کے صحن میں فوجی اعزازی دستہ (گارڈ آف آنر) صف بستہ تھا ایوان دربار کی ایک جانب فرش کی سطح باقی ایوان سے کوئی دو فٹ اونچی تھی۔ اس اونچے حصے کے وسط میں ایک مرصع کرسی جلالۃ الملک کے لئے بچھی ہوئی تھی۔ ایوان کی سطح پر اونچے حصے سے کوئی بیس فٹ ہٹ کر جلالۃ الملک کے بائیں ہاتھ کی جانب ایک کرسی میرے لئے بچھی ہوئی تھی سارے ایوان میں اور کوئی نشست کا سامان نہ تھا۔ میرے مقابل جلالۃ الملک کے دائیں ہاتھ کی جانب وزیر اعظم، وزرائے کرام اور عمائدین سلطنت دستہ بستہ صف آراستہ تھے۔ جلالۃ الملک کی تشریف آوری پر میں تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا باقی حاضرین ایوان تو پہلے ہی کھڑے تھے اور سارا وقت کھڑے رہے۔ جلالۃ الملک نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ ترجمانی کا فرض جن صاحب کے سپرد کیا گیا تھا وہ پاکستان میں مراکش کے سفیر رہ چکے تھے۔ مجھے ان سے نیاز حاصل تھا۔ وہ قصر ابیض اور فیض بھی میرے ہمراہ تشریف لے گئے تھے انہوں نے پاکستانی سفارت خانے کے سربراہ سے کہا تھا کہ جلالۃ الملک سلطان

مراکش کے دربار میں ترجمانی ان کے لئے ایک مشکل کام ہے اور وہ نہایت خائف ہیں لہذا مجھ سے درخواست کی جائے کہ میں آہستہ بات کروں تاکہ ترجمہ کرنے میں انہیں مشکل نہ ہو۔ ان کا پیغام مجھے پہنچا دیا گیا۔ جلالۃ الملک نہایت سادہ لباس میں تھے جہاں تک میں قیام مراکش کے دوران میں اندازہ کر سکا وہاں سب مردوں کا لباس سادہ اور ایک ہی طرز کا تھا۔ اس لحاظ سے بھی اور باقی امور میں بھی مراکش میں کوئی طرز تکلف کی میری نظر سے نہیں گزری۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ملاقات کے دوران میں سلطان کے چہرے پر ایک مشفقانہ تبسم تھا جب کوئی خاص جملہ تلطف کا فرماتے تو یہ تبسم اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ کلام آہستہ آہستہ اور بالکل سادہ الفاظ میں فرماتے جسے میں پوری طرح سمجھ لیتا۔ ترجمے کی حاجت نہ رہتی لیکن ترجمان کے ذمہ جو فرض عائد کیا گیا تھا انہیں بہر صورت اسے ادا کرنا تھا۔ اور میرا یہ کہنا کہ سلطان کے کلام کی ترجمانی کی ضرورت نہیں خلافِ آدابِ دربار ہوتا۔ بے چارے ترجمان کی حالت قابلِ رحم تھی۔ ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ جلالۃ الملک جو کچھ تین منٹ میں فرماتے ترجمان صاحب اس کا خلاصہ نصف منٹ میں انگریزی میں کہہ دیتے۔ سلطان میری طرف دیکھ کر مسکرا دیتے میرے جواب سے سمجھ جاتے کہ میں نے انکی بات سمجھ لی تھی۔ اسی طرح جو کچھ میں گزارش کرتا جناب ترجمان اس کا مختصر خلاصہ عربی میں کہہ دیتے اس پر پھر سلطان مسکرا دیتے۔ چونکہ ملاقات کا عرصہ کوئی پون گھنٹہ کے قریب رہا۔ اس قسم کی ترجمانی نے اسے ایک قسم کے ناٹک کا رنگ دیدیا۔ ملاقات کے آخر میں جلالۃ الملک نے ایک افسر کو اشارہ کیا وہ ایک بکس لے آئے اور سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سلطان نے فرمایا ظفراللہ خان تم نے جو خدمت مراکش کی اور میرے خاندان کی انجام دی ہے اس کا بدلہ تو ہم کسی صورت میں ادا نہیں کر سکتے لیکن مجھے بہت خوشی ہوگی اگر تم یہ نشان (جو مراکش کا اعلیٰ ترین نشان ہے) میری طرف سے میری خوشنودی اور دوستی کی یادگار کے طور پر قبول کر لو۔ ترجمان صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے صرف اتنا کہہ کر جان چھڑائی "کہ بادشاہ

تمہیں یہ نشان بطور اعزاز عطا فرماتے ہیں"۔ میں نے دو تین منٹ میں جلالۃ الملک کا مناسب الفاظ میں شکریہ ادا کیا اور گزارش کی کہ میں اگر مراکش یا اس کے لوگوں یا شاہی خاندان کی کوئی خدمت سرانجام دے سکا تو وہ میرا فرض منصبی تھا اور میرے لیے باعث راحت بھی تھا ہر چند کہ میں ایک عاجز انسان اپنے آپ کو ان الطاف واکرام کا جن کا میں یہاں پیہم مورد رہا ہوں اب اس اعزاز کا جو جلالۃ الملک بخشنا چاہتے ہیں مستحق نہیں سمجھتا لیکن اس تمام شفقت اور اخلاص کے شکریئے میں اسے قبول کرتے ہوئے اپنی طرف سے کمال اخلاص کا ہدیہ خدمت اعلیٰ میں پیش کرتا ہوں۔ ترجمان صاحب نے اس گزارش کا ترجمہ اتنا کر کے پیچھا چھڑایا کہ "میں اپنے تئیں اس کا مستحق تو نہیں سمجھتا لیکن آپ دیتے ہیں تو میں لے لیتا ہوں۔" (تحدیث ص۶۷۹ تا ص۶۸۰)

حج بیت اللہ شریف کی سعادت

چونکہ عالمی عدالت میں میرا تقرر ۱۶ر فروری ۱۹۶۴ء سے عمل میں آنا تھا میں نے اقوام متحدہ میں پاکستانی سفیر کے منصب کا چارج ۵ر فروری ۱۹۶۴ء کو چھوڑ دیا۔ عدالت میں دوبارہ تقرر کے دیگر فوائد کے علاوہ ایک نعمت عظمیٰ جو حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ مارچ ۱۹۶۷ء میں میری حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کی دیرینہ آرزو محض اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی ذرہ نوازی سے برآئی۔ فالحمدللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ حسن اتفاق سے عزیز انور احمد اور عزیزہ امینہ کا ساتھ بھی میسر آگیا جن کی رفاقت کی وجہ سے مجھے بہت آرام ملا۔ فجزاھم اللہ خیراً۔

ہم کراچی سے ۱۰ر مارچ ۱۹۶۷ء جمعہ کے دن فجر کے وقت روانہ ہوئے اور دس بجے قبل دوپہر بخیریت جدہ پہنچ گئے۔ تشریفات ملکیہ کی طرف سے ہماری رہائش کا انتظام جدہ پیلس ہوٹل میں کیا گیا تھا جو امریکن طرز کا نہایت عمدہ آرام دہ ہوٹل ہے۔ اسی دن ہم مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر بفضل اللہ عمرہ سے مشرف ہوئے اور پھر جدہ واپس آگئے۔ ۱۱ر کو جدہ میں ٹھہر کر تشریفات ملکیہ کے ساتھ پروگرام طے کیا۔ پاکستانی سفارت خانے

میں حاضر ہو کر سفیر کبیر اور ان کے افسران سے نیاز حاصل کیا۔ ان میں سے دو صاحبان شیخ اعزاز نیاز صاحب افسر حج اور سید اشتیاق حسین صاحب مدیر ثالث وزارت خارجہ میں میرے رفیق کار رہ چکے تھے۔ اب بھی پہلے سی تواضع کے ساتھ پیش آئے اور انتظامات حج کے سلسلے میں ہمارے آرام کا موجب ہوئے۔ فجزاھم اللہ خیراً۔ ۱۲ر کو ہم جدہ سے کار پر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ۱۵ر تک وہاں قیام کیا۔ ہماری جائے قیام مسجد نبوی کے چند قدم کے فاصلے پر تھی اس سہولت کی وجہ سے ہمیں بفضل اللہ سب اوقات میں مسجد میں حاضری اور نوافل کی ادائیگی کا موقعہ میسر آجاتا تھا۔ البتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک اور حضور کے منبر کے درمیان نوافل ادا کرنے والوں کا ہر وقت اسقدر ہجوم رہتا تھا کہ ہمیں خدشہ ہوا کہ ان ایام میں اس مبارک مقام پر نفل ادا کرنے اور دعا کرنے کی حسرت دل میں ہی رہ جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص کرم اور بندہ نوازی سے یہ موقعہ بھی بفراغت میسر آگیا۔ غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے مسجد کی صفائی کے متعلق خاص انتظام کرنا پڑتا ہے اس لئے مسجد نصف شب سے لے کر تین گھنٹے کے لئے بند کر دی جاتی ہے اور اس دوران میں خدام مسجد کی صفائی مستعدی سے مکمل کر لیتے ہیں۔ ۱۳ر کی شب کو نمائندہ تشریفات نے ہمیں مطلع کیا کہ وہ نصف شب کے وقت تشریف لا کر ہمیں مسجد کے اندر لے چلیں گے اور جسقدر عرصہ ہم چاہیں نوافل اور دعا میں صرف کر سکیں گے۔ چنانچہ دونوں رات ہمیں یہ موقع نصیب ہوتا رہا۔ فالحمدللہ۔ ۱۵ر کو مدینہ منورہ سے جدہ واپسی ہوئی۔ ۱۶ر کو ہم پھر مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور عمرہ اور مناسک ادا کئے۔ ۱۷ر کو مکہ معظمہ منتقل ہو گئے۔ ۱۸ر کی شام کو جلالۃ الملک فیصل کی طرف سے استقبالیہ دعوت تھی۔ عزیز انور احمد اور میں بھی مدعو تھے۔ جلالۃ الملک نے اپنی تقریر میں قضیہ یمن کا ذکر فرمایا اور صراحت فرمائی کہ ان کا مؤقف یہ ہے کہ جو عناصر بھی بیرون یمن سے یمن میں داخل ہوئے ہیں وہ یمن سے نکل جائیں اور یمن کی رعایا بغیر کسی بیرونی تداخل کے آزادانہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کرے۔ مزید فرمایا ہم اعلان کرتے ہیں اور آپ سب کو اس پر گواہ ٹھہراتے ہیں کہ یمنی رعایا جو فیصلہ بغیر کسی بیرونی تداخل یا کسی جبر

کے کرے گی ہم اس کے پابند ہوں گے۔ خواہ فیصلہ ہماری نگہ میں پسند ہو یا نہ ہو۔ جناب اسمٰعیل ازہری صاحب صدر سوڈان دعوت استقبالیہ میں خصوصی مہمان تھے۔ انہوں نے بھی حاضرین کو خطاب فرمایا۔ طعام سے فراغت پر میں نے عزیز انور احمد کو جلالۃ الملک کی خدمت میں پیش کیا۔ مکہ معظمہ منتقل ہونے پر ہم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی قیام گاہ پر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے صاحبزادہ صاحب کراچی سے اسی پرواز میں جدہ تشریف لائے تھے جس پر ہم نے سفر کیا تھا ۔ جدہ پہنچتے ہی آپ مکہ معظمہ حاضر ہو گئے تھے۔ آپ نے ان احباب جماعت احمدیہ کی فہرست تیار کرائی جو فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آئے ہوئے تھے

بیگم رعنا لیاقت علی خان کی اسلامی غیرت کی دو مثالیں

میرے دل میں محترمہ بیگم صاحبہ کی قدر و منزلت ان کی اسلامی غیرت کے احساس کی وجہ سے بھی ہے ایک دن دوپہر کے وقت ٹیلیفون پر ارشاد فرمایا کہ سہ پہر کے اجلاس کے لئے عدالت واپس جاتے ہوئے یہاں سے ہوتے ہوئے جانا اور تاکید فرمائی کہ تین بجے سے پہلے ہی آجانا۔ میں پونے تین بجے حاضر ہو گیا۔ حاضر ہونے پر دیکھا کہ بہت اضطراب کی حالت میں ہیں ایک ٹائپ شدہ دو ورقہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مجھے دیتے ہوئے فرمایا پڑھو وہ ہیگ کے ایک روزنامے کے افتتاحیہ کا انگریزی ترجمہ تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ انڈونیشیا کی حکومت اپنی ہر کمزوری اور خامی کا الزام ہالینڈ کے سر تھوپتی ہے۔ اتنا سوچا جاتا کہ ملک کی بھاری کثرت اسلام جیسے دقیانوسی مذہب کو سینے سے چمٹائے ہوئے ہے جو ان کی ترقی کے رستے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ پہلے اس سبب کا علاج کریں پھر ہم پر الزام عائد کریں۔ فرمایا اس کا جواب لکھو۔ کب تک کر لوگے میں نے کہا کل تیار ہو جائے گا۔ جواب تیار ہو جانے پر میں نے اطلاع کی تو فرمایا ہمارا تعلقات عامہ کا افسران دنوں چھٹی پر ہے۔ تمہارے تیار کردہ جواب کا ہولنڈی زبان میں جلد ترجمہ ہونے کا کیا انتظام کیا جائے۔ میں نے کہا آپ فکر نہ کریں میں مسز زمرمان (ایک مسلمان ماہر ترجمہ ہولنڈی خاتون) سے جلد ترجمہ کراؤں گا۔ چنانچہ ترجمہ جلد تیار ہو گیا اور تجویز ہوئی کہ مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب

امام مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ جوابی مضمون لے کر خود اخبار کے ایڈیٹر سے ملیں اور اُس کی اشاعت کا مطالبہ کریں۔ حافظ صاحب مضمون لے کر گئے۔ ایڈیٹر نے جواب پڑھ کر فرمایا ہم ضرور کل ہی شائع کر دیں گے لیکن جواب ذرا طویل ہے سارے جواب کی گنجائش پرچے میں نہیں ہوگی۔ ہم ضروری حصوں کو خلاصے کے طور پر ترتیب دے دیں گے۔ انہوں نے اپنا وعدہ بڑے عمدہ طور پر پورا کر دیا۔ فجزاہ اللہ۔ بیگم صاحبہ نے مضمون کی نقول تمام سفارت خانوں میں بھجوا دیں۔

ایک دن پھر بڑے اضطراب کی حالت میں طلب فرمایا۔ معلوم ہوا ان کے ایک پاکستانی مسلمان نوجوان ملازم نے جو کراچی میں ان کے ہاں کا ہی پروردہ تھا اور جس کے والد نے اس کے ہیگ آنے سے پہلے کراچی میں اس کی شادی بھی کر دی ہوئی تھی ہالینڈ میں شادی کی ٹھانی ہے اور لڑکی کے اصرار پر عیسائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہے اور اس نیت سے ایک پادری کی شاگردی میں گرجا کی رسوم وغیرہ سیکھ رہا ہے بیگم صاحبہ بڑے جوش میں تھیں اور مصر تھیں کہ سفارت خانے کا سرکاری عملہ بھاگ دوڑ کر غروب آفتاب سے پہلے اس ملازم کو پاکستان جانے والے ہوائی جہاز پر سوار کر کے رپورٹ کرے۔ یہ رپورٹ بیگم صاحبہ کی خدمت میں پہنچی تو کہیں جا کر ان کی طبیعت قابو میں آئی۔ اس وقت تک بار بار یہی کہتی رہیں۔ لیاقت علی خان کے گھر میں پلا ہوا شخص اور عیسائی ہونے پر رضامند ہو جائے

(تحدیث نعمت صفحہ ۲۲۵)

حرفِ آخر

اگرچہ عاجز کوئی خدمت سرانجام دے سکا تو وہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی ذرہ نوازی اور اس کی عطا کردہ توفیق سے ہوا اور بزرگان اور احبا کی دعائیں اس میں ممد ہوئیں اور جہاں جہاں میں وہ کچھ نہ کر سکا جو کرنے کے لائق تھا اور کرنا چاہتا تھا تو اس کی وجہ خاکسار کی کوتاہی اور غفلت تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے معاف فرمائے اور درگزر کرے۔ آمین۔

قرآن کریم میں اُس کا ارشاد ہے کہ اس کا عفو بہت وسیع ہے اور وہ شفیق اور ودود مالک اور مقتدر ہستی گرفت میں جلدی نہیں کرتی۔ میں جب اپنے گریبان کے اندر نگاہ ڈالتا ہوں تو بجز تقصیر اور معصیت کے کچھ نہیں دیکھتا اور نہایت ترساں اور لرزاں حالت مجھ پر وارد ہوتی ہے اور جب اس کے عفو اور رحم کا اندازہ کرتا ہوں تو کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ اس کے فضلوں اور انعاموں کو دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں اور ان کا شمار نہیں کر سکتا۔ سجدات لک روحی وجنانی۔

حضرت مسیح موعود علیہ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہونا اپنے لئے سعادتِ عظمیٰ شمار کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ یہ سعادت فیوض آسمانی کے دروازوں کے کھلنے کا موجب تھی۔ ہستی باری تعالیٰ پر زندہ اور محکم ایمان اور عشق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اس ناچیز نے حضور سے حاصل کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی شفقت اور توجہ ایک بہت بڑا انعام تھی۔ آپ کا ارشاد "میاں ہم نے تمہارے لئے بہت بہت دعائیں کی ہیں" کسقدر انعامات اور فیوض کی خوشخبری تھا آپ کا اس ناچیز کو اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھے ہوئے محبت ناموں میں "ظفر اللہ باشی ارشد ارجمند باشی" کے دعائیہ القاب کے ساتھ یاد فرمانا اور بہت بڑھانا میرے لئے بہت خوشی اور انبساط کا موجب تھا۔ پھر نصف صدی سے زائد عرصہ کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح

کی طرف سے جن الطاف واکرام، جس شفقت ومحبت، جس توجہ اور احسان کا پیہم مورد یہ عاجز رہا اس کا اندازہ بھی خاکسار کے لیئے ممکن نہیں۔ ان سب عنایات میں سے بعض کی کچھ جھلک ان اوراق میں نظر آئی ہوگی۔ اس نصف صدی کے دوران میں خاکسار محسوس کرتا تھا کہ میری زندگی ایسے ہی محفوظ ہے جیسی ایک طفلک نادان و بے کس کی زندگی اس کی ماں کی گود میں محفوظ ہوتی ہے۔ میری زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں تھا جو حضور اقدس کی توجہ کے فیضان سے متمتع نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا انعام تھا جس کے کما حقہا شکر کی استطاعت بھی یہ عاجز نہیں رکھتا۔

اس عاجز کی زندگی آیتکم کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کی مثال چلی جارہی ہے۔ میری ہستی کا ہر ذرہ زبان بن جائے اور ہر لحظہ باری تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں صرف رہے تو یہ شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ اسی سے التجا ہے کہ وہ شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ بارہا میرے عاجز دل سے یہ صدا نکلتی ہے الٰہی تونے اپنے پُر تقصیر پُر معاصی غافل بندے کو بہت لاڈلے غلام کی طرح رکھا ہے تو اپنی خاص رحمت اور لطف سے آخر تک ایسا ہی رکھنا اور انجام کار اپنی رحمت کے دروازے اس کے لئے کھلے رکھنا۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

(تحدیث نعمت) ص۷۰۱ تا ص۷۰۲

جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب مرحوم سابق مہر سنگھ کے قبول اسلام کی حیرانگیز داستان انکی اپنی تحریرات کی روشنی میں

جناب ماسٹر عبدالرحمن سابق مہر سنگھ ۱۸۷۲ء کے قریب ڈومیلی تحصیل پھگواڑہ ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر میں سردار سوندھا سنگھ صاحب ولد ساون کے ہاں سکھ خاندان میں پیدا ہوئے آپکا نام مہر سنگھ رکھا گیا۔ آپ چار بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے اور والدین کے لاڈلے تھے۔ اسلام قبول کرنے پر آپ کا نام عبدالرحمن رکھا گیا۔

حضرت (مولانا نورالدین صاحب) کی کفالت اور سرپرستی میں پہلے جموں اور پھر بھیرہ میں میٹرک اور قادیان میں بی اے تک تعلیم پائی

اور حضرت مہدی کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

ابتدائی حالات

"ہر خاص عام پر واضح ہو۔ کہ میں ابتداء میں سکھوں کے گھر میں پیدا ہوا تھا اور کچھ عرصہ تک ان کے ہی مذہب پر عامل رہا۔ اگر سچ پوچھو تو کوئی بھی مذہب نہیں تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کی وحشیانہ زندگی اور آزادانہ طور سے حلال وحرام میں بے تمیزی کا سمندر بہ رہا ہے۔ کیسکو کوئی ممانعت نہیں۔

گرنتھ یہ نہیں کہتا۔ کہ فلاں چیز حلال ہے، یا فلاں شے حرام ہے یا ماں بہن سے نکاح جائز ہے۔ یا ناجائز صرف دوسروں کی طرف دیکھ کر بعض باتوں کو حلال اور بعض کو حرام تجویز کر لیا جاتا ہے۔ مگر بعد ازاں میں آریوں کے اصول کا پابند ہو گیا۔ اور تناسخ یعنی آواگون کے مسئلہ کا قائل آخر اس آواگون کے چکر سے خاص فضل الہٰی نے میری دستگیری کر کے چھڑایا۔ اور مناسب سمجھا کہ سکھوں اور آریوں کی خدمت میں بھی اس راستی اور تبلیغ حق کو پہنچایا جائے شاید کوئی رشید وسعید حق اور حقیقت کو پالیوے۔ اختیار الاسلام صد او ۲

اسلام اختیار کرنا

"ایک زمانہ وہ تھا - کہ یہ عاجز اپنے مالک حقیقی و رازق سے بکلی ناآشنا اور دور پڑا ہوا تھا - اور اپنے دیگر رشتہ داروں (سکھوں) کی طرح ورطۂ ضلالت میں حیران و سرگرداں تھا - اور نہ جانتا تھا کہ میں اس دنیا میں کیوں پیدا ہوا ہوں اور مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا -

لیکن آج وہ وقت ہے کہ میں محض اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہزاروں ظلمتوں کو چیر پھاڑ کر ہدایت اور نور کے چشمہ پر آ پہنچا ہوں" ص۱

"اول اول میں نے اپنی تحقیقات اور تلاش کا دائرہ صرف پنڈتوں اور سادھوؤں تک محدود رکھا - اور اپنے جاہل بھائیوں کی طرح مسلمانوں اور اُن کے مذھب کو نہایت نفرت سے دیکھتا تھا - اور ان کو مُسلے مُسلے کر کے پکارتا تھا اور تحقیر اور حقارت آمیز کلمات کے استعمال سے دریغ نہ کرتا تھا - مگر میرا ایسا کرنا کسی قدر ٹھیک اور بجا تھا - کیونکہ ہمارے گردونواح میں عموماً اور ہمارے گاؤں میں خصوصاً - ایسے مسلمان بود و باش رکھتے تھے - جو خدا اور رسول اور اسلام کے پاک اصول سے بکلی ناواقف اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے -

نماز روزہ کا تو ذکر کیا کئی کئی دن تک اشنان کرنا اور ہاتھ منہ دھونا بھی انہیں نصیب نہ تھا - علاوہ ازیں اشیاء خورد و نوش اور اُنکے غلیظ برتنوں کو دیکھکر میری نفرت اور کراہت اور بھی بڑھتی جاتی - اور دل میں یہی سمجھے ہوئے تھا - کہ بس یہی اسلام ہے جو ان لوگوں کی طرز معاشرت سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی مسلمان ہیں اور یہی ان کے مذہب کے اصول - لیکن یہ میری بڑی بھاری غلطی تھی .... میرے دل میں اسلام کے ان بُرے نمونوں نے کئی طرح شبہات ڈالے مگر عنایت ایزدی نے میری دستگیری کی اور مجھ جیسے لاکھوں غلط اندازہ کرنے والوں میں سے مجھے چن لیا -

اور اپنی رحمتِ خاص سے ایک نیک مرد مدرس کی صحبت نصیب ہوئی - جو ارحان

اسلام کے پابند اور ظاہری اور باطنی پاکیزگی سے حصہ وافر رکھتے تھے۔ بس انکی صحبت اور نیک نمونہ سے اتنا ہوا کہ میرے دل میں جو بڑے مولوں کو دیکھ کر بے جا کراہت اور نفرت جاگزیں تھی وہ دور ہوگئی۔ ..... بس ان کی صحبت سے میرے دل پر یہ اثر ہوا کہ میں اسلام اور دیگر مذاہب کو ایک ہی نظر سے دیکھنے لگا۔ اور کسی خاص مذہب کو کسی دوسرے پر یوں ہی ترجیح نہ دیتا تھا۔ مگر حق جوئی کا اتنا جوش اور اشتیاق موجزن تھا۔ کہ بیان سے باہر ہے" ص۲۵

گھر سے ہجرت کرجانے کی تجویز

آخر کار خیال آیا۔ کہ گھر سے ہجرت کر جاویں اور دنیا میں آزادانہ طور پر بغور خود دیکھیں کہ ہر ایک مذہب کس پایہ اور خوبی سے پڑ ہے۔ مگر ساتھ ہی خوردسالی اور بے سامانی اور ناتجربہ کاری کے خطرات دھمکیاں دے رہے تھے۔ کہ باہر جا کر میں کہاں بود و باش رکھونگا۔ اور مصائب اور شدائد میں میرا کون معین و مددگار ہوگا۔ اور دکھ درد کے وقت کون میرا غم غلط کریگا۔ اور والدین اور بہن بھائیوں کی مفارقت کس طرح برداشت کر سکونگا۔ غرض اسطرح کے وجوہات پیش کر کے دل کو بہت سمجھایا کہ چند سال کے بعد اس معاملہ میں دست درازی کرنی چاہیئے۔ ابھی وقت نہیں لیکن میں بار بار بے اختیار ہو جاتا تھا۔ اور یہی خیال غالب رہتا تھا۔ کہ اگر کل موت آجاوے تو پھر کون جواب دہ ہوگا

ایک مسلمان استاد سے مشورہ

آخر کار میں نے شرم و حیا سے کام لیکر اپنے ایک مسلمان استاد سے اس ہجرت کا اظہار کیا۔ انہوں نے نہایت زور اور تاکید سے یہی سمجھایا۔ کہ ابھی وہ وقت اور عمر نہیں۔ کہ ایسے کام کا اقدام کیا جاوے۔ مگر پھر بھی دل میں یہی خیال پیدا ہوا کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ اور ان کے مشورہ پر عمل درآمد کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ انہیں اپنی ملازمت کے متعلق خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔

اور میرے رشتہ داروں کی طرف سے ایذا رسانی اور مقدمات وغیرہ کا خوف دامن گیر تھا۔ اس لئے میں نے اس رائے کو قبول نہ کیا۔

ہجرت کرنے کا پختہ ارادہ اور ہجوم خیالات

حاصل کلام اس کش مکش میں خاکسار نے گھر سے ہجرت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

چنانچہ انہی دنوں میں جب مَیں ان خیالات میں محو و مستغرق تھا تو ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں کوٹھے پر چڑھ کر بہت رویا اور بغیر بستر کے وہیں چھت پر لیٹ گیا۔ اور دل سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

اپنے پیارے والدین اور بھائی بہنوں کی جدائی اور تفرقہ سے جس قدر باہر جا کر رونا اور افسوس کرنا ہے یہیں کر لو۔ اور اپنے لئے ان سب کو زندہ درگور دفن کر لو کیونکہ دوبارہ ان سے ملاقات کرنا ایک امر محال ہو جائے گا۔ پس تو اب اپنے تئیں ایسا فرض کرے کہ گویا تو اپنے گھر اور پیارے والدین اور پیار کرنے والی بہنوں اور دیگر خویش و اقربا سے الگ ہو کر دور کے لق و دق جنگل میں پڑا ہے۔ جہاں چاروں طرف سے درندوں کی خوفناک آوازیں بدن پر لرزہ ڈالتی ہیں۔ اور کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہیں آتی۔ اور سوائے مالکِ حقیقی کے تیرا کوئی غمگسار نہیں۔ اور اپنوں اور بیگانوں کے احسانات اور محبتوں کو یاد کر کے جس قدر جدائی کا احساس ہو سکتا ہے بس کر لے۔

ہدایت کیلئے دُعا

ان خیالات کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرتا تھا کہ۔

"ہے دیا لو کرپالو الو پیم! تو مجھے اس غم سے نجات بخش جس میں تو اب مجھے مبتلا دیکھتا ہے۔ تیرے سوا کوئی اس امر سے واقف نہیں کوئی ایسی راہ دکھا جس سے مجھے اس غم سے رہائی حاصل ہو جاوے۔ جس کا تیرے سوا کوئی چارہ گر نہیں۔ اور تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں" اسطرح بارگاہ الٰہی میں

نہایت سوز و گداز اور تضرع اور التہاب سے دُعائیں کرتا تھا۔ آخر اسی حالت میں نیند آ گئی اور۔

خواب کا نظارہ

آخر اسی حالت میں نیند آ گئی۔ اور خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے بھاگا ہوں اور اپنی گلی میں جہاں جہاں قدم رکھتا ہوں۔ قدم قدم پر آتش سوزاں کا کنواں نکل آتا ہے۔ جس میں سے آگ کے خوفناک شعلے نکل رہے ہیں۔ لیکن یہ عاجز مغرب کی طرف بھاگا جاتا ہے۔ اور آٹھ کوس تک یہی حالت رہی آخر کار یہ عاجز ایک مکان پر چڑھ گیا۔ مگر اس کی چھت بھٹ گئی۔ اور آتشکدہ نمودار ہو گیا۔ پھر میں اس مکان سے نیچے کود پڑا اور آنکھ کھل گئی۔ اسوقت میں نہیں جانتا تھا کہ خواب کیا ہوتا ہے۔ اور اسکی تعبیر کیا حقیقت رکھتی ہے۔

مگر اس خوفناک نظارہ کی کیفیت میرے دل میں رہ گئی۔ اور گھر والوں کی محبت میرے دل سے کم ہوتی گئی۔ اور اپنے سکونتی مکان سے روز افزوں نفرت پیدا ہوتی گئی۔

پھر دُعا

چند روز کے بعد اس عاجز نے پھر نہایت گریۂ وبکا سے جناب الٰہی میں عرض کی کہ "ہے قادر کرتار جب تو نے یہ سوز اور جلن اور عشق میرے دل میں بھڑکا دیا ہے تو پھر تو ہی اس کا علاج کر اور اس پیاس کو بجھا کہ تیری درگاہ میں کسی چیز کی کمی نہیں اور تیری پاک ذات میں بخل بھی نہیں۔ پھر تو مجھے صاف طور سے صراط مستقیم دکھا دے میں سچے دل سے اس امر پر تیار ہوں کہ تجھے راضی کروں۔ جس مذہب میں مَیں تجھے خوش اور راضی کر سکتا ہوں مجھے اس سے اطلاع بخش کہ میں تیرے لئے ہر ایک عزیز اور محبوب تعلقدار کو چھوڑنے کے لئے ہمہ تن تیار اور مستعد ہوں حتیٰ کہ میں ان پیارے والدین کو بھی جن کی محبت اور احسان یاد کر کے میرا کلیجہ پاش پاش ہوتا ہے۔"

پرمیشر کے نام کا وظیفہ کرو

اس دعا کے بعد میرے دل میں ڈالا گیا کہ مختلف قوموں میں جو مختلف پرمیشر کے نام مشہور معروف ہیں انکا وظیفہ کرو۔ پھر جس قوم میں راستی ہوگی۔ اور جس زبان اور قوم کے اسماء الٰہی بابرکت ہوں گے۔ اسی طرف تمہیں کھینچ لیا جائے گا۔ پس اس ہدایت اور ایماء الٰہی کے مطابق خاکسار یا پرمیشر یا الٰہی۔ یا رب یا اللہ وغیرہ وغیرہ اسماء باری تعالیٰ کا وظیفہ کرنے لگا۔ اکثر جنگلوں میں جاکر بالکل تنہائی میں یہ وظیفہ پڑھا کرتا تھا۔ اور نہایت اضطرار اور درد انگیز سوز و گداز سے جناب الٰہی میں رو رو کر دعائیں کرتا تھا،

ایک اور خواب

چند روز بعد میں نے خواب دیکھا کہ یہ عاجز اور ایک اور لڑکا جو میرا ہم محلہ اور ہم مکتب تھا۔ ہم دونوں خوفناک آگ سے صحیح سلامت نکل آئے ہیں مگر ہمارے ہاں کے باقی لوگ آتش سوزاں میں ڈھیر ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد یکایک میرا دل اسلام کی طرف جھک گیا۔ اور بجائے نفرت اور وحشت کے دل میں اسلام کی محبت اور اُنس جاگزیں ہوا۔ اور ایسا یقین ہو گیا کہ خدا اسی مذہب میں مل سکتا ہے۔ اس خواب کے بعد یکایک میرا دل اچاٹ ہو گیا اور اپنے گاؤں کے در و دیوار پر نحوست برستی ہوئی نظر آتی تھی۔

گھر سے نکل کھڑا ہونے کی گھڑی آ پہنچی

میں نہایت حیران اور پریشان تھا، ور نہ جانتا تھا کہ کہاں جاؤں اور کس کے پاس جاؤں۔ آخر کار توکلاً علی اللہ میں اپنے گھر سے نکلا اور گھر کے ہر ایک خوبصورت چہرے پر حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھتا تھا، اور اپنی زاد بوم کو چشم پُر آب ہو کر الوداع کہتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھ میں اور میرے خویش و اقربا میں ایسی دیوار حائل ہونے والی ہے کہ قیامت تک پھر یہ لوگ مجھ سے دور و مہجور اور ناآشنا ہونگے اور کوئی ایک بھی میرا خیر خواہ نہ ہو گا۔ اس دردناک حالت میں جبکہ میں ان سے

الگ ہونے کو تھا۔ جدائی اور تفرقہ کے احساس سے کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ اور دل پر طرح طرح کے خیالات مستولی تھے۔ جن کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے عاجز ہوں ہاں اتنا لکھنا ضروری ہے۔ کہ بظاہر تمام دنیوی امیدوں کو خاک میں ملاتا تھا۔ اور آنکھوں سے لگاتار آنسوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اور دل میں غم واندوہ کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور میں اپنے تئیں خستہ حال اور بیکس مظلوم کی طرح دیکھتا تھا مگر زبان پر یا دل پر کسی کی شکایت نہ تھی۔ کبھی ہجرت کرنے کی امیدیں اور ثمرات دل میں جرأت پیدا کرتے تھے، گاہے گھر والوں کی محبت بھری نگاہیں اور سفر وحضر کی تکالیف کلیجہ ہلا دیتی تھی

کشمکش والدہ ماجدہ کی تکلیف کا تصور

اور والدہ ماجدہ جو ہم چار بھائیوں میں سے بڑھ کر مجھے خصوصیت کے ساتھ محبت اور پیار کرتی تھیں انکی مصیبت اور رنج کو میں تصور میں نہ لا سکتا تھا۔ جو عنقریب میری عدم موجودگی میں اُن پر آنے والا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ لوگ جو آج اس قدر محبت کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو اُن سے زیادہ پیارا اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان سے بڑھ کر میرا کوئی بھی دشمن اور مخالف نہ ہوگا۔ غرض جب باہر نظر ڈالتا تھا۔ تو قدم باہر پڑتے تھے اور جب میں گھر کی طرف دیکھتا تھا۔ تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اور میرا ان سے الگ ہونا درحقیقت موت کے برابر تھا۔

۱۴ سالہ بچے کا جدا ہونا

قصہ کوتاہ جو حالت مجھ پر اس وقت گزری۔ اس کی کیفیت وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے ایسی مفارقت کا تجربہ کیا ہے۔ اور وہ مصیبت اور افسوس جو والدہ صاحبہ کو میرے لئے برداشت کرنا پڑا حرف وہی محسوس کر سکتا ہے۔ جس کا بچہ یوں ہی گرگ وشیر کا شکار ہو گیا ہو۔ یا کسی اوردرد ناک حالت میں مبتلا ہو کر راہی ملک بقا ہو گیا ہو۔

دردناک ماجرہ

میں اس دردناک ماجرہ کو زیادہ طویل دینا ٹھیک نہیں سمجھتا کیونکہ ممکن ہے کہ بہتوں کے دل دکھیں اور بہتوں کی آنکھیں پُر آب ہوں - ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ جو ۱۴ سالہ بچہ اپنے بڑے کنبہ سے جبراً الگ کیا جاتا ہے اور اس پر اور اسکے والدین کے دل پر کیا کیا صدمے گزرے ہوں گے - اور کب تک انہوں نے رو رو کر راتیں گزاری ہوں گی -

بالآخر سب کمندیں ٹوٹ گیئں

مگر آخر کار خدا کے فضل و کرم نے میری دستگیری کی کہ میں نے سب کمندوں کو توڑا اور اپنے پیارے وطن اور خویش و عزیز کو اپنے زعم میں ہمیشہ کے لئے زندہ در گور کیا - وہ بیچارے اس سرگزشت سے بالکل بے خبر تھے - اور نہ جانتے تھے کہ میں انکے رونے اور پیٹنے کا سامان تیار کر رہا ہوں - اور میں خوب محسوس کرتا تھا کہ یہ لوگ عنقریب میری نسبت ایک درد انگیز حالت میں گرفتار ہو جائیں گے - اور مجھے اپنے خیال میں مردہ سمجھ کر تمام خاندان کے مرد و زن نوحہ میں مصروف ہو جائیںگے اور سالہا سال تک ہجر درد مصیبت میں گرفتار رہینگے -

المختصر

بڑے زور اور جبر سے اپنے دلی جوشوں اور محبتوں کو دبایا اور کلیجہ کو تھاما اور گھر سے کچھ زاد راہ لے کر روانہ ہوا اور گھر والوں کو کہہ دیا کہ میں تعلیم حاصل کرنے جاتا ہوں - انھوں نے حسب معمول اجازت دی پھر میں وہاں سے روانہ ہو کر بمقام کرتار پور آیا - پھر دوسرے روز پا پیادہ امرتسر کے قریب آ پہنچا، ابھی شہر دو تین میل کے فاصلے پر تھا - کہ رات ہو گئی - اور سخت اندھیرا ہو گیا - اور بوجہ تنہائی اور غیر معمولی تاریکی کے دل پر خوف اور حزن طاری ہوا اور دل میں خیال آیا - کہ فی الحال گھر واپس جانا قرین مصلحت ہے - کیونکہ جب پہلی بار اتنی تکلیف اور عزیزوں قریبوں سے جدائی اور مفارقت برداشت ہو گئی ہے تو پھر دوسری دفعہ زیادہ لمبا سفر اور اسکی مشکلات کا سامنا

کر سکوں گا - اور خورد سالی کے خطرات بھی جاتے رہیں گے - انہیں خیالات میں یکایک میری زبان پر زور سے القا ہوا کہ -

کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

اس جملہ سے میرے دلکو تقویت اور حوصلہ پیدا ہو گیا - اور یقین ہو گیا کہ وہ خدا جس کی خاطر میں نے یہ تکالیف اور مصیبتیں برداشت کیں اور اپنے والدین اور بھائیوں کو ایک ردی چیز کی طرح پھینک دیا - اگر وہ درحقیقت ہے اور اس جہان کا حقیقی خالق اور مالک ہے اور ہر ذرہ پر اس کا قبضہ اور تصرف ہے - تو مجھے ہر گز ضائع نہیں ہونے دے گا وہ بڑا وفادار اور زبردست طاقتوں کا مالک ہے . . . . . .

لاہور میں مسلمان ہونا

تھوڑی سی دیر کے بعد میں سڑک سے ایک طرف ہو کر تنگ و تاریک درختوں کے جھنڈ میں آ بسیرا کیا اور درندوں اور دیگر حشرات الارض سے ڈرتے ڈرتے وہ رات کاٹی - تیسرے روز یہ عاجز لاہور پہنچا - لیکن کھانا کھانے کے بعد شہر سے دو تین میل باہر جاکر گیہوں کے کھیتوں میں آسویا - کیونکہ شہر میں کوئی واقف نہ تھا - غرض جس طرح یہ رات کاٹی اس کی کیفیت ہر ایک بطورِ خود ذہن میں لا سکتا ہے - کہ ایک کمزور اور ناواقف اور ناتجربہ کار لڑکے کو جنگل میں کن تکلیفوں اور حاجتوں اور خوف و حزن کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے - اسی طرح میں نے جوں توں کر کے چند مہینے کاٹے - خدا کے فضل و کرم نے ہر ایک مصیبت اور تکلیف سے بچایا آخر کار ایک نہایت معمر مسلمان مسمی مستقیم کے ہاتھ پر یہ عاجز مشرف با اسلام ہوا - اور نماز روزہ سے آگاہی ہو گئی - بعد ازاں یہ عاجز بمقام گوجرانوالہ پہنچا - چند روز قیام کرنے کے بعد مولوی خدا بخش صاحب جالندھری سے ملاقات ہوئی میں نے ہر چند ان سے اپنی سکونت اور وطن کو چھپانا چاہا لیکن انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ تمہاری زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جالندھر کے گردونواح کے باشندہ ہو - آخر کار مجبوراً مجھے اپنا پورا پتہ اور تمام سرگزشت سنانی پڑی - میں نے

اخفاء حال اس لئے کیا تھا کہ مبادا میرے والدین کسی مسلمان کو طمع دیکر مجھے واپس کرانے کی کوشش کریں - انہوں نے مجھے بار بار یقین دلایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کر سکتا - کہ ایک ادنیٰ طمع سے ایک شخص جو اسلام میں داخل ہوا ہے اسکو پھر کفر کی طرف واپس کرا دے -

حضرت مولانا نورالدین صاحب کے حضور

پھر وہ مجھے حضرت مولانا المحترم نورالدین متعنا اللہ فیضہٗ کے پاس لے گئے کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے مجھے مدرسہ احمدیہ میں داخل کر دیا اور خاکسار کی تعلیم دو سال کے وقفہ کے بعد پھر شروع ہو گئی -

گھر میں رونا اور ماتم برپا ہو گیا

ادھر میں تعلیم پاتا تھا - ادھر میرے اصل گھر میں زور شور سے رونا پیٹنا جاری تھا - جیسے ہندوں اور سکھوں میں کسی عزیز کے مرنے پر عام طور پر ہوا کرتا ہے - انہوں نے خیال کیا تھا کہ یا تو اس عاجز کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا ہے یا کسی ندی نالے میں ڈوب کر مر گیا ہے - میری مادر مہربان کی حالت ناگفتہ بہ ہے - وہ بیچاری دیوانہ وار کلاس فیلوں کے گھروں میں پھرتی تھی اور میرے ہم مکتب لڑکوں کو طمع دیتی تھی تاکہ کسی طرح میرا پتہ لگے - لیکن کسی کو میری جائے رہائش سے مطلق اطلاع نہ تھی - مگر وہ بیچاری ممتا کی ماری ہر روز مدرسہ میں جاتی اور زار زار روتی اور جہاں میں بیٹھ کر پڑھا کرتا تھا - وہ غم کی ماری اس جگہ کو اپنے لخت جگر سے خالی جگہ دیکھ کر آہیں بھر کر اور کلیجہ دونوں ہاتھوں سے تھام کر رہ جاتی تھی - مگر کچھ نہ بنتا تھا - غرض اس طرح محبت و ممتا کی گرفتار رات دن رونے پیٹنے میں گزارتی تھی اور قریب تھا کہ صدمات ہموم و غموم سے دماغ میں فتور آجاوے کہ میرا خط پہنچا - جس میں لکھا گیا تھا - کہ آپ کسی طرح کا فکر اور اندیشہ نہ کریں - میں خیریت سے ہوں - مگر مسلمان ہو گیا ہوں - اس خط خیریت نقط سے والدہ کی جان میں جان آئی ....

میرا گھر واپس جانا

آخر کار دو سال کے بعد جناب مکرم مولوی خدا بخش صاحب کی معرفت ایک عہد نامہ ہوا جس کی رو سے قرار پایا کہ اگر والدین کسی طرح اس عاجز کو کفر کی طرف واپس کرنے کے لئے مجبور نہ کریں گے اور جہاں چاہے اسکو رہنے کی اجازت دیں گے۔ اور جس مذہب میں رہنا پسند کرے اسمیں اسکو رہنے کی مخالفت نہ کریں گے تو یہ عاجز گھر والوں کی ملاقات کے لئے آ سکتا ہے۔ ورنہ تمام عمر کسی رشتہ دار کو منہ دکھانے کا روادار نہ ہو گا۔

پہلی ملاقات

جب یہ بات پختہ ہو چکی تو میں گھر آیا ابھی یہ عاجز گھر سے ڈیڑھ میل پر ہی تھا کہ جناب والدہ صاحبہ بوجہ کمال شفقت مادری کے وہیں مجھے ملنے کے لئے تشریف لائیں۔ اور گلے لگا کر اس قدر روئیں کہ آنسوؤں سے انکا منہ تر ہو گیا۔ اور میری آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑے اور میں نے کہا کہ اب تم کیوں روتی ہو جس کی تم خواہش کرتی تھیں وہ آخر حاصل ہو گئی اب رونے سے کیا فائدہ مگر اس بات کا ان پر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ آخر میں گھر پر گیا۔ اور بھائی اور بہنیں رو رو کر ملیں۔ یہ ایسا دردناک نظارہ تھا کہ اسکو یاد کر کے اب بھی دل میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور چشم پُر آب ہو جاتی ہے۔ اس ملاقات میں کوئی بحث مباحثہ پیش نہیں آیا۔ صرف نرمی اور نیک اخلاق کے ساتھ دوسروں کی طرف سے مجھے کفر کی ترغیب دی گئی آخر کار تیسرے روز میں گھر سے رخصت ہوا لیکن ماں کی عجیب محبت ہوتی ہے۔ اور حیرت آتی ہے کہ والدہ صاحبہ مجھے رخصت کرتے کرتے پانچ کوس تک برابر ساتھ ساتھ چلی آئی اور نہ چاہتی تھی کہ رخصت ہو آخر درد دل سے آہ کھینچ کر مجھ سے رخصت ہوئی۔ ....

ایک سکھ میجر سے ملاقات اور گفتگو

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے اپنے بھائی صاحب کی ملاقات کے لئے راولپنڈی جانیکا اتفاق ہوا جہاں وہ فوج میں ملازم تھے۔ شام کے قریب جب فوج کی حاضری ہونے لگی تھی

اس وقت مجھے بھائی صاحب نے ایک سکھ میجر صاحب سے ملاقات کرائی ان سے یوں باتیں ہوئیں۔

میجر صاحب :۔ تم نے بہت غلطی کی کہ اپنے پاک دھرم کو ترک کیا اور دُشٹ اور پاپی بن گئے۔

خاکسار :۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ آپ فرما دیجئے کہ کون سا اعمال بد آپ مجھ میں پاتے ہیں۔ اور وہ کون سی خوبیاں ہیں جو آپ میں ہیں۔ اور مجھ میں نہیں ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ ہمارے سکھ بھائیوں کا اندورنی حال کیا ہے۔ اور شراب اور زنا اور دیگر قبیح اعمال میں وہ کہاں تک پھنسے ہوئے ہیں۔

میجر صاحب :۔ آپ نے غلطی یہ کی تھی۔ کہ جہاں پرمیشر نے آپ کو کھڑا کیا تھا وہاں نہ رہے آپ نے اپنے مذہب کے تبدیل کرنے میں گویا پرمیشر کی غلطی نکالی ہے اسی طرح ہونا قرین مصلحت تھا۔

خاکسار :۔ اگر اپنی حالت سنوارنے میں پرمیشر کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے تو پھر کوئی بھی ایسا شخص نہیں۔ جس نے اپنی حالت کو تبدیل نہ کیا ہو۔ اور پرمیشر کی غلطی نہ نکالی ہو۔

میجر صاحب :۔ میں نے اپنے باپ دادا کا مذہب بحال رکھا ہے۔ اور جہاں تھا وہیں اب تک ہوں اور کوئی غلطی پرمیشر کی نہیں نکالی۔

خاکسار :۔ آپ نے تو بہت غلطیاں نکالی ہیں۔ مثلاً جب آپ پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے بدن پر وردی اور زیب و زینت کے سامان نہ تھے۔ اب آپ نے اس حالت کو تبدیل کر دیا ہے اور پرمیشر کی غلطی نکالی۔ علاوہ ازیں آپ کو چاہیئے تھا کہ بھوسہ الگ کر کے آرد گندم تیار نہ کراتے اور نہ روٹیاں پکواتے کیونکہ اس میں پرمیشر کی غلطی ثابت ہو جاوے گی۔ کیا پرمیشر درختوں کے ساتھ روٹیاں پیدا کرنے کو بھول گیا تھا۔ اگر آپ کے خیال کے موافق تمام عورتیں جس طرح برہنہ پیدا ہوئی تھیں اسی طرح وہ ننگی پھریں۔ اور مرد بھی علیٰ ھذٰا القیاس اپنی پہلی حالت

اختیار کرلیں - تو عجب تماشا ہو -

چونکہ سردار صاحب ایک معزز عہدہ پر سرفراز تھے - اور انکے ماتحت افسر اس وقت موجود تھے اور بہت سے سپاہی بھی ان باتوں کو سننے کے لیئے آئے تھے - سردار صاحب کو بہت سی خفت اٹھانی پڑی - (اختیار الاسلام صنے تا صنے)

ایک پنڈت صاحب سے گفتگو

اسی مقام (بھیرہ) پر مجھے بازار میں ایک مدرس پنڈت سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا - جس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں امید ہے کہ یہ گفتگو دلچسپی سے خالی نہ ہوگی

پنڈت صاحب نے کہا کہ کیا تم لوگ گوشت کھانا جائز سمجھتے ہو اگر جائز سمجھتے ہو تو کیا یہ بے رحمی نہیں کہ اپنی جان کی خاطر صدہا بیگناہ جانیں تلف کی جاویں -

خاکسار: - جہانتک دنیا میں دیکھا گیا اور تجربہ اور تاریخ نے پتہ دیا یہی معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر ایک چیز جو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ سب انسان کے لیئے جو اشرف المخلوقات ہے کسی نہ کسی کام میں مفید ثابت ہوئی ہے - حتیٰ کہ نجاست اور سانپ اور چوہے - وغیرہ بھی کئی انسانی مطالب کے بہم پہنچانے کے لیئے پیدا ہوئے ہیں - یعنی جس صورت میں ادنیٰ ترین مخلوق انسانی ضروریات اور حاجات کے لیئے

از بس ضروری ہیں - تو یہ گمان کرنا - کہ بکری - مرغی تیتر - بٹیر - مرغابی - گائے بیل وغیرہ بے فائدہ اور لغو پیدا کیئے گئے ہیں - یہ ایک بے ہودہ اور غلط خیال ہے ....

.... اس نے اپنی حکمت کاملہ اور قدرت تامہ سے ان تمام جانوروں کو صرف انسانی خوراک کے لیئے پیدا کیا ہے - پس اس خداداد نعمت سے محروم رہنا نادانی ہے نہ کہ دانائی ....

.... علاوہ ازیں گوشت انسان کا طبعی اور قدرتی کھانا ہے - جو انسان ابتداء سے کھانا شروع کرتا ہے - چنانچہ شکم مادر میں جو خون کھاتا ہے وہ بھی بحالت رقیق گوشت ہوتا ہے - پس جو لوگ اپنے طبعی طعام کو ترک کرکے گھاس اور درختوں کے پتوں پر گزارہ کرنے لگ

جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کی نسبت جو خداداد نعمتوں کو مناسب طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بہت کمزور اور ضعیف الخلقت نسل چھوڑ جاتے ہیں

(اختیار الاسلام ص۲۲ تا ص۲۳)

(نوٹ) تفصیل کے لیے دیکھیں آپکی کتاب اختیار الاسلام

کلام الامام امام الکلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورِ سارا ؛ نام اُس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ؛ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوبتر ہے خوبی میں اک قمر ہے ؛ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اتارے ؛ میں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے ؛ دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی ؛ دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے ؛ وہ طیب و امیں ہے اُسکی ثنا یہی ہے

جو حق سے حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے ؛ جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے

آنکھ اُس کی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے ؛ ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(مسیح موعود)

حضرات سادات کرام کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بارے میں دو شہادتیں

نمبر ۱ حضرت عین علی شاہ صاحب ساکن ضلع گجرات کا ایک نہایت ایمان افروز مضمون جو میری تالیف بشارت رحمانیہ کے صـ۲۴۵ تا صـ۲۵۰ پر درج ہے برائے قارئین کرام برہانِ ہدایت میں اس غرض کے لئے دیا جا رہا ہے کہ اگر کوئی طالب حق دلائل سے قائل نہ ہوتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طالب بن کر اس کی بارگاہ سے خود براہ راست ہدایت طلب کر کے مراد کو پا سکتا ہے۔ نیز اس بزرگ ہستی کے تفصیلی حالات انکے فرزند جلیل مکرمی جناب سید قربان علی شاہ صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی۔ حال دارالعلوم شرقی ربوہ سے معلوم کر سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ۱۹۶۰ء میں واصل باللہ ہو چکے ہیں۔

نمبر ۲۔ دوسرے بزرگ حضرت پیر غوث محمد صاحب ساکن گولیکی ضلع گجرات ہیں۔ جن کا قبول احمدیت کا واقعہ بھی نہایت ایمان افروز ہے یہ واقعہ بھی میری تالیف بشارت رحمانیہ صـ۲۲۶ تا صـ۲۲۸ پر درج ہے۔ خاکسار مؤلف "برہانِ ہدایت"۔

---

(۱۶) خدا تعالیٰ کی یاد میں ایک بیقرار روح کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیارت کرائی گئی

(از جناب عین علی شاہ صاحب ساکن موضع بٹہ بوٹے شاہ ضلع گجرات حال کلورینیٹڈ واٹر سپلائی محکمہ سپروائزر۔ ریلوے سیبی۔ بلوچستان)

میں اپنا مختصر حال تحریر کرتا ہوں۔ کہ بندہ کے دل میں غالباً ۱۹۰۹ء میں خیال پیدا ہوا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا دوست بنوں۔ اسی خیال میں پھرتا ہوا میں کشمیر پہنچا وہاں چھتہ بل کے قریب متصل گاؤں "ترگنہ" کے جناب پیر بابا رحمت اللہ صاحب رہتے تھے۔ جو قرآن مجید بہت ہی خوشخط لکھتے تھے۔ ایک روز انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کیوں اور کس مطلب کے لئے میرے پاس آیا ہے۔ میں نے رو کر

عرض کی۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا دوست بننا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھ کو فرمایا۔ کہ پانچ صد بار درود شریف۔ پھر یا اللہ۔ یا محمدؐ۔ یا علیؑ۔ یا خواجہ معین الدین پڑھتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا دوست بنا لے گا۔ اس کے تھوڑے ہی دونوں بعد پیر صاحب فوت ہو گئے۔ اور میں جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا گیا۔ جب مجھ کو بھوک ستاتی۔ تو میں گھاس پتی وغیرہ کھاتا۔ بلکہ ایک دفعہ مدینہ منور اور مکہ معظمہ کے درمیان میں نے انار کے چھلکے بھی کھائے تھے۔ میری حالت دیوانوں کی سی تھی۔ ایک روز میں نے اپنے اللہ تعالیٰ سے کہا۔ اگر تو مجھ کو اپنا دوست نہیں بناتا۔ تو میں کسی دریا کے پل پر سے عین دریا کے درمیان میں کود کر مرتا ہوں۔ اس سے پہلے ایک دفعہ میں اپنے اللہ تعالیٰ کی آواز سن چکا تھا۔ جو یہ تھی۔ کہ "میں ہوں تیرا اللہ" تو اب میں نے کہا۔ کہ اب یا تو جلد ہی مجھ کو بتا۔ کہ تو مجھ کو دوست بناتا ہے۔ یا میں کسی دریا میں ڈوب کر مرتا ہوں۔ تو آواز آئی "کچھ پڑھ"۔ اس وقت میری حالت۔ جنگلی آدمیوں کی سی تھی۔ میں اسی حالت میں ضلع ملتان میں مولوی غلام محی الدین صاحب کے پاس گیا جو قصبہ کی اونچی مسجد جو گاؤں کے شمالی طرف ہے۔ طالب علموں کو درس دیتے تھے آپ نے مجھ کو اپنے فرزند غلام نبی کے ساتھ "نام حق" کتاب جو فارسی کی ہے۔ اس کا سبق پڑھایا۔ میں اس مسجد کا پانی بھرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کے لیے دعائیں کرتا رہتا۔ وہاں میں ایک سال رہا۔ اور اس عرصہ میں نام حق۔ کریما۔ شیخ عطار پند نامہ۔ مصدر فیوض گلستان بوستان۔ زلیخا اور سکندر نامہ دارا کے جنگ تک پڑھا۔ پھر "چاچڑ" شریف" جہاں خواجہ فریدؒ گزرے ہیں گیا۔ وہاں خواجہ صاحب کے لنگر میں جناب مولوی برخوردار علی صاحب منشی تھے۔ اس سے دیوان حافظ پڑھتا۔ اور کھانا لنگر سے کھاتا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کا دوست بننے کے لئے دعائیں کرتا۔ دیوانِ حافظ میں میں نے جب یہ پڑھا کہ

جناب عشق بلند است ہمتے حافظ   کہ عاشقاں بہ ہمتا نرارہ بخود ندہند

تو اس کے بعد کبھی تھک کر خودکشی کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ میں کبھی کبھی کوٹ مٹھن میں بھی جا کر دعائیں کیا کرتا۔ جدھر خواجہ غلام فریدؒ کا روضہ ہے۔ چاچڑ شریف میں ایک روز مجھ کو

خیال پیدا ہوا کہ عرب ملک میں جا کر مدینہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر دعا کروں۔ کہ مجھے اسی جہاں میں اپنا کوئی دوست محبوب بلا کر مجھ کو بھی اپنے دوستوں میں ملا دے۔ یہ خیال دل میں رکھ کر چاچڑ شریف سے مدینہ منورہ کے لیئے روانہ ہوا کراچی پہنچ کر ولی محمدؒ نا خدا (ملاح) کو مل کر کہا۔ کہ مجھ کو بصرہ تک پہنچا دو۔ انہوں نے مجھ کو بصرے تک پہنچایا۔ بصرے پہنچ کر زبیر شریف جا کر حضرت زبیرؓ اور خواجہ حسن بصریؒ کی قبروں پر فاتحہ دعا پڑھ کے پھر بصرہ میں ولی محمدؒ کے پاس آگیا۔ وہ بہت نیک آدمی تھا اُس نے بغداد شریف تک جہاز کا ٹکٹ لیکر مجھے روانہ کر دیا۔ پھر میں بغداد شریف سے کربلا اور نجف شریف تک حضرت علیؓ کے روضہ پر گیا۔ جو کوفہ سے تین میل ہے۔ پھر میں حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ بعض عرب مجھ کو دیکھ کر ہندی ولی اللہ کہتے۔

پھر میں سمندر کے کنارے کنارے ہو کر جبلہ پہنچا۔ وہاں سے طرابلس۔ طرابلس سے نکل کر سمندر کے کنارے کنارے جبل لبنان کے ساتھ ساتھ بیروت بندگاہ میں جا پہنچا۔ بیروت سے دمشق چلا گیا۔ جہاں حضرت یحییٰؑ کی مسجد اور ابن عربیؒ کی قبر پر دعا کی۔ اور جبل اربعین میں غارِ آدمؑ میں جہاں حضرت یحییٰؑ جا کر عبادت کرتے تھے۔ اِس غار کو غارِ حضرت خضرؑ بھی کہتے ہیں پھر دمشق سے چل کر جبسر بنات یعقوب علیہ السلام پر سے گزر کر قدیم کنعان اور جیبون سے ہو کر جُبّ یوسف علیہ السلام پر دعا کی۔ پھر بحر نبریہ کے کنارے پر حضرت ایوب صابر کی غار میں دعا کی۔ اور دونوں حوضوں میں غسل کیا۔ جہاں اردگرد کے بیمار غسل کرتے ہیں اور مشہور ہے کہ ان حوضوں میں غسل کرنے سے حضرت ایوب پر خدا تعالیٰ کی خاص مہربانیاں ہوئی تھیں۔ خاکسار نے بھی اسی غرض سے اُس میں غسل کیا۔ نبریہ کے جنوب کی طرف ایک حمام سُلیمان علیہ السلام مشہور ہے۔ جس کا پانی قدرتی طور پر زمین سے گرم نکلتا ہے۔ وہاں سے گزر کر بیت المقدس میں جا کر قدس شریف کے گنبد کے نیچے گیا اور صخرہ کے نیچے دعا کی۔ پھر بیت اللحم سے ہو کر خلیل الرحمٰن میں چلا گیا۔ جو بیت المقدس سے جنوب کی طرف ایک دن کا پیدل راستہ ہے۔ وہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت مائی سارہ

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقبرہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس ایک غار ہے۔ اس میں دعا کر کے حضرت نوح علیہ السلام کے روضہ پر دعا کی۔ پھر بیت المقدس میں سے ہو کر کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے روضہ پر دعا کی۔ پھر "سامریہ" سے ہو کر "عمان۔ عمان سے تبوک۔ اور مدائن صالح سے ہو کر مدینہ منوّرہ میں جا کر حضرت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ کی جالی پکڑ لی۔ اور خوب دعا کی۔ مدینہ قدیم میں بھی دعا کی۔ جبل اُحد۔ مسجد قبلتین۔ باب جبریل میں دعا کی۔ جنگ بدر کے مقام پر صحابہ کرام کی قبور پر دعا کی۔ بیت اللہ پہنچ کر دعا کی۔ حطیم میں صفا مروہ کے درمیان۔ جبل عرفات منیٰ اور غارِ حرا میں دعا کی۔ غارِ ثور کے اندر دعا کی۔ غرضیکہ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا میں نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں ملنے کے لئے کیا کچھ مدّت کے بعد خدا تعالیٰ کا رحم جوش میں آیا۔ تو اُس نے اپنے فضل اور مہربانی سے مجھ خستہ حال پر مہربانی ہو کر خواب میں اپنے دوست اور محبوب حضرت امام جماعت احمدیہ امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو دکھا کر میرا بازو حضرت امام کے ہاتھ میں دے دیا۔ میں قربان جاؤں اپنے مالک کے۔ جس نے مجھ مسکین کو اپنے دوستوں میں ملا دیا۔

اب میں قسم کھاتا ہوں اپنے اللہ کی جو مالک ہے ہر چیز کا میرے پر دونوں جہانوں میں اس کا عذاب نازل ہو۔ اگر میں اپنی خوابوں میں جو ذیل میں میں لکھوں گا۔ ان میں کچھ بھی اپنی طرف سے ملاؤں:۔

(۱) میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ مجھ کو کسی چیز کی سخت ضرورت ہے۔ مجھ کو ایک پُر رونق آبادی دکھائی گئی۔ اور بتایا گیا۔ کہ یہ قادیان ہے اور ادھر ہر چیز یا سب چیزیں ملتی ہیں۔ پھر مجھے ایک دو منزلی مسجد جس کا ایک دروازہ شمال کی دیوار میں کھلتا ہے۔ دکھائی گئی۔ جب میں مسجد میں گیا۔ تو دیکھا۔ کہ مسجد مست لوگوں سے پُر ہے اور وہ سب قرآن مجید کے عاشق اور دیوانے ہیں اور قرآن مجید ہی سب پڑھتے ہیں۔ اور ان بڑے ہوشیاروں کا ایک امام ہے جو سب

سے آگے ہے۔ اِن مستوں میں سے ہو کر میں بھی حضرت امام کے نزدیک چلا گیا۔ حضرت امام نے مجھ کو بازو سے پکڑ کر فرمایا۔ "کون فرشتہ یا کس فرشتہ نے تجھ کو ادھر لا کر کھڑا کر دیا"۔ اور اپنے ساتھ نماز کے لئے فرما رہے ہیں۔ تو میری آنکھ کھل گئی اس سے پہلے میں نے قادیان کو نہیں دیکھا تھا۔ جب میں قادیان میں گیا۔ تو وہ مسجد۔ مسجد مبارک دیکھی۔ اور قرآن مجید کے عاشقوں۔ مستوں۔ دیوانوں اور بڑے ہوشیاروں کا امام حضرت المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو دیکھا۔

(۲) پھر خواب دیکھا۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایسے مقام پر کھڑے ہیں۔ جس کی ایک طرف کتب خانہ ہے اور دوسری طرف دواخانہ۔ جب حضور دواخانہ کی طرف تھے تو حضور پُر نور نے ایک شیشہ کا گلاس صاف پانی سے دھو کر میرے سامنے الٹا کر رکھدیا۔ اور نہایت خوبصورت گلاس جو اس قدر بھرا تھا۔ کہ چھلک رہا تھا۔ جب حضور پُر نور کتب خانہ گئے تو ایک فرشتہ شکل نے مجھ کو کہا۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا کی ایسی تفسیر کی ہے۔ کہ کمال ہی کر دیا۔ حضور پُر نور نے کتابوں کے چھوٹے چھوٹے بنڈل مجھ کو دیئے۔ اور فرمایا کہ کتاب کی پُشت پر پتہ لکھا ہے ہم سے منگاتے رہنا۔

(۳) پھر ایک خواب دیکھا۔ کہ کسی شخص نے مجھ کو کہا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آئے ہیں۔ میں نے کہا۔ الحمد للہ میں بھی چل کر حضرت امام علیہ السلام کی زیارت کروں۔ میں جب زیارت کے لئے گیا۔ تو حضرت امام مہدی علیہ السلام ایک بڑے عالی شان مکان میں اُترے ہوئے ہیں۔ اور اس محل کے دروازے کے سامنے بڑی شان و شوکت کے لوگ حضور کی زیارت کے لئے کھڑے ہیں۔ میں اپنی مسکینی حالت کو دیکھ کر خیال کرتا ہوں۔ کہ شاید حضرت امام علیہ السلام خیال کریں یا نہ میں نے رونا شروع کر دیا۔ اتنی دیر میں حضرت امام مہدی علیہ السلام اس محل سے باہر آ گئے۔ اور زائرین نے لائن بنائی۔ وہ لائن مجھ تک پہنچ گئی۔ حضور علیہ السلام جب میرے سامنے آئے۔ تو میرے کندھے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر مجھ کو ساتھ ساتھ لے لیا۔ تھوڑی دور جا کر

حضرت نے مجھ سے پوچھا۔ "آپ بیعت کے لئے آئے ہیں۔ بندہ نے کہا۔ کہ میں نے تو حضرت مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت کی ہے۔ تو حضور نے بہت جلدی میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یوں محمود کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا ہے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔

پھر یہ نظارہ بدل گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت، قصرِ خلافت کے سامنے کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور اندر سے خادم نے سب دروازے کھول دیئے ہیں۔ پھر حضور مہدی علیہ مہمانخانہ میں چلے گئے ہیں۔ وہاں پر ایک نوجوان انبالہ سے آئے ہوئے ہیں۔ حضرت نے ان کے کان میں کچھ باتیں کی ہیں۔ اور مہمان خانہ کے کارکنوں کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ اس کو یعنی عین علی شاہ کو کھانا دو۔ میں نے عرض کی حضور میں کھالوں گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی شکل مبارک بالکل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی سی تھی۔ یا یوں کہو۔ کہ خود حضرت اقدس ہی تھے۔ کیونکہ میں نے حضرت کی تصویر دیکھی ہوئی تھی۔

میں ان خوابوں سے اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ جماعت احمدیہ کے مخلص لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست ہیں۔ اور اس کی راہ میں دیوانوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ اور یہ سب مست اور دیوانے قرآن مجید کے عاشق ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک امام عطا کیا ہے۔ جو شمع ادرِ حسن کا جلتا ہوا پروانہ آتا ہے"۔ اور جو میرے محبوب خدا کا محبوب ہے جو اس وقت کے لوگوں سے سب سے زیادہ قرآن مجید کو سمجھتا ہے۔ جس کے ہاتھ مبارک سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا کا کمال نظارہ ظاہر کرے گا۔ اور جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کا حسن و احسان میں نظیر ہے

(از چٹھی مرقومہ ۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۵۸ھ)

تمہارا گمشدہ قرآن مجید حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے پاس ملیگا

(از سید پیر غوث محمد صاحب حاجی الحرمین الشریفین مرحوم ساکن گولیکی ضلع گجرات)

(موسلہ جناب پیر محمد عبداللہ صاحب ساکن گولیکی ضلع گجرات)

"قبلہ والدی المرحوم پیر غوث محمد صاحب حاجی الحرمین الشریفین حضرت مسیح موعود کی بیعت ایک رویاء کی بنا پر ہوئی۔ جو کہ ذیل میں درج کرتا ہوں کہ قبلہ والدی المرحوم کو بچپن ہی سے اہل اللہ کی زیارت کا شوق تھا۔ اسی بنا پر دور دراز پیدل سفر کر کے بیت اللہ شریف اور روضۂ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کی اور سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی زیارت بھی کی۔ اور خواب اور کشف میں بھی زیارت ہوئی۔ علاوہ ازیں اس زمانہ کے بزرگوں کی بھی جہاں جہاں سُنتے مستفیض ہونے کے واسطے حاضر خدمت ہوتے۔ اس اثناء میں حضرت مسیح موعود کا چرچا بھی سُنا جو کہ ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ قبل اس کے حضرت قبلہ ماموں جان مولانا مولوی امام دین صاحب ابو الکمل حضور کی بیعت کر چکے تھے۔ اور مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی بھی آپ کی معیت میں بیعت کر چکے تھے۔ تو جب والد صاحب نے یہ واقعہ سُنا، ان سے کچھ جھگڑا بھی کیا۔ اس جھگڑے میں آپ کو ایک رات خواب آیا کہ میرا قرآن مجید جس پر منزل پڑھتا ہوں۔ گم ہو گیا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر ایک سخت پریشانی ہوئی۔ مولوی صاحب کے پاس اس بات کا ذکر بھی کیا تو جواباً مولوی صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب کے بارے میں استخارہ کریں۔ لہٰذا آپ نے استخارہ مسنون کیا جس میں آپ کو ایک رویاء ہوا جس میں آپ نے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بڑے عالی شان تخت پر جلوہ افروز دیکھا اور پاس ہی حضرت سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اتنے میں ایک شخص بڑے عالی رتبہ عالیشان بزرگ کو

آتے دیکھا وہ آکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کر کے آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے ہیں وہ حضرت مرزا غلام احمد (صاحب) تھے۔ اتنے میں ایک اور بزرگ جو کہ آپ کے والد صاحب کے جد امجد حضرت دیوان حاجی عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لٹھندور والے ہیں۔ زیارت و مصافحہ کے بعد میری طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ لو بیٹا اب تمہارا قرآن مجید ان صاحب سے ملے گا۔ یعنی حضرت مرزا غلام احمد (صاحب) سے۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ بعدہٗ سفر قادیان طے کر کے حضرت مسیح موعود کی بیعت کر لی۔"

(از چٹھی مرقومہ ۲۶/ستمبر ۱۹۳۹ء)

واقعات

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

(۱) میرا نام غلام رسول ہے۔ اور میرے والد مرحوم کا نام میاں کرم دین صاحب اور والدہ مرحومہ کا نام آمنہ بی بی تھا۔ میرے گاؤں کا نام راجیکی ہے جو گجرات کے شہر سے تقریباً ۱۴ میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب آباد ہے۔ میری قوم ہمارے مورث اعلیٰ بہڑائچ کے نام کی وجہ سے پنجاب اور قندھار وغیرہ علاقوں میں وڑائچ یا بہرائچ کہلاتی ہے ضلع گجرات میں ہماری قوم کے تقریباً پچاسی گاؤں ہیں جو مشرق سے مغرب کی طرف پچاس کوس میں آباد ہیں۔ علاوہ ازیں ہماری قوم پنجاب کے اکثر اضلاع میں اور صوبہ اودھ اور قندھار وغیرہ علاقوں میں بھی بود و باش رکھتی ہے۔ چنانچہ صوبہ اودھ کا شہر بہڑائچ اور گجرات کا ٹھیاواڑ کا علاقہ بھڑوچ اسی قوم کا جنم بھومی خیال کئے جاتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

اپنی والدہ ماجدہ کے بیان کے مطابق غالباً ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے بین بین بھادوں کے مہینہ میں پیدا ہوا تھا۔ میری پیدائش پر میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب نے اصرار کیا کہ میرا نام غلام رسول رکھا جائے۔ چنانچہ والد صاحب محترم نے بھائی کی خاطر یہی نام تجویز فرما دیا حسنِ اتفاق سے میرے بھائی کا رکھا ہوا یہ نام میری زندگی کے لئے ایک پیشگوئی ثابت ہوا۔ اور واقعی میرے مولا کریم نے مجھے مرسل وقت علیہ السلام کی غلامی سے نواز لیا۔ میری والدہ ماجدہ نے بھی میری پیدائش سے پہلے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ہمارے گھر میں ایک چراغ

روشن ہوا ہے جس کی روشنی سے تمام گھر جگمگا اُٹھا ہے

طفولیت کے کچھ سال گزارنے کے بعد میرے والد محترم نے مجھے قرآن مجید پڑھنے کے لئے گاؤں کے ایک مکتب میں بٹھادیا۔ اور اس کے بعد قصبہ بگھوال کے پرائمری سکول میں داخل کرادیا۔ یہاں کی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد میں قصبہ گنجاہ کے مڈل سکول میں داخل ہؤا۔ مگر ہنوز تعلیم پوری نہ ہوئی تھی کہ میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب کا بعمر ۲۳ سال انتقال ہوگیا۔ والد محترم پہلے ہی اپنے دو بیٹوں میاں حسام الدین اور میاں نجم الدین کے فوت ہوجانے کی وجہ سے کبیدہ خاطر اور دردمند رہتے تھے اس جوان عمر بیٹے کی فوتیدگی پر نہایت غمزدہ ہوئے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ بیٹا تم ہمارے پاس ہی رہا کرو۔ چنانچہ میں نے سکول کی پڑھائی چھوڑ دی اور اپنے گاؤں ہی میں میاں محمد الدین صاحب کشمیری کے پاس پڑھنا شروع کردیا چونکہ میاں محمد الدین صاحب سکندر نامہ اور ابوالفضل تک فارسی زبان سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس لئے مجھے ان کتابوں کے پڑھنے میں آسانی ہوئی۔ اس کے بعد میرے دل میں مثنوی مولانا روم پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور میں اپنے والدین سے اجازت حاصل کرکے موضع گو لیکی جو ہمارے گاؤں سے تخمیناً چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مولوی امام الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے تو مولوی صاحب موصوف نے پڑھانے میں کچھ تأمل فرمایا۔ مگر بعد میں یہ کہتے ہوئے کہ آپ بزرگوں کی اولاد ہیں مجھے مثنوی پڑھانے پر رضامند ہوگئے۔ تعلیم کے دوران میں آپ ہمارے بعض بزرگوں کی کرامتوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور بعض اہم امور کے لئے مجھے دُعا کی تحریک بھی کیا کرتے تھے ان دنوں اکثر صوم الوصال کے روزے

رکھا کرتا اور شام کی نماز کے بعد سُورۃ یٰسین ۔ سُورۃ مُلک ۔ سُورۃ مُزّمل درود اکبر ۔ درود مستغاث ۔ درود وصال ۔ اور حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی علیہ الرحمۃ کے درودِ کبریت احمر کا وظیفہ بالالتزام کیا کرتا تھا ۔

علاوہ ازیں موضع گولیکی اور موضع خوجیانوالی کے درمیان ریگستانی ٹیلوں پر محاسبہ و مراقبہ کی غرض سے جایا کرتا اور گھنٹوں یادِ الہٰی میں تڑپ تڑپ کر روتا اور دُعائیں کرتا رہتا تھا ۔

(۳) موضع گولیکی میں مثنوی مولانا روم پڑھتے ہوئے جب چوتھے دفتر تک پہنچا تو ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مَیں اور مولوی امام الدین صاحبؒ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے ۔ کہ حُسنِ اتفاق سے پولیس کا ایک سپاہی نماز کے لئے اس مسجد میں آنکلا ۔ مولوی صاحبؒ نے جب اس کے صافہ (دستار) میں بندھی ہوئی ایک کتاب دیکھی تو آپ نے پڑھنے کیلئے اُسے لینا چاہا ۔ مگر اس سپاہی نے آپ کو روک دیا ۔ مولوی صاحبؒ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا ۔ یہ کتاب جس بزرگ ہستی کی ہے وہ میرا پیشوا ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ تم اسے پڑھ کر میرے پیشوا کو بُرا بھلا کہنے لگ جاؤ جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکے گی ۔ مولوی صاحبؒ نے کہا آپ بے فکر رہیئے ۔ ہم آپ کے پیشوا کے متعلق کوئی بُرا لفظ زبان پر نہیں لائینگے تب اُس سپاہی نے کہا اگر یہ بات ہے تو آپ بڑی خوشی سے اس کتاب کو دیکھ سکتے ہیں بلکہ تین چار روز کے لئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں ۔ کیونکہ اس وقت مَیں تعمیلات کے لئے بعض دوسرے دیہات کے دورہ پر جا رہا ہوں ۔ واپسی پر آپ سے یہ کتاب لے لوں گا ۔ چنانچہ مولوی صاحب نے وُہ کتاب سنبھال لی اور گھر جاتے ہوئے ساتھ لے گئے دوسرے

دن جب میرا کسی کام سے مولوی صاحب کے یہاں جانا ہوا۔ تو مَیں نے وہی کتاب جو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود کی تصنیف لطیف آئینہ کمالاتِ اسلام تھی۔ حضور اقدسؑ کی چند نظموں کے اوراق کے ساتھ مولوی صاحبؓ کی بیٹھک میں دیکھی۔ جب مَیں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کیے۔ تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی ؎

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ✿ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

میں اس نظمِ نعتیہ کو اوّل سے آخر تک پڑھتا گیا۔ مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے۔ جب میں آخری شعر پر پہنچا کہ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ✿ بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی۔ کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحبِ کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقعہ مل جاتا اور جب مَیں نے ورق اُلٹا تو حضور علیہ السلام کا یہ منظومۂ گرامی تحریر نظر آئی ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ✿ کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چنانچہ اسے پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا کہ ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں ✿ نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضرت اقدس کا نام ملحد و دجّال وغیرہ رکھتے تھے بے حد تاسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحب اندرونِ خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو میں آپ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحب بیٹھک میں آئے۔ تو مَیں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں۔ اور

آپ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمدؑ ہے جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے اس پر سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ "دنیا بھر میں اس شخص کے برابر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عاشق کوئی نہیں ہوا ہوگا۔

اس کے بعد پھر میں نے حضرت اقدس کے دوسرے مطبُوعات منظومات پڑھنے شروع کئے تو ایک صفحہ پر حضور انور کے یہ اشعار میرے سامنے آئے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ∴ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
مے درخشم چوں قمر تابم چوں قرصِ آفتاب ∴ کور چشم آنانکہ در انکار ہا افتادہ اند
صادقم واز طرف مولا باانشانہا آمدم ∴ صددرِ علم وہدیٰ برروئے من بکشادہ اند
آسماں بار دنشان الوقت میگوید زمیں ∴ ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

ان ارشادات عالیہ کے پڑھتے ہی مجھے حضور اقدس کے دعویٰ علیسویت اور مہدویت کی حقیقت معلوم ہو گئی اور میں نے ۱۸۹۶ء میں غالباً ماہ ستمبر یا ماہِ اکتوبر میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ چنانچہ حضرت اقدس کی طرف سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا نوشتہ خط جو میری قبولیت بیعت کے متعلق تھا مجھے پہنچ گیا میں نے جب یہ خط مولوی امام الدین صاحب کو دکھایا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے بیعت کرنے میں جلدی کی ہے۔ مناسب ہوتا اگر آپ تسلی کے لئے پوری پوری تحقیق کر لیتے میں نے کہا کہ میری تسلی ہو گئی ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے وہ مرسلہ رسائل جو حضور اقدس نے قادیان سے میرے نام ارسال فرمائے تھے پڑھنا شروع کر دیئے۔ ان رسالوں کے مطالعہ سے مولوی صاحب کو اس وقت فائدہ ہوا یا نہیں۔ مگر مجھے ان کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوا

ہوا کہ جیسے میں ایک تاریک دنیا سے نکل کر روشنی کے عالم میں آ گیا ہوں۔

آخر مولوی صاحب کو بھی خدا تعالیٰ نے حضور اقدس کی کتابوں کے مطالعہ سے ہدایت بخشی اور آپ میرے ساتھ ۱۸۹۹ء میں حضور اقدس علیہ السلام کی دستی بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے۔

(۵) ایسا ہی موضع دُھدرہا میں جو ہمارے گاؤں سے جانب جنوب مغرب ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جب میں تبلیغ کرنے کے لیے جاتا۔ تو وہاں کا ملّاں محمد عالم لوگوں کو میری باتیں سُننے سے روکتا۔ اور اُس فتویٰ کُفر کا جو مجھ پر لگایا تھا جا بجا تشہیر کرتا۔ آخر اس نے موضع مذکور کے ایک مضبوط نوجوان جیون خان نامی کو جس کا گھرانہ جتھے کے لحاظ سے بھی گاؤں کے تمام زمینداروں پر غالب تھا میرے خلاف ایسا بھڑکایا۔ کہ وہ میرے قتل کے درپے ہو گیا اور مجھے پیغام بھجوایا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے گاؤں کا رُخ نہ کرنا ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ میں نے یہ پیغام سُنا تو دعا کے لئے نماز میں کھڑا ہو گیا اور خدا کے حضور گڑگڑا کر دُعا کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے جیون خان اور ملّاں محمد عالم کے متعلق مجھے الہاماً بتایا کہ:۔ تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

اس القاء ربّانی کے بعد مجھے دوسرے دن ہی اطلاع ملی۔ کہ جیون خاں شدید قولنج میں مبتلا ہو گیا ہے اور ملّاں محمد عالم ایک بداخلاقی کی بناء پر مسجد کی امامت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ پھر قولنج کے دورہ کی وجہ سے جیون خاں کی حالت تو یہاں تک پُہنچی کہ چند دنوں کے اندر وہ قوی ہیکل جوان مشتِ استخوان ہو کر رہ گیا اور اس کے گھر والے جب ہر طرح کی چارہ جوئی کر کے اسکی زندگی سے مایوس ہو گئے تو اس نے کہا میرے اندر یہ وہی کلہاڑیاں اور چھُریاں چل رہی ہیں جن کے متعلق میں نے غلام رسول راجیکی والے کو پیغام دیا تھا۔ اگر تم میری زندگی

چاہتے ہو تو خدا کے لیئے اُسے راضی کرو۔ اور میرا گناہ معاف کراؤ۔ ورنہ کوئی صورت میرے بچنے کی نہیں۔ آخر اس کے نو دس رشتہ دار باوجود ملّاں محمدؐ عالم کے روکنے کے ہمارے گاؤں کے نمبردار کے پاس آئے اور اسے میرے راضی کرنے کے لیئے کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میاں صاحب اگرچہ ہماری برادری کے آدمی ہیں۔ مگر ان کے گھرانے کی بزرگی کی وجہ سے آج تک ہمارا کوئی فرد انکی چارپائی پر بیٹھنے کی جرات نہیں کرتا۔ مَیں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں اِس قسم کی باتوں میں انکی بے ادبی نہ ہو جائے۔

بالآخر وہ ہمارے نمبردار کو لے کر میرے والد محترم اور میرے چچا علم الدین اور حافظ نظام الدین صاحب کے ہمراہ میرے پاس آئے اور اپنے سروں سے پگڑیاں اُتار کر میرے پاؤں پر رکھ دیں اور چیخیں مار مار کر رونے لگے کہ اب یہ پگڑیاں آپ ہمارے سروں پر رکھیں گے تو ہم جائیں گے ورنہ یہ آپ کے قدموں پر دھری رہینگی۔ انکی اس حالت کو دیکھ کر میرے والد صاحب اور میرے چچوں نے انکو معاف کرنے کی سفارش کی جسے بالآخر مَیں مان کر اپنے بزرگوں کی معیت میں ان لوگوں کے ساتھ ڈھدریا پہنچا جیون خان نے جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو میری توبہ۔ میری توبہ کہتے ہوئے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور اتنا رویا اور چلایا۔ کہ اسکی آہ وزاری سے اس کے تمام گھر والوں نے بھی رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت یہ عجیب بات ہوئی کہ وہ جیون خان جسے علاقہ کے طبیب لاعلاج سمجھ کر چھوڑ گئے تھے ہمارے پہنچتے ہی افاقہ محسوس کرنے لگا۔ اور جب تک ہم وہاں بیٹھے رہے وہ آرام سے پڑا رہا۔ مگر جب ہم اپنے گاؤں کی طرف لوٹے تو پھر کچھ دیر بعد دردوکرب کی وہی حالت ہو گئی جس کی وجہ سے پھر اس کے رشتہ داروں نے مجھے بُلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ اور مَیں والد صاحب اور چچوں

۸۹

کے فرمانے پر اس آدمی کے ہمراہ جیون خان کے گھر چلا گیا۔ یہاں پہنچتے ہی اُس کے گھر کی تمام عورتوں اور مردوں نے نہایت منّت وزاری سے مجھے کہا۔ کہ جب تک جیون خاں کو صحت نہ ہو جائے۔ آپ ہمارے گھر ہی تشریف رکھیں اور اپنے گاؤں نہ جائیں۔ اِدھر ملّاں محمد عالم اور اس کے ہمنواؤں نے جب میری دوبارہ آمد کی خبر سُنی تو جا بجا اس بات کا ڈھنڈھورا پیٹنا شروع کیا۔ کہ وہ مریض جسے علاقہ بھر کے اچھے اچھے طبیب لاعلاج کر چکے ہیں۔ اور اب لب گور پڑا ہے یہ مرزائی اسے کیا صحت بخشے گا۔

یہ باتیں جب میرے کانوں میں پہنچیں تو میں نے جوش کے ساتھ خدا کے حضور جیون خاں کے لئے الحاح اور توجہ سے دُعا شروع کردی۔ چنانچہ ابھی ہفتہ عشرہ بھی نہیں گزرا تھا کہ جیون خاں کو خدا تعالےٰ نے سیدنا مسیح موعود کی اعجازی برکتوں کی وجہ سے دوبارہ زندگی عطاء فرمادی۔ اور وہ بالکل صحت یاب ہو گیا اس کرشمۂ قدرت کا ظاہر ہونا تھا۔ کہ اس گاؤں کے علاوہ گرد و نواح کے اکثر لوگ بھی حیرت زدہ ہو گئے اور جا بجا اس بات کا چرچا کرنے لگ گئے۔ کہ آخر مرزا صاحب کوئی بڑی ہستی ہیں جن کے مرید ونکی دُعا میں اتنا اثر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے جلالی و قہری ہاتھ نے مُلّاں محمد عالم کو پکڑا۔ اور اسکی رو سیاہی اور رسوائی کے بعد ایسے بھیانک مرض میں مُبتلا کیا۔ کہ اس کے جسم کا آدھا طولانی حصہ بالکل سیاہ ہو گیا اور اسی مرض میں اس جہان سے کوچ کر گیا۔ ؎

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ۔ شَرٌّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

(حیات قدسی جلد اوّل ص۲۵ تا ص۲۶)

(۴۱) موضع سعد اللہ پور جو ہمارے گاؤں سے جانب جنوب کوئی تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں کے اکثر حنفی لوگ بھی ہمارے بزرگوں کے ارادتمند تھے۔ اس لئے میں کبھی کبھار اس موضع میں تبلیغ کی غرض سے جایا کرتا تھا اور ان لوگوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سمجھانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس موضع میں مولوی غوث محمد صاحب ایک اہلحدیث عالم تھے۔ اور امرت سر کے غزنوی خاندان سے نسبت تلمذ رکھنے سے احمدیت کے سخت معاند اور مخالف تھے۔ میں نے ایک روز ظہر کے وقت ان لوگوں کو مسجد میں احمدیت کی تبلیغ کی۔ اور انھیں بھی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ کتابیں اور رسالے مطالعہ کے لئے دیئے۔ جب انھیں اس تبلیغ اور حضور اقدسؑ کی کتابوں سے یہ علم ہوا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور امام مہدی تسلیم کرتا ہوں تو انھوں نے میرے حق میں بے تحاشا فحش گوئی شروع کر دی۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی ذات والا صفات کے متعلق گند اچھالا میں نے انھیں بہتیرا سمجھایا کہ آپ جتنی گالیاں چاہیں مجھے دے لیں۔ لیکن حضرت اقدسؑ کی توہین نہ کریں مگر وہ اس سے باز نہ آئے آخر چاروناچار میں تخلیہ میں جا کر سجدہ میں گر پڑا۔ اور رو رو کر بارگاہ ایزدی میں دُعا مانگی اور رات کو کھانا کھانے کے بغیر مسجد میں سو گیا۔ جب سحری کا وقت قریب ہوا تو مولوی غوث محمد صاحب مسجد میں میرے پاس پہنچے اور معافی مانگتے ہوئے مجھے کہنے لگے کہ خدا کے لئے ابھی حضرت مرزا صاحب کو میری بیعت کا خط لکھ دو ورنہ میں ابھی مر جاؤں گا اور دوزخ میں ڈالا جاؤں گا۔ نیز تحقیر سے اپنا نام "غوثا" لے کر وہ تمام گالیاں جو پہلے مجھے اور حضرت اقدسؑ کو نکالی تھیں۔ اپنے آپ کو نکالنی شروع کر دیں کہ میں غوثا ایسا۔ میں غوثا ویسا وغیرہ وغیرہ میں نے جب ان کا احمدیت کی طرف رجوع دیکھا تو حیران ہو کر اس کی وجہ دریافت کی۔ مولوی صاحب نے بتایا۔ کہ رات کو میں نے

خواب میں دیکھا ہے کہ قیامت کا دن ہے اور مجھے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم صادر ہوا ہے۔ اور اس کی تعمیل کرانے کے لئے میرے پاس بڑی بھیانک شکل کے فرشتے آئے ہیں۔ اور ان کے پاس آگ کی اتنی بڑی بڑی گرزیں ہیں جو بلندی میں آسمان تک پہنچتی ہیں۔ انہوں نے مجھے پکڑا ہے اور کہتے ہیں کہ تم نے مسیح موعود اور امام زمانہ کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے اب دوزخ کی طرف چلو اور اسکی سزا بھگتو۔ میں نے ڈرتے ڈرتے انکی خدمت میں عرض کیا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اب مجھے چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے کہا۔ اب توبہ کرتے ہو اور مجھے مارنے کے لئے گرز اٹھایا جسکی دہشت سے میں بیدار ہوگیا۔ اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ خدا کے لئے آپ میرا قصور معاف فرمائیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں میری بیعت کا خط لکھ دیں چنانچہ اس خواب کی بناء پر آپ احمدی ہو گئے اور اس کے بعد ہم دونوں کی تبلیغ سے اس گاؤں کے بیسوں مرد اور عورتیں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگئیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ (حیات قدسی جلد اوّل صہ ۲۸ تا صہ ۲۹)

(۷) اسی زمانہ میں جب کہ میں اپنے گاؤں اور علاقہ کے لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ بعض بڑی عمر کے بوڑھے مجھے کہا کرتے تھے کہ تم بچے ہو اگر مرزا صاحب کے دعویٰ میں کوئی صداقت ہوتی تو آپ کے تایا حضرت میاں علم الدین صاحب جو اس زمانہ کے غوث اور قطب ہیں اور چالیس سپارے قرآن مجید کے ہر روز پڑھتے ہیں اور صاحب مکاشفات ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری بھی ہیں وہ نہ مرزا صاحب کے دعویٰ کو تسلیم کر لیتے۔ میں انہیں اس قسم کے عذرات لنگ پر بہتیرا سمجھاتا مگر وہ ایک وقت تک یہی رٹ لگاتے رہے آخر میں نے انہیں کہا کہ بتاؤ اگر حضرت میاں صاحب میرے سیّد و مولا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور مہدی تسلیم کر لیں تو کیا تم لوگ ان پر بدگمانی کرتے

ہوئے حضور اقدس کی بیعت سے انحراف تو نہیں کرو گے ۔ اس وقت ان لوگوں میں سے بعض نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت میاں صاحب مرزا صاحب پر ایمان لے آئیں ۔ اور ہمارا سارا علاقہ ان کے پیچھے ایمان نہ لائے ۔ احمدیت کے متعلق میلنے اُنکی یہ آمادگی دیکھ کر حضرت تایا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی ۔ کہ آپ حضورِ اقدس کی صداقت کے متعلق دُعا کریں ۔ اور استخارہ بھی کریں ۔ چنانچہ آپ نے میری درخواست پر استخارہ شروع کر دیا اور میلنے آپ کے لئے دُعا شروع کر دی مجھے دُعا کرتے ہوئے ابھی چند روز ہی گزرے تھے ۔ کہ میلنے خواب میں دیکھا ۔ کہ ہمارے گاؤں سے شمال کی جانب بہت سے لوگوں کا ہجوم ہے جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چارپائی پر حضرت میاں علم دین صاحب کی لاش پڑی ہوئی ہے اور لوگ اُس کے اِرد گرد حلقہ باندھے ہوئے کھڑے ہیں ۔ ان لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے ۔ آپ ہمیشہ مرزا صاحب کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ وہ امام مہدی اور مسیح موعود ہیں ۔ اگر وہ واقعی اپنے دعوےٰ میں سچے ہیں تو آپ کوئی نشان دکھائیں میلنے پوچھا کہ آپ کیسا نشان دیکھنا چاہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ میت جو ہمارے سامنے پڑی ہے اسے آپ زندہ کر دیں چنانچہ میلنے اُسی وقت لاش کے سامنے کھڑا ہو کر نہایت جلال سے کہا "قُمْ بِاِذْنِ اللہ"

میرا یہ کہنا تھا کہ حضرت میاں صاحب زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے دیکھتے ہی السلام علیکم کہا ۔ جب میں بیدار ہوا تو مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت میاں صاحب کو خدا تعالیٰ ضرور سیدنا حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے کی سعادت نصیب کرے گا ۔ اور ایک نئی زندگی مرحمت فرمائے گا ۔

اتفاق کی بات ہے کہ میں ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں کو تبلیغ کر رہا تھا

اور وہ اپنے سابقہ دستور کے مطابق حضرت میاں صاحب ممدوح کی آڑ لے رہے تھے کہ اچانک آپ میری تلاش میں اِدھر آنکلے اور دریافت فرمایا کہ میاں غلام رسول یہاں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں حاضر ہوں ارشاد فرمایئے فرمانے لگے:۔

"مجھے خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اس بات کا نہایت صفائی کے ساتھ علم دیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالےٰ کے سچے مامور اور امام مہدی اور مسیح موعود ہیں اور آپ سب لوگ گواہ رہیں کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں"

پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ میری بیعت کا خط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھ دیں۔ حضرت میاں صاحب کے ارشاد گرامی کے بعد جب میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بتاؤ اب تمہاری کیا مرضی ہے تو اس وقت بعض بدبختوں نے کہا کہ شیطان نے بلعم باعور ایسے ولی کا ایمان چھین لیا تھا۔ حضرت میاں علم دین صاحب کس شمار میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت میاں صاحب موصوف کی بیعت کا خط لکھ دیا اور وہ بزرگ جو لوگوں کے زعم میں اپنے زمانہ کا غوث تھا۔ حضور اقدسؑ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو گیا۔ پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے والد بزرگوار کے چھوٹے بھائی حضرت حافظ نظام الدین صاحب بھی احمدی ہو گئے چنانچہ یہ دونو بھائی یکے بعد دیگرے قادیان میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت مسیح موعود کی دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(حیاتِ قدسی جلد اصفحہ ۳۶ تا صفحہ ۳۷)

(۷) ایک دفعہ خاکسار تبلیغی سلسلہ میں فیروز پور شہر میں مقیم تھا کہ وہاں عیسائیوں نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں ملک کے مشہور پادریوں کا اجتماع ہوا۔ پادری عبدالحق صاحب جو دراصل موضع چوانتیاں (متصل مدرسہ چٹھہ) ضلع گوجرانوالہ کی مسجد کے ملّاں محمد حیات کے لڑکے ہیں اور ایک ناپسندیدہ فعل کے نتیجہ میں مدرسہ چھوڑ کر

چلے گئے اور عیسائی ہو کر اُن کے مشہور مُناد بنے انہوں نے اس موقعہ پر غیر احمدی علمائے اسلام کو چیلنج دیا کہ وہ ان کے ساتھ قرآن کریم اور بائبل کی الہامی تعلیم کے متعلق بحث کرلیں۔ باوجود بار بار کے چیلنج کے غیر احمدی علماء کو انکے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور انہوں نے بحث سے اعراض کیا۔ آخر مجمع کے سب مسلمانوں نے اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے کے لئے مجھ سے خواہش کی اور مجھے بحث کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ لیکن پادری صاحب نے مجھ سے تبادلۂ خیالات کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر بہت حیص بیص کے بعد اور لوگوں کے مجبور کرنے پر پادری صاحب بحث کے لئے تیار ہو گئے۔ یعنے انکی تقریر پر جو قرآن کریم کے بالمقابل انجیل کی الہامی کتاب اور الہامی تعلیم کے متعلق تھی۔ علاوہ اور باتوں کے یہ اعتراض کئے۔ کہ اگر انجیل کی تعلیم الہامی ہے تو یہ الہامی تعلیم کس کیطرف سے نازل ہوئی۔ آیا تثلیث کے مجموعہ کی طرف سے یا اقنوم ثلاثیہ میں سے کس ایک فرد کی طرف سے۔ اور یہ امتیاز کس طرح کیا جائے۔ کہ یہ الہامی تعلیم باپ نے اتاری ہے یا بیٹے نے۔ یا رُوح القدس نے۔ یا تینوں نے۔ یا دو نے۔ یا ایک نے پھر یہ امر کس طرح شناخت کیا جائے۔ کہ یہ تعلیم فلاں کیطرف سے نازل ہوئی تھی اور فلاں کیطرف سے نازل نہ ہوئی تھی۔

ان سوالات کو سُنکر پادری عبد الحق صاحب سخت گھبرا گئے۔ اور بجائے جواب دینے کے غیر احمدی علما کو کہنے لگے کہ میں نے اشتہار اور منادی میں قادیانی علماء کو مخاطب نہیں کیا بلکہ مسلمان علماء کو مخاطب کیا ہے۔ اور چونکہ مسلمان علماء میرے مقابل پر نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا اب بحث کی ضرورت نہیں۔ جلسہ برخاست کیا جاتا ہے۔

ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ عیسائی احمدیوں کے مقابل پر آنے سے گھبراتے ہیں

....خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی جماعت کے پاس سیدنا حضرت مسیح محمدی کے اسلحہ خانہ کے تیز و تند ہتھیار ہیں۔ کسی بڑے سے بڑے عیسائی پادری کو یہ جرأت نہیں کہ وہ آسمانی میگزین کے ہتھیاروں کا مقابلہ کر سکے۔ اس زمانہ میں یہ باطل شکن دلائل صرف اور صرف سیدنا حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کے خدام کو عطا کئے گئے ہیں۔ اور عیسائی اور دوسرے معاندینِ اسلام ہر روز مقابلہ کے میدان میں پیچھے ہٹ رہے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب اسلام کا سورج ایک دفعہ پھر اپنی درخشاں روشنی سے اکنافِ عالم کو منور کرے گا۔

اِنَّ الصَّلِیْبَ سَیُکْسَرَنَّ وَیُدَقَّقَنَّ: جَاءَ الْجِیَادُ وَزَهَقَ وَقْتُ اُتَانِهِمْ

(حیات قدسی جلد ۵ صفحہ ۴۰ تا ۴۱)

(۸) سنہ ۱۹۳۳ء میں خاکسار مرکزی ہدایت کے ماتحت بغرض تبلیغ لکھنؤ گیا۔ وہاں پر علاوہ تبلیغی جلسوں میں تقاریر کرنے کے باقاعدہ قرآن کریم کے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جس میں علاوہ احمدی احباب کے غیر احمدی بھی شریک ہوتے۔ ایک دن ایک غیر احمدی دوست نے اطلاع دی کہ لکھنؤ میں ایک عیسائی مشنری عورت آئی ہوئی ہے جو علمائے اسلام کو متواتر چیلنج دے رہی ہے لیکن کوئی غیر احمدی عالم اس کا چیلنج قبول نہیں کرتا اور اس طرح اسلام کی بدنامی ہوتی ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے تو آج تک اس کا علم نہیں ہوا۔ ورنہ ضرور اس کا جواب دیتا چنانچہ میں نے اس مشنری عورت سے خط و کتابت کر کے گفتگو کے لئے وقت اور جگہ طے کی۔ اور وقتِ مقررہ پر بعض احمدی اور غیر احمدی احباب کے ساتھ اسکی قیام گاہ پر پہنچا۔ اس مشنری عورت نے جس کا نام روت تھا اور وہ مشہور پادری مسٹر ایم این ہوز کی لڑکی تھیں۔ کئی عیسائی مشنری اپنی اعانت کے لئے بلائے ہوئے تھے۔ حاضرین کی کل تعداد تیس پینتیس کے قریب تھی۔ اس مجلس میں میں نے پہلے اپنی

آمد کی غرض بیان کی۔ اور پھر روت صاحبہ سے کہا۔ کہ اگر وہ پسند کریں۔ اپنا مدّعا یا سوال پہلے پیش کریں۔ یا اگر مجھے اجازت دیں تو میں اپنی طرف سے پہلے بات کروں روت صاحبہ نے یہی پسند کیا کہ پہلے میں بیان کروں۔ میں نے روت صاحبہ سے پہلے یہ سوال کیا کہ لعنت اچھی چیز ہے یا بُری؟ انھوں نے کہا کہ لعنت بہت بُری چیز ہے۔ میں نے کہا کیا شیطان لعنتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں شیطان لعنتی ہے اور یہ مسلّمہ عقیدہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مسیح علیہ السّلام جنکی صلیبی موت کی وجہ سے یہود و نصاریٰ دونوں قومیں ان کے لعنتی ہونے پر متفق ہیں۔ کیا ان میں اور شیطان میں بحیثیت لعنتی ہونے کے کچھ فرق ہے اور پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور بانیٔ مذہب بھی لعنتی اور شیطان کا لعنتی ہونے کی حالت میں شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز کیا کسی دوسرے مذہب کے بانی اپنے مذہب کے ماننے والوں کو لعنت سے چھڑانے کے لئے اپنے ...... کو پیش کیا ہے یا یہ وُہ خود ہی اپنے مذہب کو پیش کر کے لعنتی بنتے ہیں۔ میں نے یہ سوال بھی کیا کہ اگر .... عیسائی مذہب کی رو سے ایک خدا تین اور تین ایک ہے۔ تو کیا تینوں صلیبی موت سے مرے ہیں یا ایک مرا ہے۔ اور وہ ہستی جو مر گئی وہ خدا کیسے ہوئی۔ کیونکہ خدا تو غیر فانی ہے جسپر کبھی موت نہیں آتی۔ مسیح جس کو ابن اللہ سمجھا جاتا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خدا جو ابنیت کے مرتبہ پر تھا مصلوب ہوا۔ اور مر گیا اور تینوں کے ایک ہونے سے تینوں کے متعلق بمعنے التثلیث فی التوحید یہ تسلیم کرنا پڑا کہ تینوں ہی مر گئے۔ اور پھر مصلوب ہو کر تینوں ہی لعنتی موت مرے اور ملعون ٹھہرے۔ پھر موجودہ عیسائی مذہب نے شریعت کو بھی لعنت قرار دیا۔

اب جس مذہب کا خدا لعنتی ٹھہرا۔ جس کا بانی مسیح بھی لعنتی ٹھہرا۔ اور اسکی

شریعت بھی لعنتی قرار پائی۔ اسکی طرف کوئی غیر عیسائی لعنت سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کے لئے کیونکر رجوع کر سکتا ہے۔ جب عیسائی مذہب اپنے خدا کو لعنت سے نہ بچا سکا۔ اپنے ہادی مذہب حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنت سے نہ بچا سکا اور اپنی مسلمہ شریعت کو لعنت سے نہ بچا سکا۔ تو اُس سے یہ کیسے امید کی جا سکتی ہے۔ کہ اس پر چل کر کوئی شخص لعنت سے بچ جائے گا یہ سوالات تو عیسائی مذہب کے اصول متعارفہ کی بنا پر پیش کئے گئے ہیں۔

اب دوسری بات یہ عرض کی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام قوم یہود کیطرف بھیجے گئے اور عیسائیوں نے آپ کو قبول کیا یہ دونوں قومیں جن کا آپ سے براہِ راست اور پہلا تعلق ہے مسیح کے صلیبی موت کی وجہ سے ملعون ہونے کی قائل ہیں اور اب تک اسی عقیدہ پر قائم ہیں اور راسخ اور جمی ہوئی ہیں اگر لعنت کوئی اچھی چیز ہوتی۔ تو اُس کی وجہ سے شیطان اس قدر بدنام اور ذلیل نہ ہوتا۔ لیکن اگر لعنت بُری اور قابلِ نفرت چیز ہے تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسیح ملعون ہوا ان کے مقابل پر وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام ملعون نہیں ہوا یقیناً بہتر اور حضرت مسیح علیہ السلام کی شان اور عزت کو قائم کرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔

مَیں نے اس نکتہ کو واضح کر کے روت صاحبہ کی فطرت اور عقل کو اپیل کی جس پر انہوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا۔ اور ان لوگوں کو اچھا قرار دیا جو مسیح علیہ السلام کو لعنت سے پاک اور مقدس و مطہر سمجھتے ہیں :-

اس کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ قوم نصارٰی اور یہود میں سے تو ایک بھی نظر نہیں آتا جو مسیح کی صلیبی اور لعنتی موت کا اقراری نہ ہو۔

لیکن عرب کے صحرا اور ریگستان سے ایک مقدس وجود مبعوث ہوا جس نے اعلان کیا۔ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح مصلوب و ملعون

ہوئے ایک غلط فہمی کی بنا پر ہے اور حقیقتاً مسیح مصلوب ہونے سے بچ گئے تھے اس مقدس انسان نے وحی الہٰی سے یہ اعلان کیا۔ کہ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ یعنی مسیح قتل ہونے اور صلیبی موت سے مرنے سے بچ گئے۔ اور اس بارہ میں یہود و نصارٰی کو غلط فہمی اور شبہ ہوا۔

اب قوم نصارٰی اور یہود ایک طرف ہیں جو مسیح کے اپنے ہو کر بھی اسے ملعون مانتے ہیں اور دوسری طرف سیدنا بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو عرب کی سرزمین سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حمایت اور بریت میں اپنی آواز بلند کرتے ہیں کہ وہ صادق اور مقدس مسیح ہر گز مصلوب ہو کر لعنتی موت نہیں مرا۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ مجھ سے یہ آخری الفاظ کچھ ایسے مؤثر انداز میں نکلے کہ روت صاحبہ آبدیدہ ہو گئیں۔ اور کہنے لگیں کہ آج یہ پہلا دن ہے کہ میرے دل میں حضرت محمد صاحب کے تقدس اور پاکیزگی کے متعلق ایک گہرا اثر پیدا ہوا ہے اور میں آئندہ آنحضرتؐ کے متعلق کوئی کلمہ تحقیر یا استخفاف کا استعمال نہ کروں گی۔

اس کے بعد روت صاحبہ نے مناظرانہ رنگ میں کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ ہی اسلام پر کوئی نکتہ چینی کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے قادیان آنے کے بعد بھی روت صاحبہ ایک عرصہ تک خط و کتابت کرتی رہیں۔

(حیات قدسی جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۱۲۷)

(۹) ایک ڈاکٹر جو امریکہ کے سند یافتہ تھے کہنے لگے میرا بھی حق ہے کہ آپ مجھے کچھ وقت دیں۔ جب ہم اُن کے کمرہ میں گئے تو دیکھا کہ قرآن کریم رحل پر رکھا ہوا ہے جو وہ باقاعدہ روزانہ فارغ وقت میں تلاوت کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے بتایا کہ امریکہ جانے سے پہلے ایک دفعہ لکھنؤ کے ایک بہت بڑے عالم کے وعظ میں شریک ہوا جس میں انہوں نے حشر نشر اور یوم الحساب کے متعلق اسلامی نظریہ پیش کیا۔ اور

بیان کیا کہ ہمارے اعمالنامے کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ اور اُن کے مطابق جزا سزا دی جائے گی۔ میری طبیعت آزاد قسم کی اور نکتہ چین واقع ہوئی ہے۔ میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ ان فرشتوں کے پاس قلم دوات اور کاغذ کہاں ہیں۔ اور ان کے ہاتھ کہاں ہیں اور اعمال کا موازنہ کرنے کے لیئے ترازو کہاں سے آئیں گے۔ اس قسم کے فضول سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوئے اور مجھے اسلامی عقائد اور تعلیمات کے متعلق بدظنی پیدا ہو گئی۔

لیکن جب میں اعلیٰ تعلیم کے لیئے امریکہ گیا۔ اور ایک کالج میں داخل ہوا تو ایک دن بعض دوستوں نے کہا۔ کہ ایک نئی ایجاد ہوئی ہے جس کے عجائبات میں سے ایک یہ عجوبہ ہے کہ کوئی شخص کسی کمرہ میں جہاں وہ مشین رکھی ہوئی ہو خواہ کسی قسم کی حرکات کرے۔ یہ آلہ ان سب حرکات کو ریکارڈ کر لیتا ہے۔ اور پھر ان کو مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ ..... میں یہ نظارہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا اور مجھ پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ جب انسان اس قسم کی محیّر العقول مشین ایجاد کر سکتا ہے۔ تو انسانوں کا خالق جس نے اسے پیدا کیا اُس نے ایسی ایجاد کی توفیق بخشی ہے اس کے سامنے انسان کی کونسی حرکت پوشیدہ رہ سکتی ہے اس ایجاد سے مجھے اسلام اور قرآن کریم کی پیشکردہ تعلیم کو فرشتے انسان کے اعمال ریکارڈ کرنے کے لیئے مقرّر کیئے گئے۔ اور سب اعمال کا قیامت کے دن موازنہ ہو گا کے متعلق پورا پورا انشراح ہو گیا۔ قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات پر نئے سرے سے ایمان لایا۔ اور اب اسلامی تعلیمات کے متعلق احتیاط کا پہلو رکھتا ہوں۔ اور اسلامی احکام پر خلوص سے کاربند ہوں۔

یہ واقعہ سُنکر میں نے کہا کہ یہ زمانہ جو سیّدنا المسیح المحمدیؑ کی بعثت کا دور ہے اس میں قدرت کے بار یک اسرار ظاہر ہونے مقدّر ہیں چنانچہ قرآن کریم کی آیت

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ (طارق) اس امر کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ ایک دورِ جدید علمی حقائق اور دقائق کا ایسا بھی آنے والا ہے جس میں خواص الاشیاء اور پوشیدہ در پوشیدہ صنعتیں ظاہر ہوں گی اور دنیا میں قانون طبعی کے عجیب اسرار ظاہر ہوں گے اور ایسی ایجادات اور عجائب امور کا ظہور میں لانا انسانی طاقت اور قوت سے باہر ہے۔ اور یہ خالق الاشیاء ہی کی ہستی ہے جو ان سب باتوں پر قدرت اور طاقت رکھتی ہے اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب سے تبلیغی باتیں ہوئیں جن کا خدا تعالیٰ کے فضل سے ان پر اور دوسرے حاضرین مجلس پر اچھا اثر ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(حیات قدسی جلد پنجم صفحہ ۵۹ تا ۶۳)

ایک دفعہ ریاست پٹیالہ کے شہر سامانہ سوامی یوگندر پال مشہور آریہ مناظر سے میرا مباحثہ ہوا۔ علاوہ اور باتوں کے سوامی صاحب نے کہا۔ کہ آجکل یورپ اور امریکہ والے آسمان میں بسنے والی مخلوق سے میل ملاقات کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے مختلف تجاویز کی جارہی ہیں۔ اور جب زمین والے آسمان کی آبادیوں میں جا پہنچے تو پھر وہاں قرآن کریم کی تعلیم پر کس طرح عمل ہوگا۔

میں نے جواباً کہا۔ کہ قرآن کریم وید کی طرح ملکی اور قومی بند ھنوں میں جکڑا ہوا نہیں کہ آسمانی اور زمینی مخلوق کے ملنے پر اس کی تعلیم کے اجراء میں مشکل پیش آئے قرآن کریم تو خود اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ربّ العٰلمین کیطرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یعنی اُسکی تعلیم اس خدا کیطرف سے ہے جو زمینی مخلوق کو بھی پیدا کرنے والا اور آسمانی مخلوق کی بھی ربوبیت کرنے والا ہے اور یورپ و امریکہ والے تو آج آسمانی مخلوق سے رابطہ کیلئے کوشش کرنے لگے ہیں۔ قرآن کریم تیرہ سو سال سے بھی پہلے پیشگوئی فرما چکا ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ (الشوریٰ)

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اپنے نشانات قدرت سے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اور زمین اور آسمان کی بلندیوں یعنی نجوم اور سیاروں وغیرہ میں دابہ اور دوآب کو پھیلایا۔ بَثَّ کا لفظ کثرت سے پھیلانے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ اس آیت میں جو وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ کے الفاظ فرمائے گئے ہیں اس میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جس طرح زمین میں دابہ سے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دوآب مراد ہیں۔ اور اس میں دوسرے جانوروں کے علاوہ انسان پائے جاتے ہیں۔ اس طرح آسمان کی بلندیوں میں جو مخلوق پائی جاتی ہے اس میں علاوہ غیر ذوی العقول دوآب کے ذوالعقول بھی پائے جاتے ہیں یعنی انسان بھی موجود ہیں۔ اور وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ کے الفاظ میں یہ پیشگوئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی یہ انسان جو زمین و آسمان میں پائے جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ جمع کر دے گا۔ بیشک موجودہ حالات میں یہ تصور بوجہ فقدانِ اسباب کے عجیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ جب سائینس کی ایجادات اس حد تک ترقی کر جائے گی کہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ پس جس قرآن نے قبل از وقت یہ اطلاع دی ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ جب سکان ارض و سما آپس میں مل جائیں گے اس میں ان کے میل و ملاقات کے بعد کے حالات کو مدنظر رکھ کر مناسب اور مکمل تعلیم بھی پیش کی گئی ہے۔ ہاں ایسے حالات پیدا ہونے پر وید کی تعلیمات رائج کرنے میں ضرور دقت ہوگی۔

(حیاتِ قدسی جلد پنجم صفحہ ۹۱ تا ۹۹)

واقعات

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری

محمد ابراہیم المعروف مولوی بقاپوری بن چوہدری صدرالدین بن چوہدری بڈھا قوم جالب زمیندار۔ آپ کی پیدائش ماہ اسوج سمہ ۱۹۳۲ بکرمی مطابق اکتوبر ۱۸۷۵ء بمقام چک چھٹہ تحصیل حافظ آباد۔ ضلع گوجرانوالہ پنجاب کی ہے۔ سات سال کی عمر میں تیسری جماعت تک سرکاری مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ آٹھویں سال یعنی ۱۸۸۳ء میں وہاں سے اپنے جدی مقام بقاپور ضلع گوجرانوالہ میں آ گئے۔ یہاں حمید پور نامی گاؤں میں جو بقاپور سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک مولوی صاحب کے پاس قرآن شریف اور کچھ فارسی کتب گلستان بوستان پڑھیں۔ وہاں سے لاہور نیلہ گنبد کے مدرسہ رحیمیہ میں داخل ہوا۔ اور ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

رفع عیسٰی کا مسئلہ ان ہی دنوں کا ایک واقعہ یاد آیا۔ کہ گاؤں کے ایک مولوی صاحب بیمار ہو گئے جنکی عیادت کے لیئے دوسرے لوگ بھی گئے اور میں گیا۔ وہاں پر ایک سکھ ڈاکٹر بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے کہا کہ مولوی صاحب یہ کیا بات ہے۔ کہ لوگ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں آخر آپ اور ان میں کیا فرق ہے میں نے کہا۔ فرق کی جڑھ صرف اتنی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ سب رسولوں اور نبیوں پر لوگوں کے حملوں۔ ایذاؤں اور تکلیفوں کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اسی دنیا میں رکھ کر نجات دی اور ظالموں کو ہلاک کیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان

۶۵

آب سے - اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے - اور بحیرہ قلزم سے حضرت یونسؑ کو تین دن مچھلی کے پیٹ سے سمندر کی تہ میں زندہ باہر نکالا۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دن غار میں دشمنوں کے غار کے مُنہ پر پہنچ جانے اور کھوجی کے یہ پتہ دے دینے پر کہ اس غار میں ہیں زندہ سلامت مدینہ پہنچایا لیکن حضرت عیسیٰ السلام پر ایسی مصیبت آئی تو ان کو خلاف سنّت مستمرہ زندہ مع جسم آسمان پر اٹھالیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ نہیں - وہ بھی دوسرے انبیاء کی طرح اسی زمین پر دشمنوں سے بچائے گئے اور پھر اپنی طبعی عمر پوری کر کے اسی زمین میں دوسرے رسولوں کی طرح دفن ہوئے۔ آسمان پر نہیں گئے۔

اِس پر وہ سکھ ڈاکٹر کہنے لگا - کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں ہماری کتب میں لکھا ہے کہ آسمان پر صرف باوا نانک صاحب ہی گئے - اس پر مولوی صاحب اور سکھ میں بحث شروع ہو گئی وہ اِسے جھٹلاتا - اور یہ اُسے بے وقوف بناتا - میں نے کہا کہ میری بات بھی سُن لو - دراصل آسمان پر کوئی نہیں گیا - اگر یہاں پر کوئی یہودی آجائے - تو وہ کہے گا کہ آسمان پر صرف الیاس نبی گئے ہیں -

آسمان پر جانے سے مُراد صرف رُوحانی معراج ہے اور یہ رُوحانی معراج زندوں کو کشفی جسم کے ساتھ ہوتا ہے - اور متوفیّ ارواح جسم خاکی کو چھوڑنے کے بعد وہاں جاتی ہیں -

(حیاتِ بقاپوری - صفحہ ۱۴ - ۱۵)

(۲) اجتہادی غلطی پر مباحثہ — دوسرے دن مباحثہ شروع ہوا جس کا موضوع صداقت حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کا ثبوت تھا - مناظرہ کے دوران مخالف مولوی صاحب نے کہا مرزا صاحب نے جو یہ کہا ہے نبیوں سے بھی اجتہادی غلطی ہونے کا امکان ہے - اور

اس کے ثبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اَسْرَعُکُنَّ لُحُوْقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا
جو آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا پیش کیا ہے یعنی حضور کی بیویوں نے اس
سوال پر کہ حضور کے بعد سب سے پہلے کونسی بیوی وفات پائیگی؟ حضور کا یہ فرمانا
جو تم میں سے لمبے ہاتھوں والی ہے۔ اور حضور کی ازواج مطہرات کا آپ کے سامنے
سرکنڈا منگوا کر اپنے ہاتھ ناپنا۔ اور حضرت سودہ بنت زمعہ کے ہاتھوں کا لمبا نکلنا
اور آپ کے پہلے دوسری بیوی حضرت زینب ام المساکین کا وفات پانا اور لمبے
ہاتھوں مراد سخاوت کرنے والی بیوی مراد ہونا تھا۔

مخالف مولوی نے یہ اعتراض کیا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ بیویوں نے
آپ کے روبرو سرکنڈا منگوا کر ہاتھ ناپے۔ لیکن حضور نے منع نہیں فرمایا۔ حالانکہ
ہاتھ آپؐ کے سامنے نہیں ناپے گئے بلکہ بعد میں کسی وقت ناپے گئے۔ مرزا صاحب
نے کیسے لکھ دیا اور کس لفظ سے استدلال کیا کہ بیویوں نے آپ کے سامنے ناپے
تھے۔ حدیث میں اس کی صراحت موجود نہیں۔ اس پر حافظ غلام رسول صاحب
جو ہماری طرف سے مناظر تھے مجھے فرمانے لگے کہ اس کا کیا جواب ہے۔ تو میں نے
مخالف مولوی صاحب کو بلند آواز سے کہا۔ کہ آپ حدیث پڑھیں میرے اصرار
پر مولوی نے حدیث پڑھی۔ میں نے کہا حدیث میں جو فَجَعَلْنَ کے الفاظ ہیں ان سے
ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ ناپنے کا فعل حضورؐ کے سامنے حضورؐ کی ازواج مطہرات نے
سرانجام دیا۔ کیونکہ فَ کا عمل عربی میں تاکید اور فوری طور پر عمل کرنے کے لئے
آتا ہے۔ اگر ہاتھ حضورؐ کے سامنے نہ ناپے جاتے اور بعد میں یہ کیا ہوتا تو ثُمَّ
جَعَلْنَ کے الفاظ ہوتے۔ جب میں نے اس دلیل کو شرح و بسط سے بیان کیا
اور صرفی نحوی قواعد کے ماتحت اس کا ثبوت دیا تو مخالف مولوی میدان چھوڑ
کر بھاگ گئے اور احمدیت کی نمایاں فتح ہوئی۔ اور سب احمدی بہت خوش ہوئے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ (حیاتِ بقاپوری ص

ابن مریم اور مثیل ابن مریم کی بحث

ایک دن چوہدری صاحب موصوف (چوہدری عبداللہ خاں صاحب مرحوم بہاولپوری)
کہنے لگے کہ میں لگان ادا کرنے کے لئے پہلی تاریخ کو لائلپور گیا تو وہاں پر تحصیل میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب سے ملے جن سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا تو انہوں نے کہا کہ آپ صرف و نحو نہیں جانتے ۔ اگر کوئی ایسا احمدی جو صرف و نحو سے واقف ہو آپ ساتھ لائیں تو اس کے ساتھ احمدیت پر تبادلہ خیالات کرنا چاہتا ہوں ۔ اب میں جب لائل پور جاؤں گا تو آپ ساتھ چلیں اور اس مولوی سے تبلیغی گفتگو کریں۔
راستہ میں نے کہا کہ آپ (غیر احمدی) مولوی صاحب کے سامنے مجھے مولوی کے لفظ سے خطاب نہ کریں ۔ اور جیسا کہ میرے لباس سے ظاہر ہے مجھے زمیندار ہی رہنے دیں ۔ جب ہم تحصیل میں پہنچے تو چوہدری صاحب کہنے لگے ۔ میں اندر معاملہ جمع کرانے جاتا ہوں ۔ آپ ان غیر احمدی مولوی صاحب کے پاس بیٹھیں ۔ وہ مولوی صاحب مجھ سے کہنے لگے ۔ کیا کچھ پڑھے ہوئے بھی ہو اور کہا آپ مرزائی ہیں ۔ میں نے جواب دیا ہاں میں احمدی ہوں اور صرف میر اور نحو میر تک پڑھا ہوا ہوں تب اُس نے کہا حدیث میں ابن مریم کے نازل ہونے کے الفاظ ہیں مثیل ابن مریم کے الفاظ نہیں آئے میں نے کہا علم معانی کی رو سے جب مشابہت تام ہو تو بجائے زَیْدٌ کَالْاَسَدِ کے زَیْدٌ اَسَدٌ کہیں گے اور حرف تشبیہ کو حذف کر دیتے ہیں ۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو سفیان نے اسلام سے پہلے بجائے کَابْنِ اَبِیْ کَبْشَۃَ کے صرف ابن ابی کبشہ کہا تھا یعنی آنحضرت ابن ابی کبشہ ہیں ۔ جو آپ سے پہلے توحید کا واعظ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی چونکہ توحید کا وعظ اور تلقین کرتے اس لئے کفار مکہ نے بجائے ابن ابی کبشہ کا مثیل کہنے کے آپؐ کو ابن ابی کبشہ کا خطاب دے دیا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح محمدی کو کمال مشابہت اور مماثلت کی وجہ سے ابن مریم کا خطاب دے دیا۔ مثیل ابن مریم نہ کہا۔ اس باتکا اس پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اس کے بعد اس نے پیشگوئیوں کے متعلق چند سوالات کئے۔ اور جوابات سُننے پر کہنے لگا۔ کہ اگر مرزا صاحب آسمانوں پر بھی چڑھ جائیں تو میں نہیں مانوں گا۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب آپ نے یہ کیا کمال کیا۔ یہی کمال کفار مکہ نے تیرہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ ..... الخ کے کیا معنے ہیں اس پر بہت شرمسار ہو گیا۔ (حیاتِ بقاپوری منہ تا ۴۲)

(۴۱) پہلا واقعہ محمدی بیگم والی پیشگوئی پر بحث :۔ خلافت ثانیہ کے ابتدا میں گوکھووال ضلع لائلپور کی جماعت نے اپنے تبلیغی جلسہ پر مجھے بھی بلایا۔ مخالفین نے وہی مولوی محمد حسین لائلپور سے منگوایا۔ اس سے میری بحث کا سلسلہ چلا تو اس نے اعتراض کیا کہ محمدی بیگم والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ میں نے کہا۔ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی تمہارے سامنے پوری ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ اس نے کہا بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں۔ صرف دو پوری نہیں ہوئی (۲) اور ثناء اللہ والی محمدی بیگم کا خاوند بھی زندہ ہے اور وہ مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ ہیں میں نے کہا خوب اچھی طرح سوچ لو اگر کوئی تیسری پیشگوئی بھی ایسی ہو جو آپ کے نزدیک پوری نہ ہوئی ہو۔ تو اس کا بھی ذکر کرو تاکہ میں پیشگوئیوں کو پرکھنے کا گر مجموعی طور پر بتاؤں۔ اس نے کہا۔ نہیں مجھے صرف ان دو پیشگوئیوں پر اعتراض ہے۔ میں نے کہا اچھا۔ اب یہ میں مان لیتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی یہ دو پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ باقی سب پوری ہو گئیں ہیں۔ اور قرآن کریم میں ایک گر یُصِبْکُمْ

بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ کہ اگر بعض پیشگوئیاں پوری ہو جائیں اور بعض تمہارے معیار کے مطابق نہ اتریں تو بھی مدّعی سچا ہے۔ اب تم اعتراض کرو۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب سچے نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انہوں نے ڈبل جھوٹ بولا ہے۔ ایک نہیں دو جھوٹ ثابت ہوئے اور جھوٹا شخص نبی نہیں ہو سکتا مینے جلدی سے تفسیر محمدی جو میرے ساتھ تھی۔ وہ مقام نکال کر پیش کیا۔ جہاں پر لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے العیاذ باللہ تین جھوٹ بولے۔ حالانکہ تم باوجود اس بات کے انہیں صدّیق نبی مانتے ہو۔ جیسا کہ قران کریم میں ان کو صدیق نبی کہہ کر بیان کیا گیا۔ اور ساتھ اُن کے جھوٹ بولنے کے بھی قائل ہو۔

میرا یہ بیان کرنا تھا۔ کہ وہ غیر احمدی زمیندار جو اُس مولوی کو لائے تھے مجھ سے پوچھنے لگے کہ ہیں؟ کیا واقعی تفسیر محمدی میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے۔ مینے کہا نہ میں یہ نہیں کہتا بلکہ تمہارے مولوی کا عقیدہ ہے کیونکہ وہ اہلحدیث تھا، وہ یہی کہتا ہے اور یہ کتاب آپ لوگوں کی ہے۔

اسپر غیر احمدیوں نے اپنے مولوی سے پوچھا کہ کیوں مولوی صاحب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے تھے مولوی نے کہا۔ ہاں حدیث میں لکھا ہوا ہے۔ اسپر وہ چوہدری جو اسے لایا تھا بہت غصہ ہوا اور غصہ سے کہنے لگا۔ کہ جاؤ یہاں سے نکل جاؤ مجھ سے ان لوگوں نے کتاب لے لی۔ اور مینے اُس کو حوالہ کا نشان کر دیا اور قرآن مجید کی آیت بھی دکھا دی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صدیق نبی لکھا ہوا ہے اسپر وہ لوگ کہنے لگے۔ آپ آج رات ہماری مسجد میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق

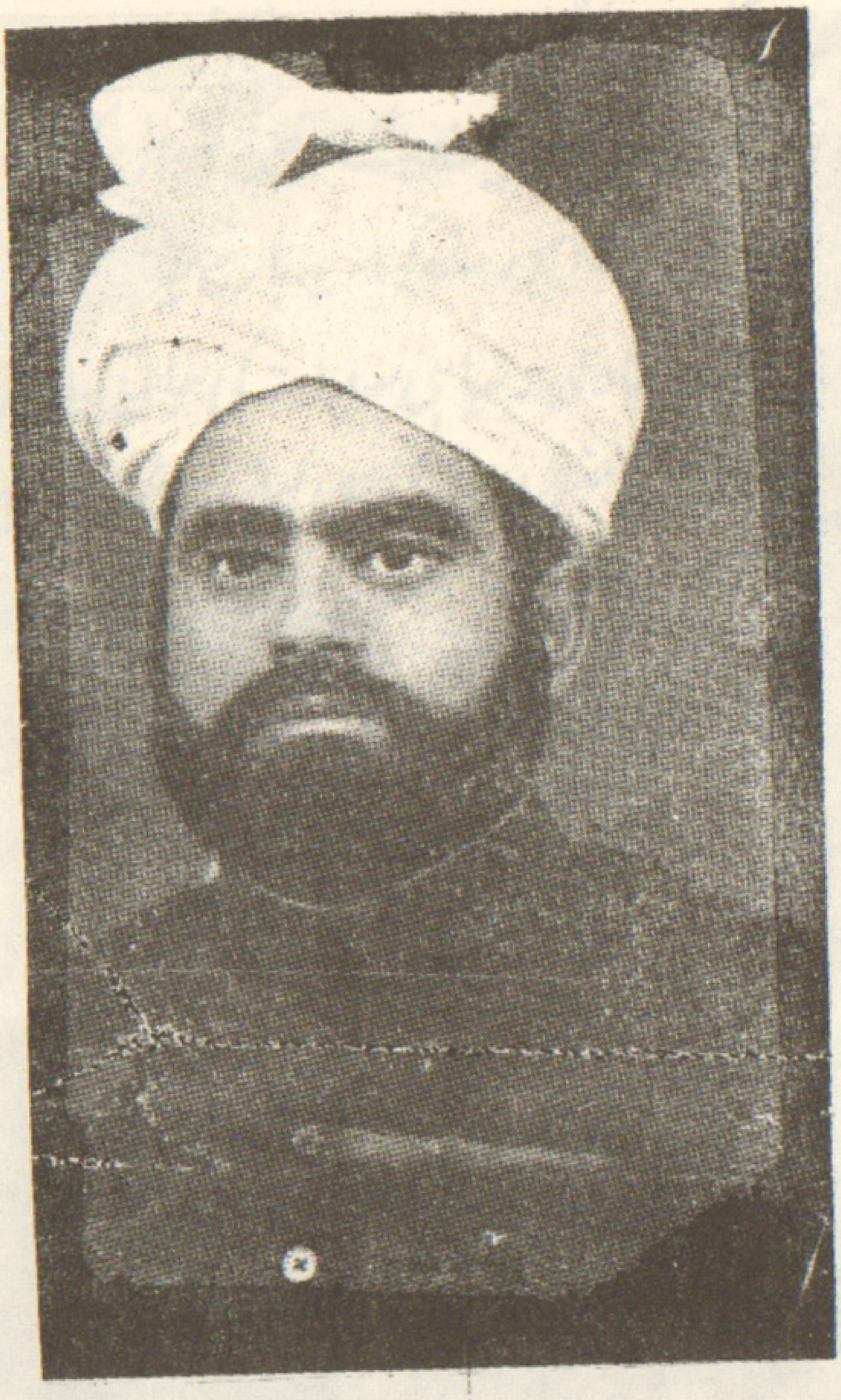
صحیح صحیح حالات بیان کریں۔ چنانچہ مینے رات کو تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سات افراد وہاں پر اُسی روز احمدیت میں داخل ہو گئے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (حیات بقاپوری ص۴۶ تا ۴۷)

واقعات

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس

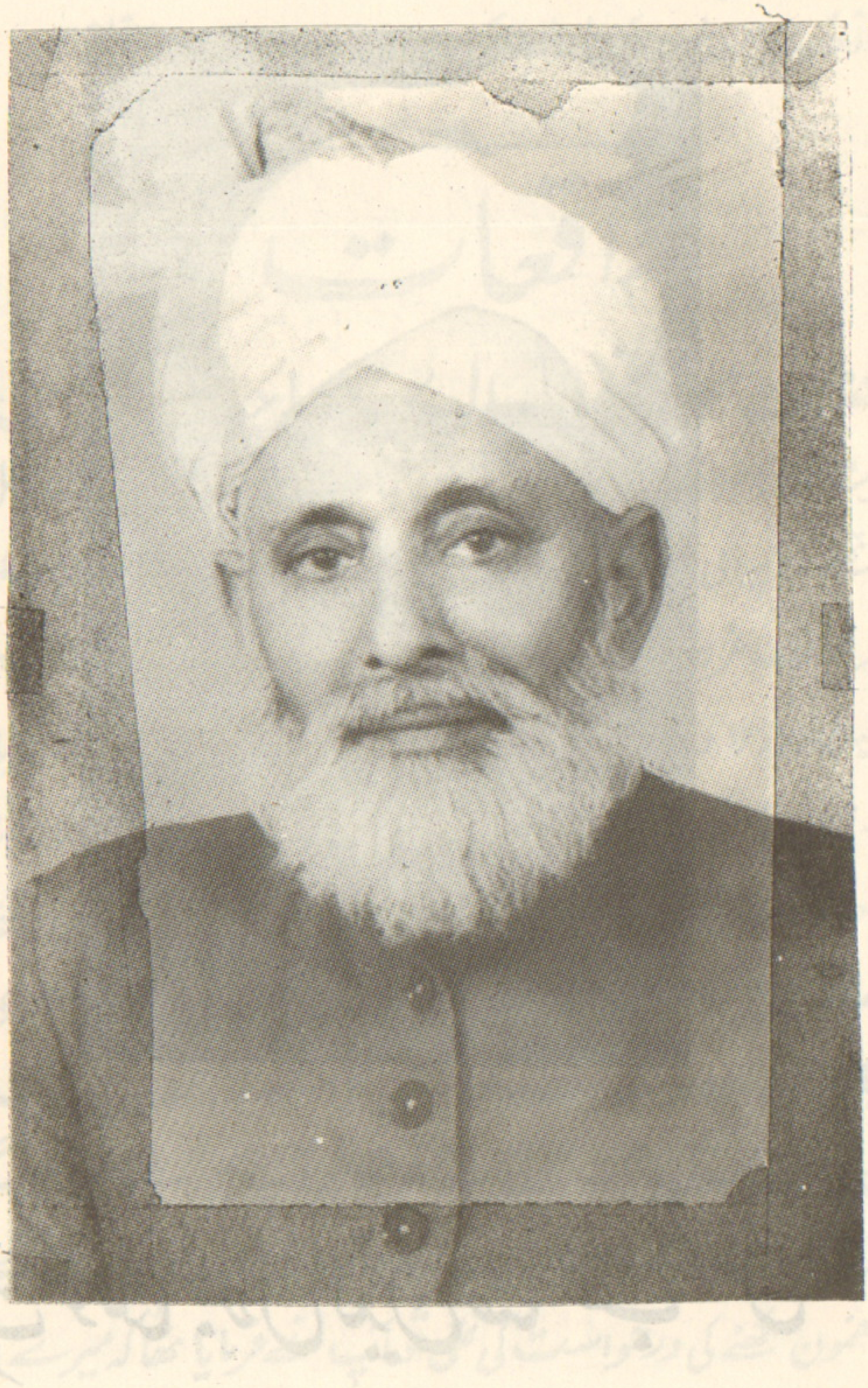
حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس جماعت احمدیہ کے نہایت جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ آپ کی اسلامی خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ ایک لمبا عرصہ بلاد عربیہ اور ممالک غربیہ میں آپ کو تبلیغ کا موقع ملا۔ اسلام کے اس بہادر سپوت نے عیسائیت اور لادینی تحریکوں کے خلاف ایک لمبا عرصہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ دورانِ تبلیغ آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ سے اپنے دین حنیف کا کام لینا تھا۔ اس لئے نابکار قاتل اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کاری زخم لگنے کے باوجود زندہ وسلامت رکھا۔ آپ کا سلسلہ احمدیہ میں بہت بلند مقام ہے۔ حال ہی میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ گو بظاہر آپ ہم سے جدا ہو گئے لیکن اپنے مجاہدانہ کارناموں کے باعث آپ زندہ جاوید ہیں۔ راقم مؤلف نے برہان ہدایت کے لئے مضمون لکھنے کی درخواست کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ میرے واقعات جو میری بعض تصانیف میں چھپے ہوئے ہیں وہاں سے لے لیں۔ مجھے اب اتنی فرصت سردست نہیں ہے کہ آپ کو کوئی مضمون جلدی لکھ کر دے سکوں۔ اس لئے ان کے بعض دلچسپ واقعات درج ذیل ہیں۔ خاکسار مؤلف



حضرت مولانا جلال الدّین صاحب شمس

سابق مبلغ بلاد عربیہ و یورپ

صد ۱۴۲ تا صد ۱۵۱



حضرت مولنا ابوالعطا صاحب جالندھری

سابق مبلغ بلاد عربیہ

۲۳۳ص تا ۲۴۱ص

(۱) ۱۹۲۸ء کا ذکر ہے۔ جبکہ میں بمقام حیفا ایک ہوٹل میں مقیم تھا۔ ایک روز جبکہ میں اس کی دوسری منزل کی بلکنی دشت نشین اپر بیٹھا ہوا تھا۔ نابلس کے دو مشہور تاجر جو اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے مجھ سے ملے۔ اور دوران گفتگو میں ان میں سے ایک نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ میں نے اس کا عام مفہوم بتایا لیکن اُنکی تسلی نہ ہوئی۔ اس نے کہا۔ یہ بات غیر معقول نظر آتی ہے۔ کہ اگر ایک شخص پیدا نہ ہوتا تو ساری دنیا ہی پیدا نہ کی جاتی۔ اس کے اعتراض سے میں نے اپنے دل میں ایک اضطراب کی سی کیفیت محسوس کی۔ اور یہ خواہش زور سے پیدا ہوئی۔ کہ کوئی ایسا حل معلوم ہو جائے جس سے انکی تسلی ہو جائے الحمد للہ! کہ میرے دل میں دفعتہً ایک مضمون ڈالا گیا جو میں نے تفصیل سے ان کے سامنے بیان کیا۔ میں نے کہا۔ جب انسان کسی چیز کی ساخت شروع کرتا ہے تو اسکی خواہش یہی ہوتی ہے۔ کہ اس کو ایسا مکمل بنائے کہ اس میں کوئی نقص باقی نہ رہے اور اپنی طرف سے اس میں کوشش کا کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھتا۔ لیکن انسانی کاموں میں نقص رہ جانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نہ تو انسان کا علم کامل ہوتا ہے اور نہ اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ایک گھڑی ساز جو اپنے فن میں کیسا ہی ماہر کیوں نہ ہو ایسی گھڑی ہرگز نہیں بنا سکتا جو ہر وقت چلتی رہے اور اس میں نقص کبھی پیدا نہ ہو ایسی گھڑی کیوں نہیں بنا سکتا؟ اس لئے کہ اس کو علم تام نہیں اور ایسا میٹریل پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جو ہمیشہ ہمیش کام دے اور کوئی خرابی اور نقص کبھی اس میں دخل نہ پا سکے۔ پس انسانی کاموں کا نقص عدم علم کامل اور عدم قدرت کاملہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور قدیر بھی۔ اس کا علم بھی کامل ہے اور اس کی قدرت بھی کامل۔ پس جب وہ کسی چیز کے بنانے کا ارادہ کرے تو وہ ناقص کس طرح رہ سکتی ہے۔

اس حدیث قدسی کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب میں نے مخلوقات کا سلسلہ شروع کیا اور تمام مخلوقات میں سے انسان کو اشرف ٹھہرایا تو ضروری تھا کہ میں اس اعلیٰ اور کامل انسان کو بھی پیدا کرتا جس پر دائرہ کمالات انسانی ختم ہو جاتا اور اس سے بڑھ کر کسی انسان میں کمالات انسانی کا پایا جانا متصور نہ ہو سکتا۔ اور وہ کامل انسان تو ہے جو "ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال" کا مصداق اور دائرہ انسانیت کا نقطۂ مرکزیہ ہے۔ اس لئے اگر تیرا پیدا کرنا مدّ نظر نہ ہوتا تو میں سلسلۂ مخلوقات کو شروع ہی نہ کرتا۔ جب شروع کیا تو تیرا جو کامل انسان ہے، پیدا کرنا بھی ضروری تھا یہ سُنکر وہ تاجر خوش ہوئے اور کہا کہ آج اس حدیث کا صحیح مفہوم معلوم ہوا ہے۔

(شرح القصیدہ صہ ۱۲۰ تا صہ ۱۲۱)

(۲) لنڈن میں ۱۹۴۵ء سے اوائل ۱۹۴۶ء تک تقریباً ایک سال سے زائد مدت تک مسٹر گرین اور میرے درمیان ہائیڈ پارک میں ہر جمعہ کو مباحثہ ہوا کرتا تھا مسٹر گرین کا بائبل کے حسابات کی رُو سے یہ عقیدہ تھا کہ یسوع مسیح ۱۹۵۴ء میں آسمان سے اتریں گے وہ اس کے متعلق بہت سے اشتہارات بھی شائع کر چکے تھے شرائط مباحثہ مختصراً یہ طے پائی تھیں۔ کہ ایک جمعہ کو وہ قرآن مجید۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر جو اعتراضات کرنا چاہیں کریں۔ میں ان کا جواب دونگا۔ اور ایک جمعہ کو میں عیسائیت پر اعتراضات کرونگا اور وہ جواب دیں گے۔ یہ مباحثہ ہر دفعہ تین گھنٹہ ہوا کرتا تھا تقریریں دس دس منٹ کی ہوتی تھیں۔ حاضرین کو بھی سوال کرنے کا حق ہوتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ مباحثات نہایت کامیاب رہے۔ اور آخر کار مسٹر گرین نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور مباحثہ کرنا چھوڑ دیا۔ ایک دن انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یسوع مسیح کی فضیلت کا ذکر کرتے

ہوئے کہا۔ کہ یسوع مسیح نہایت بلند پایہ اخلاق رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جبکہ وہ صلیب پر لٹکائے جا چکے تھے۔ یہود کے لئے جو آپ کے جانی دشمن تھے ان الفاظ میں دعا کی۔" اے میرے باپ تو انہیں بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے،، یعنی عدم علم کی وجہ سے وہ مجھ سے ایسا سلوک کر رہے ہیں۔ اس قسم کے اخلاق کا نمونہ کسی نبی نے نہیں دکھایا۔ اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے، یکلنے جواب دیتے ہوئے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنھیں ہم اللہ تعالےٰ کا رسول اور نبی مانتے ہیں۔ اخلاق فاضلہ رکھتے تھے۔ لیکن یہ کہنا کہ دوسرے انبیاء اخلاق فاضلہ میں ان کے ہم پلہ نہ تھے درست نہیں مسٹر گرین کا یہ کہنا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسی کوئی مثال قائم نہیں کی تاریخ اسلامی سے ناواقفیت کے سبب سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غزوۂ احد میں پتھروں سے زخم آئے۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کفار نے مشہور کر دیا۔ "قُتِلَ مُحَمَّدٌ" کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں۔ ہوش میں آنے پر آپ اپنے زخموں سے خون پونچھتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے میرے اللہ! تو میری قوم کو ہدایت دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ یعنی عدم علم کی وجہ سے مجھ سے ایسا سلوک کر رہے ہیں۔

دونوں مقدس نبیوں کی دعائیں اس لحاظ سے تو یکساں معلوم ہوتی ہیں کہ ان میں اپنے دشمنوں کی بھلائی چاہی گئی ہے۔ لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضرت مسیحؑ کی دعا تو ان یہود کا قصور بخش دیئے جانے کے متعلق ہے جو ان کے صلیب پر لٹکائے جانے کا موجب تھے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا صرف یہی نہیں تھی۔ کہ اے میرے رب تو انکو ہدایت عطاء فرما۔ یعنی جو نعمت مجھے بخشی ہے وہی انہیں بھی بخش۔

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا پر جتنی عظیم الشان فوقیت رکھتی ہے "دعیاں راچہ بیاں" کی مصداق ہے اور جب ہم دونوں دعاؤں کے نتائج کو دیکھتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی اور زیادہ شان بڑھ جاتی ہے۔ انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح سے یہود نے جو سلوک کیا تھا۔ اسکی سزا آنجناب نے یہ بتائی۔ کہ ان سے آسمانی بادشاہت چھین لی گئی۔ تو اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت مسیحؑ کی دُعا قبول ہو کر یہود کا گناہ بخش دیا گیا تھا۔ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیحؑ کے آڑے وقت کی دُعا بھی قطعاً قبول نہیں ہوئی۔ اور یہود کا گناہ ہرگز نہیں بخشا گیا۔ اگر بخش دیا گیا ہوتا۔ تو آسمانی بادشاہت ان سے کیوں چھینی جاتی۔ اور چونکہ آسمانی بادشاہت یقیناً ان سے چھینی جا چکی ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی دعا جو آپ نے اُن کے گناہ بخشے جانے کے لئے کی تھی قبول نہیں ہوئی۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا کہ اے میرے رب! میری قوم کو ہدایت دے قبول ہو گئی اور اس کی مقبولیت فتح مکہ کے روز بڑی شان و شوکت اور ایسی صفائی سے ظاہر ہو گئی۔ کہ سارے عالم میں کسی دشمن کے لئے بھی گنجائش انکار باقی نہ رہی۔ یعنی جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنے دشمنوں کو معاف فرما دیا تو وہ سب کے سب ایمان لے آئے اور ہدایت یاب ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کی مقبولیت کا عظیم الشان نشان بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عفو و درگزر اور حُسن سلوک ہی میں بے نظیر تھے بلکہ انسانی کمالات میں شمار کی جانے والی تمام صفات مثلاً جرأت و شجاعت۔ غیرت۔ وحمیت۔ رأفت و رحمت۔ جود و سخا۔ صدق و صفا۔ لطف و عطا

ایثار ووفا - استقلال - استقامت - صبر وقناعت - توکل علی اللہ - شفقت علی خلق اللہ وغیرہ میں انتہائی نقطۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے -

(شرح القصیدہ صفحہ ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷)

اس جگہ ایک مکالمہ کا ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں - جو مجھ سے اور علاقہ شام کے انچارج مشنری الفریڈ نیلسون ڈائمر کی کے وکیل جو شامی تھا - ۱۹۲۶ء کے اوائل میں دمشق کے مقام پر ہوا تھا - وہ مجھ سے ملنے کے لئے میرے مکان پر آیا اور مذہبی گفتگو کرنی چاہی میرے دریافت کرنے پر کہ آپ کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں اُس نے کہا - کیا خداوند یسوع مسیح افضل تھے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم - میں نے پوچھا - آیا قرآن مجید کی رُو سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں یا انجیل کی رُو سے - اس نے جواب دیا قرآن مجید کی رُو سے میں نے کہا - قرآن مجید کی رُو سے تو حضرت مسیحؑ کا درجہ ایسا ہی ہے جیسے استاد کے مقابل میں شاگرد کا - اس نے حیرانی کا اظہار کیا - میں نے کہا آپ وہ آیت پیش کریں - جس سے آپ مسیحؑ کا افضل ہونا سمجھتے ہیں اس نے کہا - قرآن میں ہے کہ فرشتہ نے حضرت مریمؑ کو بشارت دی کہ - لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا تجھے پاک لڑکا دیا جائیگا قرآن مجید میں کسی اور نبی کے حق میں ایسا نہیں کہا گیا - کہ وہ گناہوں سے پاک اور بے عیب ہوگا زکیّ کے لفظ کا کسی اور نبی کے حق میں استعمال نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مسیحؑ ہی بے عیب اور معصوم تھے اور کوئی نبی اس صفت میں ان کا شریک نہ تھا میں نے جواب دیا - اگر قرآن مجید میں یہی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی استعمال ہوا ہوتا تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیحؑ درجہ میں مساوی ہیں - مگر میں نے یہ کہا ہے آنحضرت صلعم استاد کی طرح ہیں اور مسیح شاگرد کی طرح چنانچہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی مادہ سے جو لفظ استعمال

ہوا ہے وہ میرے دعوی کی تائید کرتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ ۔ (سورہ جمعہ)
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں خدا تعالیٰ نے اُمیوں کیطرف انہی میں سے رسول کر کے مبعوث کیا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سُناتا اور انہیں پاک کرتا ہے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزکّی ہونا ظاہر کیا گیا ہے یعنی دوسروں کو مسیح جیسا پاک بنا دینے والا۔ آپکا خیال تھا کہ قرآن مجید سے حضرت مسیح علیہ السلام کا تمام انبیاء حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہونا ثابت ہوتا ہے قرآن مجید کی اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُستاد کا مرتبہ رکھتے ہیں اور حضرت مسیح شاگرد کا۔

حضرت مسیح علیہ السلام زکی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزکّی یعنی زکی بنانیوالا۔ دوسری آیت۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے دوسری بات یہ پیش کی۔ کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کے حسب نسب کے بے عیب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حسب و نسب کا مطلقاً ذکر نہیں کیا گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ آپ قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا۔ اس نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ میں نے کہا۔ کس نے مسیح کے نسب کو بے عیب ثابت کیا۔ اس طرح بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ مزکّی کا ہوا جو اُستاد کا مرتبہ ہے۔ میں نے کہا آپ کا استدلال درست نہیں۔ قرآن مجید انساب کی کتاب تو ہے نہیں کہ سب انبیاء کے حسب و نسب کا ذکر کیا جاتا حضرت مسیح کے ماں باپ اور انکے سلسلۂ نسب کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ انکے نسب پر طعن کی گئی تھی۔ خود آپ کی مقدّس کتاب انجیل متی کے باب اوّل میں مسیحؑ کا جو نسب نامہ لکھا گیا ہے اُس میں اُن کی دُو دادیاں زنا کار بتائی گئی ہیں

جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُن کے نبی ہونے کا ذکر کیا ۔ تو ساتھ ہی یہ بھی ذکر کر دیا کہ اُن کا سلسلہ نسب بھی پاک اور بے عیب تھا ۔ ظاہر ہے کہ سفید بے داغ کپڑے کو دھونے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ ہاں اگر میلا ہو یا اس میں کوئی دھبہ لگا ہو تو وہ دھویا اور صاف کیا جاتا ہے ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب و نسب تمام لوگوں کے نزدیک بے داغ اور پاک و صاف تھا ۔ اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت نہ تھی ۔ اگر آپ کے طرزِ استدلال کو اختیار کیا جائے تو آیت "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ" سے بآسانی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیحؑ کافر تھے ۔ کیونکہ اُن سے کفر کی نفی ایسے رنگ میں نہیں کی گئی جس رنگ میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے کی گئی ہے ۔ اور حقیقت یہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام سے نفی کفر کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان پر کفر و شرک کا الزام لگایا گیا تھا ۔ دیکھو ۱ رسلاطین باب ۱۱

تیسری آیت ۔ اس نے یہ پیش کی ۔ کہ قرآن مجید میں حضرت مسیحؑ کے متعلق اَیَّدَهٗ بِرُوْحٍ مِّنْهُ آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اُنکی روح القدس سے تائید کی تھی لیکن کہا حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ" کہ میں نے اُس میں اپنی رُوح پھونکی اور سب فرشتے اس کے لئے سجدہ میں گر پڑے ۔ حالانکہ مسیح کے لئے کبھی فرشتوں نے سجدہ نہیں کیا ۔ البتہ انجیل متی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شیطان نے مسیح سے کہا تھا کہ تم مجھے سجدہ کرو ۔ اور رُوح سے مراد حضرت جبرائیل ہیں ۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا اَنْشِدْ رُوْحُ الْقُدُسِ مَعَكَ کہ تم شعر پڑھو اور رُوح القدس تمہارے ساتھ ہے ۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ صحابہؓ کے حق میں فرماتا ہے وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (مجادلہ) کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح القدس سے ان کی تائید کی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے اس لئے مسیح علیہ

السلام بھی جن کی رُوح القدس سے تائید ہوئی تھی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بمنزلہ شاگرد ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى کہ انہیں شدید القویٰ نے سکھایا - شدید القویٰ جبرائیل کی ایک تجلّی کا نام ہے جیسے رُوح القدس انجیل میں آتا ہے کہ مسیح پر روح القدس کبوتری کی شکل میں نازل ہوئی - لیکن حدیث میں آتا ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرائیل کے ظاہر ہونیکے وقت سارا افق ان کی تجلّی سے معمور تھا - کہاں عظیم الشان تجلّی اور کہاں کبوتری!

پھر اُس نے کہا - آپ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کے مطابق آسمان پر اٹھائے گئے - اور اب تک زندہ ہیں - اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونگے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح وفات پا گئے - میں نے کہا آپ کو میرے عقیدے کا علم نہیں - میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وفات پا گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا یہ کیسے ؟ میں نے کہا - ظاہر لحاظ سے تو سب نبی وفات پا گئے اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں رفع سے مراد بلندی درجات اور تقرب الی اللہ ہے - یہود نے کہا کہ انہوں نے مسیحؑ کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا - جس سے اُن کا لعنتی ہونا ثابت ہوگیا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ یہود نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا - نہ کسی اور طریق سے قتل کیا - اس لئے وہ لعنتی نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقرب تھا - اور رفع کا فاعل جب اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول کوئی ذی رُوح انسان ہو تو زبانِ عرب میں اس کے معنی سوائے تقرب الی اللہ اور رفع درجات کے اور کچھ نہیں ہوتے - آسمان پر اُٹھانے کے تو کیا - کسی پہاڑی یا ٹیلے پر بھی اٹھانے کے نہیں - چنانچہ قرآن مجید میں بلعم باعور کے متعلق آتا ہے - وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (اعراف) یعنی ہم چاہتے

تو ان آیات کے ساتھ اُس کا رفع کرتے۔ لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اس آیت میں تو رفع کے مقابلے میں (ارض) زمین، کالفظ بھی موجود ہے، پھر بھی کوئی مفسر اس آیت میں رفع کے معنی آسمان پر لے جانے کے نہیں لیتا۔ اور حدیث میں آتا ہے۔ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال) کہ جب کوئی بندہ خاکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان تک رفع کرتا ہے۔ اس حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے کوئی شخص یہ معنی نہیں لیتا۔ کہ خاکساری کرنے والا فی الحقیقت آسمان پر اُٹھا لیتا ہے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ عربی زبان میں رفع الی اللہ کے معنی تقرب الٰہی اور رفع درجات کے ہیں۔ مع جسم آسمان پر اُٹھانے کے نہیں۔

پس رفع کے لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ پھر میں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظاہری لحاظ سے وفات پا چکے ہیں۔ لیکن رُوحانی افاضہ اور اثر و تاثیر کے لحاظ سے آپ زندہ ہیں۔ مسیحؑ مردہ۔ کیونکہ انکی پیروی سے اب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے نہ ان کا دین زندہ ہے نہ ان کی شریعت زندہ ہے اور نہ اب ان کی روحانی تاثیر باقی ہے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضہ روحانی اور تاثیر قدسی جاری ہے۔ اور بندگان الٰہی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ کا دین زندہ۔ آپ کی کتاب زندہ۔ آپ کی شریعت زندہ۔ آپ کا افاضۂ روحانی و تاثیر روحانی زندہ۔ اس لئے آپ اور صرف آپ ہی زندہ نبی ہیں۔

اسنے یہ سُن کر کہا کہ یہ تو نئی بات ہے اور کچھ دیر گفتگو کر کے چلا گیا۔

شرح القصیدہ صـ ۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴۔۱۴۵۔۱۴۶۔۱۴۷

واقعات و مشاہدات

از

مکرم و محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ناظر تالیف و تصنیف ربوہ

میں قاضی محمد نذیر ولد قاضی محمد حسین صاحب حکیم موضع کورووال ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ ہمارے خاندان میں احمدیت میرے دادا صاحب مولوی نجم الدین مرحوم و مغفور کے ذریعہ آئی ہے آپ عربی اور فارسی کے عالم تھے اور شہر سیالکوٹ میں کتابت کرتے تھے۔ اور حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کے سیالکوٹ رہنے کے زمانہ میں آپ کے ملنے والوں میں سے تھے۔ حضور کے دعویٰ پر سلسلہ میں بلا تامل داخل ہو گئے۔ آپ نے ۱۹۰۱ء میں وفات پائی جبکہ میں ابھی چھوٹا بچہ ہی تھا۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم پرائمری تک موضع روڑس متصل کورووال میں حاصل کی اور بعد میں فارسی کی تعلیم گھر پر اپنے والد قاضی محمد حسین صاحب حکیم مرحوم مغفور سے حاصل کی۔ پھر میں لاہور چلا گیا اور انجمن حمایت اسلام کے مدرسہ حمیدیہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد مدرسہ رحیمیہ مسجد نیلا گنبد میں۔ ان دونوں مدرسوں میں عربی علوم کی ابتدائی تعلیم حاصل کر کے اورینٹل کالج لاہور میں مولوی عالم کلاس میں داخل ہو گیا۔ شروع میں میں اپنے چچا قاضی عطاء اللہ صاحب کے پاس رہتا تھا اور اینٹل کالج میں داخلہ کے بعد کالج کے ہوسٹل میں داخل ہو گیا جو شاہی مسجد لاہور کے متصل تھا۔ مولوی عالم پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں منشی فاضل اور ۱۹۱۸ء میں مولوی فاضل پاس کیا۔ کچھ عرصہ میں نے اسلامیہ ہائی سکول سیالکوٹ اور کچھ عرصہ چک ۳۳۳ اسلامیہ ہائی سکول میں بطور معلّم عربی کام کیا پھر کچھ عرصہ سردار حاکم سنگھ ہائی سکول ڈنگا میں بطور معلّم فارسی کام کیا۔ اس کے بعد میں جموں چلا گیا۔ چونکہ میں نے علم طب میں نامی گرامی حکیم محمد سعید صاحب

روڑس سے تعلیم حاصل کی ہوئی تھی اس لئے وہاں مطب جاری کیا۔ ساتھ ہی اکبر اسلامیہ ہائی سکول میں بطورِ معلمِ عربی بھی کام کرتا رہا۔ جموں سے پھر میں راولپنڈی ڈینئز ہائی سکول چلا گیا اور وہاں سے ۱۹۲۲ء میں لائل پور مسلم ہائی سکول میں بطور معلمؔ عربی مقرر ہو گیا۔ لائل پور اس سکول میں ۱۹۳۵ء تک ملازمت کی۔ اس لئے احباب نے میرے نام کے ساتھ لائلپوری لکھنا شروع کر دیا۔ ورنہ اصل میں تو میں سیالکوٹی ہوں۔ ۱۹۳۵ء میں چونکہ احرار کی تحریک جماعت احمدیہ کے خلاف زور پر تھی۔ لائلپور انجمن اسلامیہ میں اس وقت احراریوں کا زور تھا۔ اس لئے میرا وجود بوجہ احمدیت مسلم ہائی سکول میں احرار کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ مگر اُن کے لئے مجھے نکالنا آسان نہ تھا۔ کیونکہ میرا کام ہمیشہ تسلّی بخش رہا تھا۔ اس لئے پہلے یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ کوئی احمدی اس انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے بعد میری علیحدگی کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ ۱۹۳۶ء میں مجھے ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے بطور مبلغ لے لیا۔ لیکن اگلے ہی سال میں تخفیف میں آگیا۔ تو مجھے حضرت میاں بشیر احمد صاحب (راضی ہوان پر خدا) نے جو اُن دنوں ناظر تعلیم و تربیت تھے تعلیم الاسلام ھائی سکول میں معلمؔ فارسی و دینیات مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ احمدیہ میں لیکچرار کی ضرورت تھی۔ اُن دنوں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (مظہرِ قدرتِ ثالثہ ایدہ اللہ) جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے مجھے جامعہ احمدیہ میں تبدیل کر لیا گیا۔ اس کے بعد مولوی ابو العطاء صاحب فلسطین سے واپس قادیان تشریف لائے تو دو سال کے لئے میرا تبادلہ نظارت دعوۃ و تبلیغ میں ہو گیا۔ اور مولوی ابو العطاء صاحب جامعہ احمدیہ میں میری جگہ دو سال کے لئے لیکچرار مقرر ہو گئے۔ جب دو سال ختم ہونے کو آئے تو حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اس پر مدرسہ احمدیہ میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ

ہیڈ ماسٹر ہو گئے اور مجھے سیکنڈ ماسٹر مقرر کیا گیا میں نے ابھی مدرسہ احمدیہ میں غالباً ایک ماہ ہی کام کیا تھا کہ قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کا اجراء ہو گیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اس کے پرنسپل مقرر ہوئے اور مجھے تبدیل کر کے تعلیم الاسلام کالج میں بطور لیکچرار فارسی بھیجدیا گیا۔ مولوی ابوالعطاء صاحب جامعہ احمدیہ کے پرنسپل مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ میں نے تعلیم الاسلام کالج میں کام کیا۔ تو مولوی ابوالعطاء صاحب کی تحریک پر مجھے پھر جامعہ احمدیہ میں منتقل کر دیا گیا تقسیم ملک کے بعد جامعہ احمدیہ احمد نگر نزد ربوہ جاری ہوا۔ اس زمانہ میں حضرت (مظہر قدرت ثانیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) نے جامعۃ المبشرین کا اجراء فرمایا اور مولوی ابوالعطاء صاحب کو جامعۃ المبشرین کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ اور حضرت ا
کے حکم سے مجھے جامعہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۰ء تک میں جامعہ احمدیہ کا پرنسپل رہا۔ اس زمانہ میں جامعہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین کو ملا دیا گیا۔ اور اس کا انتظام تحریک جدید کے سپرد ہوا۔ اور میں چونکہ ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ چکا تھا اس لئے میں ریٹائر کر دیا گیا۔ اس وقت سے خدا تعالیٰ نے مجھے نظارت اصلاح و ارشاد میں بطور مصنف کام کرنے کا موقعہ دیا۔ اور مجھے مخالفین احمدیت کے جوابات میں کئی کتابیں اور مضامین لکھنے کا موقع ملا۔ فالحمد للہ علی ذالک

اس وقت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد کے وفات پا جانے پر میں حضرت (مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت قائم مقام ناظر اصلاح و ارشاد مقرر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اپنے فضل سے سلسلہ کی مفوضہ خدمت کے لئے رہنمائی فرمائے۔ اور میرا انجام بخیر ہو اور خدا مجھ سے راضی ہو۔ اللھم آمین (نوٹ: آپ آجکل ناظر تالیف و تصنیف ہیں)

مبشر عفی عنہ

مخالفین احمدیت کے بعض اعتراضات اور شکوک وشبہات کا ازالہ

احمدیت کی مخالفت میں غیر احمدی علماء کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جنہیں خدا تعالےٰ نے خاتم النبیین قرار دیا ہے کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا کفر ہے۔ اور احادیث نبویہ میں بھی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں جن سے یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت منقطع ہو چکی ہے۔

الجواب:- اس کے جواب میں مَیں اپنے تجربہ کی بات بتاتا ہوں۔ ہمارے دوستوں کو اس اعتراض کا اصولی جواب یہ دینا چاہیئے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان ختم نبوت کے مسئلہ میں کوئی اصولی اختلاف موجود نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل یا تشریعی نبی کا آنا ہم بھی منقطع جانتے ہیں اور غیر احمدی علماء بھی۔ ہمارے نزدیک اور ان کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم متفق علیہ طور پر آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایک نبی کا آنا وہ بھی مانتے ہیں اور ایک نبی کا آنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ آنے والا موعود نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی ہو گا۔ اور ہم بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ موعود نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی ہے۔ وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ موعود نبی مسیح موعود ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ موعود نبی مسیح موعود ہے۔ پس ایک نبی کا آنا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا اُمتی بھی ہے اور مسیح موعود بھی فریقین کو مسلّم ہے پس اصولی طور پر دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ امتیّ نبی کا آنا نہ آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے اور نہ منقطع قرار دینے والی حدیثوں کے خلاف ہے۔

ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان جو اختلاف ہے تو وہ صرف مسیح موعود امتی نبی کی شخصیت کی تعیین میں ہے ورنہ ایک امتی نبی کے آنے میں ہم دونوں فریق کے درمیان کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ شخصیت کی تعیین میں جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ غیر احمدی علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو ایک مستقل نبی تھے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور انہیں کا دوبارہ آنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بننا قرار دیتے ہیں۔ اور ہم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ نبویہ کے مطابق وفات یافتہ تسلیم کرتے ہیں اور مسیح موعود کے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بعد آپ کے افاضۂ روحانیہ سے مقام نبوت پر فائز ہوا ہے اور ایک پہلو سے نبی ہے اور ایک پہلو سے اُمتی ہے پس ہم دونوں فریق میں اگر کوئی امر متنازعہ فیہ ہے تو وہ حیات و وفات مسیح کا مسئلہ ہے ختم نبوت کا مسئلہ اصولی طور پر متفق علیہ ہونے کی وجہ سے متنازعہ فیہ نہیں۔ اس بحث کو غیر احمدی علماء خواہ مخواہ چھیڑتے ہیں تاکہ اپنے ساتھیوں کی توجہ اس اصل مسئلہ سے ہٹا کر یہ اشتعال پیدا کریں کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوّت کے منکر ہیں اس لئے ختم نبوّت کا تحفظ ضروری ہے۔ حالانکہ اصل بحث ہمارے اور اُن کے درمیان صرف وفات اور حیات کے مسئلہ پر ہی ہو سکتی ہے نہ کہ ختم نبوت کے موضوع پر جو اصل متنازع فیہ نہیں بلکہ اُسے کھینچ تان کر متنازعہ فیہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ثابت ہو جائے (جو کبھی نہیں ہو سکتی) تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ خود بخود غلط قرار پا جاتا ہے اور احمدیت کی مخالفت میں غیر احمدی علماء کو کسی اور مسئلہ پر بحث کی ضرورت ہیں رہتی۔

مخالف علماء دوسری بحثوں میں اس لئے الجھتے ہیں کہ وہ گزشتہ زمانہ کی بحث و تمحیص سے جو احمدی علماء کے ساتھ ہوتی رہی ہے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ وہ حیاتِ مسیح کے متعلق کوئی مؤثر دلائل نہیں رکھتے آجکل جہاں بھی وہ بحث کی طرح ڈالتے ہیں وفات وحیات مسیح کے مسئلہ پر بحث کرنے سے کنی کتراتے ہیں۔ یہ امر ان کی شکست خوردہ ذہنیت کا آئینہ دار ہے۔

ختمِ نبوت پر گفتگو میں یہ امر ہمیں واضح کر دینا چاہیئے کہ جن احادیثِ نبویہ میں انقطاعِ نبوت کا ذکر ہے وہ ہمیں مسلّم ہیں مگر ان میں صرف "نبی" آنے کی نفی ہے اور "امتی نبی" آنے کی نفی کسی حدیث نبوی میں موجود نہیں۔ اور غیر احمدی علماء ایک بھی ایسی حدیث نبوی پیش نہیں کر سکتے جس میں "امتی نبی" کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کی نفی مذکور ہو۔ بلکہ اس کے برعکس ایسی احادیث نبویہ موجود ہیں جن سے "امتی نبی" کے آنے کا امکان ثابت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَبُوْ بَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ ۔[1]

ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے بڑھ کر ہیں بجز اس کے کہ کوئی "نبی" پیدا ہو (یعنی امت میں)

ضلع سرگودہا کے ایک چک میں مولوی لال حسین صاحب سے میرا ایک مناظرہ ہوا جس میں مولوی صاحب کے سامنے میں نے یہ حدیث رکھی۔ بحث کی کئی باریوں میں مولوی لال حسین صاحب اس کے جواب کی طرف متوجہ نہ ہوئے حالانکہ میں بار بار انہیں توجہ دلاتا رہا۔ بالآخر میں نے ان کو یوں جھنجھوڑا کہ اگر آپ اسی حدیث کا جواب دیں تو اس پر بحث ختم کر دوں گا۔ ایک اور مولوی صاحب جو مولوی لال حسین کے قریب بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس حدیث میں نَبِیٌّ کا لفظ آیا ہے

[1] ۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص ۲

یا نَبِیًّا کا۔ مَیں نے جواب میں کہا کہ اس حدیث میں نَبِیٌّ کا لفظ آیا ہے اور یہاں کَانَ تامہ ہے نہ کہ ناقصہ۔ اسپر مولوی صاحب موصوف نے مولوی لال حسین صاحب کو ہاتھ سے چھو کر کہا۔ پھر تو اُس کا جواب دینا ضروری ہے۔ اب مولوی لال حسین صاحب ہم دونوں کی گرفت میں تھے۔ مجبور ہوکر انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس حدیث میں اِلّا کا استثناء عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ اس پر میں نے کہا الحمدللہ کہ ہماری بحث ختم نبوت کے متعلق آخری نتیجہ پر پہنچ گئی۔ آنے والے عیسیٰ کو مولوی صاحب نے اُمتی نبی تسلیم کر لیا ہے۔ اور مَیں بھی اسوقت تک ایک ہی امتی نبی کا آنا مانتا ہوں جو میرے نزدیک عیسیٰ مسیح موعود ہی ہے۔ پس اصولی طور پر ہم دونوں فریق مسیح موعود کے اُمتی ہونے پر متفق ہو گئے ہیں۔ اگر مولوی لال حسین صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث کی رُو سے زندہ ثابت کر دیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی ہی مسیح موعود ہونگے۔ اگر ان کی وفات ثابت ہو تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ امتِ محمدیہ کا ایک فرد ہے نہ کہ اسرائیلی مسیح۔ پھر مَیں نے کہا مولوی صاحب خود یہی حدیث اِس بات پر روشن دلیل ہے کہ مسیح اسرائیلی اس حدیث میں مراد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس حدیث میں یَکُوْنُ کا لفظ وارد ہے جو مضارع کا صیغہ ہے اور اس کا مادہ کَوْنٌ ہے جس کے معنی ہیں نیست شے کا ہست ہونا۔ یعنی پیدا ہونا۔ پس اس میں ایک آئندہ پیدا ہونے والے نبی کا استثناء کیا گیا ہے نہ کہ پیدا شدہ اسرائیلی مسیح کا۔ آیت قرآنیہ۔ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ اس بات پر نصِ صریح ہے کہ یَکُوْنُ کے معنے نیست شے کا ہست ہونا ہیں یعنی پیدا ہونا۔ خدا تعالیٰ کے کُنْ کہنے پر آئندہ اُس شے کا پیدا ہونا مراد ہے جس کے پیدا کرنے کا وہ ارادہ کرے۔ مولوی لال حسین صاحب بالکل ساکت

اور لاجواب ہو گئے اور بحث ختم ہو گئی ۔

مباحثہ میانوالی میں بھی میں نے مولوی لال حسین صاحب سے اسی رنگ میں بحث کی ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ختم نبوت کے بارے میں اصولی اختلاف نہیں ہے آپ بھی ایک اُمتی نبی کا آنا مانتے ہیں اور اُسے مسیح موعود مانتے ہیں اور ہم بھی ایک اُمتی نبی کا آنا مانتے ہیں اور اُسے مسیح موعود یقین کرتے ہیں۔ اس بحث میں میں نے مولوی لال حسین صاحب سے مطالبہ کیا کہ وہ کوئی ایسی حدیث پیش کریں جس میں اُمتی نبی کا آنا ممتنع ہو۔ ساری بحث ختم ہو گئی مگر وہ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکے بلکہ اس کے برعکس ایسی حدیثیں پیش کر دیں جن سے اُمتی نبی کے آنے کا امکان ثابت ہے میں نے بحث کا یہ طریق ہر جگہ آزمایا ہے اور اسے مفید پایا ہے۔ اور اس سے غیر از جماعت اصحاب کو بھی متاثر پایا ہے ۔

خاتم النبیین کے معنے

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے ایک معنے تو حقیقی لغوی معنے ہیں اور کئی اور معنے بطور لازمی معنے کے اُس کے ساتھ جمع ہیں۔ "مفرداتِ راغب" میں جو قرآن مجید کی مستند اور مسلّمہ لغت ہے ختم مصدر کے معنے یہ لکھے ہیں :- تَاْثِیْرُ الشَّیْءِ کَنَقْشِ الْخَاتَمِ (مفردات زیر لفظ ختم)
یعنی ختم کے معنی کسی شئے کا مؤثر ہونا ہے جس طرح مُہر کا نقش مؤثر ہوتا ہے
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ دار العلوم دیوبند نے خَاتَمَ النَّبِیّٖن ۔ کے حقیقی معنے نبوت میں مؤثر وجود کے ہی قرار دیئے ہیں ۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں

"جیسے خاتَم بفتح تاء کا اثر اور فعل مختوم علیہ پر ہوتا ہے ۔ ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔"

(تحذیر الناس صـ۱۰)

حضرت مولانا صاحب موصوف کا مقصود اس عبارت سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النّبیّین ہونے سے یہ مراد ہے کہ نبوت آپ میں بالذّات پائی جاتی ہے اور دوسرے تمام نبیوں میں بالعرض۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرِ قدسی اور رُوحانی فیض کے واسطہ سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ تحذیر الناس کے صفحہ ۳ و ۴ پر خاتم النبیین کے یہی معنے بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصفِ نبوت بالذّات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ مگر آپ کی نبوت کسی اور (نبی۔ ناقل) کا فیض نہیں۔ اس طرح آپؐ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپؐ نبی اللہ ہیں ویسے ہی آپ نبی الانبیاء بھی ہیں۔"

ہاں مولانا صاحب موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی "خاتمیت زمانی" کے بھی قائل ہیں۔ یعنی اوپر کے معنی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت لانے والے نبیوں میں سے آخری نبی بھی مانتے ہیں۔ پہلے معنے اُن کے نزدیک "خاتمیت مرتبی" کہلاتے ہیں اور دوسرے معنی "خاتمیت زمانی"۔ خاتمیت مرتبیؔ کو وہ اصل قرار دیتے ہیں جس کے فیض سے تمام نبی وجود میں آئے۔ اور "خاتمیت زمانی" کو اُن معنوں کے ساتھ لازم قرار دیتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی لازم اپنے ملزوم کے بغیر پایا نہیں جا سکتا ہے اور لازم اور ملزوم میں کوئی اختلاف تضاد اور تناقض کی قسم کا پایا نہیں جاتا۔

خاتمیتِ مرتبی کا تقاضا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبی پیدا ہوتے رہیں۔ اور آپ کے ظہور کے بعد بھی کوئی نبی آپ کی پیروی اور آپکے افاضۂ رُوحانیہ کے واسطہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ معنے

حقیقی اصلی اور قدیمی ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور سے پہلے بھی مؤثر رہے ہیں۔ لہذا اُن کی تاثیر کبھی منقطع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاقیامت خاتم النّبیّین ہیں۔ ہاں ان کے ساتھ ایسے لازمی معنے جمع ہو سکتے ہیں جو مندرجہ بالا معنے کے ساتھ کوئی تخالف از قسم تضاد وتناقض نہ رکھتے ہوں۔ پس خاتمیتِ زمانی اس مفہوم میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی پیدا نہیں ہو سکتا پہلے معنے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خاتمیت مرتبی اصل اور حقیقی معنے ہیں اور لازمی معنے حقیقی معنے سے تضاد اور تناقض نہیں رکھتے۔ اگر خاتمیتِ زمانی سے یہ مراد لی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی پیدا نہیں ہو سکتا تو یہ معنے خاتمیتِ مرتبی کے خلاف ہو جائیں گے کیونکہ خاتمیتِ مرتبی کا مفہوم یہ ہے کہ نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح دونوں معنے لازم ملزوم نہیں رہیں گے۔

حضرت مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ نے خاتمیتِ مرتبی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا" (تحذیر الناس ص۲۸)

مولانا صاحب موصوف نے اس جگہ یہ لکھا ہے کہ بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا پیدا ہو جانا خاتمیت محمدی کے خلاف نہیں ہوگا۔ خاتمیت محمدی دو قسم کی خاتمیت پر مشتمل ہے۔ خاتمیتِ مرتبی خاتمیتِ زمانی۔ پس مولانا موصوف کے نزدیک آئندہ کسی نبی کا پیدا ہو جانا نہ خاتمیت مرتبی کے خلاف ہے نہ خاتمیت زمانی کے کیونکہ خاتمیتِ محمدی ان دونوں معنوں پر مشتمل ہے اور مولانا صاحب موصوف خاتمیت زمانی کی غرض یہ بیان فرماتے ہیں!۔

"غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی بعد ظہور منسوخ نہ ہو علوم نبوت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں۔ کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو احتیاج باقی نہ رہے" (مناظرہ عجیبہ صفحہ ۱۴۰ ہو مطبوعہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی)

پس خاتمیت زمانی کا مفہوم مولانا صاحب موصوف کے نزدیک یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایسا نبی نہیں آسکتا جو دین محمدی کے کسی حکم کو منسوخ کرے کیونکہ دین محمدی میں علوم دینیہ اپنی تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور کسی اور حکم شرعی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ہاں کسی ایسے نبی کا آنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور آپ کا امتی بھی ہو نہ خاتمیت مرتبی کے خلاف ہے نہ خاتمیت زمانی کے۔

دیوبندی علماء کا یہ کہنا کہ "بالفرض" سے مراد مولانا موصوف کے فقرہ میں "فرض محال" ہے۔ اور خاتمیت زمانی سے مراد خاتمیت مطلقہ ہے محض ایک باطل خیال ہے کیونکہ اس طرح خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دو متضاد معنے بن جاتے ہیں۔ پس خاتمیت مرتبی کے ذریعہ انبیاء کا آنا ہمیشہ ممکن رہا ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر بھی یہ ممکن رہے گا۔ ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعد ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک خاتمیت مرتبی کے متصف نہیں رہے۔ خاتمیت مرتبی چونکہ خاتم النبیین کے اصل اور حقیقی معنے ہیں جو ذاتی طور پر آپ میں پائے جاتے ہیں۔ اور وصف ذاتی ہونے کی وجہ سے آپ سے منفک (جدا) نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا خاتمیت زمانی کا مفہوم ان سے متضاد نہیں ہو سکتا۔ اگر خاتمیت زمانی سے مراد آئندہ مطلق کسی نبی کا نہ آسکتا ہو تو مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ فقرہ "قضیۂ کاذبہ" بن جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے کلام کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بالفرض اگر نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ حالانکہ اگر خاتمیت زمانی کے معنی کسی نبی کا نہ آسکنا ہوں تو خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آجائیگا پس اس صورت میں یہ قول کاذب ہو گا کہ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں

آئیگا - چونکہ مولانا موصوف کا قول صادق ہے اس لیئے ان کی طرف خاتمیت زمانی کو ان معنوں میں منسوب کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتا جو آپ کا اُمتی ہو درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(حضرات) دیوبندی علماء بے سوچے سمجھے مولانا موصوف کی طرف خاتمیت زمانی کے معنے منسوب کرنا چاہتے ہیں جو خاتمیت مرتبی کے نقیض ہیں - اس طرح تو ان کے دونوں معنوں (خاتمیت مرتبی و خاتمیت زمانی) میں اجتماع نقیضین لازم آتا ہے جو امر محال ہے نیز مولانا موصوف اس صورت میں دو ایسے وصفوں کے بیک وقت پائے جاتے کے قائل قرار پاتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کا نقیض ہیں - اور یہ امر بھی صریح باطل ہے پس یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موصوف کے نزدیک خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں - یعنی خاتمیت مرتبی کا فیضان بھی منقطع نہیں اور خاتمیت زمانی بھی اپنی جگہ قائم ہے - اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ بعد از ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ مرتبی آپ کی پیروی سے اُمتی کے مقام نبوت پانے میں مؤثر ہو - اور خاتمیت زمانی صرف شارع اور مستقل کے آنے میں مانع نہ ہو - ہذا ہو المرام -

میری یہ بحث مجرب ہے اور دیوبندی علماء اس مقابلہ میں عہدہ برا نہیں ہو سکتے خاتمیت مرتبی کی بحث میں آپ معلوم کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے مثبت معنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبی ہیں کہ آپ کی تاثیر قدسی سے نبی پیدا ہوتے رہے ہیں اور پیدا ہو سکتے ہیں - اور خاتمیت زمانی انہیں معنوں کو اس مفہوم میں لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور مستقل نبی ہیں خاتمیتِ مرتبی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے پر بھی دلیل ہے خاتمیتِ مرتبی کو خاتمیتِ زمانی مندرجہ بالا مفہوم میں اس لیئے لازم ہے کہ جو وجود باوجود خاتمیت مرتبی کا مقام رکھتا ہو وہ بالضرور اکمل شریعت لانے والا ہو گا - لہٰذا اس کی لائی ہوئی شریعت کے بعد

کوئی شارع نہیں آسکتا اور نہ اس شریعت کی پیروی کے بغیر کوئی آئندہ کوئی انسان کوئی روحانی مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ نبی کا پیدا ہونا تو درکنار صدیق۔ شہید اور صالح کے مدارج بھی نہیں پا سکتا۔ بلکہ مومن بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (آل عمران ۹/۳۶)

یعنی جو اسلام کے سوا اور دین کو چاہے گا وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اتم اور اکمل شریعت پر اب کسی شارع اور مستقل نبی کا آنا محال قرار پایا۔ پس خاتمیت زمانی کا منفی مفہوم جو ہے خاتمیت مرتبی کے مثبت مفہوم کو لازم ہے اور اس کا نقیض نہیں ہے۔ خاتم النّبیین کے معنوں کے اسی منفی مفہوم کی امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے جو ایک بہت بڑے محدّث اور فقہ حنفیہ کے مسلّمہ جلیل القدر امام ہیں اس طرح وضاحت فرمائی ہے کہ آپ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر کے صفحہ ۵۸ و ۵۹ پر حدیث لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا کی تشریح میں لکھا ہے کہ اگر صاحبزادہ ابراہیم فرزند رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو اُن کا نبی ہو جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع ہوتے اور خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے معنے یہ ہیں۔

اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْ نَبِيٌّ بَعْدَهٗ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ اُمَّتِهٖ

یعنی خاتم النّبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

اس عبارت میں امام موصوف علیہ الرحمۃ نے خاتمیت زمانی کے مفہوم کی پوری تعیین

۸۸

اور تحدید کردی ہے کہ خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی ناسخ شریعت نبی آسکتا۔ اور نہ ہی امت محمدیہ سے باہر کوئی نبی آسکتا ہے۔ پس خاتمیت زمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کو مقام نبوت پانے میں مانع نہیں۔ اس صورت میں خاتم النبیین کے مفہوم کا یہ منفی پہلو صرف غیر قوموں یعنی یہودیوں۔ عیسائیوں۔ ہندوؤں وغیرہ میں نبی کے آنے میں روک ہے امت محمدیہ کے کسی فرد کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مقام نبوت پانے میں ہرگز مانع نہیں۔ اس صورت میں مقام نبوت پانے والا ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی اور یہ دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آئیں گے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ خود تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔ تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان ثابت ہو"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۵)

ایک عجیب واقعہ ایک دفعہ میرا مباحثہ ختم نبوت کے موضوع پر اپنے گاؤں موضع کورووال ضلع سیالکوٹ میں پیر نادر شاہ صاحب سے ہوا جو سنبڑیال کے رہنے والے تھے۔ جب پیر صاحب بحث میں عاجز آگئے تو انہوں نے ایک مولوی کو کھڑا کر دیا۔ اور اُسے کہا کہ تم یہ کہو کہ میں اسی طرح خدا کا نبی ہوں جس طرح مرزا صاحب نبی ہیں۔ اور پیر صاحب نے کہا کہ اب اِسے جھوٹا ثابت کرو۔ اس پر میں اٹھا اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ دوستو! خدا کا شکر ہے کہ جو مسئلہ میرے اور پیر صاحب کے درمیان زیر بحث تھا وہ حل ہو گیا ہے بحث یہ تھی کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں نبی آسکتا ہے یا نہیں

پیر صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ آسکتا ہے جو یہ دیکھیے پیر صاحب کا نبی جو سامنے کھڑا ہے آپ یہ مان گئے ہیں کہ نبی آسکتا ہے تبھی تو انہوں نے آپ سب لوگوں کے

سامنے مولوی صاحب سے بنوت کا دعویٰ کرایا ہے۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے جھوٹا ثابت کروں۔ مگر مجھے اسے جھوٹا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا بلکہ پیر صاحب نے اِن سے دعویٰ کرایا ہے اور خود پیر صاحب بھی اسے دعویٰ میں جھوٹا جانتے ہیں اور یہ شخص خود بھی اپنے آپ کو اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھتا ہے۔ اور آپ سب لوگوں کے نزدیک اور میرے نزدیک بھی یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس کو جھوٹا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔

اِس پر پیر صاحب نے کہا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ جس آیت قرآنیہ سے تم اِسے جھوٹا ثابت کروگے اسی آیت سے میں مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کردونگا۔ اسپر مَیں نے کہا بیجیئے پیر صاحب مَیں آیت پیش کرتا ہوں جو پیر صاحب کے پیش کردہ جھوٹے نبی کو جھوٹا ثابت کردیگی اور حضرت مرزا صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ اس آیت کی رُو سے سچے ثابت ہونگے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے:- وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ کہ ہم اُس وقت تک عذاب بھیجنے والے نہیں یہاں تک کہ ہم کوئی رسول مبعوث کرلیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول پہلے مبعوث ہوتا ہے اور عذاب اس کے بعد آتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے پہلے امن وامان تھا آپ کے دعاوی کے بعد پے در پے عذابوں کا سلسلہ شروع ہوا کہیں طاعون کی صورت میں کہیں زلازل کی صورت میں مگر پیر صاحب کا یہ جھوٹا مدعی بنوت عذابوں کے اس سلسلہ کے بعد دعویٰ کر رہا ہے لہٰذا یہ آیت پیر صاحب کے مدعی کو جھوٹا ثابت کرتی ہے اور حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ میں سچا ثابت کر رہی ہے۔

میرے اس آیت کو پیش کرنے پر پیر صاحب مبہوت رہ گئے۔ اور انہیں کوئی جواب نہ سوجھا۔ اسی مجلس میں انہوں نے ایک غیر از جماعت دوست کو اپنی طرف سے

ثالث بھی بنایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر اس گفتگو کا گہرا اثر ہوا۔ اور وہ احمدیت میں داخل ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

ایک اور عجیب واقعہ

ایک اور واقعہ سنیئے۔ سرگودھا کے ضلع میں مولوی محمد صاحب ساکن لنگر مخدوم سے دو دن میرا ختم نبوت پر مباحثہ ہوا انہوں نے بھی اپنی طرف سے ایک ثالث مقرر کر رکھا تھا۔ جو ایک تعلیم یافتہ غیر از جماعت نوجوان تھا۔ آخری ٹرن میں میں نے مولوی محمد سے کہا مولوی صاحب! عجیب بات ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے تو روزانہ دعا مانگتے ہیں کہ خدایا نبی بھیج خدایا نبی بھیج اور میرے ساتھ کل سے آپ بحث یہ کر رہے ہیں کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی نہیں آسکتا اس پر مولوی صاحب جھنجھلا کر بولے کب یہ دعا مانگتا ہوں میں نے کہا مولوی صاحب آپ پانچوں وقت نماز میں یہ دعا مانگتے ہیں۔ ذرا درود شریف پڑھیئے جو آپ نماز میں پڑھا کرتے ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے درود شریف پڑھوایا اور تمام مجمع کے سامنے ترجمہ کرایا جو یہ تھا۔

اے اللہ تعالیٰ! محمد رسول اللہ اور آپ کی آل پر وہ رحمت بھیج جو تو نے ابراہیم اور اسکی آل پر بھیجی۔ بیشک تو حمید مجید ہے۔ اور اے اللہ تعالیٰ! تو محمد رسول اللہ اور آپ کی آل کو وہ برکت دے جو تو نے ابراہیمؑ اور انکی آل کو دی ہے بے شک تو حمید مجید ہے۔"

ان کے یہ ترجمہ کرنے پر میں نے کہا مولوی صاحب! اس رحمت اور برکت میں تو نبوت بھی داخل ہے کیونکہ آل ابراہیم میں نبی بھی آتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر ثالث مباحثہ کہنے لگے کہ آپ ذرا بیٹھ جائیں میں خود مولوی محمد صاحب سے بعض باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔

اسپر میں بیٹھ گیا اور ثالث نے مولوی محمد صاحب سے یہ پوچھا کہ اس رحمت

اور برکت سے حلوہ مانڈہ مراد ہے یا کوئی روحانی رحمت اور برکت۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ روحانی رحمت اور برکت ہی مراد ہے۔ اس پر ثالث نے کہا۔ اس رحمت اور برکت کا نام لیجیئے جو آل ابراہیم کو ملی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آل ابراہیم میں بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ ثالث نے کہا۔ الحمد للہ تو پھر اس دعا کے نتیجہ میں آل محمدؐ میں بھی اولیاء اللہ پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؛ مولوی صاحب نے کہا۔ ہاں ہو سکتے ہیں پھر ثالث نے پوچھا کہ کسی اور رحمت اور برکت کا نام لیجیئے جو آلِ ابراہیم کو ملی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آل ابراہیم میں بڑے بڑے مقربین بارگاہ الٰہی پیدا ہوئے۔ ثالث نے کہا۔ اچھا اس دعا سے آل محمدؐ میں بھی مقربین بارگاہِ الٰہی پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا ضرور پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر ثالث نے کہا اب ایک آخری بات بتائیے۔ کیا آل ابراہیم میں کوئی نبی بھی ہوا ہے یا نہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ نبی بھی ہوئے ہیں۔ یہ جواب سنتے ہی ثالث نے کہا کہ پھر میری ڈگری آپ کے خلاف ہے اور میں قاضی محمد نذیر کے حق میں ڈگری دیتا ہوں کہ اس دعا کے نتیجہ میں آل محمدؐ میں نبی بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ یہ شخص قاضی محمد نذیر سے مل گیا ہے۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب نے سچ فرمایا۔ کل یہ آپ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ آج میرے ساتھ مل گیا ہے۔ اور مَیں نے اسے دلائل کے زور سے آپ سب کے سامنے اپنے ساتھ ملایا ہے نہ رشوت دے کر۔ یہ ثالث خدا تعالیٰ کے فضل سے بعد میں احمدی ہو گیا۔ فالحمد للہ اس ثالث کا نام رائے خان محمد بھٹی تھا جو اب فوت ہو چکے ہیں۔

ایک شیعہ عالم سے تبادلہ خیالات

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شیعہ مناظر سے ایک میرا تحریری تبادلہ خیالات ختم نبوت کے موضوع پر ہوا ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

کے خلاف اپنے تحریری پرچہ میں یہ لکھا کہ چونکہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا اس لئے وہ اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں ہیں میں نے انہیں جواباً لکھا کہ آپ کے بزرگ تو تسلیم کرتے ہیں کہ امام مہدی رسول ہیں چنانچہ آیت: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے بارے میں بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے:-

نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ

یعنی یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے

اور نیز غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں لکھا ہے

”مراد از رسول درینجا امام مہدی موعود است“

یعنی اس آیت میں رسول سے مراد امام مہدی موعود ہے۔

اس پر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے لکھا کہ ہمارے بزرگوں نے بیشک امام مہدی کو رسول لکھا ہے مگر امام مہدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ضم ہو کر رسول ہیں۔ اس پر میں نے انہیں لکھا کہ آپ نے امام مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضم کر کے رسول قرار دیا ہے۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ مہدی موعود کا ہے لہٰذا آپ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف نبوت کی بحث کرنے کا کوئی حق نہیں آپ ان کے متعلق صرف یہ بحث کر سکتے ہیں کہ وہ مہدی موعود کس طرح ہیں۔ ہم تو ان کی نبوت کو ظلی مانتے ہیں۔ اور ظل اصل سے الگ نہیں ہوتا۔ پس بانی سلسلہ احمدیہ کی ظلی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضم ہے الگ نہیں۔ اس پر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب آج تک خاموش ہیں۔

ایک لطیف بات | مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اپنے رسالہ ختم نبوت میں لکھا تھا کہ ختم نبوت کے معنے مہر کے ہیں

اور یہ مہر ڈاکخانہ والی نہیں بلکہ یہ ایسی مہر ہے جو لفافے کے اوپر لگائی جاتی ہے جس سے باہر کی چیز اندر نہیں جاسکتی اور اندر کی چیز باہر نہیں آسکتی۔ اس کے جواب میں میں نے اپنی کتاب "علمی تبصرہ" میں لکھا کہ پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا کس طرح مانتے ہیں کیونکہ لفافہ انبیاء پر تو مہر لگ چکی ہے اور وہ اندر بند ہو چکے ہیں اور مہر توڑے بغیر نہیں آسکتے۔ اور ختم نبوت کی مہر کا ٹوٹنا محال ہے۔ مودودی صاحب ابھی تک منقار زیر پر ہیں اور انشاء اللہ وہ منقار زیر پر ہی رہیں گے۔

ایک اور واقعہ ایک دفعہ مجھے مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کا موقعہ میسر آیا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ مولانا آپ نے اپنی کتاب "مسک الختام فی ختم النبوۃ" میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کئے ہیں۔ حالانکہ آخری نبی آپ عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں کیونکہ آپ ان کے دوبارہ آنے کے قائل ہیں۔ اور انہیں نبی مانتے ہیں۔ مولوی موصوف نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی پیدا ہونے کے لحاظ سے مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی نہیں اس لئے وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا مولانا! یہ عقیدہ تو بڑا خطرناک ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا۔ اس میں کیا خطرہ ہے؟ میں نے کہا جناب خطرہ یہ ہے کہ اس عقیدہ سے ختم نبوت دو نبیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ آدھے آخری نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار پاتے ہیں اور آدھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ پیدا ہونیکے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوئے اور لمبی عمر پانے اور اپنے نورِ نبوت سے سب سے آخر میں مستفیض کرنے کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام آخری نبی قرار پائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پورے آخری نبی تو نہ ہوئے اور خاتم النبیین بمعنے آخری نبی کے وصف میں حضرت علیہ م شریک ہو گئے۔ اس پر جناب مولوی صاحب مہر بلب ہو گئے۔

لاہوری فریق اور ختم نبوت

آجکل احمدیوں کا لاہوری فریق یہ کہتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اُن کے مرشد جنہیں یہ مسیح موعود مہدی معہود مانتے ہیں صاف فرما چکے ہیں:-

"مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کر کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے۔ ان دونوں ناموں کے سُننے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی اور اس مرکب نام رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ ایک امتی ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۴)

نیز لکھتے ہیں:-

"بجز اس (خاتم النبیین) کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کیلئے امتی ہونا لازمی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۸)

لاہوری فریق کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب قادیان کے زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو مدعیٔ نبوت ہی قرار دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی کرم دین صاحب جہلمی کے استغاثہ والے مقدمہ میں عدالت میں بطور گواہ پیش ہو کر مولوی صاحب نے یہ حلفیہ بیان دیا کہ:-

"مکذب مدعیٔ نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعیٔ نبوت ہے"
(مثل استغاثہ مولوی کرم دین جہلمی)

ایک دفعہ راولپنڈی میں لاہوری فریق کے مناظر میر مدثر شاہ صاحب گیلانی نے ختم نبوت پر تقریر کی۔ اور خاتم النبیین کے معنے صرف آخری نبی قرار دیئے۔ تقریر کے بعد سوالات کا موقع دیا تو خاکسار نے اٹھ کر کہا۔ جناب میر صاحب نے صرف تصویر کا ایک رُخ پیش کیا ہے اب دوسرا رُخ میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت ربانی (سلسلہ احمدیہ) نے خطبہ الہامیہ میں فرمایا ہے:۔

اِنِّیْ عَلٰی مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ الْوَلَایَۃِ کَمَا کَانَ سَیِّدِیْ الْمُصْطَفٰی عَلٰی مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ کہ مَیں اسی طرح مقام ختم ولایت پر ہوں جس طرح میرے سرور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے مقام پر ہیں۔

یہ عبارت پڑھ کر میں نے سوال کیا کہ جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دیتے ہیں۔ اب میر صاحب بتائیں کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد کوئی ولی پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ آپ کے فیض سے اگر ولی پیدا ہو سکتا ہے تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے آپ کے تابع نبی بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

میر صاحب نے جواب میں کہا کہ اگر مَیں یہ کہہ دوں کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد کوئی ولی پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر تم کیا کہو گے

اس پر مَیں نے کہا کہ آقا نے نبوت کی رحمت بند کر دی۔ تو اسکے خادم نے ولایت کی نعمت بند کر دی اور اب دنیا میں تاریکی ہی تاریکی ہو گی۔ اور میر صاحب مَیں یہ بھی کہو گا کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے:۔

خدا نے ہمیں وہ نبی دیا جو خاتم النّبیین۔ خاتم العارفین

اور خاتم المومنین ہے۔،، (ملفوظات جلد اوّل ص۳۲۷)

پس اگر خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو خاتم العارفین کے یہ معنے ہونگے کہ اب آپ کے بعد کوئی شخص عرفان الہٰی حاصل نہیں کرسکتا۔ اور خاتم المومنین کے معنے ہونگے کہ آپ کے بعد کوئی مومن بھی نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ معنے درست ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر خاتم المومنین کے فیض سے مومن پیدا ہوسکتے ہیں اور خاتم العارفین کے فیض سے معرفت رکھنے والے لوگ پیدا ہوسکتے ہیں تو اس طرح خاتم النبیین کے فیض سے آپکا امتی مقام نبوت بھی پاسکتا ہے۔ اسپر میر صاحب بالکل لاجواب ہوگئے۔ اور غیر مبایعین نے شور ڈال دیا کہ تحریری بحث ہونی چاہیئے اس پر تحریری مباحثہ کی طرح پڑگئی۔ جو بعد میں کئی دن ہوتا رہا۔ اور مباحثہ راولپنڈی،، کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔

مختصر سوالات وجوابات

از

مکرم ومحترم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلہ

(مربی ضلع سرگودہا) :

مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم حضرت قاضی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشرؔ آف ڈیرہ غازیخان نے مجھے کہا تھا کہ سوالات وجوابات جو آپ بیتی سے تعلق رکھتے ہوں لکھ کر حضرت قاضی صاحب کو بھجوا دینا۔ وہ میری کتاب میں شائع کردینگے جو کتاب ان کی لکھی جارہی ہے۔ لہٰذا ان کے ارشاد کی تعمیل میں آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ والسلام

عزیز الرحمٰن منگلہ مربی ضلع سرگودہا

۱ ؎

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ساری امت کا اجماع ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تم نے باوجود عالم فاضل ہونے کے مرزا صاحب کو نبی کیسے مان لیا؟

خاکسار نے جواباً عرض کیا کہ اے بھائی! ساری امت کا اجماع ہے کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک امتی نبی آئے گا۔ لہٰذا میں نے حضرت مرزا صاحب

کو امتی نبی مان لیا۔

وہ کہنے لگے۔ کہاں لکھا ہے؟ میں نے یہ تین حوالے پیش کئے:۔

(۱) صحیح مسلم شریف میں لکھا ہے:۔

یُحْصَرُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ ....

فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَصْحَابُہٗ ....

ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَصْحَابُہٗ ....

فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَصْحَابُہٗ .... (صحیح مسلم)

یعنی جب مسیح موعود یاجوج ماجوج کے غلبہ کے زمانہ میں آئیگا تو مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابہ دشمن کے نرغہ میں محصور ہو نگے .... تو پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابہ خدا تعالیٰ کے حضور رجوع کرینگے .... پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابہ ایک جگہ پر اتریں گے .... پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابہ خدا تعالیٰ کے حضور تضرع کے ساتھ رجوع کریں گے۔

میں نے کہا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبی اللہ کی خبر دی گئی ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

وَیَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِّنَ الْاُمَّۃِ۔ کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَنُسْخَۃٌ مُّنْتَسَخَۃٌ مِّنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَّۃِ۔ (خیر کثیر صفحہ ۸۰ طبع بجنور)

یعنی عوام الناس گمان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جب آئیں گے تو وہ محض امتی ہوں گے۔ ایسا ہر گز نہیں۔ بلکہ وہ اسم جامع محمدی کی پوری شرح

ہوں گے اور اسم محمد کا دوسرا نسخہ ہونگے۔ کہاں اُن کا مقام اور کہاں محض ایک امتی کا مقام۔

۳۔ امام ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

اَقُوْلُ لَا مُنَافَاۃَ بَیْنَ اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا وَاَنْ یَکُوْنَ تَابِعًا لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔"

کہ میں کہتا ہوں کہ ایک شخص کے نبی اور امتی ہونے میں کوئی منافات یا مخالفت نہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۵۶۴

یہ دلائل سُنکر وہ لاجواب ہو گئے۔

۲

ایک عرب عالم نے مجھ سے علمی مناظرہ کیا جبکہ میں خانہ کعبہ کے صحن میں لیٹا ہوا تھا۔ (یہ واقعہ میرے احمدی ہونے سے دو سال پہلے کا ہے) کہنے لگے کہ توفی کا معنی موت ہرگز نہیں۔ میں نے کہا اگر ثابت ہو جائے تب تو درست ہے۔ کہنے لگے۔ پھر تم سچے ہوئے۔ میں نے کہا لاؤ بخاری شریف وہاں لکھا ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیْكَ اَیْ مُمِیْتُكَ۔

چنانچہ جب وہ بازار سے بخاری لانے کے لئے گئے۔ اُن کو وہ حوالہ بخاری میں مل گیا۔ اب انہوں نے بجائے اس کے کہ بخاری میرے پاس لاتے محکمہ پولیس میں رپورٹ درج کرادی کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک مرزائی مبلغ رہتا ہے جو مناظرے کر کے باہمی منافرت پھیلاتا ہے۔ چنانچہ پولیس انسپکٹر بمعہ چند سپاہیوں کے میرے پاس آئے۔ میں نے عربی زبان میں ساری بات ان کو سمجھائی کہ میں تو تا حال احمدی بھی نہیں ہوں گو وفات مسیح کا قائل ہوں۔ اور وفات مسیح کے متعلق تو مرزا صاحب سے سینکڑوں سال پہلے سے ائمہ قائل رہے ہیں

جیساکہ امام بخاری اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ اور یہ عرب صاحب بخاری لینے گئے تھے اور میرے سر پر بخارے کر آ گئے۔ چنانچہ وہ افسر حقیقت کو سمجھ گیا۔ اور اس عرب عالم کو ڈانٹا اور مجھے کہا۔ اِسْتَرِحْ اَیُّھَا الشَّیْخُ اِسْتَرِحْ۔ یعنی آپ آرام کریں آپ آرام کریں۔

ع ۳

ایک عالم نے مجھ سے کہا۔ تم لوگ عبداللہ بن عباسؓ کا حوالہ بار بار پیش کرتے ہو انہوں نے توفّی کا معنی موت کیا ہے۔ حالانکہ تفسیر ابن عباسؓ میں انکے نزدیک توفی کے اور معنے لکھے ہیں۔ لہٰذا تم بخاری کے سوا دنیا کی کسی اور کتاب کا حوالہ دکھاؤ جس میں عبداللہ بن عباس کے مذہب کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہو۔

میں نے کہا۔ لاؤ مفردات امام راغبؒ۔ چنانچہ مفردات راغب سے میں نے یہ حوالہ اُن کو سنایا۔ صاحب مفردات لکھا ہے:۔

"وَقَدْ قِیْلَ تَوَفِّیُ رَفْعَۃٍ وَاِخْتِصَاصٍ لَا تَوَفِّی مَوْتٍ

قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ تَوَفِّی مَوْتٍ لِاَنَّہٗ اَمَاتَہٗ۔"

یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ توفی سے مراد رفع اور اختصاص ہے۔ لیکن ابنِ عباس کہتے ہیں کہ یہاں توفی سے موت مراد ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو موت دے دی تھی۔

(مفردات امام راغب زیر لفظ توفّی ص۵۵۰

(مطبوعہ اصح المطابع)

۷ مولٰنا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ انچارج غانا مغربی افریقہ

(۱)

میرے پہلے تبلیغی دورہ گولڈکوسٹ (غانا) کے دوران ۱۹۳۹ء میں گولڈکوسٹ کا ایک نوجوان باشندہ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ مکہ مکرمہ حج کے لئے گیا تھا اور اپنی پوری جوانی تک مکہ میں رہا تھا۔ اپنے وطن گولڈکوسٹ واپس ہونے پر ایک گاؤں بنام صراحہ میں اُسنے اقامت اختیار کی۔ اُس نے واپس پہنچتے ہی پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ مہدی علیہ السلام ہرگز ظاہر نہیں ہوئے اور یہ کہ احمدیت نعوذ باللہ باطل ہے۔ جب اس غیر احمدی نوجوان کا چرچا اس علاقہ میں زیادہ ہوا تو علاقہ کے احمدی چیف (رئیس) میرے پاس لوکل مرکز سالٹ پانڈ میں آئے اور بیان کیا کہ اس قسم کا ایک غیر احمدی نوجوان مکہ سے واپس آیا ہے جو ہمارے علاقہ میں احمدیت کے خلاف لوگوں کو اُکسا رہا ہے۔ اُس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے آپ کو وہاں جا کر اس کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہیئے اور یہ کہ اگر اس کے اثر کو جلد زائل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو وہ بعض کمزور احمدیوں کی ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ اُس کی گفتگو سنکر میں نے کہا۔ میں انشاء اللہ ضرور جاؤں گا اور اس سے مناظرہ ضرور کرونگا۔ چنانچہ دوسرے دن ہی اُس علاقہ میں گیا اور بمقام صراحہ جو کہ احمدیت کی مخالفت کا پرانا مرکز ہے پہنچا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی ارد گرد کے احمدی احباب وہاں موجود تھے۔ میں نے ایک کثیر مجمع کے سامنے اس غیر احمدی نوجوان سے گفتگو شروع کر دی۔ اور اُسے چیلنج دیا کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ظاہر نہیں ہوئے اور احمدیت نعوذ باللہ باطل ہے تو میرے ساتھ مناظرہ کرے۔ لیکن اس نے مناظرہ سے بالکل انکار کر دیا۔ وہ اور اُس کے ہمنوا غیر احمدی کہنے لگے کہ مناظرہ کی بجائے آپ ظہور مہدی علیہ السلام اور اُن کی صداقت پر لیکچر دیں۔ ہم سنتے ہیں۔ آپ کے لیکچر کے بعد ہم آپ پر کچھ سوالات کریں گے۔ چنانچہ خاکسار نے اڑھائی گھنٹہ تک ایک

مبسوط تقریر "علامات ظہور مہدی و مسیح" پر کی۔ تقریر کے بعد ایک شخص نے صرف دو ایک سوال مجھ پر کئے جن کے جواب دیئے گئے اور یہ خیال کرنے پر کہ ممکن ہے کہ وہ لوگ مزید استفسار کریں میں اس گاؤں میں ایک روز ٹھہر گیا۔ لیکن کسی نے کوئی بات دریافت نہ کی اور میں دوسرے دن واپس سالٹ پانڈ چلا گیا۔

میری واپسی کے ایک دن بعد صوآحمہ گاؤں اور اُس کے آس پاس کے غیر احمدی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے سفید لٹھے کا جھنڈا بنایا اور اپنے سروں اور کلائیوں پر سفید لٹھے کی پٹیاں باندھیں جسے وہاں فتحیابی کی علامت قرار دیا جاتا ہے اور مختلف دیہات میں بطور جلسہ گھومے اور نعرے لگائے کہ ہم نے امیر جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ کو شکست دیدی ہے اور ساتھ ہی وہ فینسی میں گاتے جاتے تھے کہ "مہدی ظاہر نہیں ہوا" کیونکہ "زلزلہ نہیں آیا" گویا اُن کے نزدیک مہدی کے آنے کی بڑی علامت زلزلہ کا آنا تھا۔ اور وہ اُن کے ملک میں نہیں آیا۔

مجھے جب ان کے اس رویہ کی خبر پہنچی تو میں نے چند دن نہایت التزام کے ساتھ دُعا اور اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے اظہار اور اس کی تائید کے لئے اِس ملک میں زلزلہ کا نشان ظاہر فرمائے۔ چند دنوں کی دُعا کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ گولڈ کوسٹ میں ضرور زلزلہ کا نشان مخالفینِ حضرت مسیح موعودؑ کو دکھلائیگا۔

چنانچہ اس یقین اور وثوق کی بناء پر میں نے اِس علاقہ کی احمدی جماعتوں کو ایک سرکلر بھیجا کہ فلاں فلاں تاریخ کو فلاں فلاں گاؤں میں اجلاس منعقد کریں۔ اُس کے اردگرد کی جماعتیں وہاں پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس علاقہ کے تین گاؤں یعنی افرانسی۔ اکوامکرم اور مدینہ شہیدٹ پاسی جو ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر واقع ہیں کے متعلق اعلان کیا گیا۔ اول الذکر دو نوں دیہات میں مقررہ تواریخ پر پبلک اجلاس منعقد کئے گئے جن میں احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی مشرک اور عیسائی بھی شریک ہوئے۔ ان اجلاسوں میں مَیں نے اپنے مناظرے کے چیلنج اور

تقریر کا ذکر کیا۔ اور اصل حقیقت سے پبلک کو آگاہ کیا کہ مکہ سے واپس آنے والے نوجوان نے میری ایک بات کا بھی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس نے میری تقریر پر اعتراض کرنے کی جرأت کی۔ صرف ایک شخص نے دو سوال دریافت کئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے اور بجائے اس کے کہ یہ لوگ ندامت سے اپنا سر نیچا کرتے الٹا انہوں نے اپنی جھوٹی فتحیابی کے گانے اور ناچنے کا اظہار کیا۔ نیز ہر دو دیہات میں حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی پیشگوئیاں متعلق زلازل بیان کر کے عام پبلک میں ببانگ دہل اعلان کیا کہ دنیا کے سارے دوسرے ممالک میں حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی پیشگوئیوں کے مطابق آچکے ہیں اور اب گولڈ کوسٹ (غانا) کی باری ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) والسلام کی صداقت کے ثبوت میں ضرور جلد ہی گولڈ کوسٹ کی زمین کو زلزلہ سے ہلا کر آپ کے مخالفین کو ملزم کرے گا۔

اس دورہ کو جاری رکھتے ہوئے جب تیسرے گاؤں مدینہ ٹپیڈی پاپی بروز جمعرات پہنچا اور دوسرے دن جس تاریخ مقررہ پر اجلاس منعقد ہونا تھا تو دورہ کے تیسرے اجلاس کے منعقد ہونے سے پہلے جمعرات کی رات کو قریباً آٹھ بجے شام شدید زلزلہ آیا جس کے جھٹکے رات کو بعد میں بھی محسوس ہوتے رہے۔ اس زلزلہ سے گولڈ کوسٹ میں بہت سے مکانات مسمار ہوئے اور بعض مقامات پر غیر از جماعت لوگ بوجہ خوف اپنی جانیں بچانے کے لئے احمدیہ مساجد میں جا گھُسے۔

چنانچہ اس زلزلہ کے نشان کو دیکھ کر بعض مشرک اور عیسائی اپنے ستار بجا بجا کر "مہدی ظاہر ہو گیا ہے" کا گیت گاتے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زلزلہ آ گیا ہے۔

یہ زلزلہ جولائی ۱۹۳۹ء میں آیا جو ایک طرف تو اس عاجز کی دعا کی قبولیت کا ثبوت تھا۔ اور دوسری طرف حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی صداقت کا ایک زبردست نشان تھا۔ اور اس کا ایک نمایاں اثر یہ ہوا کہ جب خاکسار دورہ کے بعد سالٹ پانڈ میں لوٹا تو ایک اشتہار مشتمل بر پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام متعلقہ زلازل عربی

اور انگریزی میں فوراً شائع کیا اور ایک ماہ کے اندر ۱۸۰ نو مبائعین جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۲)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ عاجز تن تنہا بوقتِ شب سالٹ پانڈ مشن ہاؤس میں اندھیری شب کی تاریکی میں تہجد کی نماز ادا کرنے کے لئے اٹھا۔ جب میں تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا تو میرے دل میں دورانِ تہجد رؤیت باری تعالےٰ کی خواہش پیدا ہوئی اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے میں نے نہایت زاری سے دُعا شروع کر دی۔ تضرع اور ابتہال کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح رواں تھے۔ ایک رکعت میں جب میں نے رکوع سے سر اٹھایا اور قیام کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھا تو پنجابی میں میری زبان سے نکلا "او اللہ! توں کیہو جیہا ایں" یعنی اے اللہ! تو کیسا ہے۔ جب یہ الفاظ میرے مونہہ سے نکلے تو رات کی تاریکی میں میرے قبلہ رُخ بند کھڑکی تھی اُس پر ٹینس بال جتنی ایک گول روشنی ظاہر ہوئی۔ اُس کے بعد وہ گولائی میں والی بال اور پھر فٹ بال کے سائز پر نمودار ہوئی اور گولائی میں بڑھتی ہوئی تمام کھڑکی پر ظاہر ہوئی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ ایک قوی ہیکل انسان کی شکل میں روشنی میں کھڑکی پر ظاہر ہوا۔ لباس بہت ہی فاخرانہ اور خوبصورت تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور ہوا کے چلنے سے لباس میں ہلکی سی سُریلی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ یہ نظارہ دو تین منٹ تک جاری رہا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعا کو سُنتا اور قبول کرتا اور اپنے کمال رحم اور شفقت اور مہربانی سے مختلف صورتوں میں بندوں پر ظاہر ہو کر اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے (یہ دونوں واقعات رسالہ انصار اللہ دسمبر ۱۹۶۴ء میں شائع ہو چکے ہیں)

۱۹۳۷ء میں ملک گولڈ کوسٹ (غانا) کے کماسی شہر میں خاکسار بعض احمدیوں

کے ساتھ ایک ہو سا عالم مسمی محمد عبدو سے دینی مسائل پر گفتگو کرنے کی غرض سے اُس کے مکان پر گیا مگر مذکور اپنے مکان پر نہیں تھا۔ اس کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ مَیں اُسے بُلا کر لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ طالب علم انہیں بُلا کر لایا۔ عالم مذکور نہایت متکبرانہ انداز میں آرہے تھے۔ جب وہ اپنے مکان پر پہنچے اور بعد تسلیم مَیں نے اُن سے متنازعہ فیہ مسائل پر گفتگو عربی زبان میں کرنا چاہی تو اُس نے یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی کہ متنازعہ فیہ مسائل پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ احمدیوں کے بعض مبلغین سے میری گفتگو ہو چکی ہے اور آپ نے کوئی نئی بات تو بیان کرنی نہیں اس لئے گفتگو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اُس عالم کو یہ دعویٰ تھا کہ وہ صرف ونحو کا ایک بہت بڑا متبحر عالم ہے۔ اس لئے مَیں نے اُس سے متنازع فیہ مسائل پر از روئے صرف ونحو گفتگو شروع کی۔ تو پھر اُس نے میرے ساتھ بحث شروع کر دی۔

مَیں نے اس کے سامنے پیش کیا کہ متعدد آیات قرآنیہ سے وفاتِ مسیح ناصری ثابت ہوتی ہے اور اس کے ثبوت میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب توفّی باب تفعّل سے ہوا اور مُتَوَفِّي یعنی فاعل اللہ تعالیٰ ہو یا ملائکہ میں سے کوئی ہو اور مُتَوَفّٰی یعنی مفعول بہٖ ذی رُوح میں سے ہو۔ وہاں نیند یا رات کا کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر توفی کے معنے سوائے موت اور قبض روح کے اور کوئی نہیں ہوتے اور اس کے خلاف کوئی ثبوت قرآن وحدیث اور لغتِ عرب سے نہیں ملتا۔ اگر تم اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کر دو تو مَیں تمہیں انعام دونگا۔ لیکن وہ مقابل میں کوئی مثال پیش نہ کر سکا سورہ اعراف سے مَیں نے فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ کی آیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب ظرف فعل پر مقدّم ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے وہ حصر کا کام دیتا ہے اور یہ ایک ایسا قانون ہے جو تمام بنی آدم پر مشتمل ہے۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام اس قانون سے کیسے باہر جا سکتے ہیں اور کس طرح اُن کا رفع بقید حیات

١٥٦

جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر ہو سکتا ہے ؟ اس کا جواب بھی وہ نہ دے سکا۔

ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے میں نے بعض آیاتِ قرآنیہ سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی بغیر شریعت جدیدہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آسکتا ہے اور خاتم النبیین کے متعلق میں نے اُسے کہا کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بطور فضیلت کے بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں اور لفظ خاتم جب مضاف ہو اور اس کا مضاف الیہ کوئی اعلیٰ مناصب کی قوم یا گروہ ہو اور یہ مرکب اضافی مدح کے طور پر استعمال ہو تو اس مرکب کے معنے یہ نہیں ہوتے کہ موصوف اُس قوم یا گروہ کا آخر فرد بلحاظ زمانہ اور وقت کے ہے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ موصوف اس قوم میں سے افضل اور درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل اور بلحاظ درجہ اور مرتبہ کے اعلیٰ فرد ہیں۔

یہ بیان کرنے کے بعد میں نے اُسے کہا کہ اگر آپ اس حقیقت کے خلاف کوئی مثال پیش کریں تو آپ کو گرانقدر انعام دیا جائے گا۔ مگر وہ کوئی مثال پیش نہ کر سکا۔ اور لاجواب ہو کر کہنے لگا۔ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے ہیں۔ اس پر میں نے قرآن کریم کی آیت وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا۔ اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ تردت کی جس پر وہ شرمندہ ہو گیا۔

اُسی شہر کماسی میں انہیں دنوں ایک اور عالم جسے کرموکیا کے نام سے موسوم کرتے تھے اُن سے مجھے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ گفتگو کے وقت بعض احمدی احباب بھی میرے ساتھ تھے اس شخص کو فصاحت اور بلاغت پر دسترس حاصل تھی اور اُسے دعویٰ تھا کہ وُہ فصاحت و بلاغت سے خوب واقف ہے۔ جب اس کے ساتھ مذہبی گفتگو چل پڑی اور وفاتِ مسیح کا مسئلہ زیر بحث آیا اور آیاتِ قرآنی اور احادیث نبویہ اُس

کے سامنے پیش کی گئیں۔ تو وہ کہنے لگے اگرچہ اِن آیات اور احادیث سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وفات پا چکے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ ۔ اس حدیث کا سمجھنا میرے لئے بہت مشکل ہے کیونکہ اگر واقعی ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں تو پھر حضور کا فرمانا کہ حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوں گے میری سمجھ سے بالا ہے۔

میں نے اُسے جواب دیا کہ وہ شخص جسے فصاحت و بلاغت کے ساتھ مس ہو اس کیلئے اس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ چونکہ آنے والے مسیح اور حضرت مسیح ناصری کے درمیان بعض خواص اور صفات مشترکہ ہیں اس تشابہ کی وجہ سے آنے والے کا نام ابن مریم ظاہر کیا گیا ہے چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہایت ہی فصیح و بلیغ تھے اس لئے حضور نے فصاحت اور بلاغت میں کلام فرماتے ہوئے آنے والے کے لئے بھی بوجہ شدت مشابہت ابن مریم فرمایا۔

از روئے علم بیان جب دو افراد یا دو اشیاء بلحاظ صفات اور خواص کے کمال تشابہ اُن میں پایا جائے۔ تو بلغاء اور اہل لغت کے نزدیک یہ مسلّمہ بات ہے کہ بسا اوقات مشبّہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور مشبّہ بہ اور حرف تشبیہ حذف کر دیا جاتا ہے اور مشبّہ بہ کا نام مشبّہ کو دے دیا جاتا ہے اس امر کو علم بیان میں استعارہ کہتے ہیں جو مجاز کی ایک قسم ہے۔ چونکہ آنے والے مسیح موعود محمدی اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے درمیان متعدد صفات اور خواص میں کمال تشابہ پایا جاتا ہے اس لئے آنے والے مسیح موعود کو ابن مریم کا نام دے دیا گیا۔ یہ سنکر اس عالم نے تسلیم کر لیا کہ یہ بات بالکل درست ہے اور اس بارے میں اپنی کم علمی کا اعتراف بڑے عاجزانہ انداز میں کرنے لگا۔

۱۰۸

(۳۱)

سنہ ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے۔ میں کماسی کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد واپس سالٹ پانڈ (لوکل مرکز جماعت احمدیہ غانا) آیا۔ تو مجھے مشن ہاؤس پر ملنے کے لئے ایک مسلم شامی دوست مسمی یحیی آئے۔ خیریت پوچھنے کے بعد مذہبی گفتگو کا سلسلہ میرے اور انکے درمیان جاری ہو گیا۔ گفتگو عربی زبان میں ہو رہی تھی۔ گفتگو کے وقت غانا جماعت کے اسوقت کے پریذیڈنٹ الحاج محمد اسحاق صاحب بھی ہمارے پاس تھے۔ الحاج محمد اسحاق بھی عربی میں گفتگو کر لیتے ہیں پہلے وفات مسیح ناصری اور بعد ازاں اجرائے نبوت پر بحث ہوئی۔ بالآخر دلائل سے تنگ آ کر انہوں نے کہا کہ اگر نبی آنے کا امکان ہے تو اُسے عربوں میں سے آنا چاہیئے تھا۔ مَیں نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ نبی عربوں میں سے مبعوث ہو؟ اس نے کہا کہ ہم ابناء العرب ہیں۔ اور عربی ہماری زبان ہے اور ہم قرآن مجید کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ پنجابی کیونکہ عرب نہیں اسلئے پنجابیوں سے نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے کہا کہ اگر زبان دانی کا تمہیں دعویٰ ہے تو حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) نے عرب کے علماء کو چیلنج کیا کہ وہ عربی زبان میں حضور کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ لیں اور قرآن مجید کی تفسیر نویسی کا موازنہ عربی زبان میں کر لیں لیکن حضور کے اس چیلنج کا جواب تمہارے علماء نے نہیں دیا۔ اور وہ مبارزت کے لئے میدان میں نہ نکلے۔ اس پر اس شامی نے کہا کہ ہم نے ان کے چیلنج کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ ورنہ ہم ان کا جواب دے سکتے تھے۔ مَیں نے اُسے کہا کہ قرآن مجید کے نزول کے وقت بھی منکرین صداقت نے تاب مقابلہ نہ لا کر کہا تھا وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (انفال ع ۴) یعنی جب انکے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں (بس بس) ہم نے تمہاری بات سن لی۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس قسم کا کلام بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ قرآن تو صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ ایسی طرح تم کہہ رہے ہو۔ دیکھو تم عرب ہو اور پڑھے لکھے

ہو لیکن میں پنجابی ہوں اور حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کا ادنیٰ ترین خادم ہوں۔ اور میری عادت میں بہت ہی خاکساری ہے۔ لیکن اس وقت مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی خاطر مجھے قوت بخشے گا۔ اسی وقت آؤ سفید کاغذ اور قلم دوات لے کر میرے سامنے بیٹھ کر عربی میں کسی دینی مسئلہ پر میرے ساتھ مقابلہ میں لکھ کر تو دیکھو تو تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ حضرت (مسیح موعود) کے ایک ادنیٰ ترین خادم کا بھی تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حضرت (مسیح موعود) کی شان تو بہت بلند اور ارفع ہے۔ اس پر وہ خاموش ہوگیا اور مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

(۴)

ایک دفعہ ایک عیسائی کے ساتھ میری مذہبی گفتگو ہو رہی تھی اثنائے گفتگو میں اُس نے کہا۔ مسیح خدا ہیں اور ان کی خدائی کا یہ ثبوت ہے کہ انہوں نے کہا ہے۔ میں ابراہیم سے پہلے تھا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ وہ خدا ہیں۔ میں نے انہیں جواباً کہا۔ یہ حضرت مسیح کی الوہیت کا ثبوت نہیں۔ کیونکہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُنْتُ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔ نیز فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اس لحاظ سے مسیح۔ ابراہیم اور آدم علیہم السلام سے بھی پہلے ہوئے لیکن باوجود اس کے ہم مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا ایک بزرگ ترین انسان اور اس کا مقدس ترین نبی تسلیم کرتے ہیں۔

(۵)

سنہ ۱۹۶۰ء میں وزیر تعلیم حکومت غانا نے بمقام آکرا تمام مشنوں کے جنرل مینیجرز آف سکولز کی ایک تعلیمی میٹنگ بلائی۔ احمدیہ تعلیمی یونٹ کی طرف سے مجھے بحیثیت جنرل مینیجر بلایا گیا۔ تمام عیسائی مشنوں کے قریباً آٹھ نو یورپین و افریقین جنرل مینیجرز موقعہ پر موجود تھے۔ میں نے وزیر تعلیم کو کہا۔ عیسائی اور گورنمنٹ سکولوں میں جو مسلمان طلباء

پڑھتے ہیں۔ انہیں زبردستی عیسائیت کی کتب اور بائیبل پڑھائی جاتی ہے۔ اگر وہ نہ پڑھیں تو انہیں زدوکوب کیا جاتا ہے۔ یا سکولوں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے میں پروٹسٹ کرتا ہوں کہ مسلمان طلباء کو عیسائی اور حکومت کے سکولوں میں عیسائیت کی تعلیم نہ دی جائے۔ اسپر رومن کیتھولک مشن کے یورپین پادری جنرل مینجر نے کہا یہ درست نہیں کہ مسلمان طلباء کو زبردستی عیسائی سکولوں میں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے میں نے وزیر تعلیم کو کہا۔ میں اس جنرل مینجر کو چیلنج کرتا ہوں۔ اسی کے کیپ کوسٹ سکول میں دو مسلمان بچے پڑھتے تھے جنہیں عیسائیت کی کتب پڑھنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ جب وہ بائیبل اور عیسائیت کی تعلیم پر رضامند نہ ہوئے تو ان دونوں کو سکول سے نکال دیا گیا۔ اور میں نے انہیں اپنے سکول میں جگہ دی۔ اسپر وزیر تعلیم نے وعدہ کیا کہ وہ اس کا بندوبست کرینگے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں وزارت تعلیم کی طرف سے تمام عیسائی سکولوں کے جنرل مینجروں کو حکومت کے سکولوں کو سرکلر جاری کیا گیا کہ وہ کسی مسلمان بچے کو سکول میں عیسائیت کی تعلیم نہ دیں۔ اسی میٹنگ میں میں نے یہ بات بھی پیش کی کہ حکومت کے تمام کالجوں میں جیسے عیسائیت کی مذہبی کتب رکھی جاتی ہیں ایسے ہی اسلام کی کتب بھی رکھی جائیں۔ وزیر تعلیم نے اس کا اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ آپ کون کون سی کتب رکھوانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا قرآن مجید مترجم بزبان انگریزی۔ اسلامی اصول فلاسفی اور احمدیت وغیرہ سردست رکھوانا چاہتا ہوں۔ اس میٹنگ کے بعد ایک اور میٹنگ بلائی گئی۔ جب میں نے دوبارہ اس بات پر زور دیا کہ اسلامی کتب حکومت کے کالجوں میں پڑھنے کے لئے رکھوائی جائیں تو اس بار میٹنگ کی صدارت ایک یورپین سوشل ویلفیئر آفیسر کر رہا تھا۔ اُس نے مجھے کہا۔ تمام مذاہب ایک جیسے ہیں آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں۔ میں نے آٹھ نو عیسائی پادری جنرل مینجرز کے سامنے کہا کہ ہرگز نہیں تمام مذاہب ایک جیسے نہیں۔ ایک خدا ہی کے وجود کو لے لیں۔ جب

مسلمان کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے تو وہ خدا کو واحد فی الذات ۔ واحد فی العبادات واحد فی الصفات اور واحد فی الافعال مانتا ہے ۔ لیکن آپ ان پادری صاحبان سے دریافت کرکے دیکھ لیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی ذات میں ہی شرک کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا ایک میں تین اور تین میں ایک ہے کیا اس سے واضح نہیں ہو جاتا کہ تمام مذاہب ایک جیسے نہیں ۔ اس پر وہ تمام پادری خاموش بیٹھے رہے اور خدا کے فضل سے کسی نے بولنے کی جرأت نہیں کی ۔

(۶)

ایک دفعہ مقام سکنڈری کے قریب ایک غیر احمدی معلّم داؤد سے میرا مناظرہ ہوا مناظرہ میں بجائے دلائل پیش کرنے کے اُس نے اِدھر اُدھر کی بیہودہ اور نامناسب باتیں کیں اور ہمارے جنرل سیکرٹری مسٹر جلال الدین جالنس مرحوم کو اشتعال میں آکر تھپڑ مارنے کی کوشش کی ۔

اس پر اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی ۔ مناظرہ سے جانے کے بعد اُس پر فالج گرا جس کے نتیجہ میں وہ چند دن کے بعد فوت ہو گیا ۔ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں نے خود بیان کیا کہ کیونکہ وہ مولوی مبشر صاحب کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا تھا اس واسطے اس کے ساتھ ایسا ہوا ۔

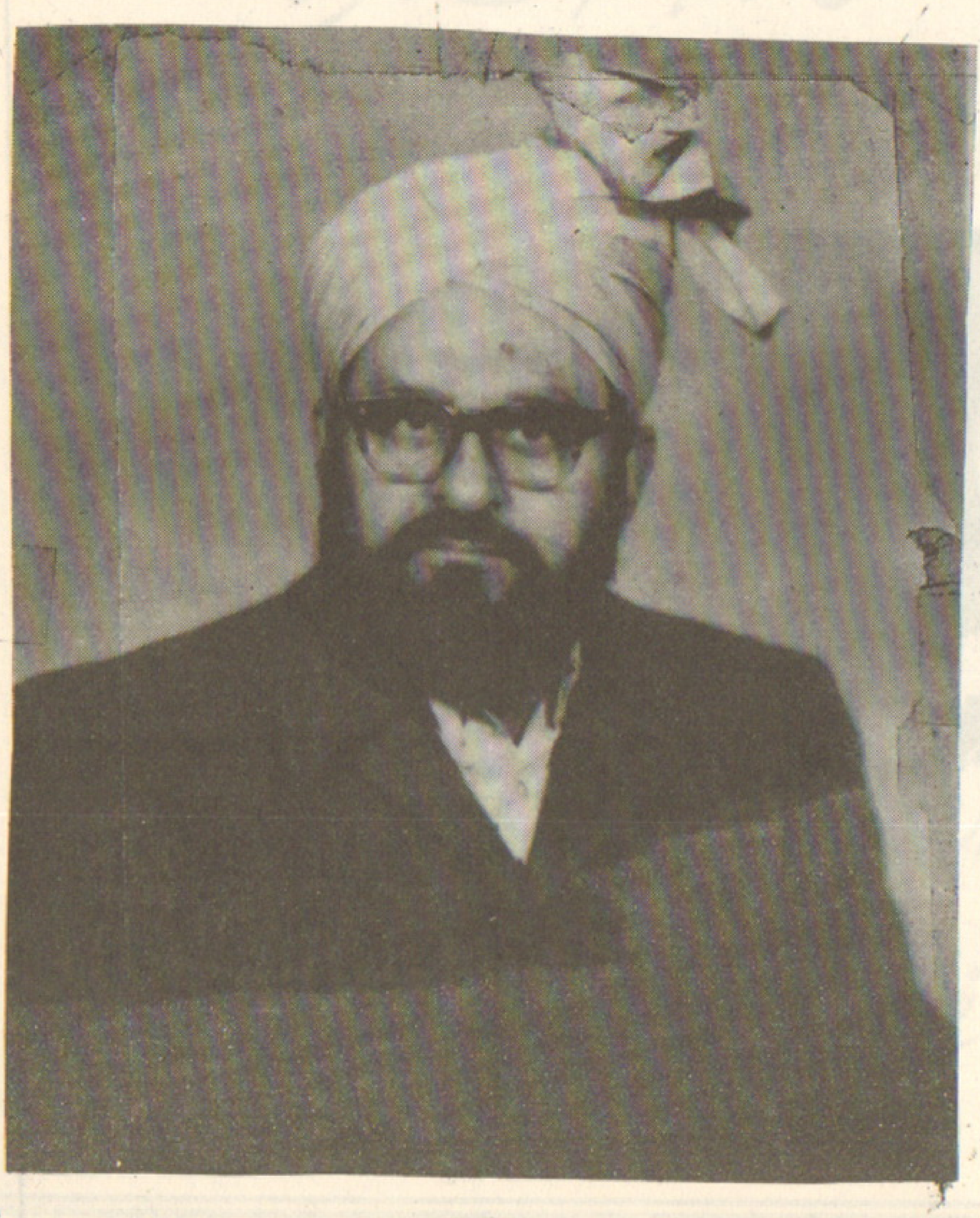
مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر کی درخواست اور بار بار اصرار پر کچھ لکھا گیا ہے ۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے ۔ اور انکی کوشش میں برکت ڈالے ۔ آمین

خاکسار نذیر احمد مبشر

۱۱/۹۶/۷



جناب الحاج
مولانا نذیر احمد صاحب
مبشر سیالکوٹی
سابق امیر و مبلغ انچارج گھانا
ص ۱۷۶ تا ص ۱۸۸



عبدالرحمن صاحب مبشر
(مولوی فاضل)

مؤلف

کتاب برہان ہدایت
و
بشارات رحمانیہ
وغیرہ
ص ۱۹۰ تا ص ۱۰۶

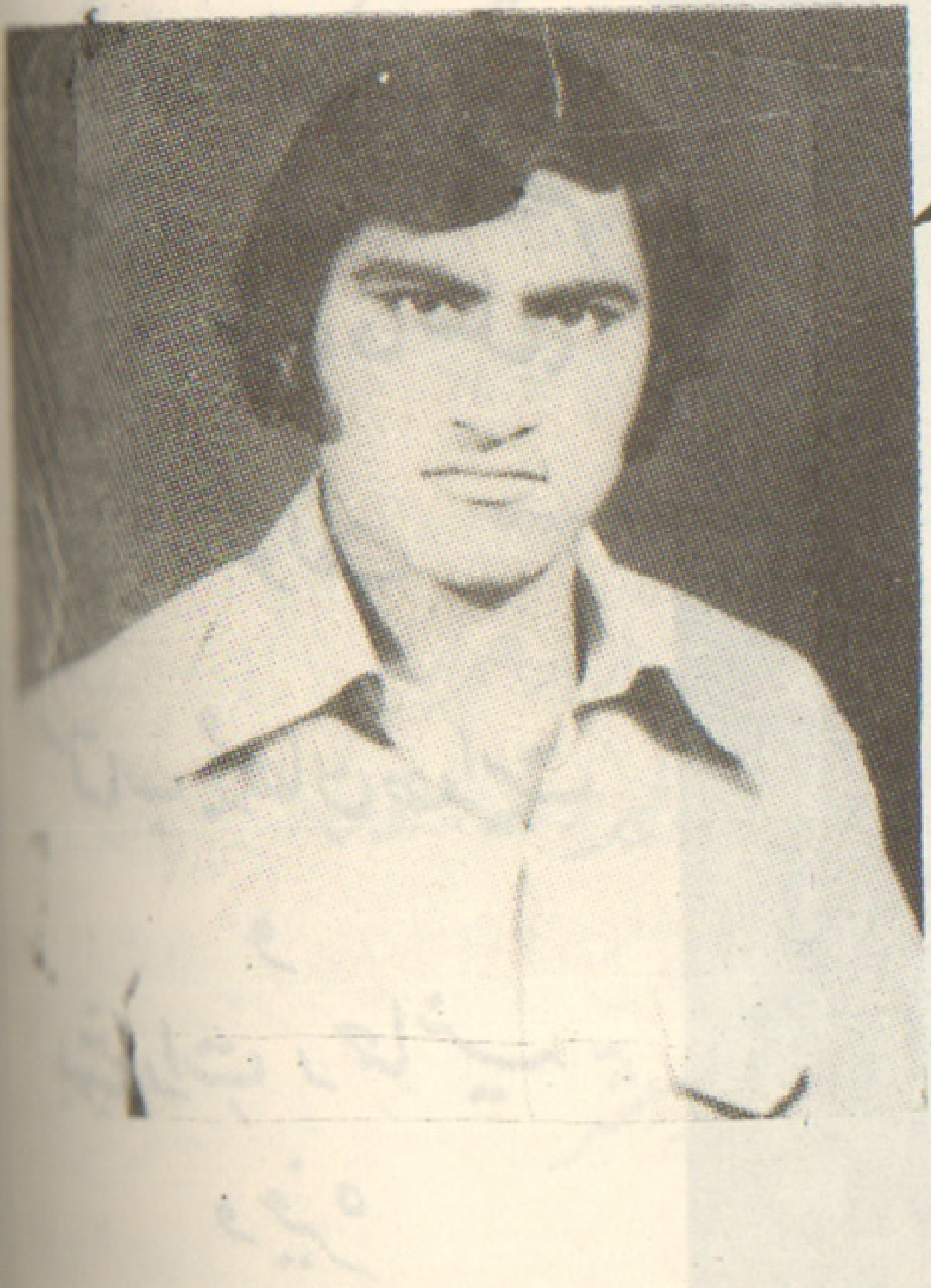


حسّانُ الملک بلیغ العصر

حضرت قیس مینائی صاحب

آف کراچی

نظم صہ ۲



عزیز سیف اللہ خاں خالد

ابنِ

مولوی عبد الرّحمٰن صاحب مبشّر

آف ڈیرہ غازی خاں

ناشر کتاب ھذا

کلامِ حضرت ربانیؑ سلسلۂ احمدیہ

صداقت سیدنا خیر الورےٰ
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوّت ہے اِسی سے آشکار
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
روشنی میں مہرِ تاباں کے بھلا کیا فرق ہے
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنجبار

مؤلف "بُرہانِ ہدایت" کے مختصر حالاتِ زندگی

عاجز راقم کا نام عبدالرحمٰن مبشر۔ والد بزرگوار کا نام احمد خان ولد غازی خان ہے۔ قوم بلوچ جائے پیدائش چاہ درو والا موضع بستی رانجھا ہے جو صدر مقام ضلع ڈیرہ غازی خان سے ۲۸ میل جانب شمالی برلب دریائے سندھ واقع ہے۔ ہمارے جدّ امجد حضرت میر احمد صاحب کو حضرت بہاول حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جنکا مزار ملتان شہر کے پُرانے قلعے پر ہے) اپنا مخلص مرید اور خلیفہ ہونے کی وجہ سے "شیخ" کا لقب عطا فرمایا تھا اسی وجہ سے ہمارا خاندان بلوچ ہونے کے باوجود شیخ کہلاتا ہے۔

خاکسار کی تاریخ پیدائش (اندازاً) جو پرائمری سکول بستی رانجھا کے رجسٹر میں درج ملی ہے اگست ۱۹۰۸ء ہے۔ والد بزرگوار نے ۱۹۱۴ء میں بعمر ۶ سال سکول میں داخل کرایا تھا ۱۹۱۸ء میں جب ہمارے والدین فوت ہوئے تو کس مپرسی کی حالت میں ترکِ وطن کر کے پہلے سید شاہنواز صاحب کے پاس اور پھر چاہ گجر والا میں حافظ نور محمد صاحب اہل حدیث کے پاس دینی تعلیم کیلئے پہنچے۔ پھر حافظ نور محمد صاحب کی معیت میں ۱۹۲۰ء میں اپنے برادر کلاں مولوی عبدالرزاق صاحب کے ساتھ مدرسہ حمیدیہ (اہلحدیث) دہلی جاکر داخل ہوئے اور قرآن مجید وہیں ختم کیا۔ اس کے بعد مدرسہ فریدیہ قصور میں ۱۹۲۷ء تک کچھ عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی ۱۹۲۷ء میں ملتان چھاؤنی آکر ایک دفتر میں ملازمت کر لی۔ اور ملتان ہی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم منشی عبدالواحد صاحب سارٹر مرحوم اور مکرم شیخ فضل الرحمٰن صاحب اختر مرحوم کی تبلیغ سے قبول احمدیت کی توفیق پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اواخر ۱۹۳۰ء میں اخویم مکرم جناب مولوی ظفر محمد صاحب فاضل سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ

اور اخویم محترم جناب شیخ مبارک احمدؐ صاحب رئیس التبلیغ افریقہ کی تحریک پر قادیان دارالامان پہنچا کچھ عرصہ نظارت دعوۃ و تبلیغ میں حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ کے زیر سایہ دفتر نظارت میں کام کیا۔ اور پھر مدرسہ احمدیہ کی چھٹی اور ساتویں جماعت کا کورس پاس کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۳۵ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مبلغین کلاس کا امتحان ۱۹۳۷ء میں جب پاس کیا اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ کو علیحدہ کر کے استاذی المکرم حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ تو اُن کے ارشاد پر مدرسہ احمدیہ میں خاکسار نے دینیات اور عربی مدرس کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ جو حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات تک جاری رہا۔ ۱۹۳۹ء سے ہی خاکسار نے اپنے طبعی میلان کے مطابق تالیف تصنیف کا کچھ کام بھی شروع کر رکھا تھا۔ ۱۹۴۴ء میں مدرسہ احمدیہ سے ترکِ ملازمت کے بعد اس کام کو باقاعدہ جاری کیا۔ قادیان میں ایک مکتبہ بشارات رحمانیہ کے نام سے قائم کیا۔ اس عرصہ میں متعدد تبلیغی تربیتی اور تعلیمی کتب تصنیف تالیف کرنے کی الحمد للہ توفیق پائی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد خاکسار اپنے وطن ڈیرہ غازی خاں واپس آکر سکونت پذیر ہوا۔ قادیان سے واپس آنے کے بعد تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا کیونکہ تمام کتب خانہ مسودات کتابت شدہ کاپیاں غرضیکہ ساری عمر کا اندوختہ نذر انقلاب ہو چکا تھا ڈیرہ غازی خاں آکر خشک میوے اور پھر کپڑے کی دوکان کر لی۔

۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مسجد مبارک اور صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹروں کی درمیانی شاہراہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ ایم۔ اے نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف لے جاکر فرمایا۔ مولوی صاحب آجکل آپ کیا کر رہے ہیں۔ مَیں نے عرض کی حضور ڈیرہ غازی خاں میں کپڑے کی ایک دوکان کھول رکھی ہے۔ فرمایا۔ واہ یہ بھی کوئی کام ہے یہ کام تو ایک ان پڑھ بھی کر سکتا ہے آپ نے قادیان میں رہ کر جو علم حاصل کیا وہ کس کام آئے گا

۱۷

مؤلف "برہان ہدایت"

خاکسار عبدالرحمٰن مبشّر کے ذاتی مشاہدات و واقعات

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مقام کے بارے میں ابتدائی واقعہ

قریباً ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار ابھی احمدیت کے بارہ میں تحقیقات کر رہا تھا کہ ایک غیر مبائع ماسٹر صاحب جو ملتان چھاؤنی میں انگریز افسروں کو اردو پڑھایا کرتے تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ مَیں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کیلئے تیار ہوں مجھے کہنے لگے کہ اگر آپ احمدی ہونا چاہتے ہیں تو پھر آپ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور سے وابستہ ہو جائیں اور مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لیں۔ کیونکہ اُن کے عقائد درباره مقام مسیح موعود زیادہ نرم اور صحیح ہیں۔ اس کے برعکس جماعت قادیان کے عقائد کے بارہ میں بہت زیادہ سخت اور غلط ہیں۔ میں نے کہا آپ ذرا وضاحت سے ایک مسئلہ بیان فرمائیں تاکہ اُس کا موازنہ کیا جا سکے کہ کون صحیح عقیدہ پر قائم اور کون غلطی پر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جماعت قادیان اُن کو نبی مانتی ہے اور جماعت لاہور صرف مجدّد۔ اس پر میں نے کہا کہ کیا لاہوری جماعت والے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ اس سے قبل مجھے لاہوری جماعت کا عقیدہ تو الگ رہا ان کے جماعتی وجود کا بھی پتہ نہیں تھا، ماسٹر صاحب نے کہا کہ ہاں وہ مسیح موعود کو مانتے ہیں۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ اگر وہ مسیح موعود مانتے ہیں تو پھر فرق کیا رہ گیا۔ مسیح موعود کو تو احادیث میں "نبی اللہ" کہہ کے پکارا گیا ہے۔ اس لحاظ سے جماعت قادیان حق پر ہے اور لاہوری جماعت حق پر نہیں ہے اور مجھے تو حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی پر ایمان لاتا ہے اور خدا تعالیٰ نے اُن کو صحیح مقام دیا ہے اُسے قبول کرنا ہے نہ کہ ادھوری اور ناقص پوزیشن تسلیم کرنی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو کر چلے گئے۔

خاکسار نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد کئی جگہ غیر مبائع حضرات کے سامنے اس دلیل کو پیش کر کے آزمایا ہے۔ اور انہیں لاجواب پایا ہے کہ اگر حضرت واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے ماتحت مسیح موعود ہیں تو پھر حضور ہی کی بشارت کے ماتحت وہ نبی اللہ بھی ہیں۔ ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم ان کی پوزیشن کو گرائیں اور لوگوں سے وہ عقیدہ منوائیں جس کو خود خاتم النبیین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے نبی اللہ کا خطاب دیا ہو۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ۔ البتہ آپ کی یہ نبوت نہ براہ راست نبوت ہے اور نہ تشریعی بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے مقام کے متعلق فرمایا ہے۔ اُسی پر من وعن ہمارا ایمان ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا لفظ دیکھ کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانی کا کمال ثابت کرنے کے لیئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض سے مجھے مقام نبوت تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اور میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ظلّ ہے نہ کہ اصل نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے ویسے ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو۔ کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

مولوی اشفاق احمد دیوبندی سے جھڑپ

ملتان چھاؤنی کا ہی واقعہ ہے کہ خاکسار ابھی احمدیت سے قطعاً نابلد تھا اور اُن دونوں "مباہلہ والوں" کی طرف سے حضرت امیر کے خلاف کچھ اشتہارات گلی کوچوں میں لگائے جا رہے تھے۔ جن میں اُن کی مظلومیت اور حضرت کے بارے میں نہایت نازیبا الفاظ اور اُن کے لئے چندہ کی تحریک بھی۔ خاکسار اُن دنوں ملتان چھاؤنی کی جامع مسجد میں مولوی اشفاق احمد صاحب دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن مولوی صاحب نے وہی مُباہلہ والوں" کا فحش اشتہار پڑھ کر سُنانا شروع کیا۔ حضرت کے متعلق جب اُس نے بعض گندے الفاظ اشتہار سے پڑھ کر سُنائے تو غیر ارادی طور پر فوراً خاکسار اُٹھ کھڑا ہوا اور پورے جوش اور پُرعزم جذبہ کے ساتھ مولوی صاحب کو پکار کر کہا کہ مولوی صاحب! منبر رسول پر کھڑے ہو کر ایسے شخص کی بدگوئی اور غیبت کر رہے ہیں جو یہاں موجود نہیں اور اپنا ڈیفنس بھی نہیں کر سکتا اس اشتہار کو پڑھنا بند کر دیں۔ ورنہ مَیں آپ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے تیار نہیں اس پر مولوی صاحب نے چلّا کر کہا کہ تم کون ہوتے ہو۔ میری تقریر میں مداخلت کرنے والے معلوم ہوتا ہے تمہیں بھی مرزائیت کی ہوا لگ گئی ہے۔ خاموشی سے بیٹھو ورنہ اُٹھ کر چلے جاؤ اس پر خاکسار فوراً وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اور پھر کبھی غیر احمدی ہوتے ہوئے بھی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ یہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر خاص فضل اور احسان معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے احمدیت سے پہلے ہی میری فطرت میں یہ بات ودیعت کی تھی کہ پاک اور مقدس لوگوں کے متعلق میں کبھی ایسی بات قبول نہ کروں بلکہ انہیں سُننا بھی گوارہ نہ کروں جو ناپاک طبع لوگوں کی اختراع ہو۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا بدلہ اس رنگ میں عطاء فرمایا کہ مجھے حضرت کے دورِ خلافت میں احمدیت کی نعمت سے متمتع فرمایا اور حضور کی زندگی ہی میں علم دین پڑھنے اور تالیف و تصنیف کی توفیق عطا فرمائی ۱۹۳۰ء سے لیکر جب سے یہ خاکسار احمدی

ہوا ہے مختلف فتنے اٹھے اور بعض لوگوں نے حضرت اقدس کے خلاف "مباہلہ والوں" کی طرح دریدہ دہنی اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ خاکسار نے کبھی بھی ایک لمحہ کیلئے ان لوگوں کی گندی باتوں پر نہ صرف توجہ ہی نہیں دی بلکہ ایسے لوگوں کو کبھی مُنہ تک نہیں لگایا۔ کیونکہ قرآن مجید کا یہ فرمان ہر وقت میرے مدّنظر رہا کہ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ (نور ع) یعنی خبیث باتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث باتوں کے لئے اور پاک باتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک باتوں کے لئے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے اس اصول کے ماتحت ہر وہ شخص جو پاکبازوں کے متعلق خبیث باتیں کرتا ہے وہ خود خبیث قرار پاتا ہے۔ پاکباز پاک لوگوں کے متعلق پاکیزہ باتیں کرنے والا لازماً پاکباز ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات تو اتنی پاکیزہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے انہیں "نور آتا ہے نور" کے الفاظ سے نوازا اور كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ آپ کی شان میں بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) نے اپنی تمام اولاد کو ؎

ہر اِک تیری بشارت سے ہوا ہے"

کہہ کر مبشر اولاد قرار دیا ہے۔ اور پھر اپنے سلسلہ کی تعلیمی۔ تربیتی اور رُوحانی تمام ترترقیات کی بنیاد اپنی اولاد کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ؎

یہی ہیں پنجتن جن پر بناء ہے

میرے نزدیک حضرت کا ماننے والا حضور کی اولاد کے بارے میں کسی بدگمانی تک کا تصور بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اُن پر جھوٹے الزام لگائے۔

بیعت کر لینے کے معاً بعد ذو نشانات کا ظہور

۱۹۳۰ء میں جب خاکسار نے بیعت کر لی تو دفتر گیریزن انجینئر کے (جہاں خاکسار ملازم تھا) دو شخصوں نے میرے احمدی ہونے کے بعد مجھے تنگ کرنا شروع کیا اُن میں سے بابو ولی اللہ نامی ایک کلرک تھا جس نے حضرت کے بارے

میں نہایت نازیبا اور گندے الفاظ استعمال کئے۔ اس پر خاکسار کو بہت رنج ہوا اور اپنے کوارٹر میں جاکر وضو کر کے مصلّے پر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے حق میں بد دعا کرنی شروع کی۔ اور رو رو کر یہ دعا کی کہ اے الٰہ العٰلمین! اس شخص نے تیرے پاک مسیح کی ہتک کی ہے اور اس طرح میرے دل کو زخمی کیا ہے تو خود ہی اسے سزا دے اور ایسی عبرت ناک سزا دے کہ یہ ساری عمر ایسی بُری حرکت نہ کر سکے۔

ابھی دفتر کا ٹائم ختم نہ ہوا تھا کہ اس شخص کے سر میں شدید درد کا دورہ پڑا اور وہ چھٹی لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر اُس نے چھٹی کی درخواست بھیجی۔ اسی طرح ایک ہفتہ وہ چھٹیاں حاصل کرتا رہا۔ بالآخر جب وہ ایک ہفتہ چھٹیاں گزار کر واپس آیا تو نہایت ہی نحیف و نزار ہو چکا تھا۔ اس نے دفتر میں حاضری لگانے کے بعد مجھے علیحدہ لے جا کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے حق میں بد دُعا کی ہے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کرو۔ آئندہ کبھی میں ایسا نہیں کرونگا میں نے اُن سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں کہ آپ نے خدا کے پاک مسیح کے حق میں بُرا بھلا کہا ہے۔ میں نے اُسی کے دربار میں فریاد کی ہے۔ اب فیصلہ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ میرا آپ کوئی ذاتی قصور نہیں کیا کہ میں معافی دوں۔ اس کے بعد وہ ایک لمبی چھٹی پر دفتر سے چلا گیا۔ اور پھر معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوُا۔

اسی طرح محکمہ کے ایک مستری عبدالکریم نے بھی حضرت کے حق میں سخت گستاخی کی اور میرے منع کرنے کے باوجود بھی وہ باز نہ آیا۔ اور گستاخی میں بڑھتا چلا گیا۔ اس پر خاکسار نے اُسے بابو ولی اللہ کی حالت سے آگاہ کیا اور تنبیہہ کی کہ اس طرح آپ بھی کہیں خدا کی گرفت میں نہ آجائیں۔ لیکن اُس نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔ بالآخر تنگ آکر خاکسار نے اُس کے خلاف بھی بد دُعا کی۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ اس کا سات سالہ اکلوتا بیٹا نمونیا میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

یہ دو نشانات ابتدائے احمدیت میں ہی خود خاکسار کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ اُس کے اکلوتے

بیٹے کے مرنے کا خود مجھے بھی افسوس ہوا۔ اس کے بعد مَیں نے عہد کیا کہ اَب کسی کیلئے بددعا نہیں کرونگا اور خدا تعالیٰ کے اس وعدہ پر بھروسہ رکھوں گا جو اس نے حضرت کے متعلق خود فرمایا ہے۔ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَاِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ یعنی جو شخص تیری توہین اور تذلیل کا ارادہ کرے گا مَیں اُسے ذلیل اور رُسوا کرونگا۔ اور یقیناً میں اُسے مدد دونگا جو تیری مدد کا ارادہ کرے گا۔

مرزا سلطان محمد صاحب خاوند محمدی بیگم سے ملاقات

غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار جب جامعہ احمدیہ قادیان میں زیر تعلیم تھا تو ایک مرتبہ مرزا محمد حسین صاحب کے ساتھ انکی شادی کے بعد پٹی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر مرزا سلطان محمد صاحب خاوند محمدی بیگم کے مکان پر بھی گیا کیونکہ مجھے مرزا صاحب سے ملنے اور انہیں تبلیغ کرنے کا شوق تھا۔ جب ہم دونوں مرزا صاحب سے جاکر ملے اور مرزا محمد حسین صاحب جو اُن کے رشتہ دار تھے انہوں نے میرا تعارف کرایا۔ تو میرے قادیان سے آنے کا ذکر سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اور بہت اخلاق سے پیش آئے اور انہوں نے ہم دونوں کی دعوت بھی کی۔ دورانِ گفتگو خاکسار نے اُن سے پوچھا کہ مرزا صاحب! آپ کو حضرت کے دعاوی اور اُن کی پیشگوئیوں کی کونسی بات پر شک ہے کہ آپ بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوتے؟ میری مراد اس سوال سے یہ تھی کہ شاید وہ محمدی بیگم والی پیشگوئی کا ذکر کرینگے جیسا کہ مخالف علماء بالعموم اس پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن میرا یہ سوال سُنتے ہی انہوں نے پُریقین انداز میں یہ جواب دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب پر پورا اعتقاد ہے اور مَیں انہیں صادق سمجھتا ہوں۔ صرف خاتم النّبیّین کا مسئلہ ایسا ہے جو مجھے ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔ خاکسار نے اس پر انہیں خاتم النّبیّین کی تشریح کرتے ہوئے سمجھایا کہ ہم لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین یقین کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے یہی معنے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کے کمالات ختم ہیں اور اب ہر کمال خواہ وہ صالحیت کا ہو یا صدیقیت کا ہو یا نبوّت

کا ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیوض و برکات سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ کافی دیر تک اس قسم کی باتیں ہوتیں رہیں۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کے آجانے کی وجہ سے یہ گفتگو بند ہو گئی۔ خاکسار کا اس موقعہ پر یہی تاثر تھا کہ مرزا سلطان محمد صاحب کو سلسلہ احمدیہ سے اُنس ہے اور حضرت لربانی (سلسلۂ احمدیہ) کی صداقت بھی اُنکے نزدیک مسلّم ہے لیکن خاتم النبیین کا مسئلہ اُن کے لیئے آگے آنے میں روک ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مسئلہ اُن کی سمجھ سے بالا ہو۔ یا اور کوئی وجہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مولوی صاحب سے مسئلہ نبوت پر دلچسپ گفتگو

اسی پٹی ہی کا واقعہ ہے کہ وہاں خاکسار کی کئی تقریریں ہوئیں۔ بعض لوگوں نے وہاں کے ایک بڑے مولوی صاحب سے تبادلہ خیالات کرنے کی تحریک کی۔ چنانچہ مرزا محمد حسین صاحب اور خاکسار وقت مقررہ پر مولوی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ اور بھی کئی لوگ وہاں پر موجود تھے۔ گفتگو کا موضوع مسئلہ نبوت تھا۔ میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ آپ قرآن شریف کی کوئی ایسی آیت بتائیں جس میں صراحتہً یہ ذکر موجود ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا؟

مولوی صاحب بار بار خاتم النبیین کی آیت پیش کرتے رہے جس سے میرا مطالبہ پورا نہیں ہوتا تھا۔ اس پر اُس نے یہ مطالبہ کیا کہ اچھا پھر آپ ہی کوئی ایسی آیت بتائیں جس سے بالوضاحت یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں کوئی نبی اور رسول آئے گا اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

(آل عمران ع ۱۸ آیت ۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ایمان والوں کو ایسی مخلوط حالت پر چھوڑے رکھے جس پر تم ہو۔ یہاں تک کہ پاک اور پلید کو الگ الگ نہ کر دے۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں کہ وہ تم میں سے ہر ایک کو امور غیبیہ پر اطلاع دے۔ لیکن امور غیبیہ پر اطلاع دینے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے لیے بڑا اجر ہو گا۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب! دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ پانچ باتیں بیان کی ہیں۔

اوّل یہ کہ ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں میں کچھ لوگ پاک اور کچھ ناپاک ہونگے اور آپس میں ملے جلے ہونگے۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے علیحدہ کر دے گا اور انہیں آپس میں ملا جلا نہیں رہنے دیگا

سوم۔ چونکہ پاک اور ناپاک کا پتہ چلانا بجز وحی الٰہیہ کے ممکن نہیں اس لئے ہر ایک کو تم میں سے وحی نہیں ہوگی

چہارم۔ ہاں! اللہ تعالیٰ اپنا کوئی رسول اس کام کے لئے منتخب کرے گا جسے غیب پر اطلاع دی جائیگی۔ پھر اس کے ذریعہ پاک عنصر سے ناپاک عنصر علیحدہ کر دیا جائے گا۔

پنجم۔ پس اُس رسول پر ایمان لانا اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چلنا تمہارے لئے ضروری ہوگا۔ اور جو اس ہدایت پر عمل کریگا تو اُس کیلئے بہت بڑا ثواب ہو گا

مولوی صاحب! دیکھیئے کتنی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آئندہ ہونے والے واقعات اور مومنوں میں پیدا ہونے والی خرابیوں اور پھر اُن کا سدّباب بذریعہ رسول ذکر فرمایا ہے میرے نزدیک یہ آیت اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں پیدا ہونیوالی خرابیوں کا

ستہ باب بذریعہ رسول کرے گا۔ اب بتائیے آپ کو اس بات پر کیا اعتراض ہے؟ کہنے لگے یہ تم نے اپنی طرف سے من گھڑت معنے کئے ہیں۔ یہ تو پچھلے لوگوں کے متعلق ذکر ہے نہ کہ آئندہ کسی رسول کو بھیج کر کسی خرابی کو دُور کرنے کا ذکر ہے۔ مَیں تمہارے معنے اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک تم کسی پرانی تفسیر سے اپنے معانی کی تائید میں کوئی حوالہ نہ دکھاؤ۔

مَیں جب کبھی اپنے تبلیغی سفر پر روانہ ہوتا تھا تو اپنے ساتھ حوالہ جات کی بعض ضروری کتب بھی لے لیتا تھا۔ چنانچہ اُس وقت میرے پاس علاوہ دوسری کتب کے تفسیر جلالین بھی تھی۔ میں نے جھٹ تفسیر جلالین نکال کر اُس کو اسی آیت کی تفسیر میں مندرجہ الفاظ سُنائے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ۔ یَخْتَارُ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَیُطْلِعُہٗ عَلٰی غَیْبِہٖ کَمَا اَطْلَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَالِ الْمُنَافِقِیْنَ۔ ترجمہ، اور لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہیگا منتخب کرے گا تو اُسے بھی غیب پر اسیطرح اطلاع دیگا جسطرح اُس نے منافقین کی حالت کے بارہ میں آنحضرت صلعم کو اطلاع دی ہے۔

علامہ جلال الدین ؒ کی یہ تفسیر سُنکر مولوی صاحب سخت حیران اور ششدر رہ گئے۔ یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اُن کی مسلّمہ اور متداولہ تفسیر میں ایسی وضاحت موجود ہو گی اور الامام العلاّمہ المحقق المدقق جلال الدین محمد ابن احمد سن پیدائش ۹۱ ہجری اور سن وفات ۸۶۴ھ یعنی پانچسو برس قبل قرآن مجید کی اس آیت کی ایسی تفسیر لکھ جائیں گے جو احمدیہ عقائد کے عین مطابق ہو گی۔ اُس وقت اُن کا اضطراب اور پریشانی قابل دید تھی۔ تھوڑی دیر سرنگوں ہونے کے بعد یکایک انہوں نے سر اٹھایا اور کہا یہ تفسیر ضرور قادیان میں چھپی ہو گی۔ میں نے کہا نہیں حضرت یہ تو دہلی میں چھپی ہے اور اسے ٹائیٹل پیج کھول کر دکھایا۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے اور بحث ختم ہو گئی۔ اور ہم لوگ اٹھ کر چلے آئے۔ خاکسار نے اس حوالہ کو تفسیر جلالین کی اس تشریح کے ساتھ جہاں کہیں بھی پیش کیا ہے۔ وہاں اسے بہت ہی مؤثر پایا ہے اور ہر مخالف کو لاجواب اور مبہوت دیکھا ہے۔

شہادت در بارہ واقعہ
حب مرزا سلطان محمد صاحب مرحوم آف پٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جولائی ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ جب میرا نکاح مسماۃ عنایت بیگم بنت مرزا محمد بیگ ساکن پٹی ضلع امرتسر سے ہوا۔ مسماۃ مذکورہ مرزا سلطان محمد صاحب مرحوم خاوند محمدی بیگم کی بھانجی ہے جب رخصتانہ لے کر پٹی سے چلنے لگا تو مرزا سلطان محمد نے مجھے تاکیداً کہا کہ بیٹا! جب آپ ایک ہفتہ بعد لڑکی کو لے کر واپس آئیں تو قادیان سے ایک اچھا عالم جو مقرر بھی ہو اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا۔

چنانچہ قادیان میں ایک ہفتہ ٹھہر کر جب میں اپنی بیوی کو اس کے میکے پہنچانے کے لئے تیار ہوا تو میں نے مکرم و محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ سے مرزا سلطان محمد صاحب کی خواہش کا بھی تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت تمام مبلّغین باہر گئے ہوئے ہیں آپ میرا رقعہ لے جائیں اور جامعہ احمدیہ کے پرنسپل صاحب کو دکھا کر مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر کو اپنے ساتھ لے جائیں وہ آپ کے منشاء کے مطابق کام کرینگے۔ اس پر میں پرنسپل صاحب کی اجازت سے مولوی صاحب کو اپنے ہمراہ پٹی لے گیا۔

دوسرے دن مرزا سلطان محمد صاحب نے ہماری دعوت کی اور کھلے میدان میں بعد از نماز عشاء منادی کرا کر ایک جلسہ منعقد کرایا۔ جس میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نہایت مؤثر تقریر کی۔ مرزا صاحب موصوف اتنے خوش ہوئے کہ اسی جگہ اختتامِ جلسہ پر دوسرے دن تقریر کا اعلان کرا دیا۔ دوسرے دن مولوی صاحب نے احمدیت کے مسائل کے بارے میں تقریر کی جسے سامعین نے بہت توجہ سے سُنا اور پسند کیا۔ اور خود مرزا سلطان محمد صاحب نے بھی بعد میں مولوی صاحب سے حضرت کے بارے میں جس کا مفصّل ذکر مولوی صاحب نے اپنے واقعہ

میں کیا ہے بعض باتیں دریافت کیں جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کوئی اعتراض نہیں صرف مسئلہ خاتم النبیین ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا یہ مسئلہ مولوی صاحب کافی دیر تک انہیں سمجھاتے رہے۔

اسی جگہ بعض لوگوں کے اصرار پر ایک مولوی صاحب سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر کی مسئلہ نبوت پر گفتگو بھی ہوئی تھی۔ جس کا ذکر انہوں نے اپنے واقعہ میں کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ میں خود اس گفتگو کے وقت وہاں موجود تھا۔ غیر احمدی مولوی صاحب لاجواب ہو گئے تھے اور سامعین اس تبادلہ خیالات سے بھی بہت متاثر تھے۔

میری یہ بیوی جس کا اوپر میں نے ذکر کیا موصیہ تھیں جو ۳۰ مارچ ۱۹۳۶ء کو فوت ہو گئیں اور ۳۱ مارچ ۳۶ء کو مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئیں۔ فقط

خاکسار مرزا محمد حسین ولد مولوی محمد اسماعیل صاحب آف ترگڑی المعروف چھچھی مسیح والے ۱۱/۶/۶۷

ایک شیعہ عالم سے گفتگو

نظارت دعوۃ و تبلیغ کے حکم سے خاکسار اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بارہا آنریری تبلیغی خدمات سر انجام دیتا رہا ہے۔ ایک دفعہ ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کے حکم سے خاکسار کو ایک ہفتہ کے لئے وریام کملانہ مکرم محترم مہر شبیر محمد صاحب حال سیشن جج کا گاؤں ہے ایک تبلیغی مہم کے سلسلہ میں جانا پڑا اس گاؤں کی اکثریت شیعہ اصحاب پر مشتمل ہے۔ مختلف مسائل کے بارہ میں وقتاً فوقتاً تبلیغ ہوتی رہی۔ بالآخر وہاں کے شیعہ اصحاب نے اپنے ایک عالم کو بڑی دور سے میرے ساتھ متنازعہ مسائل پر بحث کرنے کے لئے لے آئے۔ حضرت کی صداقت پر گفتگو ہوئی۔ خاکسار نے ہمیشہ حضرت کی صداقت میں مندرجہ ذیل آیات کو پیش کیا ہے۔ اور انہیں بڑا موثر پایا ہے۔

(۱) فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (یونس ع ۲ پ ۱۱)

یعنی اے میرے منکرو! کیا تم اتنا نہیں سوچتے کہ میں نے تم میں ایک لمبا عرصہ (چالیس سال)

گذارا ہے۔ کیا میری چالیس سالہ زندگی اس بات پر گواہ نہیں ہے کہ میں نے کبھی کسی انسان پر جھوٹ نہیں باندھا غلط بیانی نہیں کی۔ افترا یا الزام نہیں لگایا۔ تو اب مجھے یکایک کیا ہو گیا کہ میں خدا تعالیٰ پر افترا باندھنے لگ گیا ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چیلنج کے جواب میں اشد ترین مخالف بھی عاجز آگئے اور مجبوراً انہیں کہنا پڑا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا الصِّدْقَ کہ ہم نے آپ سے بجز سچائی کے اور کوئی تجربہ نہیں کیا۔ یہی دلیل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بطور چیلنج اپنے مخالفین کے سامنے پیش کی لیکن آپ کے اشد ترین مخالف کو بھی آپکی دیانت۔ امانت اور سچائی کا اعتراف کئے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہا۔ حوالہ کیلئے دیکھو آپکا چیلنج تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲ حضور فرماتے ہیں۔

"اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزار ہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے۔ اور تم کوئی عیب۔ افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں سے ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

(۲) فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ (یونس ع۲)

کہ اس شخص سے بڑھ کر زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے۔ یقیناً مجرم کامیاب نہیں ہوتے

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں صادقوں کی نصرت کرتا ہوں۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (المومن)

ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اُن کے مددگار ہونگے۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(۴) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ (الحاقۃ ع۲)

ترجمہ) اور اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے سو اس صورت میں تم میں سے کوئی بھی نہ ہوتا جو اسے خدا کے عذاب سے بچا سکتا

اور احادیث میں خصوصی طور پر یہ حدیث نہایت ہی مسکت اور لاجواب ثابت ہوئی ہے

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْخَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ (الدارقطنی ص۱۸۸)

یقیناً ہمارے مہدی کے لئے خاص دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں کسی اور کے لئے ظاہر نہیں کئے گئے۔ایک یہ کہ رمضان کے مہینہ میں چاند کو گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات (یعنی ۱۳ رمضان) کو گرہن لگے گا۔ اور دوسرے سورج کو بھی اُسی رمضان کے مہینہ میں سورج گرہن کے مقررہ دنوں میں سے درمیانی دن (یعنی ۲۸ رمضان) کو گرہن لگے گا۔

چنانچہ یہ دونوں نشان ۱۳۱۱ھ ہجری مطابق ۱۸۹۴ء ماہ رمضان میں پورے ہوئے۔ پہلے سال کرۂ مشرقی میں اور دوسرے سال کرۂ مغربی میں یہ گرہن کا نشان ظاہر ہوا ؎

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں ۔:۔ ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

حضرت کی صداقت پر جب یہ زبردست دلائل پیش کئے۔

تو ان کا کوئی معقول جواب دینے کی بجائے اس نے اپنی طرف سے یہ سوال کیا کہ اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو مجھے یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جس طرح آپ سے پہلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام لے کر یہ پیشگوئی کی ہے کہ میرے بعد احمد نبی آئے گا۔ کیا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت مرزا صاحب کا نام لے کر کوئی پیشگوئی کی ہے اُس کے اس سوال پر حاضرین مجلس میری طرف دیکھنے لگے۔ اور مہر صاحب موصوف بھی جو اس وقت مجلس میں موجود تھے انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب جس قسم کا یہ وزنی سوال ہے آپ بھی اسی قسم کا وزنی جواب دیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اُس وقت فی الفور مندرجہ ذیل جواب سمجھایا میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آنے والے موعود کا نام ابن مریم رکھ کر پیشگوئی فرمائی ہے۔ اس نے کہا کہ اُس کا نام تو غلام احمد ہے۔ ان کا نام ابن مریم کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ سورۃ صف کی آیت میں بھی احمدؐ نام ہے محمدؐ نہیں ہے آپ کے دادا نے آپ کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ اسی نام سے سارا عرب آپ کو جانتا اور پکارتا تھا۔ حتیٰ کہ قیامت تک کے لئے کلمہ میں بھی آپ کا نام محمدؐ ہی شامل کیا گیا ہے۔ آپکے پاس کیا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمدؐ بھی ہے۔ کہنے لگا آپ کا نام آسمان پر احمدؐ ہے۔ میں نے کہا بس بات صاف ہوگئی۔ اسی طرح مرزا صاحب کا نام بھی آسمان پر ابن مریم ہے معلوم ہوا کہ مبشّر موعود کا نام اگر زمین پر کچھ اور ہو تو آسمان پر کچھ اور ہوتا ہے اس سے پیشگوئی کا مصداق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بعینہٖ اگر مرزا صاحب کا نام زمین پر غلام احمد ہے تو آسمان پر ابن مریم ہے۔ اور پھر کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود فرمایا ہے کہ مَیں احمد ہوں۔ میں نے جواباً کہا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنے آپ کو ابن مریم والی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے بلکہ اپنے الہام الٰہی سے دعویٰ کیا۔ کہ جَعَلْنٰکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ کہ ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا ہے۔ اس پر یہ مناظرہ ختم ہوگیا۔

کھڑے ہو کر درود و سلام بھیجنے کا مسئلہ اور اس کا جواب

۱۹۴۷ء (ملکی تقسیم کے بعد) کا ذکر ہے۔ خاکسار قادیان سے ہجرت کر کے اپنے سابقہ وطن ڈیرہ غازیخان میں آکر رہائش پذیر ہوا تو یہاں کے ریہبلیٹیشن آفیسر (افسر بحالیات) جناب محمد عبد الحی خانصاحب پٹیالوی نے اپنے مکان واقعہ بلاک جی پر ایک جلسہ میلاد النبیؐ کا انتظام کیا۔ اپنے دفتر بحالیات کے کارکن مکرم ماسٹر حسن خانصاحب احمدی حجابہ حال عبد اللطیف نولیس کو جلسہ کا انتظام سپرد کیا۔ مکرم حسن خانصاب نے انہیں کہا جہاں آپ اپنا عالم اس غرض کے لئے منگوا رہے ہیں وہاں ہمارے عالم کو بھی تقریر کرنے کا موقعہ دیں۔ انہوں نے کہا۔ آپ اپنا عالم بھی ضرور لے کر آئیں۔ چنانچہ وقت مقررہ پر بعد نماز مغرب خاکسار مع احمدی احباب اُن کے مکان پر شریک جلسہ ہوا۔ ہمارے علاوہ حاضرین جلسہ بعض معززین آفیسرز اور بعض اہل محلہ اور کارکنانِ محکمہ بحالیات تھے۔ جلسہ کے صدر بلکہ اصل بڑے مقرر ایک مقامی مولوی صاحب تھے۔ تلاوتِ کلام پاک اور نعتیہ کلام کے بعد جب مولوی صاحب تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو چند آیات تلاوت کر کے اور انکا ترجمہ سُنا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ اب دعا خیر کرلیں جو جلسہ کے اختتام کی علامت ہوتی ہے ہم سب حیرت زدہ تھے کہ کیا ماجرا ہے کہ مولوی صاحب جو بڑے لسّان ہیں چند منٹ سے زیادہ نہیں بولے اور یکدم جلسہ ختم کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ اسی حیرت کے عالم میں اہل خانہ نے خاکسار سے تقریر کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ خاکسار نے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الی آخر الآیۃ (سورۃ نور) کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی وجود مبارک پر چسپاں کرتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر کی جو سامعین جلسہ کے لئے بالکل نئی اور انوکھی تفسیر تھی۔ بڑی دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ حاضرین جلسہ تقریر سُنتے رہے اور خود مولوی صاحب بھی میری تقریر سے بہت متاثر نظر آتے تھے۔

تقریر ختم ہونے کے بعد ایک اور عجیب واقعہ یہ ہوا کہ نعت خوانوں کی ایک پارٹی اٹھ

کر کھڑی ہو گئی۔ اور سب حاضرین جلسہ سے کہا کہ سب حاضرین جلسہ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اب ہم درود شریف اور سلام پڑھتے ہیں۔ اس موقعہ پر بالعموم وہ لوگ یہ بھی تاثر دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام خود اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں احتراماً سب کو کھڑا ہونا چاہیئے اس پر سب حاضرین جلسہ مع بڑے مولوی صاحب کے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن خاکسار بیٹھا رہا۔

خاکسار کے نزدیک اوّل تو یہ بات شرعاً غلط تھی کہ آنحضرت صلعم ایسی کسی مجلس میں خود تشریف لاتے ہوں۔ اور حاضر ناظر ہو کر درود و سلام سنتے ہوں۔ کہاں ہماری یہ مجلس اور کہاں شہنشاہ دوعالم۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"۔ اور پھر وفات یافتہ وجود کس طرح ہر مجلس میں حاضر ناظر ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی زندگی میں بھی بیکوقت ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہو سکتے تھے چہ جائیکہ وفات کے بعد ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے پھریں دوسرے یہ کہ سلام و درود کا یہ طریق خود حضور علیہ السلام کے سکھائے ہوئے آداب کے بھی خلاف تھا اور محض رسم کے طور پر نعت خوان ہم سے ایک عبث فعل کروانا چاہتے تھے۔ اس لئے خاکسار تو بیٹھا رہا۔ اس پر نعت خوانوں نے کہا۔ سب لوگ تو کھڑے ہو گئے ہیں۔ آپ کیوں کھڑے نہیں ہوتے۔ مَیں نے کہا۔ مَیں سب کا تو پابند نہیں اور نہ ہی اُن کے کسی فعل کا ذمہ دار ہوں البتہ شریعت کا ضرور پابند ہوں۔ اگر شریعت میں اس قسم کی کوئی سند ہے تو آپ مجھے بتائیں مَیں بھی اُٹھ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ اس پر انہوں نے کہا مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور دوسرے علماء بھی درود و سلام کے موقعہ پر اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مَیں نے کہا یہ بھی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی میں اُن کا مقلّد ہوں۔ اس پر منتظم جلسہ یعنی افسر بحالیات نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ درود و سلام بیٹھ کر ہی ادا کرنا چاہیئے اور تعظیماً اٹھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ خاکسار نے عرض کی کہ میرے پاس بہت بڑی سند موجود ہے۔ اور خود ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کا طریق ہمیں سکھایا ہے۔ کہنے لگے۔ بتایئے

میں نے کہا۔ آپ پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ ہر نماز میں قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ قعدہ کے ارکان بجالاتے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ قیام کی حالت میں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے نہ ہی رکوع و سجدہ میں بلکہ التحیات میں بیٹھے ہوئے درود پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر حضور علیہ السلام کی تعظیم کا تقاضا کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے کا ہوتا۔ تو حضور بحالتِ قیام درود و سلام پڑھنے کا حکم صادر فرماتے۔ میری یہ دلیل سنکر سب نعت خوان لا جواب اور مبہوت رہ گئے۔ اور تمام اہل مجلس جو کھڑے تھے بیٹھ گئے اور بڑے مولوی صاحب نے بھی میری اس دلیل کی تائید کی۔ صرف اہل خانہ اور نعت خوان کھڑے رہے۔ اور اہل خانہ نے بھی یہ عذر کیا کہ چونکہ میں نے انہیں بلایا ہے اس لئے میں انہی کے ساتھ کھڑا رہنا مناسب سمجھتا ہوں تا اِن کی دلشکنی نہ ہو۔ بعد درود و سلام یہ جلسہ برخواست ہوا۔ خاکسار نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ احمدی احباب کو حق و صداقت کو مقدم رکھنا چاہیئے اور کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی مرعوب نہیں ہونا چاہیئے۔

تصدیق: یہ مندرجہ بالا واقعہ از اوّل تا آخر بالکل صحیح اور درست ہے۔ میں خود اس جلسہ کا منتظم تھا اور آخر تک جلسہ میں موجود رہا۔ اور یہ سارا واقعہ میرے سامنے ہوا۔

حسن خان جمانہ عرائض نویس بقلم خود ۲۰۔۱۱۔۱۹۵۷

عیسائی حضرات سے گفتگو کے چند واقعات

۱۔ ایک دفعہ نظارت دعوت و تبلیغ کے حکم کے ماتحت خاکسار اور مولوی علی محمد صاحب اجمیری جو اُن دنوں سلسلہ کے پیڈ مبلغ تھے۔ ایک ماہ کے لئے دھرمسالہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر عیسائیوں کا ایک مشن بھی تھا۔ خاکسار ایک مقامی احمدی دوست کے ہمراہ اُن کے مشن ہاؤس میں پادری صاحب سے گفتگو کے لئے حاضر ہوا۔ پادری صاحب سے حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے پر بحث چھڑ گئی۔ دوران گفتگو خاکسار نے اوّل قرآن مجید سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی صحیح پوزیشن بیان کی اور انجیل کے حوالہ جات سے اس کی تائید کر کے یہ واضح کیا کہ حضرت

مسیح علیہ السلام خدا کے پاک نبی تھے نہ کہ خدا کے بیٹے۔ اگر عیسائی حضرات مسیح کو خدا کا بیٹا ان معنوں میں قرار دیں۔ جیسا کہ بائیبل میں بھی کئی برگزیدوں کو خدا کے بیٹے سے یاد کیا گیا ہے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو نہ صرف بیٹا بلکہ پلوٹھا بیٹا بائیبل میں کہا گیا ہے۔ یعنی خدا کا برگزیدہ تو پھر چنداں قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ لیکن پادری صاحب مصر تھے کہ نہیں حضرت مسیح ان کی طرح کے بیٹے نہیں تھے بلکہ سچ مچ کے بیٹے بلکہ اکلوتے بیٹے ہیں۔ اور مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ تم بائیبل سے کوئی ایسا حوالہ بتاؤ جس سے خدا کے اور بیٹے بھی اس اکلوتے بیٹے کی طرح ہوں۔ اس پر خاکسار نے بائیبل سے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کیا:-

"تو خدا کے بیٹوں نے۔ آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں۔ اُن سبھوں میں سے جسے جو پسند آئیں اپنے لئے جورو ئیں لیں" (پیدائش باب ۶ آیت ۲)

میں نے کہا۔ دیکھیے پادری صاحب! اس حوالہ میں صاف لکھا ہے کہ خدا کے بیٹوں نے جب آسمان سے آدم کی بیٹیوں پر نگاہ کی۔ تو اس میں خدا کے بیٹوں کا ذکر آدم کی بیٹیوں کے مقابل پر ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا کے اور بیٹے بھی حضرت مسیح سے بہت پہلے موجود تھے۔ پھر یہ اکلوتے بیٹے کیسے ہوئے اور حقیقی کیونکر ٹھہرے۔ اس حوالہ کو سُنکر پادری صاحب بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ اچھا میں اپنے بڑے پادری صاحب سے لکھ کر دریافت کرونگا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں۔

پادری صاحب کے اس جواب سے یہ ضرور ثابت ہے کہ ان لوگوں کا برملا اعتراف شکست مباحثات کے بارے میں کم از کم بلندیٔ اخلاق کی ضرور دلیل ہے۔ اس کے برعکس ہمارے غیر احمدی علماء کرام اپنی بات پر اڑے رہتے ہیں اور شکست خوردہ ہونے کی حالت میں بھی اعترافِ شکست نہیں کرتے بلکہ تنگ آمد بجنگ آمد کا نمونہ پیش کرتے ہیں

اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ

پادری میلارام سے الوہیت مسیح پر مباحثہ

تقسیم ملک سے پہلے کا واقعہ ہے کہ عبد المجید خان صاحب آف ویرووال جو ایک نہایت مخلص احمدی ہیں قادیان سے خاکسار کو اپنے گاؤں ویرووال ضلع امرتسر لے گئے۔ وہاں پر جناب پادری میلارام صاحب سے جو عیسائیوں کے مشہور مناد اور مناظر تھے الوہیت مسیح پر مناظرہ قرار پایا تھا۔ محترم ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب مرحوم آف موگا جو احمدیت کے غیر مذاہب کے مقابلہ میں ایک نہایت نڈر مرد میدان اور پہلوان تھے ہماری طرف سے جلسہ کے صدر مقرر ہوئے اور خاکسار اس میں مناظر تھا۔ دوران مناظرہ میں خاکسار نے الوہیت مسیح کے خلاف بائیبل سے ہی نہایت قوی دلائل پیش کئے۔ ایک عجیب لطیفہ یہ بھی ہوا کہ پادری میلارام صاحب نے لوگوں کو الوہیت مسیح کا مسئلہ سمجھانے کے لئے ایک غبارہ جس سے بچے کھیلتے ہیں اور جس میں ہوا بھری ہوئی ہوتی ہے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو جس طرح اس غبارہ میں ہوا بھری ہوئی ہے اور اوپر سے فقط ایک جھلّی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح میں الوہیت سرایت کئے ہوئے تھی۔ اور یہ کوئی اتنا پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آسکے۔ اس دلیل کو سُن کر عیسائی بہت خوش ہوئے اور گردنیں اٹھا اٹھا کر ہماری طرف دیکھنے لگے کہ اس آسان اور عمدہ دلیل کا احمدی مناظر پر کیا اثر ہوتا ہے۔

خاکسار نے اپنی ٹرن میں اُسی طرح کا ایک غبارہ حاصل کر لیا۔ اور اپنی باری آنے پر اُسے اونچا کرتے ہوئے لوگوں سے کہا۔ کہ بس یہی ایک دلیل ہے جو پادری صاحب نے تصویری رنگ میں الوہیت کے متعلق دی ہے۔ میں نے اِس غبارہ کو اپنے دونوں ہاتھ پر زور سے مارا اور وہ پھٹ گیا۔ اب وہ پھٹا ہوا خالی غبارہ پکڑ کر لوگوں کو دکھایا کہ دیکھو جس طرح اس غبارے کا حشر ہوا وہی ان کی دلیل کا حشر ہوا بلکہ الوہیت مسیح کا وہی حشر ہوا۔ یعنی جس طرح غبارہ پھٹنے سے ہوا نکل گئی۔ اسی طرح بقول عیسائیاں اُن کے مسیح کے صلیب پر مرنے سے الوہیت بھی ختم ہو گئی۔ اس کا حاضرین مجلس پر بڑا اثر ہوا۔ اور جناب پادری صاحب

اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پادری صاحب کی طرف سے یہ کوئی وزنی دلیل نہیں تھی۔ صرف وقتی طور پر ایک تماشہ تھا جو انہوں نے لوگوں کو دکھایا۔ اور میں نے بھی اسی وقت ان کا توڑ سوچ لیا۔ درحقیقت عیسائیوں کے پاس ابوہیت مسیح کے عقیدہ کی تائید میں کوئی بھی پختہ دلیل نہیں۔ حضرت مسیح کو خدا کہنا عیسائیوں کی بناوٹ ہے اور بناوٹ کبھی صداقت نہیں بن سکتی۔

شہادت درباره مناظره ویروال:۔ مناظرہ مابین جماعت احمدیہ و عیسائیان مولوی عبدالرحیم اشرف حال اڈیٹر المنبر ہوشیار پوری نے مکتی فوج کے کمانڈر جس کا نام یاد نہیں کے ساتھ طے کرایا تھا۔ عیسائیوں کی طرف سے اُن کا مشہور مناظر میلارام پادری تھا۔ اور ہمارے مناظر جناب مولنٰنا عبدالرحمٰن صاحب مبشؔر اور صدر جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب آف موگا مرحوم تھے۔ مناظرہ کیلئے جناب مولوی صاحب موصوف کو میری درخواست پر نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان نے بھجوایا تھا۔

عیسائیوں کی مکتی فوج ہمارے قریب رعیہ میں اپنا سنٹر مقرر کر کے سب سنٹر ویروال کے ملحقہ دیہات میں مقرر کئے تھے۔

مناظرہ میں ہمارے مناظر (جناب عبدالرحمٰن صاحب مبشؔر) کے زبردست دلائل اور پُر زور طرزِ بیان اور شیریں کلام کا اتنا اثر تھا کہ مناظرہ کے درمیان ہی ایک معزز شیعہ دوست سید محسن علی شاہ مرحوم نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے مناظر صاحب کے ہاتھ چوم لوں۔

اس مناظرہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مکتی فوج کے کمانڈر نے رعیہ سے اپنا مرکز توڑ کر کسی اور جگہ منتقل کر لیا۔ اور حضرت ؑ کے خدام کے ذریعہ اُس علاقہ میں واضح طور پر کسرِ صلیب کا نظارہ دیکھنے میں آیا۔ اور ہمیں تمام مسلمانوں مخالف

اور موافق کے سامنے شاندار سرخروئی حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ

خاکسار عبدالمجید خان آف ویرووال حال دارالنصر غربی۔ ربوہ ۳ ۔ ۲۲

جناب مولانا عبدالحق عباسی سے تبادلہ خیالات ۷

جالندھر میں دوسرے دن ایک طالب حق دوست کے ایماء پر خاکسار کا جناب مولوی عبدالحق عباسی بانی مدرستہ البنات سے اُن کے مکان پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ مولوی صاحب موصوف کی شخصیت مباحثات میں پڑنے کی نہ تھی۔ دینی تعلیم لڑکیوں میں عام کرنے کے لیے وہ جدوجہد کر رہے تھے اور یہ ایک بڑا نیک کام تھا۔ بہر حال جب گفتگو کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے وفات مسیح کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ خاکسار نے آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ الخ (مائدہ آخر ع) کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تشریح فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ الخ بخاری کتاب التفسیر سے مشرح اور مدلل طریق سے بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں جہاں اور جواب دیئے وہاں آخری جواب یہ دیا کہ میں جب تک اُن میں رہا اُن کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی اُن کا نگران تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ:-

اوّل۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تک اپنی قوم میں رہے انکی قوم گمراہ نہیں ہوئی۔

دوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کی گمراہی کا ذاتی مشاہدہ کے لحاظ سے علم نہیں تھا۔

سوم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم سے جدائی بذریعہ وفات ہوئی نہ کہ آسمان پر جانے سے جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔

چہارم اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جدائی اپنی قوم سے بذریعہ رفع الی السماء ہوتی جیسا کہ غیر احمدی علماء کا خیال ہے تو پھر یہاں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی بجائے فَلَمَّا

رَفَعْتَنِیْ اِلَی السَّمَآءِ ہوتا جو یہاں نہیں ہے۔

پنجم اس آیت کے حقیقی معنے وہی ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود پر چسپاں کر کے بیان فرما دیئے ہیں۔ یعنی حضور نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب کچھ لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائیگا تو میں کہونگا اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ کہ یا اللہ! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ اس کے جواب میں مجھے کہا جائے گا۔ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ تجھے علم نہیں کہ تیرے بعد کیا کیا نئی بدعتیں انہوں نے جاری کی تھیں اور اِنَّھُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ کہ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے یہ دین سے پھر گئے تھے تب حضور صلعم فرماتے ہیں کہ میں کہونگا فَسُحْقًا فَسُحْقًا انہیں میرے سامنے سے دور لے جاؤ دور لے جاؤ۔ اور ساتھ ہی حضورؐ فرماتے ہیں کہ اپنی برّیت کے طور پر میں بارگاہ ایزدی میں خدا کے نیک بندے حضرت عیسٰی علیہ السلام والا عذر پیش کرونگا کہ جب تک میں اُن میں رہا اُن کی نگرانی کرتا رہا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی اُنکا نگہبان تھا۔

میں نے کہا۔ مولوی صاحب! فرمایئے کیا قرآن مجید کی اس آیت اور حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اِس واضح تشریح کے بعد بھی یہ گنجائش رہ جاتی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ آسمان پر مانا جائے اور قوم سے اُن کی جدائی بذریعہ وفات نہیں بلکہ رفع الی السماء تسلیم کی جائے۔

وفاتِ مسیح کے مسئلہ کے لئے قریباً قریباً ڈیڑھ گھنٹہ وقت مقرر تھا۔ مگر آدھ گھنٹہ میں ہی مولوی صاحب لاجواب ہو گئے۔ اُن کا گلا بیٹھ گیا۔ اُن کے بعض حامی اور معتقد لوگ جو وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ مولوی صاحب اس وقت مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہیں اور تم تیاری کر کے آئے ہو۔ اس لئے پھر کسی موقع پر تبادلہ خیالات کیا جائیگا۔ اس پر یہ گفتگو ختم ہو گئی اور ہم لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

خاکسار نے جہاں کہیں بھی قرآن مجید کی اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے تائیدی رنگ دیکر بیان کیا ہے وہاں ہر مخالف کو لاجواب حیران وششدر پایا۔ میرے نزدیک یہ آیت حضرت مسیحؑ کی وفات پر ایک مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتی ہے اور قطعیۃ الدلالت ہے۔

جناب منشی غلام جیلانی صاحب جالندہری کی شہادت :۔ منشی غلام جیلانی صاحب جو اس جلسہ سیرۃ النبیؐ اور مجلس مباحثہ جالندہر میں موجود تھے وہ اس گفتگو اور جلسہ کا تاثر یہ بیان کرتے ہیں کہ۔

مولوی عبدالحق صاحب عباسؔ نے اس مجلس میں ہی یہ اعتراف کر لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی وفات یافتہ ہیں اور مَیں پہلے ہی یہ عقیدہ رکھتا ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احمدیت کی مخالفت میں بعض علماء کو وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر اپنی ضمیر کے خلاف لوگوں کے مجبور کرنے پر بھی بحث کرنی پڑتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ صحیح اور سچا عقیدہ وہی ہے۔ جس پر انسان واضح برہان کی بناء پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہو۔ صاحب خانہ جس نے مولوی عبدالحق صاحب عباس کو برائے مباحثہ بلایا ہوا تھا کہا کہ بس ہماری تسلی ہوگئی ہے اور مَیں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ہمارا جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑا کامیاب رہا۔ فقط

(خاکسار غلام جیلانی خوشنویس جالندہری حال ننکانہ صاحب ۶۴/۱/۱۶)

نوٹ "برھان ھدایت" میں یہ واقعات شائع کرنا اس لیئے ضروری سمجھا کہ جب مَیں دوسرے علماء کرام کو تحریک کرکے اُن کے واقعات کو افادۂ عام کے لیئے شائع کر رہا ہوں تو پھر مجھے اپنے واقعات بھی جو پڑھنے والوں کے لیئے یقیناً مفید ہو سکتے ہیں کیوں نہ لکھوں ورنہ اندیشہ تھا کہ کہیں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کی زد میں نہ آ جاؤں۔ اور سچی بات تو یہ ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اعمال کا دارومدار نیّات پر ہے۔

واقعہ ملاقات قائد اعظم

غالباً ۱۹۴۴ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار نے ایام تعطیلات جو مدرسہ احمدیہ میں مدرس ہونے کی حیثیت سے ملے تھے تبلیغ کے لیے وقف کیے مکرم محترم گیانی واحد حسین صاحب اور خاکسار کو نظارت دعوۃ و تبلیغ نے تبلیغی دورہ کے لیے کشمیر بھجوایا۔ ہم وہاں سری نگر میں محترم چوہدری عبدالواحد صاحب آیڈیٹر اخبار اصلاح کے دفتر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن مولوی عبدالواحد صاحب کشمیری مبلغ اور خاکسار نے قائد اعظم سے جو اُن دنوں دریائے جہلم (جو سری نگر کے درمیان بہتا ہے) کے ایک ہاؤس بوٹ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کو متحد کرنے کیلئے جگہ بہ جگہ دورے کر رہے تھے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ ہم جب اُن کی رہائش گاہ پر پہنچے تو ان کے سیکرٹری صاحب نے ہمارے نام لکھ کر قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ قائد اعظم نے دوسرے دن دس بجے کا وقت مقرر فرمایا اس پر ہم واپس چلے آئے دوسرے دن وقتِ مقررہ پر ہم اُن کی فرودگاہ پر پہنچ گئے۔ میں اپنے ساتھ دو کتابیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام (انگریزی) تصنیف لطیف حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ؓ اور اپنی نئی تالیف کتاب "موعود اقوام عالم" انہیں تحفۃً دینے کے لیے ساتھ لے گیا۔ جب ہماری آمد کی انہیں اطلاع ہوئی تو آپ ہاؤس بوٹ کے دروازہ پر ہمارا استقبال کرنے کیلئے تشریف لائے آپ کے ساتھ آپکی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح صاحبہ بھی تھیں۔ بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا اور ہمیں کمرے میں لے جا کر صوفہ پر بٹھایا۔ سب سے پہلا فقرہ جو اُن کے منہ سے نکلا یہ تھا "میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا"۔ ہم نے بھی جواباً کہا ہم بھی آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے ہیں اس کے بعد خاکسار نے اُن کی خدمت میں تحفۃً دونوں کتابیں پیش کیں۔ جو انہوں نے خوشی سے قبول کیں۔ اس واقعہ کا ذکر محض انکے اخلاق کریمہ کے اظہار کے لیے کیا ہے۔

محتاج دعا عبدالرحمٰن مبشر عفی عنہ

واقعات و مشاہدات

از

مکرم و محترم جناب گیانی واحد حسین صاحب مرحوم و مغفور

میرا نام مرزا واحد حسین ہے ۔ میرے والد صاحب کا نام مرزا حسین بیگ صاحب ہے اصل وطن کلانور ضلع گورداسپور ہے ۔ بعض وجوہات کی بناء پر کچھ عرصہ تک میں سکھوں میں رہا اور سکھ مذہب کی تعلیم حاصل کی ۔ گرنتھ صاحب اور جنم ساکھیاں اور سکھ تاریخ یعنی سورج پرکاش ۔ پنتھ پرکاش ۔ گوربلاس وغیرہ کتابیں درسگاہ ترنتارن میں پڑھیں ۔

میری عمر تقریباً ۱۴ سال تھی اور میں آٹھویں جماعت میں امرتسر مشن ہائی سکول میں پڑھتا تھا کہ سکھوں میں جا کر شامل ہو گیا ۔ اور گھر والوں کو اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی ۔

اکالی تحریک کے شروع ایام میں جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی اے سابق مہر سنگھ نے مجھے تبلیغ کی اور میں نے احمدیت قبول کر لی ۔ مرزا احمد بیگ صاحب جو ان دنوں امرتسر میں بنک کے بڑے افسر لگے ہوئے تھے نے میری بیعت کا خط لکھا غالباً ۱۹۲۸ء کا یہ واقعہ ہے اس کے بعد میں قادیان آگیا ۔ اور سلسلہ نے میری خدمات سکھوں میں تبلیغ کے لئے حاصل کر لیں ۔ میری طبیعت میں مزاح اور ظرافت کا پہلو نمایاں ہے ۔ اس وجہ سے میری طرزِ تبلیغ ہمیشہ منفردانہ رہی ہے ۔ یعنی دورانِ تقریر و تبلیغ ہمیشہ دلائل کو میں نے ایسا رنگ دیا ہے کہ سننے والا اثر قبول کرنے کے ساتھ ساتھ خوش بھی رہے ۔ اسی وجہ سے سلسلہ نے میرے طرزِ تکلم اور میری تبلیغی جدوجہد کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور میرے ساتھ ہمیشہ عمدہ سلوک کیا ہے ۔

میں نے دوران ملازمت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت سے علاقوں کا دورہ کیا اور کئی معرکے سر کئے اور جہاں کہیں بھی گیا ہر مجلس اور ہر جلسہ پر چھا گیا ۔ یہ سب حضرت

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے طفیل اور حضرت کی دعاؤں اور ان کے دَور خلافت کی برکات ہیں۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

ذیل میں چند ایک تبلیغی واقعات مولوی عبد الرحمٰن بشر مولوی فاضل کے اصرار پر انکی کتاب برہان ہدایت کے لئے لکھ کر دے رہا ہوں۔

(۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لنگر خانہ میں میری ڈیوٹی تبلیغ پر مقرر تھی۔ پادریوں کا ایک گروپ ہمارے مہمان خانہ میں آگیا۔ اُن میں امریکی مشن کا بھی ایک پادری تھا۔ وہ میرے پاس آکر مجھے عیسائیت کی تبلیغ کرنے لگا۔ ہم نے انہیں خوش آمدید کہا اور کھانا کھلایا۔ وہ مجھے کہنے لگا گیانی صاحب خداوند یسوع مسیح نے ہماری خاطر جان دی اور ہماری نجات کا موجب بنا۔ میں نے جواباً کہا کہ واقعی یہ ہے تو بڑی قربانی۔ مگر بعد میں جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ دوبارہ زندگی واپس لے لی اور وہ پھر زندہ ہو گئے تو اس طرح جو گناہ ان کے مرنے سے ختم ہوا تھا وہ ان کے زندہ ہونے سے دوبارہ زندہ ہو گیا۔ چونکہ گناہ پھر واپس ہو گیا اور دنیا ایک دفعہ چھٹکارہ پانے کے بعد پھر گنہگار ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خداوند کی نیت میں پہلے سے فتور تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے۔

"اور ابن آدم جان دیتا ہے کہ اسے واپس پھیرے" (یوحنا باب ۱۰ آیت ۱۷)

یہ ایک سودا تھا۔ یعنی مسیح جان پوری طرح دیتا اور مرا رہتا تب تو دنیا کی طرف واپس نہ آتا لیکن انہوں نے سودا فسخ کر دیا۔ جان واپس لے لی اور گناہ بھی واپس لوٹ آیا۔ پس مسیح کی قربانی کہاں باقی رہی۔ پادری اس پر حیران اور ششدر رہ گیا۔

(۲) اس کے علاوہ اور بھی مختلف مسائل پر گفتگو بڑی خوشگوار فضاء میں ہوتی رہی۔ دوران گفتگو میں نے ایک سوال پادری صاحب سے یہ کیا کہ مسیح کے خون پر ایمان لانے والے ایک دفعہ تو سب پاک ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد اگر کوئی گناہ کرے تو اس کے لئے معافی کی کیا صورت ہے کیا دوبارہ کفارہ کسی اور جان کا ہو گا یا وہی پہلا کفارہ کافی ہے؟ اس نے کہا کہ

خطوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی گناہ کرے تو ہمارے لئے خدا کے پاس ہمارا شفیع یعنی مسیح موجود ہے۔ میں نے جواباً اسے کہا کہ عبرانیوں کے خط میں لکھا ہے کہ :-

"اگر وہ برگشتہ ہو جائیں تو انہیں توبہ کے لئے پھر نیا بنانا ناممکن ہے اس لئے کہ وہ خدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ صلیب دے کر اعلانیہ ذلیل کرتے ہیں" عبرانیوں ۶ "کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھا جائے گی" (عبرانیوں باب ۱۰ آیت ۲۶، ۲۷)

یہ حوالہ سنکر اُس نے حوالہ دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ جب میں نے حوالہ دکھا دیا تو پھر خاموش ہو گیا اس کے بعد میں نے اسے تبلیغ شروع کی۔ اسے استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ کی پیشگوئی اسے سنائی (۳) "خدا تعالےٰ تیرے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرے گا" اس پر اس نے کہا کہ یہ نبی تو مسیح ہے کیونکہ موسیٰ کے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل میں سے آنے والا صرف مسیح ہے نہ کوئی اور۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ساری بائیبل میں از اوّل تا آخر بنی اسرائیل کے لئے کسی غیر بنی اسرائیل کو ان کے بھائی نہیں کہا گیا۔ اس لئے آپ کا یہ دعویٰ کہ بنی اسمٰعیل کو یہاں بنی اسرائیل کے بھائی قرار دیا گیا ہے غلط ہے۔ یہ بات جو امریکن پادری نے کہی تھی یہ پادری برکت اللہ صاحب نے بھی اپنی کتاب "توریت موسوی اور محمدؐ عربی" میں لکھی ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جواب اس امریکن پادری نے وہاں سے پڑھا تھا۔ میں نے اس کے دو جواب دیئے۔ پہلا جواب یہ کہ آپ کا یسوع مسیح تو ہرگز "بنی اسرائیل کے بھائیوں" میں سے کہلانے کا مستحق ہی نہیں کیونکہ وہ بن باپ پیدا ہوئے اور بائیبل ماں کی طرف سے شجرہ نسب نہیں مانتی۔ دیکھو۔ تواریخ کے نسب نامے جو ابراہیمی نسل کے مذکور ہیں۔ البتہ اگر بائیبل میں یہ ذکر ہوتا کہ "میں تجھ سا نبی تیری بہنوں میں سے برپا کرونگا" تب آپ کا یہ اعتراض برمحل تھا۔ کیونکہ مسیح بن باپ تھا میرے اس جواب پر وہ قہقہ مار کر ہنس پڑا۔ کہنے لگا یہ بڑا ہی انوکھا جواب ہے۔ میں نے آج تک نہیں سُنا۔

دوسرا جواب مَیں نے یہ دیا کہ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے ۔ بلکہ بائبل میں بنی عدوم کو اسرائیلیوں کا بھائی کہا گیا ہے حالانکہ وہ غیر اسرائیلی ہیں ۰۰۰۰ دیکھو پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۴ تا ۲۶ و استثنا باب ۲ آیت ۸ و باب ۲ آیت ۴ و باب ۲۳ آیت ۷ ۔

اس پر وہ خاموش ہو گیا اور ایک نیا اعتراض اس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر یہ کیا کہ لکھا ہے کہ وہ گورخر کی مانند ہو گا - یہ اعتراض بھی پادری برکت اللہ صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے کہ اس کا جواب مَیں نے یہ دیا کہ گورخر سے مرد " آزاد مراد" ہے - جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے کہ " وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہو گا - پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۶ - اور نیز بتایا کہ ایوب باب ۱۱ آیت ۱۲ میں لکھا ہے کہ " اگرچہ انسان پیدائش میں گورخر کے بچے کی مانند ہے" اس آیت میں ہر انسانی بچے کو گورخر کی مانند کہا گیا ہے اور حضرت مسیح بھی اس آیت کی رُو سے گورخر کی مانند بنتے ہیں - پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر اعتراض کیسا - اس پر حیران ہو کر کہنے لگا کہ تم تو سیدھے سادے آدمی معلوم ہوتے ہو تمہیں تو ساری بائیبل ازبر یاد ہے -

اس نے حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے پر بھی اعتراض کیا اور کہا کہ حضرت اسمٰعیل تو لونڈی زادہ ہے - اس پر مَیں نے جواب دیا کہ اول تو سارے بنی اسرائیل بوجہ مصر میں غلام رہنے کے سب ہی غلام ہیں اور لونڈی زادے ہیں - دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل کی چاروں مائیں ہی لونڈیاں تھیں یعنی یعقوب علیہ السلام کی چاروں بیویاں بھی لونڈیاں - مَیں نے حوالہ دکھایا -

زلفہ اور بلہا لونڈیاں تھیں - پیدائش باب ۲۹ آیت ۲۴

اور دوسری بیویوں لیاہ اور راحل کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے باپ لابن کے متعلق کہا کہ اُس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا " پیدائش باب ۳۱ آیت ۱۵ -

پس ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد لونڈی زادہ ہے - اور خود مسیح علیہ السلام بھی لونڈی زادہ ثابت ہوتے ہیں - کیونکہ روت جس کا الگ ایک صحیفہ بائیبل میں موجود ہے یہ موآبی نسل عورت تھی جو خدا کی ناپسندیدہ نسل تھی - روت کے متعلق اس طرح لکھا ہے کہ



جناب گیانی مرزا واحد حسین صاحب فاضل گورمکھی مرحوم

مبلغ سلسلہ عالیہ احمد

صہ ۲۱۷ تا صہ ۲۲۱



جناب بشیر احمد صاحب
آرچرڈ انگریز مشنری
مبلغ اسلام یورپ جرمنی وغیرہ
صہ ۲۲۲ تا صہ ۳۱۸



جناب روشن دین صاحب تنویر مرحوم
بی اے ایڈووکیٹ - سابق ایڈیٹر اخبار الفضل



جناب مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل سنسکرت مبلغ سلسلہ
صہ ۳۵۵ تا صہ ۳۶۶



جناب الحاج مولانا عبد الکریم صاحب بلوچ
آف کراچی
صہ ۳۰۶ تا صہ ۳۱۸

"اس (بوعز) نے اس کو خرید اور اپنی جورو کیا۔ تاکہ اس مردے کے نام اس کی میراث قائم کرے" (روت باب ۴ آیت ۱۰)

"بوعز سے عوبید پیدا ہوا۔ عوبید سے یسّی پیدا ہوا۔ یسی سے داؤد پیدا ہوا" (روت باب ۴ آیت ۲۱-۲۲)

اور مسیح ابن داؤد ہے۔ متی باب ۱ آیت ۱۔

یہ حوالہ دیکھ کر وہ مبہوت رہ گیا۔ کہنے لگا یہ تو تراجم ہیں۔ اصل متن دیکھو۔ میں نے کہا اصل متن کہاں ہے۔ اس پر اس نے عبرانی بائیبل پیش کی۔ میں نے کہا۔ یہ بھی تو ترجمہ ہے کیونکہ توریت کی زبان عبرانی نہیں۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام تو کنعان نہیں آئے۔ انہوں نے مصری زبان سیکھی تھی کیونکہ مصر ہی میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"موسیٰ نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی"۔ اعمال ۷/۲۲

پھر توریت کی زبان عبرانی کیونکر ہوئی۔ توریت کا کوئی حوالہ دکھاؤ جس میں یہ لکھا ہو کہ توریت عبرانی میں نازل ہوئی۔ وہ کوئی حوالہ تو نہ دکھا سکا۔ البتہ اُس نے قرآن مجید کے متعلق یہ سوال کیا کہ تم بتاؤ قرآن مجید میں کہاں لکھا ہے کہ یہ عربی (زبان) میں نازل ہوا ہے۔ اس پر میں نے قرآن مجید کی یہ آیت بتائی۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ کہ قرآن مجید عربی زبان میں اتارا گیا۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ دوران بحث بڑی خلقت جمع ہو گئی تھی۔ اور ہر بات میں اسے شکست پر شکست ہوئی۔ اِس پر وہ ہماری مہمان نوازی خوش اخلاقی اور علمی تحقیق کی داد دیتے ہوئے اور شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔

دلچسپ مضمون

مکرم و محترم بشیر احمدؐ آرچرڈ

آپ کا گرامی نامہ اور گرانقدر مضمون موصول ہوا ہے جو انگریزی زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ نہایت شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

(خط کا ترجمہ)

بکس ۵۰۱

جارج ٹاؤن - بی - گی آنا

۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

جناب مبشر! السلام علیکم

اپنے وعدے اور آپ کی خواہش کے مطابق ایک مضمون اور ایک چھوٹا سا فوٹو ارسال کر رہا ہوں جو امید ہے آپ کے کام آئیں گے۔ میں نے احمدیت ۱۹۴۵ء میں قبول کی جبکہ میں برما کے محاذ پر ہندوستانی فوج میں۔ جنگ کے خاتمہ پر فوج سے فارغ ہو گیا اور میں نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ اُس وقت سے اب تک میں نے انگلینڈ - سکاٹ لینڈ اور تمام برطانوی جزائر غرب الہند میں کام کیا ہے

آپ کا مخلص

بشیر احمدؐ آرچرڈ

(ترجمہ از انگریزی)

اسلام کی برتری

(از بشیر احمد آرچرڈ)

اسلام کا دعوٰی یہ ہے کہ وہ سب سے اکمل اور آخری مذہب ہے جو خدا کی طرف سے تمام انسانوں کی بھلائی اور رہنمائی کے لیے بھیجا گیا۔

"آج مَیں نے تمہارا مذہب تمہارے لئے مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں بھی تم پر مکمل کر دیں۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور مذہب منتخب کر لیا"

(قرآن ۵ : ۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو مخاطب کر کے یہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اپنی آخری اور مکمل رہنمائی بھیجی۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت آدم کے وقت سے بہت سے پیغمبر ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے عقائد و مذاہب کی بنیاد ڈالی اور جن کا مقصد مخصوص قبائل یا اقوام کی ضروریات کو پورا کرنا یا اُن کی رہنمائی تھا۔ لیکن وہ تمام دنیا کی بھلائی کے لئے نہ تھے اور نہ ہی تمام زمانوں کے لئے۔ یہ مذاہب ایک مخصوص دَور میں ایک مخصوص جماعت کی ہدایت کے لئے نازل کئے گئے مثلاً نئے عہدنامے میں یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کا مشن صرف اسرائیلیوں تک محدود تھا۔ عیسٰی کے بارے میں بائیبل میں مذکور ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا:-

"مجھے اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے علاوہ کسی اور کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا"

میتھیو ۱۵ : ۲۴

اس کے برعکس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے اسلام کی ہمہ گیری

اور عالمگیریت کی تبلیغ کی۔ خدا کے حکم سے انہوں نے اس بات کا اعلان کیا:۔

"کہ اے بنی نوع انسان! بے شک میں خدا کی طرف سے جس کے قبضہ میں آسمان اور زمین ہیں تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ (قرآن ۷: ۱۵۹)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لاثانی مشن کی روشنی میں اسلام کا پیغام قومیت سے قطع نظر تمام انسانیت کے لئے ایک رہنمائی ہے۔ خدا نے انسانوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اس حقیقت کی طرف توجہ دیں:۔

"جو کوئی اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب تلاش کرتا ہے تو وہ اُس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور آنے والی زندگی میں وہ شخص خسارہ پانے والوں میں ہوگا"۔ (قرآن ۳: ۸۶)

اسلام کا لاثانی دعویٰ اور دوسرے مذاہب سے اس کا تعلق مذکورہ بالا مختصر آیات میں بیان کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اسلام کا فلسفہ صرف ایسے دعوؤں پر قائم نہیں ہے جن کی مزید تشریح نہ کی جا سکے۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کی تعلیمات پر خدائی تصدیق کی مہر ثبت ہے

اعانتِ الٰہی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی غیر معمولی اور حیرت انگیز کامیابی بھی ایک لحاظ سے اسلام کے سچا مذہب ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اعانتِ الٰہی کبھی جھوٹوں اور دھوکے بازوں اور غلط کاروں کو حاصل نہیں ہوتی۔ ابتدائے آفرینش ہی سے یہ قانونِ الٰہی رہا ہے کہ جھوٹے پیغمبروں کا انجام ہمیشہ دردناک ہوتا ہے۔ بائیبل میں لکھا ہے:۔

"جو پیغمبر وہ باتیں کرے گا جن کا حکم میں نے اُن کو نہیں دیا۔ یا جو دوسرے دیوتاوں کے حوالے سے گفتگو کرتا ہے وہ پیغمبر موت کا شکار ہوگا"۔ استثنا ۱۸: ۲۰

قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

" اس شخص سے زیادہ ناانصاف شخص کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر جھوٹ گھڑ لیتا ہے۔ یقیناً ایسا شخص کبھی فلاح نہ پائے گا " (قرآن ۶ : ۲۲)

" جو خدا کے نام کا حوالہ دیکر جھوٹی باتیں گھڑ لیتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔" قرآن ۱۰ : ۷۰

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک عظیم کامیابی تھی۔ جب انہوں نے اپنی بعثت کا اعلان کرکے اپنا کام شروع کیا تو تمام عرب بُت پرستی، برائی اور جہالت میں غرق تھا۔ اپنے کام کی ابتداء میں آپ کو اور آپ کے صحابہ کی مختصر جماعت کو سخت ترین مخالفت اور جور و تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے لوگوں پر دل ہلا دینے والی جسمانی سختیاں کی گئیں مگر باوجود کمزور اور تعداد میں کم ہونے کے آخر کار فتح انہی کی ہوئی اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دوران ہی تمام عرب نے اسلام قبول کر لیا۔ ہزاروں وحشی عربوں نے اپنی بُری رسومات ترک کر دیں۔ اور ایک سچے خدا کی طرف رجوع کیا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی کشش اور قرآن کریم کے زندگی بخش، حیات آفرین الفاظ نے انہیں تبدیل کرکے خدا ترس، نیک اور خدا کا سچا خادم بنا دیا۔ اُس وقت سے اسلام چار دانگ عالم میں پھیلتا رہا اور بے شمار پیاسی رُوحوں کے لئے روحانی نعمت کا چشمہ ثابت ہوا ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا نے جو عنایات کیں وہ خود اُن کی سچائی کی واضح علامت ہے۔ خدا تعالےٰ سے یہی دُعا ہے کہ وہ انکی آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دے جو لاعلمی یا تعصب کی وجہ سے رُوحانی طور پر اندھے ہیں۔

پاکیزہ زندگی

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی بے داغ اور پاکیزہ تھی۔ کافروں نے انہیں

بدنام کرنے کی جتنی کوششیں کیں وہ سب نہ صرف بُری طرح ناکام ہی گئیں۔ بلکہ خود ان کی روحانی کمزوری اُن پر واضح ہو گئی۔

بچپن ہی سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر والاصفات تھے کہ مکّے کے لوگوں نے انہیں "امین" کے خطاب سے نوازا۔ وہ خوش مزاج اور باحیا انسان تھے اکثر وقت عبادت میں گزار کر خدا تعالیٰ کی صفات پر غور و خوض کیا کرتے تھے۔ آپ نوجوانی ہی میں غریبوں اور مظلوموں کے اتنے ہمدرد تھے کہ انہوں نے ایسے لوگوں کی اعانت کے لئے ایک تنظیم قائم کی۔

ایک دفعہ کسی نے آپ کے کردار کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ رض سے استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ قرآن کا عملی نمونہ ہیں۔ آپ بڑے شریف نرم مزاج، سخی اور رحم دل تھے۔ جب کسی موقعہ پر سخت اقدامات کی ضرورت پڑتی تو آپ وہاں منصفانہ ثابت قدمی کا ثبوت دیتے۔

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر لحاظ سے پاکیزہ گزری۔ آپ نیکی اور پاکیزگی کا مجسمہ تھے۔ کیا دوست اور کیا دشمن دونوں آپ کی صداقت کے معترف تھے اور آپ کے دشمن تک آپ کے کردار کی تعریف کیا کرتے تھے۔

بائیبل میں یہ امر مذکور ہے کہ حضرت مسیح کے دشمنوں نے آپ کے کردار کو داغدار ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر انہوں نے یہ کہکر اُن کا پول کھول دیا ہے:۔

"تم میں سے کون ہے جس کو یقین ہے کہ مَیں نے گناہ کیا ہے"

(یوحنا ۸ : ۴۶)

یعنی انہوں نے چیلنج کیا کہ اُن کے دشمن اُن کی زندگی سے کوئی غلط بات ثابت کر کے دکھائیں۔ اور اگر وہ نہیں کر سکتے تو وہ کیوں انکو جھوٹا کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تقدس اور پاکیزگی کے ہتھیاروں سے اپنے دعویٰ کی سچائی کو ثابت کیا۔

دنیا کے فلسفے اور قرآنی رہنمائی

اسلام مکمل ترین اور آخری مذہب ہے جو بنی نوع انسان کے لیئے آیا ہے۔ اس کی تعلیمات اس قدر جامع اور لچکدار ہیں کہ جہاں ہمیں حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر دنیا کے خاتمہ تک ہر دور کے مسائل کا صحیح حل ملتا ہے اگرچہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں نے اس حقیقت کو ابھی تک تسلیم نہیں کیا ہے لیکن شعوری یا لاشعوری طور پر وہ اسلام کی اہم تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ طبعی قوانین اُن کے اپنے صحائف میں انہیں نہیں ملتے۔

یہ بات پہلے ہی بتائی جاچکی ہے کہ اسلام سے پہلے مذاہب کی تعلیمات ہمہ گیر نہ تھیں اور نہ ہی اُن کا مقصد تمام زمانوں کے لیئے رہنمائی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تمام مذاہب میں کچھ مشترک تعلیمات بھی ہیں۔ مثلاً کوئی مذہب چوری اور جھوٹ کی حمایت نہیں کرتا مگر کچھ تعلیمات ایسی ہیں جو ہر مذہب کی اپنی مخصوص تعلیمات ہیں اور چونکہ وہ ایک مخصوص دَور کے مخصوص لوگوں کے لیئے ہوتی ہیں لہٰذا وہ ہر زمانہ میں سودمند ثابت نہیں ہوتیں۔

عہد نامہ جدید میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ بُرائی کا مقابلہ کسی بھی حالت میں نہ کریں۔

"تم نے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ آنکھ کے عوض آنکھ اور دانت کے عوض دانت۔ مگر مَیں یہ کہتا ہوں اُس آدمی کا مقابلہ نہ کرو جو بُرا ہے۔ اگر کوئی تمہارے دائیں رخسار پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کے سامنے کردو۔" (متی ۵ : ۳۸، ۳۹)

اِس تعلیم پر ہر کوئی عیسائی عمل نہیں کرتا۔ عیسائی اقوام مسلسل جنگیں لڑتی ہیں۔ اور

پادری ان کی افواج کے لئے برکت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ جو فوجی میدان جنگ میں لڑتے ہیں ان کے اعزاز میں گرجا گھروں میں خاص اجتماعات ہوتے ہیں عیسائی اپنے کو روز بروز ہتھیاروں سے مسلح کئے جاتے ہیں اور گرجا کے منتظم کوئی احتجاج نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کلیسیا نے اپنے نبی کی تعلیم کو چھوڑ کر اسلام کی تعلیم کو اپنا لیا ہے کیونکہ بائیبل کی بجائے قرآن ہی میں ہمیں دفاعی جنگ کی اجازت ملتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

"خدا کے راستے میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

(قرآن ۲ : ۱۹۲)

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں رحمة للعالمین کہا گیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے جتنے پیغمبر دنیا میں گزرے ہیں آپ ان سب میں بزرگ و برتر ہیں۔ بنی نوع انسان کی نجات اسلام کو قبول کرنے اور اس پر اُس طرح عمل کرنے میں مضمر ہے جس طرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان فرمایا اور اُس پر عمل کیا اور پھر موجودہ دَور میں مرزا غلام احمدؐ صاحب بانی جماعت احمدیہ نے اس کی تشریح کی ہے۔

حالات و واقعات
از
مکرم و محترم روشن دین صاحب تنویر بی۔اے ایل ایل بی ایڈیٹر الفضل روزنامہ ربوہ

جناب مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر کی فرمائش بلکہ اصرار ہے کہ میں اپنی زندگی کے کچھ حالات تحریر کروں۔ چنانچہ تعمیل کرتا ہوں۔

میں سکول کے رجسٹر کے مطابق ۲۰ راپریل ۱۸۹۲ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوا۔ میرے والدین اَن پڑھ تھے اسلئے میری پیدائش کا ریکارڈ انہوں نے نہیں رکھا البتہ جس شخص نے مجھے سکول میں داخل کرایا اسنے زبانی بتانے پر اندازے سے یہ تاریخ درج کرادی تھی۔ ہمارا مکان سیالکوٹ محلہ موری دروازہ میں واقع ہے۔ میری ابتدائی تعلیم محلہ کی مسجد میں ہوئی۔ جہاں قرآن کریم ناظرہ پڑھا اور اردو کی پہلی کتاب پڑھی اسلئے شروع میں ہی مجھے دوسری جماعت میں داخلہ مل گیا۔ میں نے میٹریکولیشن کا امتحان سکاچ مشن ہائی سکول سے پاس کیا۔ مذہبی باتوں میں دلچسپی یہیں سے پیدا ہوگئی تھی۔ ان دنوں مذہبی مباحثوں کا بڑا چرچا تھا۔ سکول میں بھی اکثر آریہ لڑکوں سے مذہبی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ انجیل تو باقاعدہ پڑھائی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں مجھے ادب کی طرف بھی رجحان پیدا ہوگیا تھا۔ اس وقت جتنا لٹریچر اردو زبان میں مل سکتا تھا سب پر عبور ہوگیا تھا۔ مذہب میں سرسید احمد کی تحریریں بھی زیر مطالعہ آتی تھیں۔ میٹریکولیشن کے مرحلہ سے گزر کر میں مرے کالج سیالکوٹ میں داخل ہوا یہ کالج بھی سکاچ مشن والوں کا ہی تھا۔ سید میر حسن صاحب جو علامہ اقبال مرحوم کے بھی استاد تھے سکول اور بعد کالج میں عربی پڑھاتے تھے۔ آپ مذہب میں سید احمد کے بڑے مدّاح تھے اور عربی کے علاوہ فارسی اور اردو زبان پر بھی عالمانہ عبور رکھتے تھے۔ میں کالج میں عربی اور گھر پر ان سے فارسی بھی پڑھتا تھا۔

میں نے مرے کالج سے بی۔اے پاس کیا اور پھر لاء کالج لاہور سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی ۱۹۴۶ء تک وکالت کی پریکٹس کرتا رہا ہوں۔ فروری ۱۹۴۰ء میں میں نے عیدالاضحیہ کے دن بیعت کا فارم پر کیا تھا۔ میرے کئی رشتہ دار احمدی تھے اکثر ان کے مکان پر احمدی مبلغین سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور بحثیں بھی مگر ان بحثوں کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ بحث برائے بحث ہی ہوتی تھی۔ ۱۹۳۹ء میں جلسہ سالانہ پر جب سیدنا حضرت المصلح

...پچیس سالہ خلافت کی جوبلی منائی گئی تھی۔ میں بعض دوستوں کی دعوت پر قادیان پہلی دفعہ آیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں سپیشل ٹرین پر جو سیالکوٹ سے قادیان کو سیدھی آتی تھی سوار ہوا تھا۔ ٹرین میں چونکہ صرف احمدی احباب ہی تھے اُن کے طور وطریق سے جو متقیانہ تھے میں بہت متاثر ہوا۔ خاصکر وریرکا اسٹیشن پر جہاں گاڑی کچھ عرصہ کیلئے امرتسر سے آئی ہوئی سواریاں سپیشل ٹرین پر چڑھیں لوگوں کا شوق وذوق دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ انتہائی سردی کے موسم میں برقعہ پوش خواتین اکثر بچوں کو سینوں سے لگائے ہوئے تعلیمیافتہ خاوندوں بھائیوں اور والدین کے ساتھ بہجوم در ہجوم ٹرین کی طرف لپک رہی تھیں۔ یہ منظر نہایت ہی پُر اثر تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں آدھا مرزائی تو اب تک ہو چکا تھا تاہم ابھی انکار کا جذبہ بھی موجود تھا۔

قادیان میں اپنے ایک ہمراہی کے رشتہ دار کے گھر قیام کیا۔ ایک کمرہ میں کسبر کا فرش بچھا تھا اُسی پر بستر لگا لیا۔ دال کے ساتھ تنوری روٹی کا مزہ اسی دن معلوم ہوا۔ جوبلی کا جلسہ بڑا پُر رونق تھا۔ سیدنا حضرت کی تقریروں کا اثر بیان سے باہر ہے تاہم جلسہ کے اختتام تک میں غیر احمدی ہی رہا۔ واپسی پر راستہ میں کسی دوست سے لیکر ایک کتاب "انقلاب حقیقی" کا مطالعہ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ میں پورے کا پورا "مرزائی" ہو چکا ہوں۔ یہ بنیاد بڑی مستحکم ثابت ہوئی۔ چنانچہ میں جماعت احمدیہ سیالکوٹ میں جمعہ کی نماز کے لئے جانے لگا۔ آخر جیسا کہ اوپر کہہ آیا ہوں فروری ۱۹۴۰ء بروز عید الاضحیہ کو بیعت کا فارم پُر کر کے مقامی امیر جماعت کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس پر عام مسلمانوں نے تو شائد کوئی نوٹس نہ لیا البتہ پیغامیوں میں سے ایک دوست چند روز بعد میرے مکان پر تشریف لائے۔ وہ مجھے پہلے ہی جانتے تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بیٹھنے کے بعد انہوں نے سوال کیا کہ کیا آپ نے (بانی سلسلہ احمدیہ) کی کتب پڑھی ہیں؟ میں نے کہا کچھ کچھ پڑھی ہیں۔
فرمانے لگے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ اچھا! یہ بات ہے تو مجھے اپنی بیعت واپس لینی پڑے گی کیونکہ وہ نبی نہیں تھے تو بیعت کا مجھے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ سن کر وہ ذرا بوکھلا گئے پھر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے رخصت ہو گئے۔

ایسا ہی ایک واقعہ قادیان میں بھی ہوا۔ میں اُن صاحب کا نام نہیں لینا چاہتا۔ اُن دنوں الفضل

۲۴۹

ہیں میں نیا نیا آیا تھا۔ اور میں نے زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ کتاب پر الفضل میں متواتر اداریئے لکھے تھے اس کے بعد وہ آج تک خاموش ہیں اور عقیدہ پر ان سے گفتگو نہیں ہوئی

میں الفضل میں ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو بطور ایڈیٹر کے آیا تھا۔ ۱۹۴۰ء سے لیکر اکتوبر ۱۹۴۶ء تک سیالکوٹ میں ہی رہا۔ اس دوران اکثر بار بعض علماء سے بھی تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اُن میں سے ایک مولوی مودودی صاحب بھی ہیں جو ان دنوں اکثر سیالکوٹ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہاں ایک حلقہ اپنے ہمخیالوں کا بنالیا ہوا تھا۔ میں اکثر انکی مجالس میں شمولیت کرتا رہا ہوں۔ ایک روز تو تقریباً ۲ گھنٹے آپ سے مناظرہ بھی ہوتا رہا۔ میرا ان سے مطالبہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک مثال ایسی بتایئے کہ کسی نبی نے پہلے حکومت قائم کر کے اپنا دین پھیلایا ہو۔ آپ کہتے ہیں ہم طریق نبوت پر کام کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بغیر حکومت کے دین قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ کسی نبی نے بھی پہلے حکومت قائم کر کے دین کی تبلیغ نہیں کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی نبی نے یہ تعلیم نہیں دی کہ پہلے اقتدار ہاتھ میں لو اور یہ کہ اقامت دین کے لئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کرنا لازمی ہے یا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا منتہائے مقصود حکومتی اقتدار اپنے ہاتھ میں لینا ہے بلکہ ہمیشہ انکا منتہائے مقصود انابت الہٰیہ ہی رہا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم بھی قرب الہٰی ہی کی راہنمائی کرتی ہے اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ البتہ حکومت ایک انعام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کو انکے تقویٰ کے پیش نظر دیتا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی اور مسلمانوں کو بھی دی۔ مگر حکومت حاصل کرنا انبیاء علیہم السلام کا منتہائے مقصود نہیں ہے، جیسا کہ آپ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا۔ مودودی صاحب نے بہت کوشش کی مگر میرے نزدیک وہ کوئی تسلّی بخش جواب نہ دے سکے۔ اور آخر کار یہ کہکر کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے مجلس برخواست کر دی۔

ایک بار مودودی صاحب نے اپنے ماہنامہ ترجمان القرآن میں تفسیر کے ضمن میں یہ لکھ دیا کہ حضرت ہارونؑ کی نبوت مستقل نہیں تھی۔ میں نے انہیں خط میں لکھا کہ آخر آپ نے بھی غیر مستقل نبوت تسلیم کر ہی لی۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ میری مراد مددگار نبی کی تھی چونکہ حضرت موسیٰؑ لکنت سے بات کرتے تھے اس لئے

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے نبوت بطور مددگار نبی کیمانگ کر حاصل کی۔

یہ بات ہے کہ مودودی صاحب نے ایک رسالہ دینیات شائع کر رکھا ہے۔ اس رسالہ کی پہلی ایڈیشنوں میں آپ نے نبی مبعوث ہونے کی تین وجوہات بیان کی ہیں۔ میں نے مودودی صاحب سے پوچھا تھا کہ ان تینوں وجوہات میں سے حضرت ہارون علیہ السلام پر کوئی وجہ چسپاں نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ نے بعد کے ایڈیشنوں میں حاشیہ میں مددگار نبی کی چوتھی وجہ بھی بڑھا دی ہے۔ پھر میں نے مودودی صاحب کو یہ بھی لکھا تھا کہ کسی نبی میں لکنت کا نقص ہونے کی وجہ سے مددگار نبی مل سکتا ہے۔ تو جب نبی دنیا سے رخصت ہی ہو چکا ہو اور اس کا کوئی وجود دنیا میں نہ رہے تو اگر اس کی امت بگڑ جائے یہاں تک کہ ظهر الفساد فی البر والبحر کا عالم ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر غیر مستقل۔ ظلی۔ بروزی نبی جس کو امتی کہہ سکتے ہیں کیونکر نہیں آ سکتا اس کا جواب چونکہ مودودی صاحب کے پاس کوئی نہیں تھا اس لئے خط و کتابت ختم ہو گئی۔

اسی طرح بعض دیگر اہل علم حضرات سے بھی خاص کر "ختم نبوت" کے متعلق میں نے خط و کتابت کی ہے۔ یہاں سب کا ذکر ممکن نہیں اسی پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ میں ابھی تک بطور ایڈیٹر الفضل خدمت دین کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔ اور میرے خیالات سب کے سب سیدنا حضرت کے فیض سے ہیں۔

آپ کے خلفاء کے فیض سے ہیں۔ میں نے جو کچھ بھی الفضل میں لکھا ہے وہ دراصل سیدنا حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی تحریرات اور ملفوظات کا اپنے بھونڈے الفاظ میں چربہ ہے۔ جہاں تک میں نے احمدیت کی صحیح ترجمانی کی ہے وہ اسی آفتاب عالم تاب کی ادنیٰ کرم فرمائیوں کا کرشمہ ہے۔ اور اگر مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں اور ضرور ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے انکی پردہ پوشی فرمائے۔ احباب سے استدعا ہے کہ وہ بھی خاکسار کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ میری عاقبت بخیر کرے۔ آمین۔

روشن دین تنویر ۲۲/۱۱/۶

حالات و واقعات

از مکرم و محترم جناب مولٰنا ابوالعطاء صاحب فاضل مبلغ بلادِ عربیہ

اخویم مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مبشّر مولوی فاضل کے پُر زور اصرار کے نتیجے میں خاکسار واقعاتِ ذیل درج کرتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی خواہش ہے کہ خاکسار اپنے مناظرات میں سے چند مناظرات کے کوائف اور دلائل کا مختصر ذکر کرے جسے وہ اپنی تازہ تالیف میں شائع کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے تبلیغ دین کے سلسلہ میں متحدہ ہندوستان اور بلادِ عربیہ فلسطین و شام وغیرہ میں بے شمار تقاریر کرنے اور بکثرت مناظرات سرانجام دینے کا موقعہ میسّر آیا۔ یہ مناظرات عیسائی پادریوں، آریہ پنڈتوں اور غیر احمدی فرقوں کے جملہ بڑے بڑے علماء سے ہوئے ہیں۔ ہر موقعہ پر تائید ایزدی کی عجیب صورتیں پیدا ہوتی رہی ہیں سارے مناظرات کا تذکرہ تو ایک بڑی ضخیم کتاب کا متقاضی ہے مگر اس عجالہ میں میں آریوں سے ایک مناظرہ کا ذکر کرتا ہوں۔ نیز زمانہ فلسطین کی دو تین ملاقاتوں کا مختصر تذکرہ کرتا ہوں۔

مشہور آریہ مناظر دھرم بھکشو سے مناظرہ

مَیں ابھی اپنے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحب کے پاس مبلغین کلاس میں طالب علم تھا اور یہ ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء کی بات ہے کہ ایک روز میں قادیان میں ظہر کی نماز کے لئے مسجد مبارک کو جا رہا تھا۔ محترم چوہدری غلام محمد صاحب شہید سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ امرتسر مجھے راستہ میں ملے۔ پوچھنے لگے کہ اگر کوئی آریہ احمدیوں کو یہ چیلنج دے

کہ صداقت حضرت مرزا صاحب پر ہم سے مناظرہ کر لو تو کیا کرنا چاہیئے ؟ مَیں نے اپنے جوشِ تبلیغ کے مطابق جوانی کے عالم میں بے ساختہ کہا کہ ایسے پنڈت کے چیلنج کو فوراً منظور کر لینا چاہیئے بعد ازاں میں نماز کے لئے چلا گیا۔ دوسرے دن جب ہم حضرت حافظ صاحب کے پاس بیٹھے پڑھ رہے تھے تو محترم چوہدری صاحب مرحوم حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؓ نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ کی معیت میں وہاں تشریف لائے۔ حضرت مولانا نیرؓ صاحب نے حضرت حافظ صاحبؓ سے فرمایا کہ یہ (یعنی خاکسار) امرتسر میں آریوں سے مناظرہ کے لئے جائیں گے یہ تیار ہیں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو مناظرہ ہے۔ آپ انہیں اجازت فرمادیں کہ ذرا کمرہ سے باہر آکر بات کرلیں۔ حضرت حافظ صاحبؓ کی اجازت سے مَیں نے ان سے بات کی۔ انہوں نے مجھے امرتسر کے حالات بتا کر وقت پر پہنچنے کی تاکید فرمائی اور اخراجات سفر دیئے۔

قادیان میں بدھ اور جمعرات کی رات کو شدید بارش ہو گئی۔ تانگہ وغیرہ کا بٹالہ جانا سخت دشوار تھا۔ ارادہ کیا کہ پیدل بہتے پانیوں میں سے ریلوے اسٹیشن بٹالہ پہنچکر شام کی گاڑی لوں گا۔ حضرت حافظ صاحبؓ سے بہت دلچسپ گفتگو "اجازت" کے سلسلہ میں ہوتی رہی تھی وہ میرے اس عزم سے بہت خوش ہوئے۔ دعا فرمائی اور مَیں اڈہ پر پہنچ گیا۔ یہ الٰہی تصرف تھا کہ عین اُسی وقت کسی خاص کام کے لئے ایک لاری پانیوں کو چیرتے ہوئے قادیان پہنچی اور مجھے بھی اس میں بٹالہ پہنچنے کا موقعہ مل گیا۔ الحمدللہ

مجھے ریل میں غنودگی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ اس مناظرہ میں خاص تائید حاصل ہوگی۔ جب ہم آریوں کے مندر میں داخل ہو رہے تھے۔ تو دروازہ پر بہت سے غیر احمدی بھی موجود تھے۔ اُن میں سے ایک نے ایک احمدی دوست سے کہا آپ لوگ پنڈت دھرم بھکشو کے مقابلہ کے لئے کس کو لے آئے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ گزشتہ دنوں مولوی ثناء اللہ صاحب سے مناظرات میں اس نے کیسی طراری دکھائی تھی۔ آپ لوگوں کو چاہیئے تھا کہ اوّل تو خلیفہ صاحب کو لاتے ورنہ کم از کم حافظ روشن علی صاحب کو تو لاتے

یہ فقرات میرے کان میں بھی پڑ گئے میری روح فوراً آستانۂ الٰہی پر جھک گئی کہ آج تو تیری خاص قدرت نمائی کی ضرورت ہے۔ مناظرہ پر ابتدائی گفتگو یوں شروع ہوئی۔ کہ پنڈت دھرم بھکشو صاحب نے کھڑے ہو کر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے منتری نے اپنی چھٹی میں آپ کو مضمون مرزا صاحب کی صداقت لکھا ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے ہمارا چیلنج یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی در بارہ پنڈت لیکھرام کو سچا ثابت کیا جائے آج اس مضمون پر بحث ہوگی۔ میں نے اٹھ کر فوراً کہہ دیا کہ ہمیں منظور ہے اس پر لوگ قدرے حیران ہوئے لیکن دراصل یہ بات ہمارے پروگرام اور تیاری کے عین مطابق تھی اور میں نے اسے الٰہی تصرف یقین کیا۔ پھر پنڈت صاحب نے کہا کہ اس مناظرہ میں مدعی ہم ہوں گے۔ میں نے کہا کہ یہ بات درست نہیں پیشگوئی کے سچا ہونے کے دعوے دار ہم ہیں آپ تو منکر ہیں آپ کس طرح مدعی ہو سکتے ہیں؟۔ انہوں نے فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا بے محل حوالہ پڑھا۔ عربی عبارت کی میں نے فوراً غلطی پکڑ لی اس پر پنڈت صاحب نے کھسیانہ ہو کر کہا کہ آپ ہماری غلطیاں پکڑنے آئے ہیں میں نے کہا کہ اور کس لئے آیا ہوں تو انہوں نے کہا کہ لفظی غلطیاں میں نے کہا کہ لفظی اور معنوی ہر دو قسم کی غلطیاں دور کرنے آیا ہوں۔ اس برجستگی پر حاضرین میں سے مسلمانوں نے جو پنڈت جی کی گزشتہ دنوں کی طراری سے نالاں تھے نعرۂ تکبیر بلند کر دیا۔ آریوں کے صدر نے جو ایک شریف ایڈووکیٹ تھے کہا کہ یہ ہمارا مندر ہے اور اوپر کی منزل پر دیویاں بھی ہیں اس لئے نعرے نہ لگائے جائیں مجھے بھی دوستوں کو کہنے کے لئے کہا۔ چنانچہ میں نے بھی روک دیا۔ پنڈت صاحب "رشیدیہ" سے لاجواب ہو کر کہنے لگے کہ چونکہ ہم نے آپ کو دعوت دی ہے اس لئے ہم ہی مدعی ہوں گے۔ میں نے کہا پنڈت صاحب آپ کا تو عربی دان ہونے کا بڑا دعویٰ تھا کیا آپ کو اتنا بھی علم نہیں کہ بلانے والے کو داعی کہتے ہیں مدعی نہیں کہتے مدعی تو دعویٰ کرنے والے کو کہتے ہیں اور اس جگہ دعویٰ ہمارا ہے اس پر پھر حاضرین نے نعرۂ تکبیر لگا دیا اور مشکل سے انہیں آئندہ کیلئے روکا گیا۔ پنڈت صاحب شرمندہ ہو گئے۔ مدعی بننے کی یہ بحث اسلئے تھی کہ مدعی کی پہلی اور آخری تقریر ہوتی ہے اس مرحلہ پر بھی پنڈت صاحب کہتے جا رہے تھے۔

کہ پہلی اور آخری تقریر بہر حال ہماری ہو گی - بات طے نہ ہوتی تھی - آریہ صدر نے مجھ سے درخواست کی کہ آپ کوئی صورت ایسی بتائیں کہ مناظرہ شروع ہو جائے - ان کی شرافت کی وجہ سے اور آیت قرآنی اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کہا کہ اچھا یوں کر لیں کہ پہلی تقریر پنڈت صاحب کر لیں اور آخری تقریر ہماری ہو گی -

پنڈت دھرم بھکشو صاحب نے اپنی طرف سے چار اعتراض کئے بات لمبی ہوتی جاتی ہے حالانکہ انتہائی اختصار مطلوب ہے دو اعتراض یہ تھے کہ (۱) پیشگوئی قتل کی نہ تھی بلکہ حسب معاہدہ پنڈت لیکھرام جی کو زندہ رہ کر نشان دیکھنا تھا (۲) مرزا صاحب نے سازش کر کے پنڈت جی کو قتل کروا دیا تھا - میں نے اٹھتے ہی کہا کہ ان دو اعتراضوں میں تو تناقض ہے دونوں اعتراض بیک وقت نہیں کئے جا سکتے کیونکہ اگر پیشگوئی قتل کی نہ تھی بلکہ پنڈت جی کا قتل ہو جانے سے پیشگوئی جھوٹی ٹھہرتی تھی تو پھر حضرت مرزا صاحب کس طرح سازش کر سکتے ہیں کیا انہوں نے اپنی پیشگوئی کو جھوٹا کرنے کے لئے سازش کرنی تھی ؟ اور اگر پیشگوئی فی الواقع قتل کی تھی تو پنڈت دھرم بھکشو کا پہلا اعتراض سراسر غلط ہے - اب پنڈت صاحب بتائیں کہ وہ ان دو متضاد اعتراضوں میں سے کس پر قائم ہیں ؟ اس بیان پر پھر حاضرین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور انہیں بصد مشکل نعرۂ تکبیر سے روکا گیا - پھر میں نے تفصیلاً بتایا کہ پیشگوئی قتل کی تھی خود لیکھرام کو یہ بات مسلم تھی - باقی رہا نشان دیکھ کر ایمان لانے کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پنڈت جی کے قتل کی ایسی صورت پیدا کی کہ وہ ایمان لا سکتے تھے - ان پر شام کے چھ بجے حملہ ہوا ہے اور رات ۲ بجے تک وہ باہوش وحواس زندہ رہے ہیں گویا ان کو ایمان لانے کا موقع دے دیا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے - جہاں تک سازش کا اعتراض ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب سراج منیر میں اس کا فیصلہ کن جواب یوں دیا ہے کہ اگر کسی آریہ کو واقعی یہ یقین ہے تو میرے سامنے حلفیہ اعلان کرے اگر وہ طبعی موت سے جلد نہ مر گیا تو مجھے قاتل قرار دے کر پھانسی دے دی جائے -

ہیں نے حضور علیہ کی پر شوکت عبارت پڑھ کر کہا کہ اب حضور تو موجود نہیں۔ ہیں تو حضور کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہوں اگر پنڈت دھرم بھکشو اس وقت ان مقررہ الفاظ ہیں قسم کھا کر اعلان کردیں۔ تو ہیں سزا لینے کے لئے تیار ہوں، یہ بیان ایسی شوکت اور ایسی شان سے ذکر ہؤا کہ پنڈت جی کو قطعاً جرات نہ ہوئی۔

ابھی دس دس منٹ کی چار تقریریں ہوئی تھیں اور مقررہ وقت ہیں تین گھنٹے تھا۔ کہ پنڈت دھرم بھکشو نے کہا۔ کہ مولوی صاحب مجھے تار ملا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے مجھے فرنٹیر میل سے ناگ پور پہنچنا ضروری ہے۔ خواہ آپ ہماری شکست سمجھیں۔ مگر اب یہ مناظرہ جاری نہیں رہ سکتا۔ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ ہیں نے کھڑے ہو کر جواباً کہا۔ کہ مذہبی مناظرہ ہیں فتح شکست کا تصور نہیں ہونا چاہیئے۔ باقی مجھے اس بارے ہیں کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ناظرین سب کچھ دیکھ نہیں رہے۔ آپ نے چونکہ معذوری ظاہر کر کے معافی مانگ لی ہے۔ اگرچہ آریوں کا ایشور تو کسی کا گناہ معاف نہیں کرتا مگر ہمارا خدا جو رب العلمین ہے، وہ قصور والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے اس لئے ہیں آپ کو معاف کرتا ہوں، آپ جا سکتے ہیں۔ پنڈت جی کہنے لگے۔ کہ آپ اب بھی چوٹ کرتے ہیں اگر یہ بات ہے تو ہیں معافی نہیں مانگتا۔ ہیں نے کہا کہ بہت اچھا پھر مناظرہ جاری رہے گا اور آپ کو جانے کی اجازت نہیں۔ ہم بارش کے باوجود قادیان سے آئے ہیں اور اس قدر سامعین تکلیف اٹھا کر آئے ہیں۔ آپ نہیں جا سکتے۔ اس پر آریہ صدر صاحب کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مولوی صاحب واقعی پنڈت صاحب کا جانا ضروری ہے:۔

مجبوری ہے اگر پنڈت جی معافی نہیں مانگتے۔ تو ہیں آپ سے معافی مانگتا ہوں آپ جانے دیجئے۔ ہیں نے کہا کہ یہ صرف آپ (آریہ صدر) کی شرافت ہے کہ ہم مناظرہ بند کر رہے ہیں ورنہ پنڈت صاحب کا رویہ تو ایسا نہ تھا

مناظرہ کے خاتمے پر سب مسلمان خوش تھے اور وہی مولوی جو دروازے پر کہ

چکے تھے۔ کہ کس کو ہے آئے ہو مجھے مبارک باد دے رہے تھے۔ بلکہ لوگ مجھے اٹھاکر بازار تک لائے اور نعرے لگاتے رہے۔ میں جانتا تھا۔ کہ یہ محض اللہ تعالے کی قدرت کا اظہار تھا۔ اور احمدیت کے لئے اس کی غیرت کا ایک کرشمہ تھا ورنہ ع من آنم کہ من دانم :۔

(۲۱)

کبابیر آسمان سے دُور ہے؟

۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک مجھے بلاد عربیہ میں تبلیغ اسلام و احمدیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس عرصہ میں عیسائی پادریوں اور غیر احمدی علماء سے بھی متعدد مباحثے ہوتے رہے۔ دو ملاقاتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک دفعہ نابلس شہر کے چند استاد ملنے کے لئے کبابیر میں آئے۔ جہاں ہماری مسجد۔ ہمارا پریس۔ ہمارا رسالہ اور دارالتبلیغ ہے :۔

دارالتبلیغ میں اس وقت چند احمدی بزرگ بھی موجود تھے۔ جن میں حضرت شیخ علی القزق مرحوم بھی تھے۔ ان اساتذہ نے قہوہ وغیرہ پینے کے بعد کہا کہ ہم کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ شوق سے دریافت فرمائیے۔ ایک استاد نے کہا۔ کہ آپ وفات مسیح کے قائل ہیں؟ میں نے کہا کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر ہے۔ اس لئے ہم لوگ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر وہ فوت ہو گئے ہیں ان کی قبر کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ ان کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ اس پر دوسرے استاد نے دخل دیتے ہوئے کہا کہ اتنی دور؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ابھی میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا تھا۔ کہ ہمارے مرحوم بھائی

علی الفرق نے جھٹ فرمایا هَلْ بِلَادُ الْكَشَاهِرَةِ اَبْعَدُ مِنَ السَّمَآءِ کہ کیا کشمیر کا علاقہ آسمان سے بھی دور ہے ؟ اس پر وہ اساتذہ خاموش ہو گئے اور پوچھنے والے نے مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ آپ نے ان کو خوب سکھایا ہے۔ مَیں نے کہا۔ کہ یہ بات تو مجھے بھی نہ سوجھی تھی ۔ یہ تو اللہ تعالٰے ہی سکھاتا ہے :۔

(۳)

کیا ہندوستان میں نبی ہو سکتا ہے

پھر ان اساتذہ نے پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ لوگ بانیؑ سلسلہ احمدیہ کو نبی مانتے ہیں ۔ میں نے کہا۔ کہ ہم لوگ قرآن و حدیث کے مطابق حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ کو امتی اور غیر تشریعی نبی مانتے ہیں ۔ ایک استاد نے کہا۔ کہ نبی تو سارے ارض مقدسہ فلسطین میں ہوئے ہیں۔ کسی اور ملک میں نبی نہیں ہوا ۔ ہندوستان میں کیسے نبی ہو سکتا ہے ؟ میں نے کہا ۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کہ ہر قوم میں نبی گزرے ہیں ۔ آپ سب نبیوں کو ایک ہی ملک سے مخصوص کیوں قرار دیتے ہو ۔ وہ اصرار کرنے لگے ۔ کہ نہیں ارض مقدس کے علاوہ اور کسی ملک میں نبی نہیں ہوا ۔

میں نے پوچھا ۔ کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں ؟ کہنے لگے ۔ کہ ہاں وہ نبی تھے ۔ میں نے تفاسیر سے اسے دکھایا اِنَّ اٰدَمَ اُهْبِطَ بِاَرْضِ الْهِنْدِ ۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے پہل ہندوستان میں ہی اترے تھے ۔ میں نے کہا کہ جب پہلا ہی نبی ہندوستان میں ہوا ہے ۔ تو آپ صاحبوں کو آج ہندوستان میں نبی ہونے پر کیوں تعجب ہو رہا ہے ۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے :۔

قبرِ مسیحؑ کہاں ھے؟

دوسری ملاقات جس کا ذکر مقصود ہے، وہ حیفہ فلسطین کے دارالتبلیغ میں ہوئی تھی۔ حیفہ کے مشہور قد آور شیخ عبداللطیف العبوشی ایک دن اپنے چند شاگردوں سمیت اچانک دارالتبلیغ میں آ گئے۔ میں اس وقت اکیلا ہی تھا۔ آتے ہی شیخ موصوف نے کہا جِئْتُ اَلْیَوْمَ لِاُلْقِمَکَ حَجَرًا کہ میں آج آپکا منہ بند کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا تَفَضَّلْ وَاجْلِسْ نَشْرَبُ الْقَھْوَۃَ اَوَّلًا ثُمَّ نَتَحَدَّثُ کہ آپ تشریف تو رکھیں پہلے قہوہ نوش فرمائیں پھر گفتگو ہو گی۔ چنانچہ میں نے جھٹ پٹ سٹوو پر قہوہ بنا کر پیش کر دیا اتنے میں جماعت کے بعض دوست بھی دارالتبلیغ میں آ گئے۔ میں نے کہا کہ اب فرمائیے کیا سوال ہے۔ کہنے لگے کہ آپ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ بتائیں ان کی قبر کہاں ہے؟ میں سمجھ گیا۔ کہ یہ محض مجادلہ کیلئے آئے ہیں تحقیق مقصود نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کہا۔ کہ جناب عالی! ہمیں ان کی قبر سے کیا سروکار ہے۔ کیا ہم نے اس قبر کی عبادت کرنی ہے۔ اس پر شیخ صاحب نے اپنے شاگردوں کی طرف معنی خیز نظر سے دیکھا اور مجھے کہا کہ نہیں ہمیں اس سوال کا جواب معین مطلوب ہے میں نے پھر کہا کہ جب قرآن مجید نے حضرت مسیحؑ کی وفات کا ذکر فرما دیا ہے تو ہمارے لئے یہ کافی ہے۔ ہمیں وفاتِ مسیحؑ پر ایمان لانا چاہیئے۔ قبر ان کی کہاں ہے اس کا علم ضروری نہیں آیئے میں قرآن پاک سے وفاتِ مسیحؑ ثابت کر دیتا ہوں۔ اس پر شیخ صاحب اور تیز ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں مسیحؑ کی قبر کی نشان دہی کریں۔ ہم اور کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔ پھر شاگردوں سے کہنے لگے۔ کہ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ قادیانی مبلغ اس سوال کا جواب نہ دے سکے گا پھر اپنے طلبا سے پوچھا۔ کہ تم نے الخلیل شہر دیکھا ہے۔ وہاں نبیوں کی قبریں دیکھی ہیں۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ وہاں مسیحؑ کی قبر ہے۔ طلباء نے کہا۔ کہ نہیں اس پر استاد نے کہا۔ اِذَنْ ھُوَ حَیٌّ فِی السَّمَاءِ یُرْزَقُ۔ کہ تب ماننا پڑے گا۔ کہ مسیحؑ آسمان پر زندہ ہیں پھر شیخ نے مجھے کہا کہ آپ کو ضرور بتانا چاہیئے کہ مسیحؑ کی قبر کہاں ہے۔ ہم اور بات نہ کریں گے۔ جب بات اس مرحلہ تک پہنچ گئی تو میں نے کہا۔ اگرچہ یہ ضروری سوال نہیں اور قرآن مجید کے اعلان وفات مسیحؑ

کے بعد ہم پر قبر کی نشان دہی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ لیکن آپ کی ضد کو توڑنے کیلئے میں کہتا ہوں۔ اِنَّ قَبْرَ عِیْسیٰ فِیْ جَنْبِ قَبْرِ نُوْحٍ کہ حضرت مسیح کی قبر حضرت نوح کی قبر کے پہلو میں ہے اس پر شیخ بھی اور شاگرد بھی میرے منہ کی طرف دیکھنے لگ گئے۔ اور پوچھنے لگے۔ اَیْنَ قَبْرُ نُوْحٍ کہ نوح کی قبر کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ مسیحؑ کی قبر کے دائیں جانب۔ وہ اور حیران ہوئے۔ میں نے طلبا سے پوچھا۔ کہ کیا اَلْخَلِیْل میں تم نے نوحؑ کی قبر دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا۔ کہ نہیں میں نے کہا اِذَنْ هُوَ حَیٌّ فِی السَّمَاءِ یُرْزَقُ تب پھر نوحؑ بھی آسمان پر زندہ ہوں گے۔ اب اس الزامی جواب پر شیخ عبد اللطیف الجبوشی بھی ششدر رہ گئے۔ آخر کہنے لگے۔ کہ اچھا بھئی بتاؤ تو سہی کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق مسیحؑ کی قبر کہاں ہے؟ تب میں نے انہیں آیت قرآنی وَاٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ مسیحؑ سری نگر میں دفن ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو کر چلے گئے :-

بہائیوں کے زعیم شوقی آفندی سے ملاقات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقابلہ کو ختم کرنے سے پہلے بطور تتمہ اس ملاقات کا بھی ذکر کر دیا جائے جو حیفا (فلسطین) میں بہائی زعیم شوقی آفندی سے ہوئی تھی۔ حیفا بہائیوں کا مرکز ہے۔ متوفی لیڈر شوقی آفندی وہاں ہی رہا کرتے تھے اور مجھے بھی قیام بلاد عربیہ کے دوران ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۱ء کئی سال تک حیفہ میں رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں نے دیگر بہائیوں کے علاوہ عبد البہاء عباس آفندی کے بھائی محمد علی صاحب سے بھی ملاقات کی تھی۔ یہ صاحب عبد البہاء کے مخالف تھے۔ انہیں محروم الارث کر دیا گیا تھا۔ شوقی آفندی عبد البہاء کے نواسے تھے۔ میں چند احمدی احباب کے ساتھ ان سے ملنے کیلئے انکے مکان پر گیا۔ عام خیریت کے استفسار کے بعد حسب ذیل گفتگو ہوئی جو اختصاراً درج ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بہائیت کی امتیازی تعلیم پیش فرمائیں۔ کہنے لگے۔ کہ ہماری خاص تعلیم یہی ہے کہ سب انسان بھائی بھائی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ یہ تعلیم تو قرآن میں موجود

ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے کہ ہم نے سب انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے ۔ پس اس لحاظ سے وہ سب بھائی بھائی قرار پاتے ہیں۔ پھر قرآن مجید صراحتاً کہتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کہ سب مومن بھائی بھائی ہیں اس لئے انسانی اور ایمانی اخوت کے لحاظ سے بہائیت کے پاس کوئی امتیازی تعلیم نہیں ہے کہ جب تک قرآن مجید سے بہتر تعلیم نہ پیش کی جائے اس کے منسوخ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا :۔

جناب شوقی آفندی کہنے لگے۔ کہ تعلیم تو قرآن مجید میں بھی موجود تھی۔ مگر مسلمان گروہ در گروہ ہو کر باہم جھگڑتے تھے۔ میں نے کہا کہ اس میں تعلیم اور شریعت کا کیا قصور ہے ؟ جہاں تک گروہ بندی اور جھگڑے کا سوال ہے تو وہ اسی تھوڑے سے عرصہ میں آپ لوگوں میں بھی پیدا ہو چکا ہے۔ بابی ہیں پھر بہائی ہیں۔ پھر ازلی ہیں اور خود بہائیوں میں جھگڑے ہیں عبد البہاء اور محمد علی میں تنازع ہے اور بہاء اللہ کے خاندان کے جھگڑے عدالتوں تک جا چکے ہیں پس مسلمانوں کی فرقہ بندی قرآنی تعلیم کے منسوخ قرار پانے کی ہرگز وجہ نہیں بن سکتی۔ شوقی صاحب کہنے لگے۔ کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ مگر مسلمانوں میں آیات قرآنیہ کے بارے میں نزاع تھا۔ کوئی اس آیت کو منسوخ کہتا تھا اور کوئی اس آیت کو۔ ہم نے کہا یہ جھگڑا ہی ختم کر دیا جائے۔ اس لئے ہم نے سارے قرآن مجید کو منسوخ قرار دے کر نئی شریعت پیش کر دی۔

میں نے کہا۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قرآن مجید کی کسی آیت کے منسوخ ہونے کی قائل نہیں اور آپ ایک احمدی مبلغ سے بات کر رہے ہیں ۔ بعض پہلے مسلمان محققین بھی عدم النسخ فی القرآن کے قائل رہے ہیں۔ شوقی صاحب کہنے لگے۔ کہ ٹھیک ہے کہ احمدی قرآن مجید کی آیت کو منسوخ نہیں مانتے۔ مگر آپ لوگوں کی تعداد تھوڑی ہے میں نے عرض کیا۔ صداقت بہر حال صداقت ہے۔ خواہ اس کے ماننے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ مزید برآں احمدیوں کی تعداد خاص حیفا میں بھی بہائیوں سے زیادہ ہے، ہم یہاں برملا تبلیغ احمدیت کرتے ہیں۔ جب کہ بہائی اخفا سے کام لیتے ہیں۔ ہمارا یہاں دار التبلیغ ہے

کبابیر میں مسجد محمودؓ ہے - اپنا پریس اور ماہنامہ البشریٰ ہے - اس لئے آپ قلت تعداد کی وجہ سے اعتراض نہیں کر سکتے - کہنے لگے - کہ آپ لوگ بھی اچھا کام کر رہے ہیں - میں نے آپ کے امام کی کتاب "احمدیت" پڑھی ہے - آپ اپنا کام کرتے جائیں - ہم اپنا کام کرتے ہیں - میں نے آخر میں کہا - کہ آپ اپنی وہ شریعت تو دکھائیں - جس کی بنا پر آپ قرآن مجید کو منسوخ قرار دیتے ہیں کہنے لگے - کہ اَلْاَقْدَس تو میرے پاس نہیں ہے - مگر میں آپ کو پتہ بتا دیتا ہوں - آپ عراق سے حاصل کر سکیں گے - اس کے بعد ہم ان سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر آ گئے ؛؛

ان کے بتائے ہوئے پتہ پر عراق سے خاصی رقم بطور ضمانت دے کر ایک نسخہ الاقدس کا مجھے مل گیا - جسے نقل کر کے واپس کر دیا گیا - یہ وہ نسخہ ہے - جو بقول بہائیوں کے ان سے علیحدہ ہونے والے شخص نے شائع کیا ہے - کیونکہ بہائیوں کو تو عبدالبہاء نے منع کر رکھا ہے - کہ وہ شریعت الاقدس کو شائع کریں - وہ اسے جائز قرار نہیں دیتے - ان کا یہ خط شائع شدہ ہے ؛؛

میں نے الاقدس کا اصل نسخہ مزید تحقیق کے بعد خود شائع کرایا اور ساتھ اردو ترجمہ بھی کر دیا - گویا بہائی لوگ جس شریعت کو ناسخ قرآن کہتے ہیں - انہیں اس کے شائع کرنے کی بھی جرأت نہیں کرتے - بھلا قرآن کی مثل بنانے پر انسان کیونکر قادر ہو سکتا ہے ہاں اتنا ظاہر ہے - کہ بہائی تو ایک اسلام کی دشمن اور اسلامی شریعت کی ناسخ ہے جس کے مقابلے کے لئے اللہ تعالےٰ نے احمدیہ تحریک کو قائم کیا ہے ؛؛

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؛؛

اَبُوالْعَطَاءِ

واقعات

از مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب انور فاضل

(۱) دیگر مسلمان خاتم النبیین کے یہی معنے کرتے اور فخریہ بیان کرتے ہیں کہ کُنْتُ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اور پچھلے سب انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔ جو معنی ہم کرتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے تو یہ امر درست ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب گزشتہ انبیاء کے سچے ہونے کی تصدیق نہ فرماتے تو وہ سچے نبی بھی ثابت نہ ہو سکتے کیونکہ اُن کے ماننے والوں نے تو جو باتیں ان کی طرف منسوب کی ہیں وہ انکو سچا ثابت نہیں کرتیں۔

لیکن جو معنے غیر احمدی حضرات کرتے ہیں وہ گہرے طور پر سوچنے کی صورت میں مضحکہ خیز ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کسی نبی کو ختم کرنے کے معنے یہی ہو سکتے ہیں کہ اُس کی شریعت کو منسوخ کر دیا جاوے اور نبی بوجہ وفات خود ختم ہو جاوے۔ اس لئے نوح علیہ السلام کو ختم کرنے کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ خود فوت ہو جائیں اور ان کی شریعت کو بعد کا نبی منسوخ کر دے یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر دیا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام پہلے فوت ہو چکے تھے شریعت جاری تھی جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منسوخ کر کے ختم کر دیا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ حضرت نوح مکمل طور پر ختم ہو چکے تھے ان کے معنوں کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی چیز کو ختم کیا؟

اِسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو حضرت موسیٰ نے ختم کر دیا اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام وفات پا کر مکمل طور پر ختم ہوئے۔ اور یہ کام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکمل کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ابراہیم کو کس طور پر ختم کیا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر دو طور پر ختم کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس طور پر ختم کیا اُن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ ان کو آنحضرت صلعم نے صرف اس طور پر ختم کیا



جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب
انور فاضل

ص ۲۴۱ تا ص ۲۴۴



جناب مولانا اسد اللہ صاحب قریشی کاشمیری
مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

ص ۲۴۵ تا ص ۲۴۸



حضرت الحاج مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری

صـ ۲۵۱ تا صـ ۲۶۳

کہ انکی شریعت کو ختم کر دیا۔ لیکن وہ ان کے وجود کو ختم نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو اُن سے پہلے آئے تھے اُن کو بھی ختم نہ کر سکے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء کو ان معنوں میں ختم کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں؟

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے ثبوت میں غیر احمدی حضرات بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی آیت پیش کرتے ہیں حالانکہ اس آیت میں آسمان پر سے جانیکا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور آیت میں بلکہ آنحضرت صلعم کے کسی مرفوع متصل کلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر سے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ لفظی معنے یہی ہیں کہ اپنی طرف اٹھا لیا اور اور اللہ تعالیٰ آسمان پر بھی ہے اور زمین پر بھی۔ کیوں نہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو دوسرے بندوں کی طرح زمین کی طرف یعنی قبر میں لے گیا۔ اور اگر اسی امر کو ملحوظ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جانب ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کو ہر جانب لے جانے اور کھینچا تانی میں بھی انکی وفات ہی ہو جائے گی۔ ایک مناظرہ کے موقعہ ایک غیر احمدی مناظرؔ نے انکو آسمان پر سے جانے کی کوشش اور احمدیوں کی انکو زمین پر سے آنے کی کوشش کو دیکھ کر ایک صاحب نے بے ساختہ کہا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے زندہ بھی تھے تو اب وہ اس تگ و دو میں اور کھینچا تانی میں ضرور مر گئے ہونگے۔ زیادہ سے زیادہ غیر احمدی حضرات کہتے ہیں کہ جب حدیث شریف میں اُن کے نازل ہونے کا ذکر ہے تو آسمان پر گئے ہیں تبھی نازل ہونگے۔ حالانکہ قرآن کریم میں اِنَّا اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ بھی آیا ہے یعنی ہم نے لوہا نازل کیا۔ اور لوہا زمین سے نکلتا ہے۔ پھر ایک جگہ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نزول کا لفظ آیا ہے۔ پھر معززین کے نزولِ اجلال فرمانے کا محاورہ بھی ہے کہ فلاں معزز آدمی فلاں جگہ اُترے ہوئے ہیں۔ اس سے کسی کے آسمان سے اُترنے کا ذکر نہیں ہوتا۔

(۳) حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھ کر مسلمان عیسائیوں کے ٹریکٹ "حقائقِ قرآن قابلِ توجہ اہلِ اسلام" کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ جن میں سے چند امور یہ ہیں:۔

(۱) امتِ محمدیہ کے بگڑنے پر اُس کی اصلاح کی توفیق بھی امت کے کسی فرد کو نہیں ملے گی۔

بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر بار احسان ہونا پڑے گا (۲)، مصیبت کے وقت کسی سے سلوک کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہر مصیبت کے وقت حضرت محمدؐ رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر رکھ کر ہی بچایا۔ لیکن حضرت عیسیٰ کی نرالی شان تھی کہ جب دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمان پر لے گیا۔

۴۔ شیعہ حضرات صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا کر موردِ عتاب قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جب شیعہ حضرات کی نماز خاکِ شفا کربلا کی ٹکیوں پر ماتھے رکھنے سے ہو جاتی ہے اور ان کے گناہ دُھل جاتے، یہی صرف اس وجہ سے کہ اس خاک میں حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون شامل ہے۔ اگرچہ اس امر کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ جبکہ یہ مسلّم امر ہے کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھی بہت دلیر اور بہادر تھے۔ اور انہوں نے سینکڑوں یزیدیوں کا خون کیا۔ پس کون کہہ سکتا ہے کہ اس مٹی میں حسینیوں کا خون زیادہ ہے یا یزیدیوں کا لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نواسوں کے اشتمال خون سے شیعہ حضرات کی نجات ہو جاتی ہے بہر حال یہ تو مسلّمہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسنینؑ کو فیضان ملا تھا۔ جو اصل منبعِ فیض ہیں۔ لیکن جو مقدس ہستیاں (ابوبکر و عمر) اُن پہلو بہ پہلو نہایت معمولی فاصلے پر ۱۴۰۰ سال سے دفن ہیں۔ بفرضِ محال اگر وہ لوگ گنہگار بھی تھے تو کیا اب تک اُن کی تطہیر نہیں ہو چکی ہو گی کہ شیعہ حضرات اب تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

۵۔ بقول شیعہ حضرات کے اگر صحابہ کرام قابلِ اعتماد نہیں تھے، اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق وہ حضرت ابوبکر صدیق سے مرعوب ہو گئے۔ اور خلیفہ اول حضرت علیؓ کو نہ بنایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ایسے ہی لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے قرآنِ کریم کے ہم تک صحیح پہنچانے کی گارنٹی کیا ہو سکتی

ہے۔ ممکن ہے انہوں نے بہت کچھ اس میں اضافہ کر دیا ہو یا کمی کر دی ہو۔

اگر یہ کہا جاوے کہ قرآن شریف میں یہ ارشاد موجود ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ لیکن ایسے مشکوک حالات میں یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ارشادِ خداوندی ہے۔ اگر بدظنی کی جاوے تو یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ سب کچھ الٹ پلٹ کر کے جس طرح بعض چور تالہ توڑ کر سامان لوٹنے کے بعد شکستہ تالہ کو اسی طرح کنڈے میں لٹکا دیتے ہیں، کہ دور سے یہی نظر آئے کہ تالا لگا ہوا ہے، پس یا تو ان صحابہ کرام کو بھی قابلِ اعتماد ماننا پڑے گا یا قرآن کریم کے صحیح اور کامل کلام الٰہی ہونے سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

۶۔ شیعہ حضرات حضرت عمر پر حق خلافت علی کو غصب کرنے کا الزام لگاتے ہیں پھر کس طرح اس امر کو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ایسے غاصب اور دشمن شخص کو حضرت علی اپنی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ برضاءُ رغبت دیتے۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الجہاد میں اور ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی ص۲۷ میں بھی ذکر ہے اور حسب ذیل کتاب شیعہ میں بھی ذکر آتا ہے۔ فروع کافی جلد ۲ کتاب النکاح ص۱۴۱ و فروع کافی جلد ۲ ص۳۱۱ اور تفسیر صافی زیر آیتِ خاتم النبیین موت اخراب جلد ۲ ص۱۱۱ میں بھی اس رشتہ کا ذکر ہے۔

اور اگر بقول حضرات شیعہ یہ قرار دیا جائے کہ یہ رشتہ حضرت عمر نے زبردستی حضرت علی سے لے لیا۔ تو حضرت کو شیر خدا اور بہت بہادر سمجھا جاتا ہے اس کے ہوتے ہوئے اس زبردستی کو کیسے مان سکتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ ہر دو بزرگاں پر محض اتہام ہے کہ ان کی آپس میں مخالفت تھی بلکہ ان کے باہمی تعلقات بہت محبت والے تھے۔

حالات و واقعات

مکرم مولٰنا محمد اسد اللہ قریشی کاشمیری

مکرمی! السلام علیکم:

آپ کی حسبِ فرمائش اپنے حالات کے سلسلہ میں چند سطور آپکی خدمت میں بغرضِ اشاعت "برہان ہدایت" بھجوا رہا ہوں اللہ تعالیٰ آپکو زیادہ سے زیادہ خدمت دین سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو بہتوں کیلئے باعث ہدایت بنائے

خاکسار نے ۹ سال تک احمدیت کی تحقیقات کی کر" اور کافی مطالعہ کیا۔ اور بہت دعاؤں کے بعد نے عالم رؤیا میں مجھ پر انکشاف فرمایا کہ "مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں اور دعوے میں سچے ہیں" اس طرح اور بھی بہت سے مبشر خواب آتے رہے۔ جس سے مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بانئے سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ مجھے ۱۹۵۹ء کے اواخر میں جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور حضرت المسیح الثانی کے عہدِ سعادتِ عہد میں بیعت کی توفیق پائی۔ فالحمدللہ۔

دورانِ تبلیغ بعض سوالات اور ان کے جوابات

(۱) بعض دوست سوال کرتے ہیں کہ آپ اہل سنّت والجماعت کو چھوڑ کر کیوں احمدی ہو گئے۔ مَیں جواب دیا کرتا ہوں کہ مَیں نے اہل سنّت والجماعت کو نہیں چھوڑا بلکہ اب ہی میں حقیقی اہل سنّت والجماعت میں شامل ہوا ہوں کیونکہ جماعت احمدیہ ہی اہلِ سنّت ہیں اور پھر اہلِ جماعت بھی۔ جن کا ایک واجب الاطاعت امام ہے جس کے ہاتھ پر افرادِ جماعت کی بیعت ہوتی ہے۔ کیوں کہ امام کے بغیر کوئی جماعت نہیں کہلا سکتی۔ بخلاف اس کے عام مسلمانوں کے سینکڑوں فرقے ہیں اور ان کا کوئی واجب الاطاعت امام نہیں ہے اس پر معترضین خاموش ہو جاتے ہیں۔

۲- ایک دفعہ ایک دوست نے سوال کیا اہل سنّت والجماعت کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے مَیں نے کہا کیا کوئی جماعت امام کے بغیر بھی ہو سکتی ہے؟ کہا۔ نہیں۔ مَیں نے کہا۔ پھر وہ مسلمان

جس کے سینکڑوں فرقے ہیں کس طرح صحیح معنوں میں اہل سنّت والجماعت کہلا سکتے ہیں۔ انہوں نے میری اس دلیل کو معقول تسلیم کر لیا۔

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عام مسلمان کثرت سے ہیں اور احمدی تھوڑی تعداد میں ہیں میں جواب دیا کرتا ہوں کہ مسجد میں اگر دو تین آدمی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں تو جماعت کہلاتی ہے۔ اور اگر سینکڑوں مسلمان آکر علیحدہ علیحدہ بغیر امام کے نماز پڑھ لیں تو کیا کوئی کہیگا کہ نماز باجماعت ہوگئی ہے؟ اس پر معترضین تسلیم کرتے ہیں کہ ان معنوں کے لحاظ سے واقعی اہل سنّت والجماعت صرف جماعت احمدیہ ہی ٹھہرتی ہے۔

۴۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا آیا ہے تو آپ انہیں کیوں وفات یافتہ مانتے ہیں؟ میں موقعہ اور محل کے مطابق جواب دیا کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بجسدہٖ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کی بابت ایک ہی آیت پیش کیجیے۔ تو بعض کہتے ہیں کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ آیا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جو بزرگ وفات پا جاتا ہے اس کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ "خدا کی طرف اٹھا لیا گیا"۔ یا یہ کہ اس دنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ زندہ خاکی جسم سمیت اٹھا لیا گیا یا یہ معنے ہوتے ہیں کہ وفات پا کر اسکی رُوح اٹھائی گئی۔ تو کہتے ہیں کہ رُوح کا اٹھایا جانا مراد ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہاں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا روحانی لحاظ سے اٹھایا جانا مراد ہے اور آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ اسکی مزید تشریح کرتی ہے۔ کہ رفع توفی کے بعد ہوا۔ اور توفی کے بعد صرف رُوح کا رفع ہوتا ہے نہ کہ جسم کا۔

۵۔ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب سے جو جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں امکانِ نبوت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ کہنے لگے کیا کوئی ایسی آیت ہے جس سے نبوت کا تا قیامت جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔

يٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اعراف ع ۴ یعنی اے بنی آدم! جب بھی تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آجائیں جو تم پر میری آیات پڑھیں پس جو خدا ترسی اختیار کرے اور اپنی اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مولوی صاحب کہنے لگے۔ یہاں بنی آدم سے مراد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے بنی آدم مراد ہیں

میں نے جواب دیا- ذرا سوچیں کہ کیا اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اُن بنی آدم کو جو وفات پا چکے تھے فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے کبھی نبی آجائیں تو اُن کو مان لینا اور اپنی اصلاح کر لینا کیا وفات یافتہ بنی آدم سے رسول مبعوث ہوتے تھے- اِس پر مولوی صاحب تاڑ گئے کہ یہ معنے تو کسی طرح صحیح نہیں بیٹھتے- کافی لے دے کر کے کہنے لگے مَیں نے آج تک اِس آیت پر غور ہی نہیں کیا تھا اب میں ضرور اِس پر غور کروں گا- کیونکہ آیت سے تو واقعی تا قیامت نبوت رہنا ثابت ہوتا ہے۔

۶- بعض غیر از جماعت دوست اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیسے امتی نبی تسلیم کر لیا- اُن میں تو نبیوں کے اوصاف نہیں تھے- مَیں جواب دیا کرتا ہوں کہ جو مرزا صاحب آپ کے ذہن میں ہیں مَیں نے اُن کو اُمتی نبی تسلیم نہیں کیا- مَیں نے جس مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کیا ہے اُن میں نبیوں کے اوصاف موجود تھے اور وہ اپنے دعویٰ میں سچے تھے مگر آپ نے ابھی تک اُن کو نہیں پرکھا اور نہ ہی شناخت کیا ہے- اگر آپ اُن کو پرکھیں اور شناخت کر لیں تو ان کو میری طرح سچا مان لینگے- اس پر معترضین خاموش ہو جاتے ہیں-

۷- بعض کہتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کی کتابیں پڑھیں- مگر ہمارے شکوک رفع نہیں ہوئے- مَیں جواب دیا کرتا ہوں کہ آپ اب اپنے خدا سے بذریعہ استخارہ چالیس دن متواتر دعا کر کے رہنمائی طلب کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا- یعنی جو لوگ ہمارے بارے میں ہم سے راستہ طلب کرتے ہیں- ہم انہیں ضرور اپنا راستہ بتلا دیتے ہیں اگر مرزا صاحب سچے ہوئے تو خود اللہ تعالےٰ اُن کی سچائی کے طالب پر بذریعہ خواب یا کشف یا الہام اُن کی سچائی ظاہر کر دے گا- کیونکہ خدا اپنے صادق بندے کی دُعا ضرور سُنتا ہے اور اُس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے- اس جواب پر سائل خاموش اور مطمئن ہو جاتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی یہی واحد طریق ہے جو کسی طالب صادق کی رہنمائی کے لئے شافی و کافی اور اطمینان بخش ثابت ہو سکتا ہے

دلچسپ حالات وواقعات

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری

میری پیدائش ۱۸۸۱ء قریباً ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ حافظ شیر محمد صاحب نے میرے دادا صاحب کی درخواست پر میرا نام قدرت اللہ تجویز فرمایا۔ میرے غیر حقیقی دادا مولوی محمد یوسف صاحب تھے۔ انہوں نے ۱۸۸۰ء میں چچا عبداللہ صاحب کو جو انکے حقیقی بھانجے تھے یہ بتایا کہ تم ہمیشہ کسی پیر کی بیعت کرنے کی درخواست کرتے رہتے ہو مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ زمانہ کا امام قادیان میں پیدا ہوگیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ قادیان کہاں ہے ؟ اور ایک عرصہ تک قادیان کا پتہ چلاتے رہے ..... کچھ عرصہ کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب نے بتایا کہ میں لاہور کے ایک اخبار سے پٹیالہ میں ایک مضمون پڑھ کر آیا ہوں۔ وہ مضمون آریوں کے خلاف مرزا غلام احمدؐ صاحب کا ہے اور وہ قادیان گورداسپور کے رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ صاحب نے بٹالے پہنچ کر قادیان کا پتہ پوچھا۔ بتایا گیا کہ یہاں سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے[1] ۔ ...... وہ قادیان پہنچے۔

بیعت کرنے کا واقعہ

۱۸۸۹ء میں جب حضور نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو سنور کے نو آدمیوں نے اُسی سال بیعت کی۔

چونکہ ۱۸۸۴ء سے حضور کا ذکر ہمارے گھروں میں رہتا تھا مجھے بچپن کے زمانہ میں ہی یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ بیعت ضروری کرنی چاہیئے خواہ کسی کی کر لی جائے جو یہاں قریب ہی ہو۔ اتنی دور قادیان کون جائے۔ چونکہ والد صاحب نے بیعت نہیں کی تھی اسواسطے چشتیہ خاندان کے ایک سید صاحب سے ارادت رکھتے تھے۔ مَیں بھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ مَیں نے جب بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا۔ جب

[1] تجلی قدرت صفحہ ۱۰۹

بالغ ہو جاؤ گے تو بیعت کر لینا۔ اور وہ قوالی کی مجالس میں مجھے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ نماز تو وہ ضرور پڑھتے تھے۔ لیکن اکثر وقت چوسر۔ شطرنج۔ تاش کھیلتے رہتے تھے۔ ایک دن صبح کے وقت میں اُن کی بیٹھک میں گیا۔ وہاں اُن کے دو برادر زادے علی حسین اور علاؤالدین بیٹھے تھے۔ پیر صاحب جن کا نام عبدالحق تھا وہ اندر گئے ہوئے تھے۔ ہم تینوں کھیلنے لگ گئے اور کھیلتے وقت اُن دونوں نے حضرت مسیح موعود کا ذکر شروع کیا اور دریدہ دہنی اور گندہ زبانی سے آپ کو گالیاں دینے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمارے خاندان کے کئی بزرگوں نے اُن کی بیعت کی ہوئی ہے وہ نیک اور بزرگ ہیں۔ آپ سیّد زادے ہیں اس لئے فحش کلامی سے احتراز کریں۔ پسِ پشت کسی کو گالیاں دینا شرافت سے بعید ہے۔ میں نے کہا۔ میں پیر صاحب سے ارادت رکھتا ہوں۔ اگر ان کو کوئی گالی دے تو مجھے کتنا بُرا لگے۔ مگر وہ باز نہ آئے اور پھر گالیاں دینی شروع کیں۔ میں نے پھر منع کیا مگر انہوں نے تیسری بار پھر گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر مجھے غصہ آیا۔ میں نے ان دونوں کو مارنا شروع کیا۔ وہ مجھے مارنے لگے۔ شور پڑ گیا۔ پیر صاحب اندر سے تشریف لائے پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے کہا۔ یہ حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دیتے ہیں۔ گو وہ میرے پیر نہیں لیکن کسی کو پسِ پشت گالیاں نکالنا بُرا ہے۔ پیر صاحب نے اپنے بچوں کی طرفداری کی اور اُن کو گالیوں سے منع نہ کیا۔ اس پر میں ناراض ہو کر چلا آیا۔ اور گھر آکر پوسٹ کارڈ لے کر بیعت کا خط حضرت کی خدمت میں لکھ دیا [1]۔

والدہ صاحبہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت مولوی محمد یوسف صاحب کو جن کا ذکر "ازالہ اوہام" میں ہے جب میری بیعت کا علم ہوا تو انہوں نے میری تربیت شروع کر دی۔ مجھے نمازوں میں ساتھ لے جاتے اور تہجد ساتھ پڑھاتے تھے۔ مولوی صاحب اس قدر رعب رکھتے تھے کہ قصبہ سنور میں چودہ ۱۴ مساجد تھیں اور

[1] تجلّیٔ قدرت صہ ۱۱۳

وہ جس مسجد میں جاتے امامت کرا دیتے - لوگ ان کے اقتداء میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے ۔ گھر میں والد صاحب کے ساتھ بھی حضرت کا ذکر ہوتا تھا - وہ اُسی پُرانے عقیدہ پر قائم تھے کہ مسیح آسمان سے آئیگا - میری والدہ بھی وہاں سُنتی رہتی تھی - ایک دن والدہ صاحبہ نے مجھ سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں بھی بیعت ہو جاؤں مگر مجھے خوف آتا ہے کہ تمہارے والد صاحب مجھ پر ناراض ہو نگے - مَیں نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ آپ والد صاحب سے دریافت کر لیں کہ قدرت اللہ نے جو عقیدہ اختیار کیا ہے اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اُس سے کیا سلوک کرے گا ؟ والد صاحب یہ ضرور فرمائیں گے کہ اس عقیدہ کی وجہ سے یہ جہنم میں ضرور جاویں گے - آپ یہ عرض کر دینا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے اگر یہ جہنم میں گیا تو میں جنت میں جا کر کیا کروں گی - مجھے اجازت فرماویں کہ میں بیعت کر لوں تاکہ اس کے ساتھ ہی میرا حشر ہو جائے - والدہ صاحبہ نے جب والد صاحب کے سامنے یہ بات پیش کی تو وہ ہنس پڑے اور فرمایا اگر تم چاہتی ہو تو بے شک بیعت کر لو - مَیں نے قدرت اللہ کو بھی کچھ نہیں کہا - تم کو بھی کچھ نہیں کہتا چنانچہ والدہ صاحبہ نے مجھے اجازت دی - میں نے اُن کی طرف سے بیعت کا خط لکھ دیا - اور وہ داخلِ سلسلہ ہو گئیں ؎

دادا صاحب نے مشروط بیعت کر لی

میرے دادا صاحب زندہ تھے - مَیں نے انکو تبلیغ کرنی شروع کی - اُس وقت اُن کی عمر قریباً سو سال تھی - مگر اُن کے قویٰ بالکل صحیح و سالم تھے - انہوں نے فرمایا میں تو لکھا پڑھا نہیں صرف قرآن شریف پڑھ سکتا ہوں - تمہارا والد مولوی ہے - اُس نے بیعت نہیں کی - میں نے کہا - وہ ابھی تحقیق کر رہے ہیں - آپ اس عمر کو پہنچے ہوئے ہیں - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح آئے تو اُسے میرا سلام کہنا اگرچہ گھٹنوں کے بل جانا پڑے - اس لئے آپ بیعت کر لیں -

؎ تجلّی قدرت صفحہ ۱۱۲

انہوں نے فرمایا - میں نے تو اپنے بزرگوں سے یہی سُنا ہے کہ جو اپنے پیر کی بیعت کر کے توڑتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی بیعت سے پھرتا ہے - اگر مسیح علیہ السلام میری زندگی میں آجائیں تو پھر مجھے بیعت فسخ کرنی پڑے گی - میں نے کہا - آسمان سے آج تک نہ کوئی آیا ہے نہ آئے گا اور اُس کے متعلق میں نے ثبوت پیش کیے - انہوں نے فرمایا - میں مشروط بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں - بیعت کا خط لکھ دو - لیکن میری طرف سے یہ شرط پیش کرنا کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے آجائیں تو میں بیعت توڑ کر اُن کی بیعت میں شامل ہو جاؤنگا چنانچہ میں نے مشروط بیعت کا خط حضور کی خدمت میں لکھ دیا - جس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا کہ اگر مسیح علیہ السلام آجائیں تو سب سے پہلے میں بیعت کرونگا - لیکن یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ مسیح آسمان سے آئیگا - نہ کوئی آسمان پر گیا اور نہ آسمان سے آئیگا - اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود بنا کر مبعوث کیا ہے - ؎

عمدہ عادات اور اعلیٰ اخلاق کا اثر

چوہدری کریم بخش صاحب رائے پور کے نمبردار تھے جو ضلع املوہ (ریاست نابھہ) سے بیس میل کے فاصلہ پر تھا . . . . اور اولین صحابہ میں سے تھے - چونکہ برسوں سے قادیان آیا جایا کرتے تھے اور ہر سال ایک دو ماہ قادیان میں قیام فرماتے تھے اور حضرت اُنکو رہائش کے لیے اپنے مکان کے اندر جگہ دیا کرتے تھے - وہ ۱۹ نمبر کے موصی تھے - اُن کا چہرہ ایسا نورانی اور اُن کے اخلاق ایسے پسندیدہ تھے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مہاراجہ نابھہ مسمیٰ ہیرا سنگھ صاحب جو بہت بوڑھے تھے جن کی عمر تقریباً ۹۰ سال کی تھی - اور وہ ضلعوں کا دورہ کرتے تھے . . . ایک دفعہ انہوں نے ساری ریاست نابھہ میں ہزار بارہ سو نمبرداروں کو بلایا - جب اجلاس ہو رہا تھا تو انہوں نے چوبدار کو بھیج کر چوہدری صاحب کو بلایا - اور سوال کیا کہ میاں کریم بخش اس مجمع میں تین چار سو گورو کے لال سنگھ ایسے ہیں - دو چار سو

؎ تجلی قدرت ص۱۱۴-۱۱۵

ہندو صاحبان - ایسے ہی دو چار سو مسلمان - ان ہزار بارہ سو آدمیوں میں سرکار کو آپ کے اخلاق اور عادات کیوں اچھے لگتے ہیں - چوہدری صاحب نے عرض کیا - کہ حضور مجھے تو اپنی کسی خوبی کا علم نہیں - صرف یہ بات ضرور ہے کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مرید ہوں اور وہ اس زمانہ کے لئے نبی - اوتار - گورو ہیں - میں اُنکی صحبت میں رہ رہ کر فیض حاصل کرتا رہا ہوں - مہاراجہ صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا - "تھوڑی دیر ٹھہرو میں ابھی آیا" دو چوبدار ان کو سہارا دے کر لے جایا کرتے تھے اُن کو بُلا کر اپنے محل دیوان خانے میں تشریف لے جانے لگے اور مجھے فرمایا - میاں کریم بخش تم میرے ساتھ آؤ - دیوان خانے کے اندر داخل ہو کر مجھے فرمانے لگے - یہ جو تصویریں لگی ہوئی ہیں ان کی طرف دیکھو - وہ ساری تصویریں گوروؤں کی تھیں - جس طرح دوسرے گوروؤں کی تصویریں شاندار چوکھٹوں میں لگی ہوئی تھیں اسی طرح حضرت کی تصویر بھی چوکھٹے میں لگی ہوئی تھی - اور مجھ سے فرمایا کہ دیکھو میاں کریم بخش یہ تصویر پہلے سے ہمارے پاس ہے - یہ فرما کر مسند سفید پر بیٹھ گئے - اور چوبدار کو باہر بھجوا دیا - اور فرمایا - میرے حکم کے ساتھ تمہیں ایک رقم حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے نذرانے کیلئے ملیگی اور تمہاری آمد ورفت اور خوراک کا خرچ علیحدہ ملیگا اور تمہارے ایامِ قیام اور واپسی تک کیلئے تمہیں کچی رسد ملیگی دکچی رسد میں روزانہ آٹا چاول گھی گوشت مصالحہ سبزیات وغیرہ اُس زمانہ میں ایک آدمی کے لئے دو روپے کی ہوتی تھی) مجھے وہ روپیہ مل گیا - اور ساتھ ہی مجھے ہدایت فرمائی کہ میری طرف سے درخواست کر کے حضرت صاحب کو ساتھ لے آویں - اُن کے آمد ورفت کے اخراجات سب میں برداشت کروں گا - میں ضعیف العمر ہوں جا نہیں سکتا -

میں نے قادیان جا کر وہ رقم حضور کو دے دی - اور حضور کو مہاراج کا پیغام پہنچا دیا - حضور نے فرمایا کہ ان سے جا کر عرض کر دیں کہ "کنوئیں پیاسے کے پاس نہیں جایا کرتے بلکہ پیاسے کنوئیں کے پاس آیا کرتے ہیں" - میں نے واپس نابھہ پہنچ کر

مہاراجہ سے عرض کر دیا۔ فرمایا۔ میاں کریم بخش صاحب! اگر ہم وہاں جاویں تو یہ انگریز ہمیں فوراً گدی سے اتار دیں۔ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی برکات

ایک دن صبح کے وقت میری بڑی لڑکی نے جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی مجھ سے ذکر کیا کہ مَیں نے رات ایک خواب دیکھی ہے۔ مَیں نے کہا کہ خواب بیان کرو۔ اُس نے کہا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چوبارے سے دو شخص اُتر آئے ہیں اور دالان میں آکر چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔ آپ ؍ اندر سے مٹھائی فروٹ وغیرہ لاکر ان کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں پائنتی کی طرف جو شخص تھے انکو میں نے پہچان لیا کیونکہ اُن کے میں نے فوٹو دیکھے ہوئے تھے۔ اور وہ حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) تھے۔ مَیں نے آپ سے سوال کیا کہ سرہانے کی جانب کون بیٹھے ہیں۔ آپ نے جواب دیا رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں حضرت نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ انہوں نے ایک بڑی برادری احمدیت کی وجہ سے چھوڑ دی ہے اور اپنا تعلق جماعت احمدیہ سے قائم کیا ہے۔ اور اب بعض غیر احمدی اِن سے ناراض ہیں وہ شادی میں شامل ہونا نہیں چاہتے۔ اِن کو اس بات کا بہت صدمہ ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ چند پوسٹ کارڈ لاکر دیں۔ جب آپ نے پوسٹ کارڈ لاکر دیئے تو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ پوسٹ کارڈ حضرت کو دے دیئے اور فرمایا آپ میری طرف سے باہر کی جماعتوں میں احباب کو شادی میں شمولیت کی میری طرف سے درخواست لکھیں اور مَیں دستخط کرونگا۔ پتے کی طرف یہ خود نام لکھیں گے جن کو انہوں نے بلانا ہے۔ حضرت لکھتے جاتے تھے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستخط کرتے جاتے تھے۔ جب کچھ خط لکھے گئے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرف مخاطب

---

[1] تجلی قدرت صـ ۱۳۱ تا ۱۳۳

ہوئے اور فرمایا۔ یہ خیال کرلو کہ جس کارڈ پر آپ دو آدمیوں کو طلب کرینگے وہاں سے پانچ آویں گے۔ جہاں سے آپ چار آدمیوں کو طلب کریں گے وہاں سے دس مہمان آویں گے۔ جسقدر مہمان درکار ہوں اُسی قدر خط لکھدیں۔ آپ نے عرض کیا حضور! بس کافی ہیں۔ حضرت نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر عرض کیا۔ حضور! ان کو مالی مشکلات بھی ہیں۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر بلند آواز سے فرمایا۔ کبیر! کبیر!" آپ کی اس آواز پر ایک نوجوان خوش پوش ترکی ٹوپی پہنے ہوئے آپ کے سرہانے کی جانب آکر کھڑا ہوگیا۔ اور آپ نے کہا "کبیر! ان کو دے دو روپیہ"۔ اس وقت اُس نے ہاتھ پھیلایا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی جس میں ہزار یا بارہ صد روپیہ تھا۔ اس کے بعد دونوں اٹھ کر چوبارہ کی طرف چلے گئے

شادی میں کوئی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ مجھے دفتری کاموں کیلئے ایک ہفتہ لدھیانہ ٹھہرنا پڑتا کیونکہ جن کا میں ملازم تھا اُن کی بیوی بیمار تھی اور لدھیانہ شفا خانہ میں داخل تھی۔ ایک ہفتہ وہ خود لدھیانہ ٹھہرتے اور ایک ہفتہ میں ٹھہرتا۔ جس ہفتہ میں لدھیانہ تھا اور ہفتہ ختم ہونے کو تھا تو سردار صاحب وہاں تشریف لے گئے اُن کے آنے پر میں نے اجازت چاہی۔ فرمایا۔ دو تین دن اور ٹھہر جاؤ میری طبیعت لگی رہے گی۔ آپ کے ساتھ میں ٹھہر گیا۔ اگلے دن صبح ہی مجھے ساتھ لے کر شہر میں تشریف لے گئے اور سردار نرنجن سنگھ صاحب کے مکان پر گئے وہ چوبارے میں تشریف فرما تھے۔ ہم وہاں چلے گئے۔ اور یہ بیلکا خاندان کے جاگیر دار تھے۔ ملاقات کے دوران نرنجن سنگھ بیل نے ہمارے سردار صاحب[1] سے کہا کہ میرا شرکا کے ساتھ ایک مقدمہ تھا جس کی وجہ سے میرا اکیس ہزار چند سو روپیہ ملنے سے رُکا ہوا تھا۔ اب مقدمہ میرے حق میں فیصلہ ہوگیا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ فریق ثانی نے جب ہائی کورٹ میں اپیل دائر کردی وہاں مقدمے کے دو دو تین تین سال میں فیصلے ہوتے ہیں اور فریق ثانی اس فیصلے کو پھر رُکوا دے۔ ڈی سی (D.C) کے ریڈر ممتاز علی صاحب مولوی صاحب کے دوست ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ میرا روپیہ دلا دیں

سردار صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ آپ بھائی صاحب کا کام کروا دیں۔ مَیں نے کہا۔ ممتاز علی صاحب احمدی نہیں ہیں۔ میرا دوست تو کوئی احمدی ہو سکتا ہے۔ ہاں میری واقفیت ضرور ہے۔ سردار صاحب نے فرمایا۔ ہاں واقفیت ہی سہی۔ یہ کام ضرور کروا دیں۔ سردار نرنجن سنگھ بیل نے درخواست واپسی روپے کی جو لکھی ہوئی تھی مجھے دے دی۔ چونکہ کچہری کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ مَیں درخواست لے کر ممتاز علی صاحب کے مکان پر گیا۔ اور اُن سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ دوست تو ہم عمر ہوتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ سردار صاحب سے کہہ دو کہ وہ کل کچہری میں تشریف لاویں۔ وہ کرسی نشین ہیں۔ درخواست صاحب کے پاس پیش کریں روپے مل جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ مَیں نے کہا۔ وہ چاہتے ہیں میں یہ کام کروا دوں اور آپ کے ذریعہ سے ہو۔ میرے یہ کہنے پر اُس نے وہ درخواست لے کر اس پر یہ حکم تحریر کر دیا کہ یہ روپیہ فوراً ادا کر دیا جائے۔ اور اُس کی تاریخ اُس دن کی ڈال دی جو دن گزر چکا تھا۔ اور مجھ سے کہا۔ چونکہ درخواستیں اخیر وقت پر پیش ہوا کرتی ہیں صاحب بہادر حکم دیتے چلے جاتے ہیں ہم حکم لکھتے جاتے ہیں۔ چونکہ وہ آخری وقت ہوتا ہے صاحب اٹھکر چلے جاتے ہیں۔ اگلے دن صاحب بہادر کچہری تشریف لاتے ہیں تو سب سے پہلے ہم ان حکموں پر جو کل کی تاریخ پر لکھے تھے دستخط کرا لیتے ہیں۔ اور مجھ سے کہا کہ سردار صاحب کو ساتھ لے کر صبح کچہری میں تشریف لے آئیں۔ میں سردار صاحب کو لے کر خزانہ پہنچ گیا۔ خزانچی نے فوراً ہزار ہزار کے بنڈل جو باندھے ہوئے تھے اور اوپر جو روپے تھے دستخط کرا کر سب سردار صاحب کو دیدیئے سردار صاحب روپے لیکر چلے گئے۔ مجھ سے سردار صاحب نے فرمایا کہ یہ دو ہزار روپیہ لے جا کر ممتاز علی صاحب کو دے دیں۔ میں نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کچھ مٹھائی منگوا دیں مَیں اُن کے ہاں دے دونگا۔ لیکن سردار صاحب نے اصرار کیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اگر وہ اتنی جلدی روپیہ نہ دیتے تو ہر سال اتنی بڑی رقم سود پر لے کر ہمیں کہیں نہ کہیں خرچ کرنی پڑتی۔ یہ اُن کی بڑی مہربانی ہے۔ آئندہ بھی وہ ہمارے معاملات

میں ہماری بہت امداد کریں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں روپیہ لے کر ممتاز علی صاحب کے پاس گیا ۔ اور جب اُن کو روپیہ دیا تو انہوں نے بالکل انکار کر دیا اور کہا آپ ہمارے بزرگ ہیں ۔ آپ ہمیں رشوت دیتے ہیں میں نے کہا ۔ رشوت تو تب ہوتی اگر آپ کے ساتھ پہلے طے ہوتا پھر آپ کام کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے میرے بہت تکرار پر پہلے سَو پھر دو سَو پھر پانچسَو روپے رکھ لئے ۔ جب میں نے اس پر بھی اصرار کیا تو انہوں نے کہا ۔ میں جو کچھ بھی کہوں آپ قسم کھا کر کہیں کہ میں تیری بات مان لونگا ۔ میں نے کہا ۔ اچھا میں مان لوں گا ۔ قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے ۔ انہوں نے وہ دو ہزار روپیہ لے لیا ۔ اور ایک ہزار مجھے واپس دے کر فرمایا کہ یہ میں اپنی طرف سے دیتا ہوں ۔

میں وہ ہزار روپیہ لے کر چلا آیا اور یہ سمجھا کہ جو روپیہ خواب میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا ۔ یہ وہی روپیہ ہے ۔ راستہ میں آتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ میں سردار بیل سنگھ سے یہ ساری بات کر جاؤں ۔ میں نے جا کر یہ سارا قصہ عرض کر دیا ۔ اور وہ روپیہ اُن کے پیش کر دیا ۔ اور کہا ۔ یہ روپیہ آپ کا ہے آپ لے لیں ۔ انہوں نے وہ روپیہ رکھ لیا اور مجھے کہا کہ اپنے سردار صاحب کو میرے پاس بھیج دینا ۔ جب اگلے دن سردار نرنجن سنگھ انکے پاس آنے لگے تو مجھے کہنے لگے ۔ چلو میرے ساتھ ۔ میں نے انکار کیا ۔ انہوں نے مجھے ساتھ لئے جانے پر بہت اصرار کیا ۔ خیر ہم بگھی میں بیٹھ کر سردار بیل سنگھ کے مکان پر چلے گئے ۔ میں مکان کے نیچے بیٹھ گیا اور سردار صاحب نے کہا اوپر چلو ۔ میں نے پھر انکار کیا ۔ لیکن اُن کے اصرار کی وجہ سے تھوڑی دیر کے بعد میں اوپر چلا گیا ۔ وہاں سردار نرنجن سنگھ نے ہمارے سردار صاحب کو ساری بات سنائی اور کہا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ مولوی صاحب کو پانچسو روپیہ دونگا ۔ لیکن اب میرا دل مولوی صاحب کو دو سو روپیہ دیتا ہے ۔ میں نے کہا ۔ مجھے اس روپے کی ضرورت نہیں ۔ آپ اپنے پاس رکھیں ۔ انہوں نے سردار صاحب کے ہاتھ پر ۲۰۰ روپیہ رکھ دیا اور وہ ہزار روپیہ

بھی واپس کر دیا۔ اس طرح وہ خواب جس میں ہزار بارہ سو روپیہ تھیلی میں دکھایا گیا تھا وہ پوری ہو گئی۔[1]

جن رئیسوں کے پاس میری ملازمت رہی۔ مَیں اُن کو تبلیغ کرتا تھا اور یہ بتاتا تھا کہ حضرت اقدس کی دُعائیں خدا قبول کرتا ہے۔ وہ بعض اوقات کسی مشکل میں ہوتے تو

دُعا کیلئے

کہتے۔ اچھا خط لکھو۔ چنانچہ خط لکھا جاتا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیابی ہوتی۔ اِس سے اُن پر یہ اثر ہو جاتا تھا کہ وہ بذاتِ خود حضرت صاحب کی خدمت میں سردیوں میں قادیان اور گرمیوں میں جس پہاڑ پر آپ ہوتے وہاں جا کر ملتے تھے۔ اِن سردار صاحب نے جن کا ابھی مَیں نے ذکر کیا ہے مجھے اپنا ایک خواب سنایا کہ مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں گیا ہوں۔ ملاقات کے دوران میں آپ نے مجھے دعوت دی جس کو مَیں نے منظور کر لیا۔ جس وقت کھانا میرے پاس آیا اُس وقت اس میں بہت سے کھانے تھے۔ اس کی تعبیر دریافت کرو۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں لکھدیا۔ حضور نے جواب میں فرمایا۔ کہ مولوی صاحب آپ کے لئے دُعا کراتے رہتے ہیں اور مَیں دُعا کر دیتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو میری دعا سے مالی فراخی ملے گی۔[2]

حضرت صاحب کی طرف دُعا کا خط ڈالنے کا نیک نتیجہ

ایک دفعہ میں اور سردار صاحب لاہور میں کسی کام کی غرض سے آئے .... اور لاہور سے قادیان حضرت صاحب کو ملنے کے لئے آئے وہاں پر حضور نے سردار صاحب سے کہا۔ آپ کا کھانا کہاں پکوایا جائے انہوں نے عرض کیا کہ مَیں تو مولوی صاحب کا جوٹھا کھا لیتا ہوں۔ مجھے پرہیز نہیں ہے۔ پھر حضور نے جو کھانے تیار کروائے وہ تمام کے تمام وہی تھے جو سردار صاحب کو

---

[1] تجلّیٔ قدرت صفحہ ۱۴۸ تا ۱۴۹۔ [2] تجلّیٔ قدرت صفحہ ۱۵۱۔

خواب میں دکھائے گئے تھے۔ چنانچہ سردار صاحب نے عرض کیا۔ حضور کی یادداشت بڑی اچھی ہے۔ اتنا عرصہ ہوا جو آپ کو خط لکھے۔ لیکن آپ کو ابھی تک یاد ہے

سردار صاحب کی سردارنی بیمار تھیں۔ علاج کے لیے کسولی لے جایا گیا۔ مَیں اور سردار صاحب بھی وہیں گئے ہوئے تھے۔ رات کو جب سردار صاحب زنانے سے میرے پاس آئے تو نہایت مغموم تھے۔ مَیں نے دریافت کیا کہ سردار صاحب! کیا بات ہے۔ آپ پریشان کیوں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کوئی بات نہیں۔ مَیں نے کہا۔ نہیں نہیں۔ آپ بتائیں کہ کیا بات ہے . . . . . . انہوں نے بتایا کہ مہاراجہ صاحب شملہ کی طرف گئے ہوئے ہیں اور کل دو بجے اُن کی سپیشل ٹرین انبالہ چھاؤنی سے سیدھے بمبئی کی طرف سے ہو کر آرہی ہے۔ ولایت جا رہے ہیں۔ ان کا سفر لمبا ہے کئی مہینے میں واپس آئیں گے۔ پرائیویٹ سیکرٹری مجھ سے کچھ ناراض ہیں وہ بعد میں مجھ کو سختی سے حاضر رکھیں گے۔ ایک تو میری بیوی بیمار ہے۔ مجھے ان کی خبر گیری کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے جائیداد کے کاموں میں مجھے آپ کے ساتھ حصّہ لینا پڑتا ہے۔

مَیں نے کہا۔ اس کا علاج تو ابھی کر دیتا ہوں۔ آپ ایک لفافہ کاغذ اور قلم لائیں مَیں حضرت صاحب کو خط لکھ دیتا ہوں۔ وہ یہ سُن کر ہنس پڑے۔ کہا بڑی اچھی تجویز ہے خط تو تین دن میں قادیان پہنچے گا اور مہاراج کل چلے جاویں گے۔ اس خط کا کیا فائدہ ہوگا! میں نے عرض کیا ہمیں اس بات کا تجربہ ہے کہ بعض اوقات خط لکھ کر ڈالا گیا۔ اور اس کا جواب آیا۔ لیکن وہ خط جس تاریخ کو پہنچا تھا اُسی تاریخ کو جواب ہمارے پاس آگیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے خط کا علم آپ کو دے دیا۔ آپ نے اس کا جواب لکھا اور وہ ہمیں مل گیا۔ آپ تجربہ کر لیں۔ آپ لفافہ لائیں۔ ابھی ڈاک میں ڈال دیں۔ اور کل اس کا اثر دیکھیں۔ ہم انبالہ چھاؤنی چلیں گے۔ آپ مہاراج سے رخصت لے لیں۔ خدا تعالیٰ نے چاہا تو منظور ہو جاوے گی۔ انہوں نے لفافہ لا کر دیا۔ اور مَیں نے لیٹر بکس میں ڈال دیا۔

صبح ناشتہ کر کے ہم موٹر کے ذریعہ انبالہ پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ مَیں تھوڑی دیر کے لیے شہر جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا کام ہے؟ مَیں نے کہا۔ کام پھر عرض کرونگا۔ مَیں جلدی واپس آجاؤں گا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ انہوں نے بادلِ ناخواستہ مجھے اجازت دے دی۔ مَیں تانگہ لے کر بازار گیا۔ وہاں جاکر دریافت کیا کہ یہاں پر چنبیلی کا ہار ملے گا؟ دوکانداروں نے بتایا کہ شام کے پانچ بجے ہاروں والے چوک میں بیٹھتے ہیں اور وہاں سے لوگ خریدتے ہیں۔ مَیں تانگہ لے کر شہر میں اُن کی تلاش میں گیا۔ وہ مل گئے۔ ایک پیسہ کو ہار فروخت کرتے تھے۔ اُن کو کہا۔ ایک ایک آنے والے سولہ ہار بنا کر لاؤ انہوں نے بڑی خوشی سے تمام نے مل کر ہار بنا کر مجھے دے دیئے۔ مَیں نے بارہ۱۲ ہار اپنے اوور کوٹ کی جیبوں میں ڈال لیے اور چار ہار علیحدہ رومال میں لپیٹ لیے۔ تانگہ میں سوار ہو کر اسٹیشن پر آگیا۔ اور وہ ہار سردار صاحب کے پیش کیے۔ اور عرض کیا کہ مہاراج اور مہارانی صاحبہ اور دو بچے ولایت جارہے ہیں۔ یہ چاروں ہار اُن کے گلے میں ڈال دیئے جاویں۔ سردار صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور مَیں نے عرض کر دیا کہ جب آپ گلے میں ہار ڈالیں تو اُس وقت چھٹی کی درخواست پیش کر دیں۔

سردار صاحب وہ ہار لے کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ پٹیالہ سے سب وزراء اور محکمہ فوج اور محکمہ نہر اور پولیس کے افسران آئے ہوئے تھے اور بہت ہجوم تھا۔ اُس وقت یہ نئی بات تھی کہ اُن کے ہاتھ میں ہار تھے اور کسی اہلکار کے پاس ہار نہیں تھے۔ اُن میں سے کئی افسروں نے ہار مانگے اور کہا کہ آپ ایک ہار دے دیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔

چیف جسٹس اور چیف انجینئر وہ میرے زیادہ واقف تھے وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ اپنے سردار صاحب سے ایک ہار ہمیں دلا دیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں ہار کا انتظام کر دیتا ہوں لیکن مجھ سے ہار لے کر اپنی جیب میں ڈال لیں ورنہ سردار صاحب

مجھ سے ناراض ہونگے کہ آپ نے ہار دیئے ہیں۔ انہوں نے وہ ہار لے کر چیف جسٹس سے فرمایا۔ عمر قید اور پھانسی کے مقدمات میری منظوری سے ہوتے ہیں جہاں آپ سفارش کرینگے میں ان سے رحم کی درخواست پر سرکار سے منظوری کرا دونگا۔ چیف انجینئر صاحب نے فرمایا جس گاؤں کے لئے جتنا پانی آپ کو درکار ہوگا میں دونگا۔ اُن کے باہر جانے سے دوسرے اہلکاروں کو پتہ چل گیا۔ اور اس طرح بارہ ہار وہاں اہلکاروں کو دے دیئے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں وہ افسر میری بہت عزت کرتے تھے۔ جب ان سے کوئی کام پڑتا فوراً کر دیتے۔

سپیشل آئی۔ ہجوم بہت تھا۔ اور تانگی کے ساتھ دھکا پڑتا تھا۔ لوگ دُور سے سلام کر کے گزر جاتے۔ اُن کے ہاتھ چونکہ ہار تھے میں نے اور تین آدمیوں نے مل کر سردار صاحب کو تانگی تک پہنچا دیا۔ انہوں نے ہار گلے میں ڈال کر عرض کیا کہ میری بیوی بیمار ہے اور کئی جائیداد کے کام ہیں سرکار مجھے اپنی واپسی تک کی رخصت دی جائیں۔ مہاراجہ صاحب نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو آواز دی۔ رفیق۔ رفیق پرائیویٹ سیکرٹری آگے بڑھے۔ مہاراجہ صاحب نے تانگی سے سردار صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پرائیویٹ سیکرٹری کو فرمایا ...... میں نے واپسی تک ان کی رخصت منظور کی ہے۔ سردار صاحب خوشی خوشی واپس آ گئے۔[1]

نصرتِ الٰہی کا نشان

۱۹۵۳ء میں جب میں ناصر آباد (سندھ) میں کام کر رہا تھا اُس وقت ساری مذہبی پارٹیاں ہمارے خلاف ہو گئیں۔ اور پھر حکومت بھی خلاف ہو گئی۔ اس وقت برخوردار مسعود احمد بھی لاہور میں کام کرتا تھا۔ اکبری منڈی میں دوکان تھی۔ آسٹریلیا بلڈنگ میں ایکسو ستر روپیہ

---

[1] تجلی قدرت صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۳۔

پر نچلا حصہ کرایہ پر تھا۔ اُس مکان کے مالک آسٹریلی بلڈنگ والے خاندان کے ممبر تھے۔ مَیں چونکہ اسوقت سندھ میں تھا نامرآباد کا مینجر لگا ہوا تھا۔ مَیں نے خواب میں مسعود احمد کو دیکھا جو کہ نہایت پریشان حالت میں۔ اور کہتا تھا کہ ابا جان! آج ہم مہاجر بن گئے اس وقت دوکان کا قرضہ دو لاکھ کے قریب بازار کے ذمہ تھا۔ اور گودام میں جو مکان کے ساتھ تھا ستر ہزار کا مال پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ آج ہمارے پاس کچھ نہیں رہا آج مہاجر ہو گئے۔

اس خواب کے ذریعہ مجھے پریشانی ہو گئی۔ مَیں نے صدقہ بھی دیا اور دعا بھی کی اور مسعود احمد کو خط لکھا کہ تمہارے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہونے کی تو امید نہیں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے اس غرض سے دریافت کیا تھا کہ اگر پیدا ہونے والی لڑکی ہو تو چونکہ لڑکی جہیز میں کچھ لے جاتی ہے۔ مَیں نے سمجھا کہ یہ خواب اس طرح بھی پورا ہو سکتا ہے۔ جب اُس نے مجھے یہ جواب دے دیا۔ اُدھر خطرات بڑھ رہے تھے۔ مَیں نے دُعائیں شروع کر رکھی تھیں۔ چنانچہ مارکیٹ میں جو دوکان تھی خطرہ پیدا ہوا کہ لوٹ لی جاوے گی۔ تو مسعود احمد صاحب اپنے کھاتے جان کو گھر لے آئے۔ اور دوکان بند کر دی۔ اُن کا دوکان پر آنا جانا بھی بند ہو گیا۔

دوکان کو ابھی دو تین دن بند ہوئے گزرے تھے کہ شریروں نے دوکان کے تالے توڑ پھوڑ کر جلا دی اور سمجھا کہ بازار میں جو حساب تھے وہ کاپیاں حساب کی بھی جل گئی ہوں گی۔ اور وہ بھی نہیں لے سکیں گے۔ مکان کی بھی یہی حالت تھی کہ جرنیلی سڑک پر فٹ پاتھ کے قریب کوچے میں دروازہ تھا۔ دن میں دو دو تین تین دفعہ ہزار ہزار آدمی سڑک پر پہنچ کر گالیاں دیتے تھے لیکن کوچے کا دروازہ نہیں توڑتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ اندر صرف دو آدمی ہیں۔ اور اُن کے پاس اسلحہ ہے۔ جتنے کارتوس ہونگے اتنے تو یہ مار سکتے ہیں۔ نکلنے کے بعد پھر ان کو قابو کیا جا سکتا ہے۔

جب یہ حالت ہوگئی۔ تو مسعود احمد نے اپنی بیوی سے یہ بات کہی کہ مالک مکان کی بیوی سے جاکر کہو کہ ہمارا ستر ہزار کا مال آپ کے مکان میں پڑا ہے۔ ہم یہ سامان آپ کے سپرد کرتے ہیں۔ براہ مہربانی اپنی موٹر میں ہمیں پولیس لائن تک پہنچادیں۔ اُن کی بیوی نے اپنے خاوند سے جاکر دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جماعت کے سب لوگوں کے لئے تاریخ مقرر ہے۔ اُس دن یہ سب قتل ہوجاویں گے .... میں اپنی بیس ہزار کی موٹر کیسے تڑوالوں۔

یہ جواب سن کر جب وہ واپس آئی اور مسعود احمد کو بتایا تو مسعود احمد صاحب خود مالک مکان کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ ساری جماعت کے لوگ قتل ہوجائیں گے۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ خدانخواستہ چند آدمی شہید ہوجائیں تو ہوجائیں۔ باقی آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ اگر آپ مہربانی کرتے تو ہم یہ سب سامان آپ کے پاس چھوڑ کر چلے جاتے۔ مگر انہوں نے حامی نہ بھری۔ یہ واپس اپنے مکان میں آگئے۔

ایک رات گزری تھی کہ صبح کو قریشی محمد اقبال صاحب پولیس لائن موٹر لے کر وہاں پہنچے اور اُن کی موٹر کے آگے پیچھے دو شین گنوں والی موٹریں تھیں اور انہوں نے آکر کہا کہ فوراً جلدی جلدی چلے آؤ۔ مکان کو اسی طرح رہنے دو۔ کوئی سامان زیور کچھ نہیں لیا صرف چار جوڑے کپڑوں کے رکھے اور وہاں سے چلے گئے۔ پولیس لائن جاکر مجھے خط لکھدیا کہ آج ہمارے پاس صرف چار جوڑے کپڑوں کے رہ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ سے اُن کو پولیس لائن میں گئے ابھی دو دن ہی ہوئے تھے کہ مارشل لاء لگ گیا اور فوج نے حکومت سنبھال لی۔ خطرہ کے دُور ہوتے ہی مسعود احمد صاحب واپس اپنے گھر چلے گئے۔ تو سارا سامان بدستور پڑا تھا۔ چار پانچ روز کے بعد جب بازار میں امن ہوگیا۔ تو ہم نے دوکان کھولی۔ جن جن لوگوں کے پاس روپیہ تھا۔

اُن سے مطالبہ لیا۔ تو انہوں نے بھی کہا کہ ہمیں بھی کھاتہ دکھاؤ۔ اُن کو کہہ دیا گیا کہ آؤ دیکھ لو۔ بھی کھاتہ دیکھ کر لوگ حیران تھے کہ دوکان تو ساری جلا دی گئی تھی یہ بھی کھاتہ کہاں پڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دکان بھی بچا دی مکان بھی اور جان بھی محفوظ رکھی۔ اس واقعہ کا اثر مالکِ مکان پر ایسا ہوا کہ انہوں نے سلسلہ کی کتابیں دیکھنی شروع کر دیں۔ اور اپنے خاندان کے لوگوں کو احمدیوں سے ملایا کرتے تھے [1]

کلام الامام امام الکلام

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُسکی عالی بارگاہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

---

[1] تجلّی قدرت صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۷

دلچسپ حالات اور مفید واقعات

از

مکرم ومحترم مولانا محمد صادق صاحب فاضل سابق مبلغ سماٹرا

اپنے مختصر حالات

میرا نام محمد صادق ہے۔ میرے والد مرحوم کا نام برکت اللہ تھا۔ میں چغتائی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ آباؤ اجداد چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ مگر میری پیدائش سے پہلے کنجاہ ضلع گجرات میں منتقل ہو گئے۔ میری پیدائش ۱۹۰۸ء میں کنجاہ میں ہی ہوئی۔

میرے والد صاحب مرحوم غالباً ۱۹۱۴ء میں احمدیت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں میں نے مولانا امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ ساکن گولیکی سے پڑھنا شروع کیا۔ اور کچھ عربی وغیرہ کی تحصیل کے بعد ۱۹۲۲ء میں والد مکرم نے مجھے قادیان مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا۔ ۱۹۲۹ء میں مولوی فاضل پاس کیا۔ اُسی سال جامعہ احمدیہ کا افتتاح ہوا۔ اور مبلغین کلاس میں داخلہ لیا۔ ۶ر نومبر ۱۹۳۰ء کو سیدنا حضرتؓ کے حکم سے حضرت مولانا رحمت علی صاحب مرحوم کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لئے روانہ سماٹرا ہوا۔ پانچ سال تک پیغام حق پہنچا کر ۲۳ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو قادیان دارالامان واپس آیا۔ پھر ۲۳ر مارچ ۱۹۳۸ء کو دوبارہ مع اہل وعیال روانہ سماٹرا ہوا۔

اس کے بعد سماٹرا میں انقلاب آیا۔ ولندیزی حکومت ختم ہو کر ۶ر مارچ ۱۹۴۲ء کو اس کی جگہ جاپانی حکومت قائم ہوئی۔ وہ بھی ۱۴ر اگست ۱۹۴۵ء میں تباہ ہوئی۔ اور ۲۹ر اپریل ۱۹۴۶ء کو میں دوبارہ بخیروعافیت قادیان دارالامان پہنچا۔

اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ قادیان شریف سے ہجرت کی۔ ربوہ شریف آباد ہوا اور ۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو ربوہ سے سنگاپور روانہ ہوا۔

واضح رہے کہ خاکسار ہی وہ مبلغ ہے جو ربوہ سے سب سے پہلے بیرونِ ملک روانہ ہوا۔ اور سب سے آخری مبلغ ہے جسے حضرت نے اسٹیشن پر تشریف لاکر الوداع کہا۔

۸ر مارچ ۱۹۵۷ء کو خاکسار سنگاپور سے ربوہ پہنچا اور پھر ابتداء دسمبر ۱۹۵۸ء کو سنگاپور اور ملایا بھیجا گیا۔ ۱۷ر اگست ۱۹۶۲ء کو خاکسار ربوہ واپس آگیا۔ وسط ۱۹۵۸ء میں میرے والد ماجد وفات پاگئے اور ریاست بہاولپور میں مدفون ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو پورے ۲۵ سال تک بیرونی ممالک میں خدمت اسلام کا موقعہ عطا فرمایا۔ فالحمد للہ اوّلاً و آخراً

۱۹۶۳ء میں جنوری سے لیکر نومبر تک کراچی میں رہا۔ پھر نومبر سے لیکر اپریل ۱۹۶۴ء تک ملتان میں۔ ۲ر مئی ۱۹۶۴ء کو ملتان سے کوئٹہ روانہ ہوا۔ وہاں چھ ماہ گزارنے کے بعد نومبر ۶۴ء واپس ربوہ آگیا۔ ۲۵ر اگست ۱۹۶۴ء کو کوئٹہ میں میری والدہ مکرمہ وفات پاگئیں اور وہیں مدفون ہیں۔ ۲۲ر مارچ ۶۵ء کو خاکسار انچارج صیغہ زودنویسی مقرر ہوا۔ اور اب تک یہی کام کر رہا ہے

۲۵ سال کے لمبے عرصہ میں سینکڑوں دفعہ نہیں ہزاروں دفعہ علماء سے مختلف مسائل کے متعلق تبادلہ خیالات ہوا۔ عیسائیوں سے گفتگوئیں ہوئیں۔ دہریوں اور دیگر لوگوں سے بات چیت ہوئی۔ کئی دعائیں اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیں اور سُنی گئیں۔ کئی نشانات ربانی ظاہر ہوئے۔ اِن سب کو ضبط تحریر میں لانا آسان کام نہیں۔ لیکن مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشّر کے ارشاد کے مطابق اُن میں چند ایمان افروز واقعات درج کر دیتا ہوں اور وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ شاید کوئی پیاسی رُوح اپنی پیاس بُجھا سکے۔ وباللہ التوفیق

عیسائی پادری حیران رہ گیا

ایک دفعہ میں ایک Seventh day Adventist گرجے میں گیا۔ وہاں ایک بڑے پادری کا لیکچر تھا۔ میرے ساتھ دو غیر احمدی دوست تھے۔ جب ہم گرجا میں داخل ہوئے اور آخری صف میں کرسیوں پر بیٹھ گئے



حضرت مولانا محمد صادق صاحب مرحوم سابق مبلغ جاوا سماٹرا

صہ ۲۶۷ تا صہ ۲۷۸



بجناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ

صـ۹۵ تا صـ۱۰۶

تو اس پادری نے اپنے لیکچر کا رخ بدل دیا۔ اور اسلام پر تنقید اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر اعتراض کرنے لگا۔ کہنے لگا ایک سے زائد بیویاں کرنا نبی کے لئے جائز نہیں بلکہ زنا کے مترادف ہے۔ میرے دوستوں نے اشارہ کیا کہ اُٹھو اور جواب دو۔ مَیں نے کہا لیکچر ختم ہو جائے تو بات کرونگا۔

لیکچر ختم ہونے پر مَیں نے اجازت لی۔ اور کہا کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ نبی ایک سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ خود بائیبل کے خلاف ہے۔ کیونکہ بعض انبیاء نے ایک سے زائد بیویاں رکھیں۔

پادری صاحب کہنے لگے۔ وہ کون کون سا نبی ہے؟

مَیں نے کہا۔ نبی ابراہیم اور نبی داؤد علیہم السلام نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھیں۔ آپ کے بائیبل میں ایسا ہی لکھا ہے۔

پادری صاحب نے میرے قریب آکر میرے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو جائیں گے تلاش کرتے کرتے لیکن آپ کو بائیبل سے یہ نہ مل سکیگا کہ داؤد اور ابراہیم نبی ہیں۔

مَیں نے بائیبل ہاتھ میں لیا اور اُسی وقت اعمال الرسل سے[1] حضرت داؤد علیہ السلام اور پیدائش[2] سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نبی ہونا دکھلا دیا۔ اِس پر وہ پادری حیران رہ گیا۔ اور موجودہ عیسائی مَردوں میں سے بعض نے علی الاعلان کہا کہ ہم مانتے ہیں کہ نبی ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے۔ غرض اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ ان دو غیر احمدی دوستوں نے بیعت کرکے احمدیت کو قبول کر لیا۔

ایک عیسائی مسلمان

ایک دفعہ مَیں چند عیسائیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ تو ایک نوجوان عیسائی مسمّیٰ بُرہان آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ عیسائیت

---

[1] اعمال الرسل فصل ۲ آیت ۳۰۔ [2] استثنا فصل ۲۰ آیت ۷۔

کے سوا کسی اور مذہب میں حقیقی خوشی اور سچا اطمینان حاصل ہونا ناممکن ہے۔ میں پہلے مسلمان تھا آخر عیسائی ہو گیا ہوں۔

میں نے اُسے کہا۔ برہان وہ کونسی خوبی ہے جو عیسائیت میں ہے لیکن اسلام میں نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے تم نے اسلام کو چھوڑا اور عیسائی بن گئے۔ کہنے لگا۔ میں یہاں نہیں بتانا چاہتا۔ میں آپ کے گھر میں آکر بتاؤں گا۔ میں نے کہا۔ کب آؤ گے؟ کہنے لگا۔ آج ہی عصر کے بعد دوسرے عیسائیوں نے اُسے منع کیا۔ لیکن اُس نے مجھ سے پختہ وعدہ کیا کہ وہ ضرور آئے گا۔

چنانچہ وہ آیا اور اُس نے بتایا کہ اس کی ماں مسلمان ہے لیکن باپ چینی غیر مسلم ہے اس لئے لوگ اُسے حرامزادہ کہتے تھے (واقعہ لمبا ہے مختصر کرتا ہوں) اس کی وجہ سے اُسے بڑا دکھ ہوتا تھا۔ شکایت کرنے پر مسلمان علماء نے کہا کہ اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ آخر ایک دن وہ گرجے میں پہنچا۔ تو پادری سے اُس نے سوال کیا کہ حرامزادوں کے لئے بھی عیسائیت میں اطمینان حاصل کرنے کا کوئی راستہ ہے۔ پادری نے جواب دیا کہ ہاں! جو شخص یسوع مسیح پر ایمان لے آئے وہ پاک ہو جاتا ہے اور اس میں اور دوسروں میں کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ یہ بیان کر کے کہنے لگا۔ پھر میں نے گرجے میں باقاعدہ آنا شروع کیا اور عیسائی بن گیا۔

یہ ساری باتیں سُنکر میں نے اُسے کہا کہ تم نے سارا بائبل پڑھا ہے؟ کہنے لگا۔ نہیں۔

میں نے کہا۔ اسی لئے تم عیسائی بھی بن گئے۔ اگر تم بائبل کو پڑھ لیتے تو تم کبھی عیسائی نہ بن سکتے تھے اور پادری صاحب نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔

حیران ہو کر کہنے لگا۔ کیوں؟ میں نے کہا۔ بائبل کی کتاب استثناء کی فصل ۲۳ آیت ۲ میں لکھا ہے کہ حرامزادہ دسویں پشت تک پاک نہیں ہو سکتا اور نہ وہ خدا کی جماعت میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بائبل سے وہ حوالہ نکال کر اُسے دکھایا

دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا - اور بائیبل بغل میں دبائے اپنے پادری کے پاس گیا - اور وہ حوالہ اسے دکھا کر کہنے لگا - ذرا مجھے سمجھائیے کہ بائیبل کیا کہتی ہے -

پادری صاحب بولے - کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ محمد صادق سے تعلق نہ رکھو - اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے بُرہان کو گرجے سے نکل جانے کا حکم دے دیا -

بُرہان پھر میرے پاس آیا - اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا - فالحمد للہ

دہریوں کو ایمان نصیب ہوا

بڑا لمبا واقعہ ہے مختصر کر کے لکھتا ہوں کہ ایک واقعہ مجھے ایک مسلمان سے (جو دراصل دہریہ تھا) ملنے کا موقعہ ملا - اُس نے کہا - میں علماء سے بہت ڈرتا ہوں - کیونکہ جب اُن کے سامنے کوئی سوال پیش کیا جائے تو وہ بجائے تسلّی بخش جواب دینے کے فوراً کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں - میں نے اُسے کہا کہ میں اُن علماء میں سے نہیں ہوں جو کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں بلکہ آپ کے سوالات کے جواب دینے کے لئے تیار ہوں فتویٰ ہرگز نہ لگاؤں گا - تو اُس نے کہا - مجھے کوئی ایسی دلیل دیں جس سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ واقعی موجود ہے - میں اور میرے گیارہ ساتھی دراصل خدا پر ایمان نہیں رکھتے - دلیل ہو تو مان لیں گے - میں نے اُسے نرمی سے سمجھایا - حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے اُسے انشراح بخشا - اور کہنے لگا مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے - آپ کے دلائل واضح بھی ہیں اور مضبوط بھی ہیں - میں چاہتا ہوں کہ کوئی دن مقرر کریں - بہتر ہوگا ہفتہ اور اتوار کی رات ہو - تاکہ ہم سب آپ سے سیر کن تبادلہ خیالات کر سکیں - رات مقررہ پر وہ سارے میرے گھر آ گئے - عشاء سے پو پھٹنے تک گفتگو ہوتی رہی اور خدا تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ان میں سے ۱۱ کس نے صبح کی نماز میرے ساتھ ادا کی اور پھر مخلص احمدی مسلمان بن گئے - فالحمد للہ علی ذالک -

پادری بھاگ نکلا

ایک دفعہ ایک (Mnanda) منانڈو قوم کا عیسائی پادری ہمارے دار التبلیغ میں آیا - ہمیں تبلیغ کرنے لگا - کہنے لگا

مَیں گونگا تھا۔ یسوع مسیح نے میری زبان کھولی۔ اور اب رُوح القدس میرے ساتھ ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ عیسائی مذہب سچا ہے۔ دوسرا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مَیں نے کہا۔ کیا آپ نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ کہنے لگا۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں میں نے کہا۔ ضروری ہے ورنہ آپ عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ کہنے لگا۔ میرے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ اس پر اُسی وقت شرائط مباحثہ۔ موضوع مناظرہ اور وقت کا فیصلہ ہو گیا۔ مباحثہ "الوہیت مسیح" کے متعلق تھا۔

جب مباحثہ ہوا۔ تو بڑا حیران و پریشان ہوا۔ اور مبہوت ہو کر کہنے لگا:۔

"یہ شخص (خاکسار محمد صادق) جنّوں پر قابض ہے اور انہی کے ذریعہ اس نے میری زبان بند کر دی ہے"

ساری مجلس پر سناٹا چھا گیا، اور پادری جان چھڑا کر مجلس سے بھاگ گیا۔ ان الباطل کان زھوقا

ایک عالم سے گفتگو

ایک دفعہ مجھے اچانک ایک جگہ بلایا گیا۔ معلوم نہ تھا کہ کسی عالم سے گفتگو ہو گی۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو ایک عرب شیخ بیٹھے تھے۔ اُن کے ساتھ چند اور دوست بھی تھے۔ گفتگو شروع ہوئی تو کہنے لگے۔ کیا تم مانتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔

مَیں نے کہا۔ ہاں! مَیں ایمان لاتا ہوں کہ صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم النّبیّین ہیں۔ اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

کہنے لگا۔ خاتم کے کیا معنے ہیں؟

مَیں نے کہا۔ آپ عرب ہیں۔ خوب جانتے ہیں۔ اور پوچھنے کا کیا مطلب؟

کہنے لگا۔ ہم تو خاتم کے معنے "ختم کرنے والا" "بند کرنیوالا" جانتے ہیں۔

مَیں نے کہا۔ پھر خاتم النّبیین کے کیا معنے ہوئے؟

کہنے لگا۔ سب انبیاء کو ختم کرنے والا" سب کو بند کرنے والا"

میں نے کہا۔ آپ مانتے ہیں کہ تمام ابنیاء وفات پاکر ختم ہو چکے۔ صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ تھے وہ تو ختم نہ کئے جا سکے اور نہ بند کئے جا سکے۔ کیونکہ آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ آئندہ زمانہ میں نازل ہوں گے۔ پھر خاتم النبیین بننے کا کیا فائدہ؟

کہنے لگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام نبیوں کو بند کرنے والا۔ آئندہ کوئی نیا نبی نہ آئیگا

میں نے کہا۔ یہ بھی مطلب غلط ہے کیونکہ نبی بھیجنا یا نبی بھیجنے بند کرنا۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ نہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا۔

کہنے لگا۔ اس کے معنے ہیں "آخری نبی"۔ میں نے کہا۔ آپ کے کہنے کے مطابق آخری نبی تو عیسٰی علیہ السلام ہونگے۔ کیونکہ آخری زمانہ میں وہ آئے گا۔

کہنے لگا۔ خاتم النبیین کے معنے ہیں "آخر میں بننے والا نبی"

میں نے کہا۔ اپنے خیال کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو کتنی تاویلیں کرنی پڑی ہیں۔ اور وہ بھی غلط۔ عربی محاورہ میں خاتم النبیین کے معنی ہیں "سب انبیاء سے افضل نبی" اس محاورہ کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ لیکن آپ کے معنے صحیح ثابت کرنے کے لئے ایک بھی مثال موجود نہیں۔ نفس کی پیروی نہ کریں۔ تا ہدایت پائیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

پادریوں سے مباحثہ

دسمبر ۱۹۵۸ء میں مجھے پھر سنگاپور بھیجا گیا۔ وہاں میتھوڈسٹ عیسائی فرقہ کا زور ہے۔ ۱۹۶۰ء کے وسط میں مجھے معلوم ہوا کہ (Geyulang) گیلنگ کے علاقہ میں عیسائی پادری ہر تیسرے روز بعد از مغرب لیکچر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک دوست مسمّی شہاب الدین کو کہا کہ آج تم پادری صاحب کے لیکچر میں ضرور جانا۔ اور لیکچر کے بعد ان سے پوچھنا کہ کیا آپ سچے عیسائی ہیں اور آپ کے دل میں حضرت عیسٰی علیہ السلام پر سچا ایمان ہے؟ اگر وہ کہے کہ ہاں! تو اسے انجیل مرقس فصل ۱۶ آیت ۱۷ - ۱۸ دکھا نا جس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول درج ہے کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لاتے ہیں وہ جنوں

کو نکالیں گے۔ زہر پئیں گے تو اُن پر اثر نہ ہو گا۔ جس مریض پر ہاتھ رکھیں گے وہ شفایاب ہو گا پھر ان سے پوچھنا کہ کیا یہ نشانات تم میں پائے جاتے ہیں؛

چنانچہ ہمارا دوست پادری صاحب کے لیکچر میں حاضر ہوا۔ اور لیکچر ختم ہونے کے بعد اُس نے سب لوگوں کی موجودگی میں پادری صاحب سے مذکورہ بالا سوال کر دیا۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ پادری صاحب اس سوال کا تسلّی بخش جواب نہیں دے سکے۔ اس گفتگو کا غیر از جماعت دوستوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اُسی وقت ہمارے دوست نے پادری صاحب سے کہا کیا آپ ہم سے مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پادری نے کہا کہ ہاں! ہم تیار ہیں۔

اس پر میں نے پادری صاحب سے خط و کتابت کی۔ مباحثہ کی شرائط طے ہوئیں۔ اور ۲۴-۲۵ ستمبر ۱۹۶۰ء کی دو راتوں میں دو موضوع پر مباحثہ ہوا۔ پہلی رات دو سو آدمی مدعو تھا۔ اور موضوع زیر بحث یہ تھا "کہ یسوع واقعی خدا ہے" اور دوسری رات تین سو کس کی حاضری تھی۔ اور بحث کا موضوع تھا "کیا یسوع واقعی بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوا"۔ بفضلہ تعالیٰ اس مباحثہ کا اثر نہایت ہی اچھا ہوا۔ حتیٰ کہ ایک معزز غیر احمدی عرب مسمّی الشیخ علوی بن الشیخ الہادی نے اخبارات میں شائع کرایا۔ کہ میری عمر اس وقت قریباً ستّر سال کی ہے۔ میری زندگی میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ عیسائیوں کا مقابلہ خود ان کی کتاب بائیبل کے دلائل کے ساتھ کیا گیا۔ اہل اسلام کی طرف سے مولوی محمد صادق صاحب مبلغ جماعت احمدیہ پیش ہوئے۔ اور عیسائیوں کی طرف سے مسٹر میتھو فینلے صاحب Mathew Finlay اور دو اور پادری تھے۔ اور اس مباحثہ کے صدر شہزادہ اسماعیل بن عبد الرحمٰن صاحب سکندر ریاست جوہور تھے۔

باوجودیکہ یہ معاہدہ تھا کہ یہ مباحثہ شائع کیا جائیگا مگر مباحثہ کے بعد دوسرے دن ہی Mr. Mathew Finlay نے پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سنگاپور برادرم عبد المجید سالکین سے کہا کہ یہ مباحثہ شائع نہ کیا جائے

ایک تبلیغی سفر

۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے کہ اچیہ (Achch) کے علاقہ میں واقع ایک گاؤں ہوسوکن Lho sukun کے چند دوستوں نے بیعت کی اور مجھے لکھا کہ ہمارے گاؤں میں تبلیغ کا اچھا موقعہ ہے۔ آپ آئیں تاکہ تبلیغ کی جائے میں وہاں پہنچ گیا۔ لیکن دوسرے دن ہی مجھے وہاں کے راجہ صاحب نے وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ گو میں سمجھتا تھا کہ یہ حکم ظالمانہ ہے اور بالکل ناجائز تاہم میں نے وہاں سے روانہ ہو جانا ہی مناسب سمجھا۔

جب میں گھر سے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ تو ہمارے بعض مخالفین نے ہنسی اور مذاق اڑایا۔ اُس وقت میں نے اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ احمدی دوستوں سے کہا کہ میں انشاء اللہ پھر یہاں آؤنگا۔

میں اپنے ہیڈ کوارٹر شہر کوتا راجا (Kota Raja) میں پہنچا اور دوسرے ہی دن اچیہ کے ڈچ گورنر (VAN-AKIN) وَن آکن سے ملنے چلا گیا۔ ملاقات میں میں نے سارے حالات بیان کئے اور درخواست کی کہ مجھے ہوسوکن دوبارہ جانے اور پھر وہاں دو چار دن تک رہنے کا موقعہ دیا جائے۔ گورنر صاحب نے میری درخواست کو منظور کیا۔ اور پوچھا کہ اب کب وہاں جائیں گے؟ اور گاڑی سے جائینگے یا بس سے۔ اور کتنے دن وہاں ٹھہریں گے۔ میں نے کہا کہ میں کل ہی چلا جاؤنگا۔ اور ٹرین سے جاؤنگا اور دو چار روز وہاں رہونگا۔ گورنر صاحب کہنے لگے میں اس لئے پوچھتا ہوں کہ آپ کی حفاظت کی جائے اور آپ کے ساتھ ھ.×.ہ کے دو تین آدمی بھجوائے جائیں۔ میں وہاں کے ڈچ کنٹرولر کو فون بھی کر دیتا ہوں کہ وہ تمہارا خیال رکھے۔ تم وہاں پہنچکر سب سے پہلے اس کے پاس رپورٹ کرنا۔ چنانچہ میرے سامنے ہی انہوں نے کنٹرولر کو فون کر دیا۔ اس پر میں واپس آگیا اور گھر آکر ضروری سامان تیار کیا۔ اور صبح سویرے گھر سے روانہ ہوسوکن ہو گیا۔ اسٹیشن پر پہنچ کر میں نے بکنگ آفس سے پوچھا کہ ہوسوکن تک کرایہ کتنا ہے۔ اُس نے رقم بتائی۔

مَیں نے اپنی رقم شمار کی۔ تو معلوم ہُوا ایک پیسہ کم ہے۔ اس خیال سے کہ کسی کو علم نہ ہو کہ احمدی مبلغ کے پاس پورا کرایہ بھی نہیں۔ مَیں نے کلرک سے پھر پوچھا کہ لہوسوکن سے ورلے اسٹیشن تک کا کرایہ کیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ دس پیسے کم ہیں۔ مَیں نے رقم ادا کی اور ٹکٹ خرید لیا۔ شکر کیا کہ ۹ پیسے بچ گئے جس سے کچھ کھانے کے لئے خریدا جاسکیگا۔ اتنے میں وہاں کا ایک آدمی آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ آپ تو لہوسوکن جا رہے تھے۔ آپ نے ورلے اسٹیشن کا ٹکٹ کیوں لیا ہے۔ ہم آپکی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتے۔ میں خاموش رہا اور اپنے رب سے دُعا کرنے لگا کہ اے اللہ تعالیٰ درا صل تو ہی ذمہ دار ہے تو میرا حافظ و ناصر ہے۔ بھلا انسان کی کیا طاقت کہ وہ کسی کا ذمہ دار بن سکے اور کسی کی حفاظت کر سکے آخر گاڑی اس اسٹیشن پر پہنچی جہاں کا ٹکٹ تھا۔ مَیں گاڑی سے اترا ہی تھا کہ اُسی راجا کے دو سپاہی میرے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ کو راجا صاحب نے اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ میرا ماتھا ٹھنکا مگر میں اُن کے ساتھ ہو لیا۔ اور ساتھ ساتھ دعا کرتا گیا کہ اے میرے مولیٰ! مَیں اسوقت بے بس اور بے کس ہوں۔ تیرے سوا میرا کوئی نہیں۔ میں تیرے ہی آستانہ پر جھکتا ہوں اور تیری ہی مدد کا طالب ہوں۔ واضح ہو کہ یہ وہی راجا تھا جس نے مجھے لہوسوکن سے نکلنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے یہ خیال کیا کہ مَیں اُسے چڑانے کے لئے وہاں اُترا ہوں۔ اِن راجوں کے لئے کسی کو قتل کروا دینا بالکل معمولی بات تھی۔ چونکہ راجا صاحب کے پاس اس وقت کوئی اور آدمی بیٹھا تھا اس لئے پولیس نے مجھے ویٹنگ روم میں بٹھا دیا۔ اور کہا ذرا ٹھہرو۔ وہ آدمی باہر آجائے تو پھر تمہیں حاضر کیا جائیگا۔ میں ابھی ویٹنگ روم میں بیٹھا تھا کہ ایک دوسرے علاقہ کے راجہ صاحب بمع اپنی رانی کے آگئے۔ میرے لئے گویا فرشتہ رحمت آپہنچا کیونکہ مَیں انہیں پہلے تبلیغ کر چکا تھا اور وہ مجھ سے بے تکلف ہو چکے تھے آتے ہی مجھے دیکھکر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا اور پوچھا کہ آپ یہاں کیسے آگئے؟ مَیں نے بالاختصار انہیں بتایا کہ مَیں دراصل لہوسوکن جانا چاہتا ہوں کسی مجبوری سے یہاں اُترا ہوں اور

یہاں کے راجا نے مجھے بُلا لیا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ مَیں بھی لہوسوکن کی طرف جا رہا ہوں آپ میرے ساتھ میری کار میں بیٹھکر لہوسوکن تک چلے چلیں۔ مَیں نے کہا۔ بہت اچھا پھر وہ اندر راجا کے پاس گئے۔ اور چند منٹ کے بعد باہر آکر مجھے کہنے لگے کہ آئیے میرے ساتھ کار میں بیٹھ جایئے۔ اور چلیں"۔ میں نے کہا۔ ابھی اِن راجہ صاحب سے ملنا ہے۔ پولیس نے بھی کہا کہ "انہیں راجا صاحب کے پاس حاضر ہونا ضروری ہے"۔ راجہ صاحب نے کہا "میں نے اِن راجہ صاحب سے مولوی محمد صادق صاحب کے متعلق بات کر لی ہے اب انہیں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں"۔ چنانچہ پولیس نے اندر جا کر راجہ صاحب سے پوچھا اور باہر آکر اجازت دے دی۔

مَیں دوسرے راجہ صاحب کی کار میں سوار ہو کر مغرب سے کچھ پہلے لہوسوکن پہنچ گیا۔ اسی وقت بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک راجہ صاحب نے مجھے یہاں سے نکل جانے کا حکم دیا تو دوسرے راجہ صاحب مجھے خود اپنی کار میں بٹھا کر پھر لہوسوکن لے آئے۔ فالحمد للہ علی ذالک

دوسرے دن راجہ صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ راجہ صاحب آپ سے بہت ناراض تھے مگر مَیں نے انہیں سمجھایا اور اُن کے غصّے کو ٹھنڈا کر دیا ہے اور انہیں بتایا ہے کہ مولوی محمد صادق صاحب کسی کو چڑانے والے نہیں اور نہ ہی وہ اسلام کے مخالف ہیں بلکہ اسلام کے مبلّغ ہیں اور عیسائیوں اور دیگر مذاہب کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس طرح ایک پیسہ کم کر کے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھوک سے بچایا۔ کیونکہ نو پیسے میرے کھانے کے کام آئے۔ دوسرا فضل اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ مجھے عام گاڑی کے مسافروں کی طرح نہیں بلکہ خاص مسافر کی طرح جو کار میں سفر کرتا ہے لہوسوکن تک پہنچایا۔ پھر دوسرے راجہ صاحب کو عین موقعہ پر بھیجدیا جو میرے لئے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے۔ اور میری جان بچ گئی۔ اور مزید اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ راجہ صاحب کے بہت سے شکوک کا ازالہ فرما دیا۔ یہ محض میرے رحیم وکریم مولا کا فضل وکرم ہے۔ فالحمد للہ اوّلاً و آخراً۔

میرے قتل کا حکم اور خدائی تائید

۶؍ مارچ ۱۹۴۲ء تک جاپان سارے انڈونیشیا پر مسلّط ہو چکا تھا۔ اور اپنی من مانی کاروائیاں کرنے لگا تھا۔ کسی کے متعلق کوئی شکایت پہنچے تو اس کی موت کا ہی بہانہ بن جاتی۔ کوئی تفتیش ہوتی نہ تحقیقات۔ فیصلہ سُنا دیا جاتا بلکہ عموماً اُسے سنانا بھی ضروری نہ سمجھا جاتا فوراً اُسے نافذ ہی کر دیا جاتا۔ میرے متعلق بھی جاپانی حکومت نے قتل کا فیصلہ کیا۔ اطلاع دینے والے نے بتایا کہ میرے متعلق دو شکایات بھیجی ہیں (۱) یہ کہ جماعت احمدیہ انگریزی حکومت کی مدّاح ہے (۲) تمام علماء اسلام سماٹرہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جاپان کی انگریزوں اور امریکہ سے یہ جنگ ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔ مگر مَیں نے ایسا فتویٰ دینے سے انکار کیا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف ایک مضمون لکھا ہے۔

اطلاع دینے والے نے مجھ سے اور جنرل سیکرٹری صاحب طاہر سوتن مہاراجو سے یہ پختہ عہد لیا کہ یہ بات کسی کو نہ بتائی جائیگی۔ چنانچہ ہم بالکل خاموش رہے۔ البتہ میں نے جماعت پاڈنگ کو تحریک کی کہ نماز تہجد کی ادائیگی کا التزام کیا جائے اور دُعا کی جائے۔ کسی کو کوئی خواب یا کشف یا کوئی نظارہ نظر آئے تو مجھے بتایا جائے۔ اس تحریک کے بعد میں خود ہمہ تن دُعا بن گیا اور ہر آن اپنے حقیقی مولا پر نظر تھی۔

دیوار پر مجھے موٹے حروف میں لکھا ہوا دکھائی دیا کہ ''دانی ایل نبی کی کتاب کی پانچویں فصل پڑھو'' اذان ہوئی۔ نماز فجر کے لئے اٹھا۔ دوستوں کو جو حاضر تھے اپنی خواب سے مطلع کیا۔

دانی ایل نبی کی کتاب کی پانچویں فصل دیکھی۔ اس میں کیا تھا، لکھا تھا کہ

''بخت نصر کے بعد اس کا بیٹا بلشضر (Belshazzar) بادشاہ ہوُا۔ یہ بت پرست تھا اور ظالم بھی۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ کسی آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ظاہر ہوئیں۔ اور انہوں نے شمع دان کے مقابل بادشاہی محل کی دیوار کے گچ پر لکھا۔ اور بادشاہ نے ہاتھ کا وہ سرا جو لکھتا تھا دیکھا

تب بادشاہ کا چہرہ متغیر ہوا - اور اس کے اندیشوں نے اسے گھیر لیا ..... اور ... بادشاہ نے بڑی آواز سے چلا کر فرمایا - کہ نجومیوں - کسدیوں اور فالگیروں کو حاضر کرو - بادشاہ نے بابل کے حکماء کو یہ کہہ کر فرمایا - کہ جو کوئی اس لکھے کو پڑھے اور اس کا مضمون مجھ سے بیان کرے - سو ارغوانی خلعت پائے گا - اور اُس کی گردن میں سونے کی زنجیر ڈالی جائے گی - اور وہ مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم ہو گا۔

تب بادشاہ کے سارے حکماء حاضر ہوئے - پر اس لکھے کو نہ پڑھ سکے - اور نہ بادشاہ پر اس کا مضمون ظاہر کر سکے - آخر دانی ایل بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا - اور اس نے کہا - اے بادشاہ! اس (قادر خدا) کی طرف سے اس ہاتھ کا سرا بھیجا گیا - اور یہ نوشتہ لکھا گیا - اور وہ نوشتہ جو لکھا گیا سو یہ ہے :- منے منے - تقیل - اوفرسین - اور لفظ منے کے یہ معنے ہیں - کہ خدا نے تیری مملکت کا حساب کیا اور اسے تمام کر ڈالا تقیل کے یہ معنے ہیں کہ تو ترازو میں تولا گیا - اور کم نکلا - اور فریس کے یہ معنے ہیں کہ تیری سلطنت منقسم ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دی گئی جس دن نبی دانی ایل نے یہ تعبیر بتائی اُسی دن بلشضر قتل ہوا اور دارا مادی نے باسٹھ برس کی عمر میں مملکت لے لی۔

یہ مضمون ہے جو دانی ایل کی پانچویں فصل میں ہے - اس سے بالوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی حکومت کا بھی وہی حشر ہو گا جو بلشضر حکومت کا ہوا میرا یہ خواب اپریل ۱۹۴۵ء کے آخر یا مئی کے ابتداء کا ہے - اور اس وقت کئی سکھ اور ہندو دوستوں کو بھی یہ خواب سُنا دیا گیا تھا۔

چنانچہ اُسی سال ۱۴ ماہ اگست کو ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم برسائے گئے اور جاپانی حکومت کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا گیا۔

انہی دنوں جاپانی حکومت کے کاغذات میں سے ایک خط نکلا جس میں ۲۳/۲۴ اگست ۱۹۴۵ء کی رات ۶۵ آدمیوں کے قتل کا فیصلہ درج تھا۔ اور سرِفہرست خاکسار کا نام تھا گویا اس فیصلہ کے نافذ ہونے میں صرف دس دن باقی تھے کہ خدائے قادر و قیوم نے جو اپنے عاجز و بے کس بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے جاپانی حکومت کو تباہ کر دیا۔ اور قبل اس کے کہ خدا کے اس عاجز بندے پر ہاتھ ڈالے اس کے ہاتھوں بلکہ تمام قویٰ کو شل کر کے رکھ دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى۔

خوب یاد رکھیئے کہ یہ جو کچھ ہوا وہ میری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ہوا وہ صرف حضرت دوران مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے اظہار کے لئے بطور نشان آسمانی ظاہر ہوا۔ کیونکہ اسی پیارے کی پیروی کی وجہ سے مجرم گردانا جا رہا تھا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

(خاکسار محمد صادق احمدی سماٹری)

الہامی شعر

قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے

بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

(منقول از اخبار بدر ۲۲/ نومبر ۱۹۰۶ء)

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود

وحیٔ الٰہی

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیٔ خدا مفقود ہے

اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار
وُہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم

اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے کرتا ہے پیار
گوہرِ وحیٔ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر

اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار
یہ وہ گل ہے جسکا ثانی باغ میں کوئی نہیں

یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشک تتار
یہ وہ مفتاح ہے کہ جس سے آسماں کے دَر کھُلیں

یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار
بس یہی اک ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہو

بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

دلچسپ اور مفید واقعات

کیپٹن حاجی احمد خان ایاز سابق مجاہد ہنگری پوسٹ بوڈا) اے ایل ایل بی

ماہ نومبر ۱۹۳۶ء میں خاکسار کے دو لیکچر ہنگری کے انگریزی حلقہ میں مقرر تھے۔ پہلا لیکچر ۴ر نومبر کو "اسلامی پردہ" اور "تعددِ ازدواج کی فلاسفی پر تھا۔ اور دوسرا لیکچر "انسانی سوسائٹی میں عورت کی پوزیشن" پر ۱۱ر نومبر کو تھا۔ دوسرے لیکچر کے دن حاضری کافی تھی۔ عورتوں کی تعداد تین چوتھائی (۳/۴) کے لگ بھگ تھی۔ اس لئے جو کچھ مشرقی عورتوں اور مسلمان عورتوں کے متعلق بے بنیاد قصّے یورپ میں مشہور تھے ان سب کو دلائل اور واقعات سے بے بنیاد ثابت کیا۔ اور بتایا گیا کہ سوائے اسلام کے کسی مذہب نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی۔ اہل یورپ۔ یہود۔ اہل روم۔ اہل یونان۔ اہل فارس۔ اہل ہند سب عورتوں پر ظلم روا رکھتے رہے اور عرب میں تو اندھیر مچا ہوا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے عورتوں کا نجات دہندہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا۔ اور جو حقوق اسلام نے عورتوں کے لئے قائم کئے ہیں وہ اب تک بھی یورپ والوں نے نہیں دیئے۔ یورپ کی عورتوں کی تحریک آزادی اور ہندو عورتوں کی چیخ و پکار اسلام ہی کے قانون کا تقاضا کرتی ہے۔ ہٹلر اور مسولینی کی عورتوں کے لئے گھریلو زندگی پیدا کرنے کی کوشش بھی گویا اسلامی اصول ہی جاری کرنے کی تحریک ہے۔

آخر میں خاکسار نے عورتوں کو نصیحت کی کہ تمہاری اَن تھک کوششوں نے تم کو آزادی تو دلا دی ہے۔ لیکن جب غلام آزاد ہو کر گلی کوچوں میں دھکّے کھاتا ہے اور کارخانوں میں دن رات مزدوری کر کے بھی پیٹ پالنے کیلئے کافی رقم نہ کما سکے تو ایسی آزادی غلامی سے بھی بدتر ہے۔ پس تم نے جو اس آزادی کے عوض بیکاری اور رذیل پیشے اختیار کر رکھے ہیں ان کا یہی علاج ہے کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ فرائض جو اسلام نے

عورتوں پر رکھے ہیں - اور ان دو فرائض کے عوض دنیا جہان کے تمام حقوق عورتوں کو دے دیئے ہیں - اس کے بعد سوال وجواب شروع ہو گئے جو کہ بہت دلچسپ تھے اس لئے ذیل میں درج کرتا ہوں - ایک خاتون - وہ کونسے دو فرائض ہیں جن کی ادائیگی کے بعد عورت کو دنیا جہان کے حقوق حاصل ہو جاتے ہیں -

جواب - بیوی بننا اور ماں بننا

سوال - اکیلی بیوی بننا ہو تب تو خیر ہے - مگر اسلام تو دو دو چار ایک جگہ جمع کر دیتا ہے یہ ہم سے نہیں ہو سکتا -

جواب: اس میں عورتوں کا ہی فائدہ ہے کہ ہر بات میں کثرت رائے عورتوں کی ہو گی اور مرد کی کوئی پیش نہیں جائے گی - عورتیں اتفاق کر کے جو چاہیں مرد سے منوا لیں -

(۲) ابھی ابھی مسولینی نے اعلان کیا ہے کہ جس شخص کے آٹھ بچے ہو نگے - اُن کو تمغہ اور بچوں کو وظیفہ دیا جائیگا - اب اگر چار عورتیں ہوں دو سال بعد ہی تمغے اور وظیفے منظور کرا کے باقی عمر سرکاری وظیفہ پر گزاری جا سکتی ہے - اور سب سے زیادہ یہ کہ اگر ایک ہی عورت سے آٹھ بچے حاصل کئے جائیں تو وہ کمزور ہو جائے گی اور کہیں بارہ سال کے بعد آٹھواں بچہ ہو گا - اتنے عرصہ میں سات بچوں کے اخراجات اماں جان کی کمر توڑ دیں گے - کیا یہ اچھا نہیں کہ دو چار عورتیں مل کر اس کام کو کر لیں -

(۳) اس وقت یورپ کی عورتوں کے لئے بڑی مشکل بیکاری ہے - ہزاروں عورتیں آٹھ آنہ روزانہ پر ایک افسر کے ماتحت کام کرتی ہیں - کیا وہ دو چار مل کر ایک گھر کی مالک ہونا گوارا نہیں کر سکتیں ؟

(۴) موجودہ یورپ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے - جو امیر عورت ہو اُسے تو حسب پسند خاوند میسر آ سکتا ہے - دوسری یونہی عمر گزار دیتی ہیں - یہ کونسا انصاف ہے کہ بعض تو مردوں کا ٹھیکہ لے لیں اور اپنی خود غرضی کے مقابلہ میں دوسری بہنوں کی مصیبتوں

کا احساس نہ کریں۔

(۵) اگر ایک ایسی عورت ہو جو شادی کرنے سے بیوی بن گئی۔ پھر ماں بن گئی۔ مگر بچہ جننے کے بعد پھر بیمار ہو گئی اور دوبارہ بچہ جننے کے قابل نہ رہی اور ظلم یہ ہوا کہ اسکی آنکھیں بھی جاتی رہیں۔ نہ بیوی کے فرائض ادا کرنے کی قابل اور نہ ماں بن کر بچہ کی پرورش کے قابل۔ اب اگر دوسری بیوی آ کر اس اندھی کی خدمت کرے اس کے بچے کی خدمت کرے اس کے غمگین خاوند کو تسلّی دے تو کیا یہ ظلم ہے۔ اب کیا وہ یوروپین اصولوں کے مطابق اس اندھی کو طلاق دے دے یا اسلامی قانون کے مطابق اس سے بھی نیک سلوک کرے خبرگری بھی کرے اور ایک اور بیوی بھی کرے۔ اگر خدانخواستہ بچہ فوت ہو جائے۔ اور اب وہ عیسائیت کی شریعت پر عمل کر کے دوسری بیوی سے اولاد حاصل کرے۔

ایک اور لیڈی صاحبہ۔ یورپ کی عورت کی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ دوسری عورت کو گھر میں دیکھے۔

جواب۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ چاہے اُس کے فائدے کی بات ہو۔ یورپ کی عورت قبول نہ کرے گی۔

لیڈی صاحبہ۔ اگر دو بیویاں کرنے کا کوئی فائدہ ہوتا تو ترکی حکومت ایک شادی کا قانون پاس نہ کرتی۔

جواب۔ چونکہ اسلامی قانون خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اس لئے اس سے مرد و عورت یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عورت کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دوسری بیوی بنے یا نہ بنے۔ اس لئے مرد کو دو بیویاں کرنے کا حق ہے اس سے عورت کو نقصان کوئی نہیں فائدہ ضرور ہے۔ مگر ترکی حکومت کا قانون مردوں کے لئے نقصان دہ ہے اور عورت کو بھی کوئی فائدہ اس سے نہیں بلکہ ترکی حکومت نے پردہ اڑانے کا بہانہ بنا کر اور ایک بیوی کا ڈھونگ رچا کر اب ساری کی ساری بے کار اور غیر شادی شدہ

عورتوں کو جنگ کے لئے جبراً بھرتی کرنے کا اعلان کر دیا۔

دوسری لیڈی صاحبہ - یہ کیا وجہ ہے کہ دو بیویوں کے فائدے مشرق کے رہنے والوں کو ہی سوجھتے ہیں۔ یورپ والوں نے کبھی ایسا خیال نہیں کیا۔ اور نہ ہی کوئی قانون پاس کیا۔

جواب - فائدے تعددِ ازدواج کے تو یورپ والوں کو ضرور سوجھتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایسی باتوں پر عمل کرانے کی تحریک ہمیشہ مشرق سے ہوتی ہے اگر آپ Touch یا Manxer کی کتب پڑھیں تو وہ بھی اسلامی اصول کے فوائد اور فوقیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور یورپ والوں نے ایسے قانون بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ کیا یورپ کی تینتیس سالہ جنگ سنہ ۱۶۴۸-۰۴ء کے بعد حکومت جرمن نے ہر جرمن کو حکم دے دیا تھا چونکہ مرد بہت کم رہ گئے ہیں اور عورتیں زیادہ ہیں اسلئے ہر مرد شادی کرے اور جو پہلے شادی شدہ ہو وہ ایک اور بیوی کرے۔ تا جرمن نسل کو قائم کیا جاوے اور جرمن عورتوں کو غیر جرمنوں سے شادی کرنے سے بچایا جائے ابھی کل کی بات ہے جب جنگ عظیم کے بعد بویریا کی پارلیمنٹ میں سنہ ۱۹۱۷ء میں یہ بل پیش ہؤا کہ وہ چاروں اضلاع جو سرحد کے قریب تھے اور مردوں کے جنگ میں کام آنے کی وجہ سے بیواؤں یعنی عورتوں سے ہی بھرے ہوئے تھے ان میں تعدد ازدواج کی اجازت دی جائے۔ مگر فوراً باغیوں نے انقلاب برپا کر دیا اور حکومت بدل گئی ورنہ یہ قانون اپنے حالات کی موجودگی میں ضرور پاس ہو جاتا۔

اب دیکھو میں نے آپ سب کو تعدد ازدواج کے فائدے بتائے ہیں۔ آپ میں سے کوئی ہے جو بتائے کہ دو بیویاں کرنے میں حرج کیا ہے؟

(سب چپ)

پریذیڈنٹ جلسہ :- تعدد ازدواج کا اصول تو ٹھیک ہے۔ مگر یورپ میں مردوں کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ اسلامی طریق پر ہر بیوی کو اچھا کھانا اور اچھا کپڑا دے سکیں۔

ان کی تنخواہ صرف اپنے گزارے کے لئے ہوتی ہے۔ اور شادی کرنے پر اُن پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ اس لئے دو بیویاں تو درکنار ایک بھی مشکل ہے۔

جواب۔ میں نے تو پہلے ہی اس کا علاج بتایا ہے کہ عورتیں خانہ داری کی طرف متوجہ ہوں۔ دفتروں اور کارخانوں کی جو آسامیاں عورتیں خالی کریں وہ مردوں کو دی جائیں تاکہ مرد زیادہ تنخواہ حاصل کرکے بیویوں کے آرام کا سامان مہیا کریں۔ نہ عورتوں کو بے کاری کی شکایت ہوگی نہ مردوں کو قلت تنخواہ کا شکوہ۔

ایک عورت۔ کیا آپ عورتوں کو چار دیواری میں بند کرنے اور پردہ کرنے کو گھریلو زندگی خیال کرتے ہیں۔ یہ تو ہم سے کبھی نہ ہوگا۔ کیا ہم خود جھاڑو دیا کریں گی! جدھر طبیعت آئی دیکھیں گی۔ جدھر چاہا جائیں گی۔ کیا ہم مردوں سے کسی طرح کم ہیں! ہم دفتروں میں کام کریں گی۔ مردوں کو چاہیے کہ گھر صاف ستھرا رکھیں اور ہمارے لئے کھانا تیار کریں۔

جواب۔ نہیں محترمہ۔ میں تو آپ کو کبھی چار دیواری میں بند ہونے کا مشورہ نہیں دونگا۔ یونانی اور رومن عموماً عورتوں کو بند کرکے چابی جیب میں رکھتے تھے اور ان کو باہر جانے یا رشتہ داروں سے ملنے سے باز رکھتے تھے۔ عورتوں سے غلاموں کا کام لیتے تھے۔ یہ تو عورت ذات کی خوش قسمتی ہے کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ عورتوں کو ضرورت کے وقت باہر جانے اور رشتہ داروں سے ملنے سے مت روکو اور ان پر ظلم مت کرو۔ اُن سے غلاموں کا کام مت لو۔ کیونکہ وہ گھر کی مالک ہیں۔ اور اگر استطاعت ہو تو صفائی کرنے اور روٹی پکانے کے لئے بے شک نوکر رکھ لو۔ تاکہ تمہاری بیوی آرام کی زندگی بسر کرکے تمہارے لئے دُعائیں کرے اور تو اور اسلام تو یہ کہتا ہے کہ اگر عورت چاہے تو بچے کو دودھ پلانے کا کام بھی کسی دائی وغیرہ کے ذمہ لگا یا جائے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو

عورت کی یہاں تک عزّت قائم کر دی ہے کہ آپ نے خود بیویوں سے کمال محبت اور نرمی کا سلوک کر کے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ باہر سے اپنا کام کر کے جب آؤ تو گھر میں آکر عورتوں کو امور خانہ داری میں مدد دو۔ اس پر لطف یہ کہ سب ریشمی کپڑے سونا چاندی ہیرے جواہرات عورت کے لئے جائز اور مرد کے لئے حرام کر دیئے۔ اور سنیئے پھر حکم دیا اَلنَّاسُ بِاللِّبَاس اور ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ کا فتویٰ دے کر مردوں کو کہلایا کہ تم بغیر عورت کے انسانیت کا درجہ ہی نہیں پا سکتے۔ اور پھر فرمایا کہ اصل مومن وہ ہے جو شیطان پر غالب آجائے۔ اور ساتھ ہی بتلایا کہ عورتیں شیطان کو باندھنے والی رسیاں ہیں۔ پس مومن عورت کے ذریعہ مومن بن سکتا ہے۔ اور اسلام کا آخری فتویٰ یہ ہے کہ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ "جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"

یہ الفاظ ابھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ - Exellent Exellent کی آوازیں آنے لگیں۔ اور تالیاں بجنے لگیں۔ ایک من چلی عورت کرسی سے اٹھ کر سٹیج پر آگئی۔ اور مصافحہ کے لئے اُس نے ہاتھ بڑھایا۔ مَیں نے ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے نامحرم عورتوں سے مصافحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہذا مجھے معاف فرمائیں۔

کلام امام عالیمقام

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا ؛ اور کافروں کے قتل سے دین کو بڑھائیگا
اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں ؛ بہتان ہیں بے ثبوت ہیں ۔ اور بے فروغ ہیں
یارو جو مرد آنیکو تھا وہ تو آچکا ؛ یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا !
اب سال سترہ بھی صدی سے گزر گئے[1] ؛ تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے
تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں ؛ کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں
پر تم نے اس سے کچھ بھی اٹھایا نہ فائدہ ؛ منہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ
اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں ؛ مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں
آخر خدا کے پاس جاؤ گے یا نہیں ؛ اُس وقت اسکو منہ دکھاؤ گے یا نہیں
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا ؛ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

(درثمین)

---

[1] اور اب تو چودھویں صدی کے خاتمے کا سال گزر رہا ہے (ناقل)

(درثمین)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط

استاذی المکرم جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشرؔ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

آپ نے حضرت اباجان سے اپنی کتاب "برُہانِ ہدایت" جلددوم کے لئے کئی بار مضمون لکھ کر دینے کا اظہار فرمایا تھا۔ اور اباجان نے آمادگی بھی ظاہر فرمائی تھی۔ لیکن آخری عمر میں متواتر کمزوری اور بیماری کے باعث آپکو مضمون لکھ کر نہ دے سکے ہیں اباجان کے مختصر تبلیغی حالات آپ کی کتاب کے لئے بھجوا رہا ہوں۔ براہ مہربانی انہیں اپنی کتاب میں شائع کر کے ممنون فرمادیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی مشکور فرمائے اور اسے بہت سے لوگوں کے ازدیاد ایمان کا باعث بنائے (آمین)

رشید احمد۔ رشید بوٹ ہاؤس گولبازار ربوہ

۳/۱۰/۸۰

حالات وواقعات زندگی

حضرت مولانا غلام احمدؐ صاحب فاضل آف بدوملہی ضلع سیالکوٹ

والد بزرگوار قصبہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ جو شاہدرہ نارووال لائن پر مشہور اسٹیشن ہے آپ کے والد ماجد حضرت مولوی عبدالحق صاحب حضرت مسیح موعود کے صحابی تھے۔ آپکو بھی صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا کیونکہ بچپن ہی میں آپ کو حضرت مسیح موعود کی زیارت نصیب ہوئی تھی بلکہ آپ کی والدہ ماجدہ زینب بی بی

بنت چوہدری اللہ دتہ صاحب مرحوم کو بھی صحابیہ ہونیکا شرف حاصل تھا۔

ابا جان نے آغوشِ احمدیت میں آنکھ کھولی ماحول بھی نہایت پاکیزہ اور علمی تھا۔ اس لئے آپکی تربیت اور تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی۔ مدرسہ احمدیہ قادیان سے جو پہلا بیچ مبلغین کرام کا تیار ہو کر تبلیغ اسلام کے لئے نکلا آپ بھی اس میں شامل تھے آپ کے کلاس فیلو حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب اور جناب مولانا ظہور حسین صاحب جیسے جیّد علماء تھے۔ آپکا حافظہ غضب کا تھا سینکڑوں حوالے زبانی یاد تھے۔ قرآن کریم سے خاص عشق اور لگاؤ تھا۔ آپ نے سب سے پہلی تبلیغی پاکٹ بک تیار کر کے طبع کرائی اسیطرح قرآن کریم کا ترجمہ مع تفسیر آپ نے شائع فرمایا۔ افسوس کہ اب یہ دونوں مفید تالیفات مدت سے نایاب ہیں۔

(۲) ابا جان تعلیم سے فراغت کے بعد ابتداء میں تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ متعین ہوئے۔ بعد ازاں یو پی اور سی پی متحدہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تبلیغی مہمات سر انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں مناظروں کا بہت زور تھا آپ نے آریوں۔ عیسائیوں اور ہر طبقہ کے علماء سے مناظرے اور کامیاب مباحثے کئے۔ آپ وضع قطع کے لحاظ سے نہایت خوش شکل۔ خوش گفتار اور پسندیدہ اطوار تھے سینکڑوں جلسوں میں آپ نے تقاریر فرمائیں۔ رمضان المبارک میں سلسلہ کے حکم سے آپ ہمیشہ مسجد اقصیٰ میں اپنے حصہ کا درس قرآن دیتے تھے۔ بہاولپور کے مشہور مقدمہ تنسیخ نکاح میں آپ حضرت مولانا جلال الدین شمس کے ساتھ مرکز کے حکم سے بطور گواہ مدعا علیہ پیش ہوئے۔ اور نہایت مدلل اور مؤثر رنگ میں جماعت کے مسلک کو پیش فرمایا۔ آپ کا بیان اظہار الحق کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اسمیں سے بطور نمونہ آئندہ اوراق میں چند حوالجات بھی دیئے جا رہے ہیں۔

۳۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں اس جواں ہمت بزرگ کو حضرت

اللہ تعالیٰ عنہ نے گیمبیا (مغربی افریقہ) میں برائے تبلیغ جانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے نہایت خوشی اور بشاشت سے باوجود پیرانہ سالی کے اطاعت امام کا نمونہ پیش کیا۔ رخصت سفر باندھا۔ اور اہل وعیال کو الوداع کہہ کر اور ہم سب کو تسلی اور تشفی سے نوازتے ہوئے ایک ان دیکھے لمبے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس موقعہ کی قلمی تصویر حضرت مولانا ابو العطاء صاحب مرحوم نے ان الفاظ میں کھینچی تھی جو اخبار الفضل ۲۲ رمئی ۱۹۶۷ء میں بعنوان " تبلیغ کی اہمیت اور ایک مجاہد کی روانگی " شائع ہوئی۔ آپ لکھتے ہیں۔

" تبلیغ ایک صبر آزما طریقہ ہے مگر خدا تعالیٰ کا قرب پانے ہیں بہت ممد ہے حضرت فرماتے ہیں۔

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں

ہر قدم پر کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

کل جب چناب ایکسپریس سے جناب غلام احمد صاحب بدوملہی تبلیغ اسلام کی خاطر بیرون پاکستان روانہ ہو رہے تھے۔ تو اس قابلِ رشک مجاہد کیلئے دل سے دعائیں نکل رہی تھیں اتفاق سے کل چناب ایکسپریس تین گھنٹے لیٹ تھی اور ہمیں دوسری مرتبہ مولانا کو الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن پر جانا پڑا۔

پینسٹھ سالہ بزرگ مجاہد سفید بالوں کے ساتھ نہایت جواں مردی اور اولو العزمی سے مسکراتا ہوا غیر ممالک میں کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لئے روانہ ہوا مقصد کی اعلیٰ شان کے پیش نظر ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ ہر قدم پر اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہو۔ (آمین) لیکن گاڑی روانہ ہونے کے بعد محترم مولانا صاحب کے عزیزوں خصوصاً چھوٹی بچیوں کے آنسو دیکھ کر میں اس خیال میں کھو گیا۔ کہ مبلغ اکیلا ہی تبلیغ نہیں کرتا اکیلا ہی ثواب کو پانے والا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے وہ تمام رشتہ دار بھی اسمیں برابر کے شریک ہوتے ہیں جو اس کی اس قربانی سے متاثر ہوتے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ باپ اور وہ ماں جن کا بیٹا اللہ تعالیٰ کی راہ

میں جہاد کے لیے روانہ ہوتا ہے۔ خوش قسمت ہے۔ وہ بیوی جس کا خاوند تبلیغ دین کے لئے بیرون ممالک جاتا ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ بچے، بچیاں جن کا باپ اعلاءِ کلمۂ اسلام کی خاطر وطن سے بے وطن ہو کر اس جدائی کو برداشت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ ہو اور ان کے مجاہد بیٹے۔ مجاہد خاوند مجاہد باپ کو کامیابی اور کامرانی سے واپس لا کر ان سے ملائے آمین بھائیو۔ تبلیغ دین ایک مقدس فریضہ ہے۔ اور ہم سب کے ذمہ اس کی ادائیگی ہے۔ ہم سب کو اپنے اپنے ماحول میں اس کے ادا کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ مالی جہاد بھی بڑا ضروری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ نفسی جہاد بھی لازمی ہے ...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

کہ ہماری راہ میں جہاد کرنے والے ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور وہ ضرور ہمارا قرب پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ آمین، الفضل ۲ رمئی ۱۹۶۶ء،

۴۔ گیمبیا میں والد مکرم ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۶ء تک فریضہ تبلیغ میں مصروف رہے اسی دوران گیمبیا کی آزادی کا سلطنت برطانیہ کی طرف سے اعلان ہوا۔ چنانچہ ۱۸ رفروری ۱۹۶۵ء کو جشن آزادی گیمبیا منایا گیا اس موقعہ پر ڈچسٹر اور ڈیوک بھی بطور نمائندہ ملکہ شریک ہوئے۔ حضرت اباجان نے بھی اس اہم اجلاس میں شرکت فرمائی اور تہنیتی مضمون پڑھا۔ اس موقعہ کی تصویر بھی آپ کو برائے اشاعت بھجوا رہا ہوں۔ جس میں مسٹر جوارا وزیر اعظم ڈچسٹر ڈیوک اور گورنر پال کرسیوں پر تشریف فرما ہیں اور ابا جان تقریر فرما رہے ہیں۔ آپ ہی کے قیام گیمبیا میں اس وقت کے پہلے صدر جناب الیف۔ ایم سنگاٹے نے حضرت علیہ السلام کے کپڑے کا ایک ٹکڑا بطور تبرک منگوایا اور برکت حاصل کی اور اس طرح حضور علیہ السلام کا یہ الہام کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ ظاہری

رنگ میں پورا ہوا ۔ الحمد اللہ ۔

۵ :۔ قریباً تین سال فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد آپ واپس وطن تشریف لائے ۔ اور چند سال وطن قیام کرنے کے بعد حضرت (منظور حضرت ثالثؒ) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپکو جزائر فجی میں بیرون ملک بھجوا دیا ۔ وہاں بھی دو سال تک نہایت تن دہی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا فرمایا ۔ لیکن صحت کی خرابی کی بنا پر آپکو واپس بلوا لیا گیا محترم ابا جان کو متواتر سفروں پر رہنے ۔ اور اپنے کام میں لگن اور محنت شاقہ اور آب و ہوا کی ناموافقت کے باعث اپنی قابلِ رشک صحت میں متواتر کمی اور کمزوری محسوس ہونے لگی جو بالآخر دمہ اور بلڈ پریشر کی شکل میں نمودار ہوئی ۔ علاج معالجہ کے باوجود جب اس میں کوئی کمی نظر نہ آئی تو آپکے علاج کے لئے برادرم سعید احمد صاحب اور برادرم عطاء اللہ منیلا صاحب جو ہمارے برادر نسبتی ہیں اور کراچی میں رہائش پذیر ہیں لے گئے ۔ آپ کے علاج اور تیمار داری میں ان ہر دو عزیزوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی ۔ اور آپ کی صحت اُن کے غور و پرداخت سے کافی حد تک بحال ہو گئی ۔ آپ چھ سات ماہ کراچی رہ کر جب واپس ربوہ تشریف لائے ۔ پھر میرے پاس ہی قیام پذیر رہے اس دوران میری عزیز بچی نظیفہ بشریٰ جو ابا جان کی خاص طور پر تیمار داری کرتی تھیں ۔ اچانک چند گھنٹے بیمار رہ کر چل بسی تو اس سے ابا جان کو بہت صدمہ پہنچا ۔ کمزوری بڑھ گئی بیماری نے پھر سے زور پکڑا اور ایک دن فرش پر گرنے سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تو آپ پھر سے صاحب فراش ہو گئے ۔

علاج کے لئے پھر انہیں کراچی پہنچایا گیا ۔ جہاں ڈیڑھ ماہ کے دوران قیام آپ نے ۱۸ ؍ اگست ۱۹۷۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہا ۔ ہر دو برادرانِ کرام انکا جنازہ ربوہ لے کر آئے اور اپنی آخری آرام گاہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

۶: - اب میں ذیل میں انکے بیان اظہار الحق کا ایک حصہ برائے افادۂ قارئین برہان ہدایت دے رہا ہوں - جو آپکے تبحر علمی وسعت مطالعہ اور پختہ طرزِ استدلال کا آئینہ دار ہے - آپ لکھتے ہیں -

اجماع کی بحث

" یہ امر واضح طور پر ظاہر کر دینے کے بعد کہ قرآن کریم میں کوئی ایسی آیات موجود نہیں ہے - جو نبوت کو بکلی اور بلا شرط بند کرتی ہو - بلکہ برعکس اس کے کئی آئتیں اور حدیثیں موجود ہیں جو ایک قسم کی نبوت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں جائز قرار دیتی ہیں - میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اجماع اُمت اس بارہ میں کیا ہے - گو اس اجماع کی حقیقت " ختم نبوت " کے انکار کے جواب میں بخوبی واضح ہو چکی ہے - کہ صحابۂ کرام - تابعین - تبع تابعین یا مجددین محدثین اور اولیاء و صلحاء اُمت کے نزدیک کس قسم کی نبوت، منقطع و ممتنع ہے - اور کس قسم کی نبوت باقی اور جائز ہے - لیکن اس لحاظ سے کہ مخالفین دعویٰ نبوت کو ناجائز قرار دینے کے لئے خواہ مخواہ اجماع کو پیش کرتے ہیں - اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ اجماع کا منکر کافر ہے اس لئے یہ بتانا ضروری ہے - کہ اجماع کیا چیز ہے ؟ اس کی اقسام کیا ہیں اور کون اجماع ایسا ہے - جس کا منکر کافر ہے - اور پھر یہ بھی کہ آیا کوئی اجماع انقطاع نبوت پر ہوا بھی ہے یا نہیں -

اجماع کی تعریف

اجماع کی تعریفیں عموماً یہ بیان کی جاتی ہیں کہ (۱) اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيْ عَصْرٍ عَلٰى اَمْرٍ شَرْعِيٍّ (مسلم الثبوت جلد ۲ صـ۱۶۶ مصری)

(۲) اِتِّفَاقُ مُجْتَهِدِيْنَ صَالِحِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ عَصْرٍ وَاحِدٍ عَلٰى اَمْرٍ قَوْلِيٍّ اَوْ فِعْلِيٍّ (نور الانوار) (۳) هُوَ الْاِتِّفَاقُ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ عَلٰى اَمْرٍ مِّنْ

الْاُمُوْرِ مِنْ جَمِیْعِ مَنْ ھُوَاَھْلُہٗ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ لِیَشْمِلَ الْمُجْتَھِدِیْنَ فِیْ اَمْرٍ یُحْتَاجُ فِیْہِ اِلَی الرَّائِی (قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار)

یعنی اس اُمت کے مجتہدین کا ایک ہی زمانے میں کسی شرعی معاملہ پہ اتفاق کر لینے کا نام اجماع ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجماع کے لیئے تین شرطین ضروری ہیں ، اول یہ کہ اتفاق و اجماع کرنے والے عام لوگ نہ ہوں بلکہ اہل الرائے اہلِ علم ، اہلِ فتویٰ اور اہلِ اجتہاد ہوں ۔ یعنی اجماع کے لیئے محض مومن و متقی ہونا کافی نہیں ۔ بلکہ قوتِ استدالیہ و استنباطیہ شرط ہے جو اجتہاد کے لیئے ضروری ہوتی ہے چنانچہ مُنار میں لکھا ہے ۔ " وَاَھْلُ الْاِجْمَاعِ مَنْ کَانَ مُجْتَھِدً اصَالِحًا " یعنی اجماع و اتفاق کرنے کے اہل وہی ہیں جو مجتہد اور صالح الاعمال و النیۃ ہوں ۔

دوسری یہ کہ اس زمانے کے وہ تمام مجتہد جو مشہور بین الناس ہوں سب کے سب ایک امر پر متفق ہوں ۔ ایسا نہیں کہ دو ۔ چار اکٹھے ہو گئے اور کسی بات پر اتفاق کر لیا ۔ یا کسی زمانہ میں ایک دو نے کوئی بات کہہ دی اور بعد والوں نے اسکو اجماع قرار دے دیا ۔ چنانچہ نور الانوار میں لکھا ہے ۔ " لَا بُدَّ فِیْہِ مِنْ اِتِّفَاقِ الْکُلِّ مِنَ الْخَوَاصِ وَالْعَوَامِ حَتّٰی لَوْ خَالَفَ وَاحِدٌ مِنْھُمْ لَمْ یَکُنْ اِجْمَاعًا " یعنی اجماع میں تمام خواص و عوام کا اتفاق ہونا ضروری ہے ۔ کہ کسی کو مخالفت کی گنجائش نہ رہے ورنہ اگر ایک نے بھی مخالفت کی تو اجماع نہ ہو گا

تیسری :۔ یہ کہ ان مجتہدین کا زمانہ ایک ہی ہو ۔ کہ وہ آپس میں مل سکیں ۔ بحث و تمحیص کر سکیں ۔ اور ایک دوسرے کے اختلاف آراء اور دلائل تحریری و تقریری معلوم کر سکیں چنانچہ لکھا ہے ۔ " وَالشَّرْطُ اِجْتِمَاعُ الْکُلِّ وَخِلَافُ الْوَاحِدِ مَانِعٌ کَخِلَافِ الْاَکْثَرِ ۔ " (نور الانوار) ان تعریفات اور شروط کو مد نظر رکھنے پر بجز صحابہ کرام رضؓ کے اُمت محمدیہ کا کوئی سا اجماع بھی ممکن الوقوع نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ

انہیں شروط مذکورہ کی بناپر مختلف آئمہ کرام نے انعقادِ اجماع کیلئے تحدید کی ہے۔
مثلاً (۱) حضرت امام مالکؒ نے اجماع کے لئے صرف اہل مدینہ کو مخصوص فرمایا ہے (۲) اور امام شافعی رح نے کہا کہ اجماع اسی صورت میں اجماع مانا جاسکتا ہے جبکہ اس اجماع کا انعقاد کرنے والے سب کے سب اس اجماع کی صحت کا عقیدہ رکھنے کی حالت میں فوت ہوجائیں۔ اگر ایک بھی باقی ہو۔ تو اجماع نہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بعد میں اسکی رائے بدل جائے (۳) اور حضرت شیخ محی الدینؒ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ صرف صحابہ ہی کا اجماع اجماع کہلا سکتا ہے (نور الانوار) (۴) اور امام احمدؒ بن حنبل نے تو ان شروط کی بناپر اجماع کو ممکن ہی خیال نہ فرما کر یہ تصریح فرمادی ہے کہ مَنِ ادَّعٰی الْاِجْمَاعَ فَھُوَ کَاذِبٌ" (مسلم الثبوت جلد ۲ ص ۱۶۸ مصری) یعنی اصل تعریف کی رُو سے کسی اجماع کا ثابت کرنا حقیقی معنوں میں ناممکن ہے۔ اور جو ایسا دعویٰ کرے کہ حقیقی معنوں میں کسی امر پر کبھی اجماع ہؤا ہے تو وہ کاذب ہے۔

جب اس قسم کا اجماع ثابت ہی نہ ہؤا۔ تو پھر اسکے حجت ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ خود بخود صاف ہوگیا کہ کہاں تک معرض بحث میں آسکتا ہے بالخصوص اس وقت جبکہ احناف اور اصولیین کے نزدیک حضرت انسؓ و حضرت ابوہریرۃ رض بھی مجتہد نہیں ہیں گو وہ عادل ہیں۔ ثقہ ہیں اور صحابی بھی ہیں۔ مگر وہ مجتہد نہیں مانے جاتے۔ جیسے اصول شاشی میں لکھا ہے اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الرُّوَاۃِ ھُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَۃِ دُوْنَ الْاِجْتِھَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَنَسٍ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یعنی دوسری قسم راویوں کی وہ ہے جو بلحاظ حافظہ وعدالت مشہور رہے سوا اجتہاد اور فتویٰ کے جیسے کہ انسؓ اور ابوہریرۃ رض۔

اس حوالہ نے یہ بات واضح کردی کہ کسی عالم کا یہ کہہ دینا کہ میری رائے یہ ہے مجھے اس کا خلاف معلوم نہیں۔ اسکو اجماع نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اوّل تو اس کہنے والے کا مجتہد ہونا ضروری ہے۔ دوم اس کے ساتھ اور تمام مجتہدین کا متفق ہونا ضروری ہے جب

حنفیوں کے نزدیک حضرت انسؓ حضرت ابوہریرہؓ کی رائے کو بھی اجتہاد و فتویٰ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا تو بعد کے لوگوں میں کسی کے قول کو اجتہاد قرار دینا کتنا مشکل ہوگا۔

اجماع کی اقسام

اجماع کی ایک تقسیم بلحاظ مرتبہ اور شان کے اوّل صدی۔ دوسری صدی اور تیسری صدی کی نسبت سے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ بموجب ارشاد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جتنی وقعت پہلی صدی کو ہے دوسری صدی کو نہیں اور جتنی دوسری صدی کو ہے اتنی تیسری کو نہیں۔ اور تیسری صدی گزرنے کے بعد کا زمانہ تو بحکم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ثُمَّ یَفْشُو الْکِذْبُ (مشکوٰۃ) فیج اعوج کا زمانہ ہے۔

ایک تقسیم اجماع کی قولی اور فعلی دو طرح ہوسکتی ہے۔ قول کے لحاظ سے یوں کہ سب مجتہدین زمانہ متفقہ طور پر کہہ دیں کہ ہم اس امر پر اتفاق کرتے ہیں۔ اور فعل کے لحاظ سے اس طرح کہ متفقہ طور پر کوئی نہ کہیں بلکہ بالکل خاموش رہیں اور سمجھ لیا جائے کہ اجماع ہوگیا۔

ان اقسام میں صرف ایک قسم ایسی ہے جس کا منکر کافر ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں اِجْمَاعُ الصَّحَابَۃِ نَصًّا مِثْلَ اَنْ یَقُوْلُوْا جَمِیْعًا اَجْمَعْنَا عَلٰی کَذَا فَاِنَّہٗ مِثْلُ الْاٰیَۃِ وَالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ حَتّٰی یَکْفُرُ جَاحِدُہٗ وَمِنْہُ الْاِجْمَاعُ عَلٰی خِلَافَۃِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ الَّذِیْ نَصَّ الْبَعْضُ وَسَکَتَ الْبَاقُوْنَ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَھُوَ الْمُسَمّٰی بِالْاِجْمَاعِ السُّکُوْتِیِّ وَلَا یَکْفُرُ جَاحِدُہٗ (نور الانوار)

یعنی صحابہ کا اجماع جو نص کے طور پر ہو یعنی وہ سب کے سب یہ کہہ دیں کہ ہم اسبات پر اجماع کرتے ہیں یا اس بات پر متفق ہیں ایسا اجماع بھی قرآنی آیت اور خبر متواتر کی طرح یقینی ہوتا ہے۔ اور ایسے اجماع کا منکر کافر ہوتا ہے اور ایسی ہی اقسام میں سے وہ اجماع بھی ہے جو صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر کیا تھا۔ لیکن ایسے اجماع کو

جس میں بعض کی تصریح ہو۔ اور بعض صحابہ خاموش رہیں۔ اجماع سکوتی کہتے ہیں جس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

اس حوالے سے صحابہ کے اجماع کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی۔ اور اس کا حکم بھی واضح ہوگیا۔ گویا۔ اگر کسی مسئلے میں تمام صحابہ بالاتفاق صاف لفظوں میں کہہ دیں کہ ہم فلاں بات پر اجماع کرتے ہیں۔ یا اپنے حال اور اپنے فعل سے ظاہر کردیں کہ ہمیں فلاں بات سے بکلی اتفاق ہے تو پھر ایسا اجماع یقینی ہوگا۔ ورنہ اگر بعض صحابہ کی تصریح ہو اور بعض خاموش ہوں تو وہ اجماع یقینی نہیں اور نہ اس کا منکر کافر ہے۔

جب صحابہ کرامؓ کے اجماع کے مُنکر کو بھی اس وقت کافر کہہ سکتے ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق اپنا اجماع بیان کیا ہو اور اجماع سکوتی کے انکار پر کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ تو بعد کے زمانے کا اجماع سکوتی کیا وقعت رکھتا ہے کہ اسکے منکر کو کافر کہا جائے۔

یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ ہمارے مخالفین کے ہاتھ میں کوئی ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اس امر پر تمام صحابہ کرامؓ کا قولی یا فعلی اجماع یقینی طور پر درج ہو۔ کہ مدعی نبوت کافر ہے یا دعویٰ نبوت کفر ہے یا نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ اور جب ایک حوالہ بھی ایسا موجود نہیں ہے تو محض اجماع کا نام لے دینے سے کیا ہوسکتا ہے۔ بالخصوص ایسے وقت جبکہ نبوت کے جواز میں بعض صحابہ اولوالعزمؓ کی تصریح موجود ہو۔

ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ فلاں عالم نے لکھا ہے کہ "اسمیں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب متفق ہیں" یہ بھی ایک قسم کا اجماع ہوتا ہے یہ محض ناواقفیت کی دلیل ہے۔ وہ اجماع ہرگز نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشاد الفحول صـ۸۶ میں درج ہے وَزَعَمَ قَوْمٌ اَنَّ الْعَالِمَ اِذَا قَالَ لَا اَعْلَمُ خِلَافًا فَهُوَ اِجْمَاعٌ هُوَ قَوْلٌ فَاسِدٌ۔ یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال کہ ایک عالم جب کہدے کہ مجھے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ سب متفق ہی

معلوم ہوتے ہیں تو وہ اجماع سمجھا جائے گا۔ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ محض قول فاسد ہے۔
چنانچہ اس دعوے کی تردید میں مصنف ارشاد الفحول کئی مثالیں بھی دیتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے ایسا کہہ دیتا ہے کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ حالانکہ اسی مسئلہ میں ویسی ہی شخصیت کا عالم مخالف ہوتا ہے۔ مگر اس کہنے والے کو علم نہیں ہوتا۔ جیسے امام شافعی کا کہنا۔ اور امام مالکؒ کا مخالف ہونا۔ یا امام مالکؒ کا یہ فرمانا کہ فلاں مسئلہ میں کوئی مخالف نہیں۔ حالانکہ مشہور اختلاف اسی مسئلہ میں چلا آتا ہے

وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْمَسَائِلِ۔

غرض جبکہ قرونِ اُولیٰ میں کسی شخص کا ایسا دعویٰ کرنا اجماع نہیں کہلا سکتا۔ تو بعد کے زمانے میں کسی عالم کا یہ کہنا کہ ہمارے پیشکردہ مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں کس طرح اجماع کہلا سکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا مدعیانِ نبوت سے قتال

ہمارے مخالفین جب صحابہ کرامؓ کے اجماع کو ثابت کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں اور کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے تو پھر اس جنگ کے واقعہ کو پیش کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذّاب سے ہوئی اور کہدیتے ہیں کہ وہ اس لئے تھی۔ کہ صحابہ کرامؓ نے اجماع کیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد جو دعویٰ نبوّت کرے اُسے قتل کرنا چاہیئے حالانکہ یہ محض غلط ہے اور ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں یہ کہنا کہ یہ جنگ صحابہؓ کے اس اجماع کی وجہ سے ہوئی تھی کہ مدعی نبوّت واجب القتل ہے نہ صرف حدیث بلکہ تاریخ سے بھی ناواقفیت کا نتیجہ ہے

مسیلمہ کذّاب

احادیث سے ثابت ہے کہ مسیلمہ کذّاب اپنی قوم کے کثیر لوگوں کو ساتھ لیکر مدینہ میں آیا۔ اور لوگوں سے کہنے لگا

محض دعویٰ کی وجہ سے کسی کو قتل کرانیکی بات اس لحاظ سے بھی محض غلط ہے۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ابن صیاد کا ایک دفعہ امتحان لیا تو ابن صیاد نے صاف طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے آپ رسول اللہ مانتے ہیں۔ اسپر آپنے صرف اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کہہ کر خاموشی اختیار کی اسکے متعلق کچھ فتویٰ نہ دیا۔ اور نہ صحابہ کرام رضؓ کو اسے قتل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ حالانکہ بعض احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے قسم کھاکر اُسے دجّال قرار دیا۔ اور حضور صلعم سے اُسکے قتل کرنے کی اجازت بھی مانگی۔

ان دونوں عظیم الشان باتوں سے اگر قطع نظر کی جائے یا کسی کو بے خبری ہو تو تاریخی شواہد واضح طور پر اس امر کے مثبت ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اسکے ساتھ جنگ کرنا اسکی باغیانہ شرارتوں کے جواب میں دفاعی طور پر تھا نہ اس کے دعوئے نبوّت کی وجہ سے۔ مثلاً

۱:۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبوضہ علاقہ حجر و یمامہ سے حضور کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو اس نے نکالدیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ صـ ۱۷۰)

(۲) بنو حنیفہ (یعنی مسیلمہ کذاب کی قوم) نے (بنو عامر) مسلمانوں پر غارتگری کی (طبری جلد ۴ صـ ۱۷۳۷)

(۳) مکہ کے مقابل پر ان لوگوں نے حرم بنائی۔ بعض قبائل کو اس میں داخل کرلیا۔ اور یہ شیوہ بنالیا کہ اردگرد کے قبائل پر غارتگری کرکے پھر اس حرم میں آجاتے (طبری جلد ۴ صـ ۹۳۲)

۴:۔ خود مسیلمہ کذاب کو دعویٰ نبوت کے بعد دو مدنی صحابی ملے۔ حبیبؓ بن زید اور عبداللہ بن وہب الاسلمی اس نے ان دونوں کو پکڑ کر اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ بن وہب تو مرتد ہوگیا مگر حبیبؓ بن زید نے انکار کردیا۔ تو مسیلمہ نے اسکا عضو عضو کاٹ کر آگ میں ڈالکر جلادیا۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صـ ۱۷۷)

۵:۔ سجاح باغیہ عورت جو مسلمانوں سے لڑنے آئی تھی اور جس نے اکثر قبائل کو اپنے ساتھ ملالیا تھا مسیلمہ کذاب بھی اس سے مل گیا۔ اور اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ:۔ آکُلُ بِقَوْمِیْ وَقَوْمِکَ الْعَرَبَ۔ (طبری جلد ۴ صـ ۱۹۱۷) یعنی اپنی قوم اور تیری قوم ڈولان کی مدد سے تمام عرب کو کھاجاؤنگا۔ اسکے ان مسلسل وعادی اور پیہم شرارتوں کے بعد مسلمان مقتولوں کا بدلہ اور اپنے مقبوضات واپس لینے اور دیگر مسلمانوں کی عزت و آبرو بچانے کیلئے یہ جنگ کی گئی تھی۔ اب باوجود ان حالات کے ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ وہ صرف دعویٰ نبوت کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ جہاں تک اپنے اندر صداقت رکھتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

طلیحہ خویلد اسدی

مسیلمہ کذاب کی طرح طلیحہ بن خویلد اسدی کے ساتھ بھی اسلئے لڑائی نہیں ہوئی کہ وہ مرتد ہوگیا یا اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ بلکہ اسکے متعلق بھی تاریخی شواہد مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) طلیحہ نے مرتد ہوکر مقام سمیراء پر لشکر جمع کیا کہ مدینہ پر چھاپہ ماریں۔ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۳ (۲) مقام ذی القصہ میں جو قبائل فزارہ۔ غطفان۔ طے۔ ثعلبہ۔ بنو کنانہ مسلمانوں کے خلاف جمع ہوئے تھے انکی سرداری کے لئے اپنے بھائی کو بھیجا (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۳) (۳) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی عرب کے جو قبائل مرتد ہوگئے تھے ان میں سے بعض نے اپنے اندر رہنے والے مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ مثلاً بنو عبس۔ بنو ذبیان جنکی سرداری خود طلیحہ اور اسکے بھائی نے کی تھی (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷) اور ان قبائل نے مقام ابرق پر اجتماع کیا اور شرارت کرکے مدینہ منورہ پر چھاپہ مارا۔ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۶۵ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۳

(۴):۔ مذکورہ قبائل کے علاوہ بنو فزارہ نے خارجہ بن حصن کی قیادت میں مدینہ پر چھاپہ مارا۔ انکو بھی جب شکست ہوئی تو طلیحہ سے آملے۔ (خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۷) (۵) عیینہ بن حصن جو مسلمانوں کیطرف سے صدقات وجزیہ وغیرہ لینے پر مقرر تھا مرتد ہوگیا اس نے اپنا صدقہ بھیجا اور نہ دوسرے قبائل کو بھیجنے دیا۔ یہ شخص بھی اسکے ساتھ شامل ہوگیا اور اسنے مسلمانوں کا مال قبضہ میں کرکے اسی کی مدد سے مسلمانوں کے خلاف زور آزمائی کی۔ (خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

(۶):۔ ان تمام قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ اس قدر درندگی برتی کہ الامان۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید جب اسپر غالب آئے تو حضرت خالدؓ نے ایسے مظالم کرنے والوں کو مسلمانوں کے سپرد کردینے کی شرط پر ان قبائل کو معافی دی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ وَلَمْ یَقْبَلْ خَالِدٌ (بَعْدَ هَزِیْمَتِهِمْ) مِنْ اَحَدٍ مِنْ اَسَدٍ وَغَطْفَانَ وَلَا هَوَازِنَ وَلَا سُلَیْمٍ وَلَا طَیِّ۔ اِلَّا اَنْ یَاْتُوْهُ بِالَّذِیْنَ حَرَّقُوْا وَمَثَّلُوْا وَعَدَوْا عَلٰی اَهْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ حَالِ رِدَّتِهِمْ۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۰ و ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۷۰) (۷) جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو لشکر دے کر روانہ کیا تو انہوں نے عکاشہؓ بن محصن و ثابتؓ بن اقرم دو جلیل القدر اور بہادر صحابیوں کو بطور مقدمۃ الجیش بھیجا تو طلیحہ اور اسکے بھائی نے انکو قتل کر دیا۔ اور جب مسلمانوں کا لشکر پہنچا تو اسنے ان دونوں بزرگ صحابیوں کی لاشیں روندی ہوئی پائیں (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۵ و خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳۳) ان تمام روشن حقائق اور بین شہادات تاریخیہ کی موجودگی میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کا ان سے مقابلہ و مقاتلہ محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے تھا۔

اسود عنسی

دونوں مقدم الذکر باغیوں کیطرح یہ اسود عنسی بھی محض باغی تھا۔ اور اسکی شرارتوں اور باغیانہ کوششوں کی وجہ سے اسپر چڑھائی کی گئی تھی نہ کہ اسکے دعویٰ نبوت کی وجہ سے کیونکہ اسکے مندرجہ ذیل جرم تاریخ سے ثابت ہیں۔ (۱) اسود عنسی نے علم بغاوت بلند کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو عاملین صدقات مقرر تھے انکو تنگ کیا اور صدقات واپس کر دینے کی دھمکی دی۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۵۴) ابھی عمال اس فتنہ کی وجہ سے تردد میں تھے کہ اس نے قبائل مذحج و نجران کو لے کر صنعاء شہر کے والی شہر بن باذان پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے مقرر تھا حملہ کر دیا (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۵۴ و کامل جلد ۲ صفحہ ۱۴۱) (۲) مسلمانوں کو قتل کیا۔ بدامنی پھیلائی۔ لوٹ مار کی۔ اور والی کو قتل کر دیا۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۵۵) (۳) شہر بن باذان کی مسلمان بیوی کو جبراً اپنے نکاح میں لیا۔ ایضاً۔ (۴) بنو نجران جو پہلے ہی باغی ہو چکے تھے اور جنہوں نے اپنے افسروں اور صدقات کے وصول کرنے والے دو صحابہ عمرؓ بن حزم اور خالدؓ بن سعید کو علاقہ سے نکال دیا تھا اس اسود عنسی نے انکی قیادت بلکہ بادشاہت منظور کر لی (کامل جلد ۲ صفحہ ۱۴۱) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کا علم ہوا تو حضور پرنور نے وبرؓ بن یحنس کے ساتھ حضرت معاذؓ بن جبل کو خط بھیجا کہ اس کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے مقابلہ کیا۔ اور شہرؓ بن باذان کی بیوی کی مدد سے جو اسود عنسی کے قبضہ میں تھی اسکو قتل کیا۔ ان تمام حقائق کی بنا پر ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ ان مدعیان نبوت سے انکے دعاوی نبوت کی وجہ سے جنگ کی گئی تھی یا ان کی ان شرارتوں اور باغیانہ مفاسد اور سخت جور و ظلم و تعدی اور قتل و غارت کے بدلے ہیں۔

جواب چہارم

اگرچہ حقیقت بالکل برعکس ہے لیکن اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ وہ جنگیں اسی لئے تھیں کہ ان لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ تو بھی ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ کہ مدعی نبوت سے قتال کا حکم ہے بلکہ غلابت کارا یہ ثابت ہو گا کہ جیسی نبوت کا دعویٰ ان مدعیوں کیطرف سے ہوا تھا۔ ویسی نبوت کا دعویٰ کرنیوالے سے قتال کا حکم ہے۔ یعنی مدعی نبوت تشریعی یا مستقلہ ہونے اس مدعی کے ساتھ جسکو آنحضرت صلعم کی پیروی و غلامی میں ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ ہو۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی نبوت مخالفانہ اور اسلام کی شریعت کے مقابل پر تھی جیسے کہ انکے حالات سے ثابت ہوتا ہے۔

"مسلمان بادشاہوں کے فیصلے"

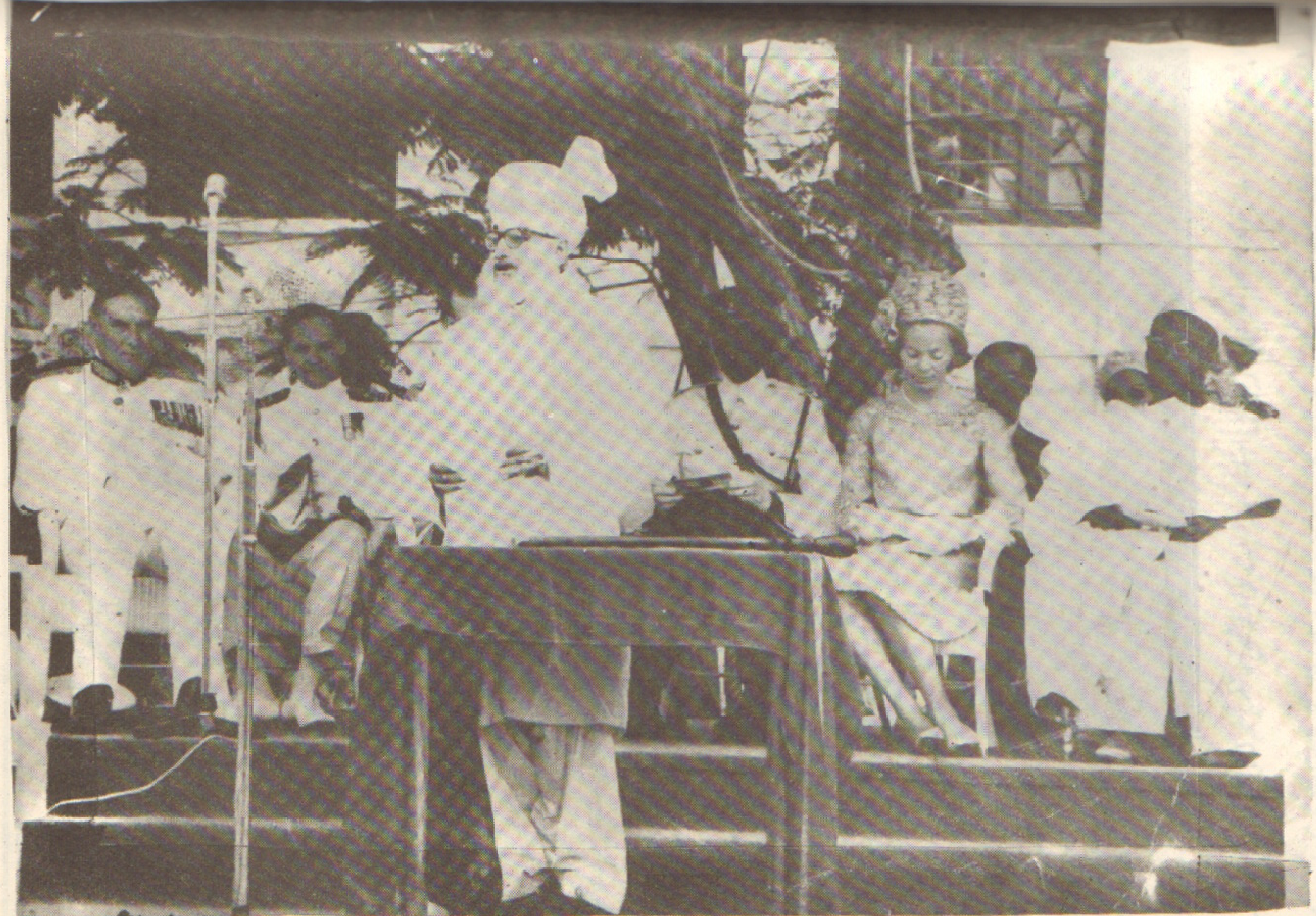
ہمارے مخالف مولوی صاحبان نبوت کے دعویٰ کو کفر

ثابت کرنے کیلئے اجماع کی بحث میں تائیدی طور پر بعض مسلمان بادشاہوں کے بعض فیصلے بھی پیش کرتے ہیں :۔

اوّل :۔ میں انکے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام "بادشاہونکے فیصلے" کا نام نہیں ہے۔ نہ قرآن کریم نے بادشاہونکے فیصلوں کو قابل اعتقاد اور ذریعہ نجات قرار دیا ہے۔ اور نہ حضرت نبی کریم صلعم نے کہیں یہ حکم فرمایا ہے، کہ مسلمان بادشاہوں کے فیصلے جزو اسلام سمجھے جائیں۔ اور نہ انکی اتباع کی جائے :۔ پس ایسے بادشاہوں کے فیصلہ جات ہمارے خلاف کیسے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اور وہ کیسے مستند ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص ایسے بادشاہوں کے جنکی بادشاہت کے متعلق میں اوپر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح بیان کر چکا ہوں کہ خلفاء راشدین کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہو گی۔ بحوالہ مشکوٰۃ آخری کتاب الرقاق۔

دوم :۔ کیا ثبوت ہے؟ کہ جو فیصلے بادشاہوں کیطرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ بادشاہوں نے محض دعویٰ نبوت کیوجہ سے دیئے تھے کوئی اور وجہ اسکے ساتھ شامل نہیں تھی خلفائے راشدین کیطرف منسوب کردہ واقعات کی جب تاریخی طور پر تحقیقات کی گئی ہے تو انکا مدعیان نبوت سے مقابلہ کرنا بھی محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے ثابت نہیں ہوا بلکہ اسکے اور وجوہ ظاہر ہوئے ہیں۔ اسی طرح بادشاہوں کے فیصلونکے متعلق بھی ہو سکتا ہے کہ انکی وجہ بھی صرف دعویٰ نبوت نہ ہو بلکہ اور امور ہوں۔ اس خیال کی تقویت و تائید ان واقعات سے بھی ہوتی ہے جو ہمارے مخالفین نے پیش کئے ہیں مثلاً المحاسن والمساوی سے مامون الرشید کے وقت کے جو ایک مدعی نبوت کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسمیں اسجگہ یہ بھی لکھا ہے کہ ایکدن وہ مدعی نبوت بادشاہ سے ملنے آیا۔ اور درباریوں میں سے ایک معزز و ممتاز شخص نے پوچھا کہ اپنی نبوت کی آپکے پاس کیا دلیل ہے۔ تو اسنے کہا کہ اپنی والدہ کو میرے پاس لاؤ۔ میں اسکے ساتھ صحبت کرونگا تو وہ حاملہ ہو جائیگی اور اسی وقت بڑی طرح ایک نوجوان بیٹا جنے گی۔ دربار شاہی میں اس کذاب کا ایسی دریدہ دہنی اور بے باکی سے کلام کرنا اسکی متمردانہ و باغیانہ ذہنیت کا صفائی سے اظہار کر رہا ہے :۔ الغرض نہ تو قرآن کریم و احادیث سے دعویٰ نبوت کرنے والے کی یہ سزا ثابت ہوتی ہے نہ اجماع اُمت سے اور نہ بادشاہوں کے فیصلہ جات سے۔

سوئم :۔ اگر بادشاہونکے ایسے فیصلے دین کا جزو ہیں اور اُنپر اعتقاد رکھنا ضروری اور انپر عملدرآمد موجب ثواب اور نجات ابدی ہے۔ تو پھر ان بادشاہوں کے اور فیصلوں اور کارہائے نمایاں کے متعلق کیا کیا جائے گا؟ کیا یہ وہی بادشاہ تو نہیں ہیں جن میں سے کسی نے ائمہ دین و فقہاء و محدثین کو ملک سے نکالا۔ کسی نے جیلخانہ میں ڈالا۔ کسی نے دُرّے لگائے۔ کسی نے سر کٹوائے۔ اظہار الحق از ص۱۳۸ تا ص۱۴۷



حضرت مولانا غلام احمد صاحب
فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ
فوٹو برموقعہ
جشن آزادی گیمبیا
مغربی افریقہ
۱۸ رفروری ۱۹۶۵ء
دائیں سے بائیں
مسٹر جوارا وزیر اعظم [1]
ڈچز [2] - ڈیوک [3]
گورنر [4] پال، نمائندگان
حکومت برطانیہ

صفحہ ۲۹۳ تا صفحہ ۳۰۲

3



جناب داؤد احمد صاحب گلزار آف لنڈن

ابن حضرت مولانا قدرت اللہ صاحب سنوری مرحوم

ص ۴۲۸ تا ص ۴۳۲

حضرت مسیح موعود کی صداقت معلوم کرنیکا روحانی طریق

حضور اپنی کتاب نشانِ آسمانی کے صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں کہ :- اگر اِس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اِس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفعِ شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالبِ صادق انشاء اللہ مطمئن ہوسکتا ہے - اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کرکے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورہ یٰسین - اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورہ اخلاص ہو اور پھر بعد اُس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس ... کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعودؑ اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود اپنے فضل سے یہ حال رویا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردود ہے تو اُس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اُس کے انکار سے اور اُس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے آمین : یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہوکر..... دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہوکر اُس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدے کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا..... سو اے حق کے طالبو ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو اٹھو اور کچھ مجاہدہ کرکے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کردی ہے آئندہ تمہیں اختیار رہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المبلغ غلام احمد عفی عنہ ! (محتاج دعا عبدالرحمن مبشر عفی عنہ)

ایمان افروز واقعات

از مکرم و محترم جناب الحاج مولانا عبد الکریم صاحب بابو آف کراچی

۱۹۱۴ء میں عاجز سرگودہا میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ King High School میں ہوسٹل میں مقیم تھا۔ سپرنٹنڈنٹ جناب حافظ عبد الکریم صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی آف جھاوریاں خوشاب تھے۔ ہوسٹل کے قریب جامعہ مسجد تھی۔ میں نے امام مسجد سے درخواست کی کہ وہ کچھ معاوضہ لے کر میرا قرآن کریم سن لیا کریں۔ انہوں نے مجھے کہا۔ نماز فجر سے نصف گھنٹہ پہلے اگر آ جائیں تو میں وقت دے سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ میں نے الارم والا ٹائم پیس خرید لیا۔ اور نماز فجر سے ایک گھنٹہ پہلے اٹھ کر ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کرتا اور نوافل ادا کرنے کے بعد مسجد میں آ جاتا۔ میں امام صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اس طرح انہوں نے مجھے نماز تہجد کی عادت ڈالی۔ حافظ صاحب اور میں نمازیں اسی مسجد میں پڑھا کرتے تھے مگر حافظ صاحب جمعہ کی نماز کسی اور مسجد میں ادا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے ان کا پیچھا کیا وہ جس مسجد میں گئے میں وہاں گیا۔ خطبہ جمعہ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ مرحوم نے پڑھا لاہور پارٹی کی مخالفت کا ذکر فرمایا۔ چونکہ احمدیت کا مجھے علم نہ تھا اس لئے خطبہ کے مضمون کو میں سمجھ نہ سکا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر میں اور حافظ صاحب ہوسٹل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں حافظ صاحب نے مجھے کہا۔ یہ احمدیوں کی مسجد ہے۔ لوگ انکو قادیانی کہتے ہیں اور مرزائی بھی۔ مگر نہ میں احمدی ہوں نہ قادیانی نہ مرزائی۔ مگر نماز جمعہ اس لئے یہاں پڑھتا ہوں کہ یہاں قرآن کریم کی تفسیر خطیب بیان کرتے ہیں۔ اس میں لذت آتی ہے۔ تم بھی یہاں جمعہ کے روز آ جایا کرو۔ مگر نہ تم احمدی ہونا نہ قادیانی۔ نہ مرزائی۔ میں عشاء کی نماز تک اسی سوچ میں مستغرق رہا کہ ایک شخص جو بی۔ اے۔ بی ٹی ہے۔ اور

حافظِ قرآن ہے۔ اُسے نماز جمعہ میں لذت مسجد احمدیہ میں آتی ہے۔ مگر وہ خود احمدی نہیں ہے۔ اور مجھے بھی مشورہ دیتے ہیں کہ احمدی نہ ہوں۔

ایک عجیب و غریب خواب

اِس کے بعد مَیں سو گیا۔ پچھلی رات خواب دیکھ کہ ایک لیکچر ہو رہا ہے۔ مَیں بھی سُن رہا ہوں۔ لیکچرار نے بیان فرمایا کہ "اسلام زندہ مذہب ہے۔ اسلام کا خدا زندہ ہے۔ اسلام کا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔ اسلام کی کتاب قرآن کریم زندہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اس کی صداقت کے لئے اپنے برگزیدہ انسانوں کو مبعوث کرتا رہتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے خدا نے اس زمانہ میں اسی غرض کے لئے مبعوث کیا ہے کہ مَیں دلائل اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اسلام کی صداقت اور برتری ثابت کروں"۔

تقریر بہت مؤثر تھی۔ مَیں نے اپنے ساتھ والے دوست سے دریافت کیا۔ یہ کون بزرگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں مسیح موعود۔ مہدیٔ معہود کا دعویٰ کیا ہے۔ اسکے بعد میں بیدار ہو گیا

امام مسجد کا عجیب فتویٰ

نماز تہجد سے فارغ ہو کر مسجد میں گیا۔ امام صاحب جب آئے تو مَیں نے اُن سے دریافت کیا۔ مولوی صاحب سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ جنہوں نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ مولوی صاحب نے کہا۔ "او منڈیا تینوں کوئی قادیانی ٹھگ گیا اے" اور کہا۔ تم ان باتوں میں نہ پڑو۔ اور قرآن شریف پڑھو۔ مَیں نے کہا۔ پہلے مجھے اس سوال کا جواب دیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ قادیانی کافر ہیں۔ اگر کوئی ان کے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اور ان کا کفر اتنا سخت ہے کہ اگر کوئی قادیانی اس مسجد میں آجائے تو جہاں اُس کا پاؤں پڑے۔ وہاں کی زمین ناپاک ہو جاتی ہے۔ اور جب تک فٹ گہری مٹی کھود کر نئی مٹی نہ ڈالی جائے نماز نہیں ہو سکتی

میں نے کہا۔ مولوی صاحب! نماز مغرب کی اذان ہو چکی ہو۔ سب لوگ نماز کے لئے صف باندھے کھڑے ہوں۔ تکبیر ہو رہی ہو۔ ایک نوجوان آئے اور کہے میں قادیانی ہوں اور سب فرش پر دوڑتا پھرے تو کیا نماز ہو سکتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ مسجد کے فرش کو کھودنا پڑیگا میں نے کہا۔ مولوی صاحب! پکے فرش کو کھودنے کیلئے کئی روز درکار ہونگے۔ ادھر حدیث میں آتا ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ کہنے لگے جب تک فرش نیا نہ لگے نماز نہیں ہوگی۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب! میرا دل نہیں مانتا کہ آپ کا یہ فتویٰ ٹھیک ہو۔ اس لئے میں اب آپ سے قرآن شریف نہیں پڑھونگا۔ یہ کہہ کر میں مسجد احمدیہ چلا گیا۔ ابھی اذان فجر کی نہیں ہوئی تھی۔ خادم مسجد نے مجھے ایک احمدی بزرگ کا پتہ بتایا۔ میں اُس کے گھر گیا۔ انہوں نے حلوہ تیار کیا ہوا تھا۔ اور بچوں کو پرچوں میں ڈال کر دے رہے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے دیا۔ اور کہا بیٹا! ان بچوں کی ماں فوت ہو گئی ہے۔ میں حلوہ تیار کر لیتا ہوں اور ان بچوں کو اٹھاتا ہوں۔ اور اپنے ہمراہ نماز فجر کے لئے مسجد میں لے جاتا ہوں انہوں نے اس موقع پر مجھے سیدنا حضرت کا فوٹو بھی دکھایا۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے یہ لیکچر دیا تھا۔

بیعت کرنا

میں نے کہا۔ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ پہلے کتابیں پڑھ لیں۔ میں نے انکو خواب سنایا۔ تو فرمانے لگے۔ اچھا! تو آپ کو حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ کر دی ہے۔ شرائط بیعت مجھے دیں۔ میں نے پڑھ کر ان کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد ایک پوسٹ کارڈ پر میری بیعت لکھی اور مجھے درثمین اردو پڑھنے کو دی۔

فوج میں بھرتی ہونا

اس کے بعد میں فوج میں بھرتی ہو گیا۔ بعد میں مجھے مہو چھاؤنی بھیجا گیا۔ وہاں جب میں نے تبلیغ شروع کی تو میری مخالفت شدید ہو گئی۔ پلٹن کے باورچی کو صوبیدار میجر نے میرا کھانا تیار کرنے سے

منع کر دیا۔ مَیں نے باورچی رکھا۔ اُس کو بھی مخالفوں نے ورغلایا اور وہ میرا سامان بھی لے گیا۔ آخر مَیں کچھ حلوہ تیار کر لیتا تھا۔ رات کو ہوٹل میں جا کر کھانا کھا لیتا تھا اور کبھی چنے کھا کر گزارہ کر لیا کرتا۔ مَیں ان ایام میں "براہین احمدیہ" پڑھ رہا تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو دُعا کے لئے خط لکھا۔ انہوں نے ہمارے کمانڈنگ افسر کو سِلسلہ کا لٹریچر بھیجا اور میرے متعلق لکھا کہ مخالفین اس کو تکلیف دے رہے ہیں۔ صوبیدار میجر نے مجھے بلایا اور کہا۔ آپ کو یہاں بہت تکلیف ہے۔ میں آپ کو ڈسچارج دے دیتا ہوں۔ مَیں نے جواب دیا۔ قیا مًا فی ما اقامہ اللہ۔ مَیں ملازمت ترک نہیں کرونگا۔ اُس نے کہا۔ ہم احمدیت کو مٹا کر چھوڑیں گے مَیں نے زور سے کہا۔ ہم انشاء اللہ احمدیت کو قائم کر کے چھوڑیں گے۔ دوسرے روز میں نے دفتر میں درخواست دے دی کہ میرا نام عبدالکریم کی بجائے اے۔ کے احمدی رکھا جائے دفتر سے آرڈر ہو گیا۔ اور سب مخالفین کو مجھے مسٹر احمدی کہکر پکارنا پڑتا تھا۔ ایک روز رات گئے تک مَیں "براہین احمدیہ" پڑھتا رہا۔ اور مَیں حیران ہوا کہ اس نور کی مسلمان کیوں مخالفت کرتے ہیں۔ میں اسی حالت میں تھا کہ مجھے اونگھ آگئی۔ دیکھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب میرے سامنے کھڑے ہیں۔

مصر کے تبلیغی واقعات

(۱) مصر میں میرے ساتھ ایک دوست علی حسن صاحب تھے جو میرے ذریعہ سِلسلہ میں داخل ہوئے تھے ہم دونوں تبلیغ کی غرض سے مصری احباب کے پاس جاتے تھے۔ ایک صاحب جو محکمہ تار میں ہیڈ کلرک تھے۔ کئی روز اُن سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ سب مسائل میں وہ ہم سے متفق ہو گئے۔ مگر "امتی نبی" ماننے پر وہ تیار نہ ہوئے۔ ہم نے انکو خطبہ الہامیہ مطالعہ کے لئے دیا۔ اور کئی ہفتے تک پھر ہم اُن کے پاس نہیں گئے۔ اُن کا خط آیا اور انہوں نے ہم دونوں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ ہم جب گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری بیعت کا خط لکھ لیں۔ مَیں نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ کیا مسئلہ نبوت حل ہو گیا؟ فرمانے

لگے ۔ مَیں نے اپنے ایک اظہر یونیورسٹی کے عالم کو رات کے کھانے پر بلایا تھا کھانے کے بعد مَیں نے اُن سے کہا ۔ دو ہندوستانی دوست میرے پاس آیا کرتے ہیں ۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا مسیح اِس امّت کا ایک فرد ہے ۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح بھی ہیں اور مہدی بھی ۔ مجھے اُن کے دلائل سے اتفاق ہے ۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ امّتی نبی ہیں ۔ اس کو مَیں ماننے کو تیار نہیں ۔ آپ بتائیں میرا موقف ٹھیک ہے ؟ اُس نے کہا ۔ مَیں نے مرزا صاحب کا لٹریچر پڑھا ہے ۔ اور احمدیوں سے ملا ہوں اور تبادلہ خیالات کیا ہے ۔ جس قسم کی نبوت کا مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے اگر اس قسم کے ہزار نبی بھی آجائیں تو ختم نبوت نہیں ٹوٹتی ۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو مَیں اب احمدی جماعت میں شامل ہو جاؤں گا اور قیامت والے دن تم ان کے ذمہ دار ہو گئے ۔ مصری عالم نے کہا کہ یہ میرا جواب یہاں ہے ۔ اگر پبلک میں سوال کرو گے تو مَیں یہی کہونگا کہ امّتی نبی بھی نہیں آسکتا ۔ ہاں آپ بے شک میری ذمہ داری پر احمدی جماعت میں داخل ہوں ۔ میرے لئے بعض روکیں ہیں ۔ اور سب سے بڑی روک یہ ہے کہ اگر مَیں احمدی ہو جاؤں تو مجھے ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائیگا ۔

بابو صاحب فرمانے لگے اس کے بعد مَیں نے ارادہ کر لیا ۔ اور خطبہ الہامیہ کو ختم کیا اور سو گیا ۔

رؤیا

اور مَیں نے خواب میں احمد کی زیارت کی ۔ آپ ایک کثیر جماعت کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے ۔ مَیں نے دریافت کیا ۔ حضور ! آپ کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں اور آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں ۔ فرمایا یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں جو امّت محمدیہ میں مجھ سے پہلے ہوئے ہیں ۔ مَیں انکو دربار رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں زیارت کے لئے لے جا رہا ہوں ۔ مَیں خاتم الاولیاء ہوں ۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر میری جماعت میں سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو امّتی ہو

یعنی امتی نبی جیسے مَیں ہوں۔ جب مَیں بیدار ہوا تو بہت مسرور تھا اور ختم نبوت کا مسئلہ میرے لئے بالکل صاف ہوگیا تھا۔ اُن سے یہ ساری سرگزشت لکھوا کر بیعت فارم کے ساتھ بھجوا دی۔ فالحمدللہ۔

(۲) ہم دونوں ایک مشنری عورت کے پاس ہر اتوار کو جایا کرتے تھے اور اس سے تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے۔ ایک روز اُس نے بیان کیا کہ خداوند یسوع مسیح کی تعلیم ہے کہ دشمن سے محبت کرو۔ یہ تعلیم کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مَیں نے کہا کہ موجودہ جنگ میں ایک عیسائی حکومت دوسری عیسائی حکومت کو مٹانے کو تیار ہے۔ دشمن تو کجا عیسائیوں سے محبت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگی۔ یہ سچے عیسائی نہیں۔ ہم مشنری طبقہ کے لوگ سچے عیسائی ہیں مَیں نے دریافت کیا کہ آپ دشمن سے محبت کرتی ہو۔ اُس نے کہا۔ ہاں۔ مَیں نے کہا مَیں آپ کا دشمن ہوں۔ "I declare myself the enemy" اُس نے کہا۔ آپ تو ہمارے دوست ہیں مگر مَیں نے کہا مَیں اعلان کر رہا ہوں کہ مَیں آپ کا دشمن ہوں۔ کیا آپ مجھ سے محبت کرتی ہو۔ اُس نے کہا۔ ہاں! مَیں نے کہا کہ مَیں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ کلمہ پڑھیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور مسلمان ہو جائیں۔ اُس نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے کہا تو اس تعلیم پر بھی عمل نہیں ہو سکتا۔ دوسرے اتوار جب ہم اُس کے بنگلہ پر پہنچے تو دربان نے کہا۔ سَیِّدَۃٌ لَیْسَتْ فِی الْبَیْتِ اور دربان نے ہمارے کان میں آہستہ سے کہا کہ وہ ہے تو گھر میں مگر اُس نے پچھلے اتوار کو کہہ دیا تھا کہ جب یہ ملنے آئیں تو ان سے کہہ دینا مَیں گھر میں نہیں ہوں۔

(۳) مجھے معلوم ہوا کہ امریکن مشن نے بہت سے مصری مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے تیار کیا ہوا ہے۔ مَیں پادری صاحب کے پاس گیا وہ ۷۵ سالہ بوڑھے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا "I want to become christian" "مَیں عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ مَیں نے دریافت کیا۔ کیا کچھ اور لوگ بھی عیسائی ہونے والے ہیں۔ اُس نے

کہا۔ ہاں :۔ اُس نے بہت سے قبطی مسلمانوں کی فہرست مجھے دکھائی جو پندرہ روز بعد بپتسمہ لینے والے تھے۔ پادری صاحب نے کہا کہ آپ بھی ان کے ساتھ بپتسمہ لے لیں۔ مَیں نے اُن سے خواہش کی کہ مجھے اُن سے ملا دیا جاوے۔ دو روز بعد انہوں نے ٹی پارٹی پر اُن کو دعوت دی اور مجھے بھی بلایا۔ وہاں پادری صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر اُن سے کہا یہ ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور فوج میں اچھا عہدہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی آپ کے ساتھ ہمارے خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائیں گے۔ اس کے بعد مَیں نے اُن سے مصافحہ کیا اور اپنی نوٹ بک میں ان سب کے نام اور پتے لکھ لئے۔ مَیں نے حضرت کو دُعا کے لئے لکھا اور خود بھی دُعا کرتا رہا۔ اے پیارے خدا تعالیٰ ان کو اسلام پر قائم رکھ۔ میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ اِن کی دعوت کرو۔ مَیں نے انکو شام کے کھانے پر بلایا۔ ایک ہوٹل میں اس دعوت کا انتظام کر دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ چند روز بعد ہم عیسائی ہو جائیں گے۔ اور ہم اور ہمارے عزیز سب مسلمان ہیں کیا آپ نے پادری صاحب سے دریافت کیا ہے کہ عیسائیت میں کیا امتیازی خوبی ہے جو اسلام میں نہیں ہے تاکہ عیسائی ہونے کے بعد ہم اپنے مسلمان رشتہ داروں اور دوستوں کو بتلا سکیں کہ اس خوبی کی وجہ سے ہم عیسائی ہوئے ہیں۔ سب نے کہا نہیں۔ مَیں نے تجویز پیش کی کہ بپتسمہ لینے سے پہلے ہم اپنا ایک نمائندہ چُن لیں۔ وہ پادری صاحب سے صرف یہی سوال کرے اور اُس کا تسلی بخش جواب مل جائے پھر ہم عیسائی ہو جائیں گے۔ سب نے اتفاق رائے سے مجھے اپنا نمائندہ چن لیا اور ایک صاحب کو مقرر کیا گیا کہ وہ پادری صاحب سے میرا نام (عبدالکریم) پیش کریں۔

جب جلسہ ہوا بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ زیادہ تر عیسائی تھے۔ اس مصری دوست نے پادری صاحب سے کہا کہ ہمارے نمائندہ کے ایک سوال کا آپ جواب دے دیں۔ اس کے بعد ہم بپتسمہ لیں گے۔ پادری صاحب نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے۔ مصری دوست نے میرا نام پیش کر دیا۔ مَیں کھڑا ہو گیا۔ پادری صاحب نے غالباً یہ خیال کیا ہو گا کہ اُس نے تو یہ

کہا تھا کہ میں عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس سے کسی خطرناک سوال کا امکان نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ سوال کریں میں جواب دونگا۔ میں نے کہا۔ پادری صاحب! ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارے اعزہ واقارب بھی سب مسلمان ہیں۔ ہمارے عیسائی ہو جانے کے بعد ہمارے اعزہ واقارب ہم سے دریافت کریں گے کہ ہم عیسائی کیوں ہوئے۔ ان کو جواب دینے کے لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں عیسائیت کی ایک امتیازی خوبی بتا دیں جو اسلام میں نہ ہو تاکہ ہم بتا سکیں کہ اس خوبی کی وجہ سے ہم عیسائی ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح ہمارے اعزہ واقارب میں سے بھی کچھ لوگ عیسائی ہو جائیں۔ پادری صاحب نے فرمایا۔ میرے بچے۔ آپ عیسائیت کے محل کے دروازے کے باہر کھڑے ہو۔ جب تک آپ محل کے باہر کھڑے ہیں آپ کو کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ آپ بپتسمہ لے کر محل کے اندر داخل ہو جائیں تاکہ آپ کو سب خوبیوں کا پتہ لگ سکے۔ میں نے کہا۔ پادری صاحب مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ جب تک ہم اندر داخل نہ ہوں ہم ان خوبیوں کو نہیں دیکھ سکتے مگر آپ تو محل کے اندر داخل ہیں آپ ہمیں ایک امتیازی خوبی بتا دیں تاکہ ہم محل کے اندر داخل ہو کر اس کی تصدیق کر سکیں۔ پادری صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے:

"Well my boy, you will get faith in christianty."

"میرے لڑکے آپ کو عیسائیت میں ایمان نصیب ہوگا۔"

میں نے مصری احباب سے کہا۔ بھائیو! پادری صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہم عیسائی ہو جائیں۔ تو ہم کو ایمان نصیب ہوگا۔ اسلام میں ہمیں علم ہے کہ اگر غیر مسلم کلمۂ اسلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے اور اس کو دل سے مان لے تو وہ مومن ہو جاتا ہے اسکو ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ اس ایمان کو اعمال صالحہ سے ترقی دیتا رہتا ہے میں نے پادری صاحب سے دریافت کیا۔ کہ کیا عیسائیت میں جو ایمان ہمیں نصیب ہوگا وہ اس سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ پادری صاحب نے فرمایا۔ ہاں ہاں! بہت قیمتی ایمان ہوگا۔

میں نے کہا۔ پادری صاحب! کیا میں اس کو آزما سکتا ہوں؟ پادری صاحب نے کہا۔ تم کیسے آزماؤ گے؟ میں نے کہا۔ خداوند یسوع مسیح نے انجیل میں فرمایا ہے کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ تو تم وہ معجزات دکھا سکتے ہو جو میں نے دکھائے تھے۔ پادری صاحب! آپ خود پادری ہیں۔ آپ کے باپ دادا بھی پادری تھے۔ آپ کی عمر ۷۵ سال ہے آپ نے بہت سے غیر عیسائیوں کو عیسائی بنایا ہے۔ آپ کے پاس تو ایمان کا خزانہ موجود ہے۔ میں اگر آپ سے کہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے دریائے نیل کو خشک کر دیں تو اس سے مصر میں تباہی ہو گی۔ اور اگر میں کہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے سامنے والے پہاڑ میں زلزلہ برپا کر دیں تو اس سے بھی مصر میں تباہی ہوگی۔ میں نے اپنی جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور پادری صاحب کی میز پر رکھ دی، میں نے کہا۔ پادری صاحب مسمریزم ہپناٹزم جاننے والے اس سے زیادہ کرتب دکھاتے ہیں۔ مگر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے اس نوٹ بک کو جو آپ کی میز پر میں نے رکھی ہے پانچ منٹ تک dance کرائیں (نچوائیں)، اس سے ہم سمجھیں گے کہ واقعی آپ کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ اور ہم سب عیسائی ہو جائیں گے۔

اس تمام گفتگو کو جو میرے اور پادری صاحب کے درمیان ہوئی لوگوں نے بڑی دلچسپی سے سُنا۔ اور سب منتظر تھے کہ پادری صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ پادری صاحب کھڑے ہو گئے اور کہا:۔

"Well my boy, I am still trying to achieve the faith" میرے بچے: میں ابھی تک اس ایمان کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں۔

پادری صاحب کے اس جواب کو سنکر میں کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے مصری احباب سے مخاطب ہو کر کہا بھائیو! پادری صاحب مرنے کے قریب ہیں مگر ابھی تک انکو رائی کے دانہ

کے برابر ایمان نصیب نہیں۔ پکے بے ایمان ہیں۔ اور جنکو انہوں نے عیسائی بنایا انکو بھی پکا بے ایمان بنایا جب اس کا یہ حال ہے کہ ۷۵ سال کی عمر تک رائی کے دانہ کے برابر ایمان نصیب نہیں ہوا۔ تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ اس سے تو ہم کو ہمارا مذہب اسلام ہی مبارک اور ہیں نے زور سے کہا یعیش الاسلام" اسلام زندہ باد" چلو چلیں۔ ہم باز آئے بے ایمان ہونے سے۔ میرے ساتھ سب مصری مسلمان بھی اس جلسہ سے باہر آ گئے۔ ایک ہوٹل ہیں میں نے سب کو چائے پلائی۔ اور اُن کو تاکید کی کہ پادریوں کے جال ہیں نہ پھنسیں۔ اس کے بعد میں انکو ملتا رہا۔ اور لٹریچر بھی دیتا رہا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اسلام پر قائم رہے فالحمدللہ۔

پادری صاحب کی مخالفت

پادری صاحب نے اس ناکامی کو دیکھکر میرا پیچھا کیا۔ اس نے معلوم کر لیا کہ میں فوجی دفتر ہیں ملازم ہوں ہیں جس سیکشن ہیں ہیڈ کلرک تھا۔ اس کے انچارج کپتان رائٹ (Wright) صاحب تھے اور اس سے کہا کہ آپ اس شخص کو ہندوستان واپس بھیج دیں۔ اگر یہ مصر ہیں رہا تو ہم ایک بھی مصری مسلمان کو عیسائی نہیں بنا سکیں گے۔

کپتان رائٹ (Wright) کا انتقام

پادری صاحب کے زور دینے پر رائٹ صاحب نے ارادہ کر لیا کہ مجھے سزا دلوا کر واپس ہندوستان بھجوا دے، ہر ہیڈ کلرک کے لئے بجلی کی گھنٹیاں مقرر تھیں۔ کپتان صاحب نے چھ گھنٹیاں بجائیں جس سے مراد ان کو مجھے بلانا تھا۔ میں اُن کے کمرے سے فاصلے پر تھا میں اپنی کتب کا غذات تیار کر کے چپڑاسی کو دے رہا تھا کہ کپتان صاحب نے ایک دوسرے ہیڈ کلرک کو بلایا۔ جو اُن کے کمرے کے نزدیک تھا۔ اس لئے میں راستے سے واپس چلا گیا۔ کپتان صاحب نے میرے خلاف شکایت کر دی۔ اور مجھے تنبیہہ کر دی گئی۔ اس طرح تین دفعہ کپتان صاحب نے شکایت کر کے مجھے تنبیہہ دلوائی۔

اس کے بعد انہوں نے سفارش کی کہ مسٹر احمدی کا کورٹ مارشل کیا جاوے۔ مجھے نظر بند کر دیا گیا۔ مجھے چارج شیٹ دی گئی۔ جس میں درج تھا کہ آپ نے کپتان رائٹ صاحب کی چار دفعہ حکم عدولی کی ہے۔ فلاں تاریخ کو حاضر ہو کر اپنی صفائی کے گواہ پیش کرو۔ اور جواب دو۔

جس روز فیصلہ ہونا تھا اس سے ایک روز پہلے کپتان رائٹ صاحب نے دفتر میں کہہ دیا کہ کل مسٹر احمدی کو ۶ ماہ قید کی سزا ہو جائے گی۔ مکرمی علی حسن صاحب Mess میں کھانا کھاتے گئے تو چند ایک مخالف ہیڈ کلرکوں نے علی حسن صاحب سے کہا کہ کل تمہارے مولوی کو آئی۔ ایم۔ ایس۔ ایم In diau Mestit aus s erreee Medal کا تمغہ ملے گا۔ یہ تمغہ حسن کارگردگی پر ملتا ہے۔ انہوں نے طنزاً کہا علی حسن صاحب کھانا چھوڑ کر میرے پاس آ گئے۔ اور کہا۔ دفتر میں یہ مشہور ہو گیا کہ کل آپ کو چھ ماہ قید کی سزا مل جائے گی۔ اور مخالفین یہ طنزاً کہہ رہے ہیں کہ کل آپ کو تمغہ ملنے والا ہے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ آپ Mess میں جا کر اعلان کر دیں کہ مسٹر احمدی کہتا ہے کہ میرا خدا قادر ہے کہ باوجود ان مخالف حالات کے مجھے۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔ ایم کا تمغہ دے۔ علی حسن نے جا کر یہ اعلان کیا تو مخالفین ہنسے کہ وہ کل جیل چلا جائے گا اور اس کو تمغے کے خواب آ رہے ہیں۔ مَیں نے علی حسن صاحب سے کہا کہ بزرگوں نے کہا ہے ؎

مترس از بلائے کہ شب درمیاں ست

اُس بلا سے نہ ڈرو جو ایک رات بعد آنے والی ہے۔ چونکہ کل فیصلے کا دن ہے اس میں تو ساری رات جاگوں گا اور دعا کروں گا۔ آپ بھی اگر ہو سکے تو نوافل میں یہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرے گناہ بخش دیں۔ اور مجھے باعزت بری کریں اور جو اُمید میں نے اُس سے باندھی ہے پوری کریں اور مجھے آئی۔ ایم۔ ایس۔ ایم کا تمغہ عطا فرما دیں۔

فوجی عدالت میں پیشی

دوسرے دن مجھے فوجی عدالت میں لے گئے۔ جج بھی کپتان تھا۔ عدالت کے باہر ہمارے دفتر کے بہت سے لوگ ملازمین فیصلہ سُننے کے لئے کھڑے تھے۔ رائٹ صاحب بھی مدعی کی حیثیت سے کمرہ عدالت میں موجود تھے۔ جج نے مجھ سے کہا کہ آپ چارج شیٹ کا جواب دو میں نے وضاحت طلب کی۔ انہوں نے کہا۔ کہ کپتان رائٹ صاحب نے آپ کو ۴ گھنٹیاں بجاکر چار مرتبہ مجھے بلایا۔ مگر آپ نے ان کے حکم کی نافرمانی کی۔ مَیں نے کہا یہ بالکل صحیح ہے کہ انہوں نے چار مرتبہ مجھے بلایا۔ مگر میں اُنکے کمرہ کے بہت فاصلے پر تھا۔ راستے میں ہی انہوں نے اپنے کمرہ کے پاس والے ہیڈ کلرک کو بلایا۔ اس لئے مَیں واپس چلا گیا۔ اتنے تھوڑے وقت میں کسی انسان کا ان کے کمرہ تک پہنچنا ناممکن تھا۔ جج صاحب نے کہا گواہ پیش کرو۔ میں نے کہا کہ افسر انچارج کے خلاف کون گواہی دینے کو تیار ہو گا۔ اس پر جج صاحب نے کہا کہ تم کو مجرم قرار دیتا ہوں اور . . . .

اس کے بعد فون آیا اور جنرل شوٹ جو افسرِ اعلیٰ تھے۔ انہوں نے جج سے دریافت کیا کہ کیا کوئی مقدمہ مسٹر احمدی کے خلاف چل رہا ہے۔ جج نے کہا۔ ہاں حضور! مَیں ابھی فیصلہ سُنا رہا ہوں۔ جنرل صاحب نے کہا۔ تم فیصلہ مت سُناؤ۔ بلکہ مقدمہ کے کاغذات میرے پاس لاؤ۔ جج صاحب کاغذات لے کر لفٹ پر جنرل صاحب کے پاس چلا گیا۔

کپتان صاحب نے مجھے کہا۔ مسٹر احمدی ہمارا بہت اچھا وقت گزرا تھا۔ مگر اب تم جیل چلے جاؤ گے۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ مَیں نے جواب دیا۔ مسٹر رائٹ!

You are wrong. You are nothing but a dead worm on the face of earth. I trust my God he is a living God shall elevate me.

and He shall degrade you.

تم غلط کہتے ہو۔ تم زمین پر ایک مرے ہوئے کیڑے سے ہو۔ میرا خدا جو زندہ خدا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے عزت دے گا اور تم کو ذلیل کرے گا۔

جنرل صاحب کا انصاف اتنے میں جج صاحب واپس آئے اور ہم دونوں کو کہا۔ کہ جنرل صاحب آپ دونوں کو بُلا رہے ہیں۔ ہم لفٹ پر دونوں لڑتے ہوئے ہی گئے جب ہم جنرل صاحب کے دفتر پہنچے تو پہلے انہوں نے مجھے بلایا۔ اور عزت سے کرسی پر بٹھایا۔ اور کہا آپ بریگیڈیر گڈ کو جانتے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ بہت اچھی طرح۔ انہوں نے فرمایا۔ اُن کا تار آیا ہے وہ آپ کو اپنے بریگیڈ میں چیف کلرک کی جگہ پر طلب کر رہے ہیں۔ ایک سو روپے الاؤنس ماہوار آپ کو زیادہ دیں گے۔ کیا آپ جانے کے لئے تیار ہیں؟ مَیں نے کہا۔ مَیں بالکل تیار ہوں۔ انہوں نے بریگیڈ میجر سے کہا۔ کہ گڈ صاحب کو تار دے دو کہ مسٹر احمدی آ رہا ہے۔ اور احمدی کو ترقی کا آرڈر دے دو۔ اور ریلوے وارنٹ دے دو۔ اردلی دے دو۔ جو اُن کو چھوڑ کر آئیں۔

مَیں تو خدا کا شکر کرتا رہا۔ اس کے بعد جنرل صاحب نے کپتان رائٹ صاحب کو اپنے دفتر میں بلایا۔ اور ان کو کرسی نہ دی۔ بلکہ سامنے کھڑا رکھا۔ اور دریافت کیا۔ تم کون ہو۔ اس نے کہا۔ رائٹ۔ جنرل صاحب نے کہا۔ نہیں غلط کہتے ہو جج نے مجھے بتلایا ہے کہ پادریوں کے کہنے سے تم نے مسٹر احمدی کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ بنایا ہے۔ اور تم نے جج سے کہا تھا۔ کہ اس کو چھ ماہ جیل دے دو۔ تاکہ یہ ہندوستان واپس چلا جائے۔ اور مصری مسلمانوں کو عیسائی ہونے سے نہ روک سکے۔ کیا تم نے سٹاف کا امتحان پاس کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ جنرل صاحب نے فرمایا۔ مَیں تمہارے اس امتحان کو منسوخ کرتا ہوں اور تمہارا ماہوار الاؤنس بند کرتا ہوں اور تم کو دفتر کی بجائے

میدانِ جنگ میں بھیجتا ہوں۔

غرض میں ترقی کا اور رائٹ صاحب تنزل کا آرڈر لے کر عدالت کے کمرہ سے باہر آئے۔ دفتر کے ملازمین نے مجھ سے دریافت کیا۔مسٹر احمدی مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا۔ میں نے جواب دیا کہ میں ہیڈ کلرک سے چیف کلرک ہو گیا۔ اور سو روپیہ الاؤنس زیادہ ملے گا۔ انہوں نے سمجھا کہ احمدی کو سزا ہو گئی ہے اس لئے اس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں رہا غلط جواب دے رہا ہے۔ انہوں نے کپتان صاحب کی طرف رُخ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جنرل صاحب نے مجھے گرا دیا اور احمدی کو ترقی دے دی۔ اس غصے میں اس نے بریگیڈ میجر کو جہاں میں جا رہا تھا خط لکھ دیا کہ احمدی عیسائیت کا دشمن ہے۔ اس کو چیف کلرک ہرگز نہ بنایا جائے وہ میری تنزلی کا باعث ہوا ہے۔

جب تک تار پہنچا تھا تو کڈ صاحب کو دو ہفتہ کے لئے خاص ڈیوٹی پر کہیں اور جانا تھا اس لئے وہ جاتے ہوئے کہہ گئے۔ بریگیڈیر میجر صاحب My Ahmadi is coming. see that he is not put to any trouble.

"میرا احمدی آ رہا ہے اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔"

میں جب پہنچا تو میرے ساتھ کپتان رائٹ صاحب کا خط بھی بریگیڈ میجر صاحب کو ملا اس لئے اُس نے سٹاف کو ۴ روز کی رخصت پر بھیج دیا اور مجھے اس کی جگہ کام کرنے کو کہا۔ جب بریگیڈیر کڈ صاحب واپس آئے تو ان کو رائٹ صاحب کا خط دکھلایا گیا۔ انہوں نے اس کو پھاڑ دیا۔ اور فرمایا میں مسٹر احمدی کو جانتا ہوں۔ وہ ایسا آدمی نہیں ہے۔ مجھے چیف کلرکی کا چارج دیا گیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ میرے آنے سے چار کلرک فالتو ہو گئے ہیں۔ میں کڈ صاحب کے پاس گیا کہ آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے آپ کے پاس تو ضرورت سے زیادہ سٹاف ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ تین ماہ ہوئے جب میں بریگیڈیر ہوا تھا تو آپ نے مبارک بادی کا تار دیا تھا مگر افسوس کہ میں آپ کا شکریہ

دُعا کا اعجاز

ادا نہ کر سکا - مجھے خیال آیا کہ آپ کو اپنے پاس بُلایا جائے - اس لئے میں نے جنرل شوٹ صاحب کو جو میرے ایک دوست ہیں - آپکے آنے متعلق تار دے دیا - اب آپ آگئے ہیں - مَیں آپ کی مبارکبادی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مَیں نے کڈ صاحب کو اپنے خلاف مقدمہ کا حال سُنایا - اور اُن سے کہا کہ آپ خُدا تعالیٰ کے نشان کا ایک حصّہ ہیں - اس لئے مَیں تہجد کی نماز میں چالیس روز تک آپ کی ترقی کے لئے دُعا کروں گا - ڈیڑھ ماہ بعد گزٹ میں شائع ہوا کہ کمانڈر انچیف نے ان کو D.S.O. Disting mshad "Distinguished Service Order" کا اعزاز دیا ہے - جب مَیں انکو مبارک مبارکباد دینے گیا - تو انہوں نے کہا کہ احمدی! یہ تمہاری چالیس روزہ دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ مجھے یہ اعزاز ملا ہے - کڈ صاحب نے خفیہ طور پر میری سفارش کردی اور چند روز میں گزٹ میں میرے متعلق شائع ہوا کہ کمانڈر انچیف نے مجھے آئی - ایم - ایس - ایم کا تمغہ دیا ہے -

الحمدللہ کہ جو امید مَیں نے اپنے پیارے خدا تعالےٰ پر باندھی تھی وہ پوری ہو گئی اور مَیں وہ تمغہ سینہ پر لگا کر چند روز کی رخصت لے کر اپنے پُرانے دفتر گیا اور علی حسن صاحب کو ساتھ لے کر مخالف کلرکوں کے پاس گیا اور ان کو تمغہ دکھلا کر کہا - یہ وہ تمغہ ہے جو میرے قادر خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے جس کو دیکھ کر وہ سخت نادم ہوئے - فالحمدللہ

۲۹۱

دلچسپ حالات و سبق آموز واقعات!

از محترم و مکرم جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کاٹھوی آف کراچی

پیدائش و نسب میرا سابق نام سردار منگل سنگھ ولد سردار بڈھا سنگھ نمبر دار ساکن موضع کونٹھ ہے جو قادیان دار الامان سے شرقی جانب تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ میری پیدائش غالباً ۸ر جنوری ۱۸۹۸ء ہے۔ ہم "مونے سکھوں" میں سے تھے۔

تعلیم مَیں نے پرائمری تک تعلیم موضع کوٹ ٹوڈر میں حاصل کی وہاں کا مدرس لالہ امرناتھ سکنہ کنجرور تحصیل شکرگڑھ کٹر آریہ تھا۔ جس نے مجھے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ پورا آریہ بنالیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ میرے اندر اُس نے مذہب کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں سپیشل کلاس میں داخل کیا گیا۔ اُس وقت وہاں کے ہیڈ ماسٹر حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے مفسر قرآن تھے۔ چونکہ مَیں نیا نیا آریہ تھا۔ مذہبی شوق رکھتا تھا تو مَیں مذہب کے بارے میں بڑی جستجو رکھتا تھا۔ اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول کچی عمارت میں تھا۔

ایک اہم واقعہ ہماری کلاس کے مسلمان طلباء کو حضرت مولوی عظیم بخش صاحب پٹیالوی والد ماجد مولوی بشیر احمد صاحب دینی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ہندو اور سکھ طلباء کو اُس پیریڈ میں چھٹی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ہندو اور سکھ طلباء کلاس میں اس وقت جبکہ قرآن شریف پڑھا جا رہا تھا شور کر رہے تھے۔ مَیں نے طلباء کو کہا کہ جیسے ہمارا گرنتھ صاحب مقدس ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لئے قرآن شریف مقدس ہے۔ ہمیں احتراماً خاموش رہنا چاہیئے یا باہر چلے جانا چاہیئے۔ مَیں نے تو اپنی دانست میں

بڑی اچھی بات کی ۔ مگر مولوی صاحب موصوف نہایت غضب ناک ہو کر فرمانے لگے :۔
" کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگا تیلی" اور دوسرے فقرے میں کہا ۔ " کہاں کلامِ ربّانی اور کہاں خرافاتِ انسانی ۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک "۔ اُن کے اس فقرے نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ۔ کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ جسے ہم متبرک آسمانی صحیفہ سمجھ رہے ہیں یعنی جو کتاب ہمارے گرنتھ صاحب کی ہے وہ دراصل محض انسانی کلام ہو ۔ اس کے متعلق ضرور ہمیں پوری معلومات حاصل کرنا چاہیئے ۔ اُن کے اس فقرے نے میرے کان کھول دیئے اور اس دن سے اپنے اساتذہ کی باتیں بڑی توجہ سے سُننے اور اُن کی حرکات و سکنات بغور دیکھنے لگا ۔

اساتذہ

میرے اساتذہ جن کے نام مجھے یاد ہیں یہ ہیں :۔
(۱) شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سردار سورن سنگھ)
(۲) حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر (۳) حضرت نعمت اللہ صاحب گوہر
(۴) صاحبزادہ حضرت پیر منظور محمد صاحب (۵) خان عبدالعزیز صاحب ایمن آبادی

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا نیک نمونہ

ایک دن تفریح کے پیریڈ میں مدرسہ احمدیہ کے وسیع میدان میں ہم بچے کھیل رہے تھے کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر اپنے گھر کی طرف سے جہاں وضو کیا کرتے تھے اس طرف جا رہے تھے ۔ کسی لڑکے نے مجھے ایک کنکر مارا مَیں ایک دیہاتی لڑکا تھا ۔ اور کنکر مارنے والا شہری لڑکا تھا ۔ مَیں نے غصّے میں آکر اپنا گوبر بھرا جوتا اس کو دے مارا ۔ وہ جوتا اس لڑکے کو لگنے کی بجائے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو جا لگا ۔ اور اُن کے کوٹ پر گوبر کا نشان بھی پڑ گیا ۔ تب میرے اوسان خطا ہو گئے کہ نہ معلوم اب مجھے اِس گستاخی کی کیا سزا ملے گی ۔ مگر خدا گواہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب تیز تیز چل کر اپنے مکان میں داخل ہو گئے ۔

اور پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا کہ کس نے جوتا مارا ہے۔ اِس واقعہ کا جو اثر مجھ پر ہوا اُس کو مَیں آج تک نہیں بھولا۔ اور حضرت مولوی صاحب کے اس عفو و درگزر کے معاملہ کو دیکھ کر میرے دل میں آپ کی عظمت اور احترام جاگزیں ہوگیا۔ مَیں جب کبھی قادیان آتا حضرت مولوی صاحب موصوف کو ضرور ملتا۔ اس کے بعد مَیں احمدیت سے بھی متأثر ہونے لگا۔ اِس واقعہ کے بعد مَیں احمدی طلباء کے کردار اور احمدیت کا بغور مطالعہ کرنے لگا۔ بعض اوقات جب احمدی طلباء مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جاتے تو میں بھی اُن کے ساتھ ہو لیتا۔ وہ نماز پڑھتے اور مَیں انکو بغور دیکھتا رہتا۔

امتحان

ایک دفعہ نماز ظہر سے پہلے امام الصلوٰۃ کے انتظار میں مجھے بھی بعض ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں بیٹھنا پڑا۔ اور وہ دن امتحانات کے تھے۔ مختلف لڑکے اپنی کامیابی کے لئے دُعا کے لئے رقعے لکھ رہے تھے۔ تو اکبر شاہ صاحب نجیب آ.بادی نے مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ تعلیمی امتحانات کے مقابلے میں ایک بہت بڑا امتحان بھی تمہیں دینا ہوگا۔ جو اس امتحان کے مقابلہ میں بڑا سخت اور کڑا ہوگا۔ جس میں کسی قسم کی سفارش اور چالاکی کام نہیں آئیگی۔ اور اُس امتحان کا نتیجہ بھی اِس دنیاوی امتحان سے مختلف ہوگا یہ امتحان عارضی ہے۔ اس کا فائدہ بھی عارضی ہے۔ وہ امتحان دائمی اور عمر بھر کے لئے مفید یا مضر ہوگا۔ اور فوائد اور نقصانات کی کوئی انتہا نہیں۔ اور وہ امتحان مرنے کے بعد ہوگا۔ اُسکی تیاری کی طرف بھی ابھی سے توجہ دینی چاہیئے۔ ان کی اس تقریر سے متاثر ہو کر مَیں نے اپنے ایک دوست بابو رام سے جسکا نام بعد میں پال سنگھ ہوگیا تھا جو قادیان کے قریب رہتا تھا کہا کہ دیکھو! مسلمان طلباء کس طرح خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کرتے عبادت کرتے اور دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور پھر بھی امتحان کے نتائج سے فکرمند رہتے ہیں اور کامیابی کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ہم لوگ جوان تمام باتوں سے لاپرواہیں ہمارا کیا حشر ہوگا۔ اِس پر بابو رام نے کہا۔ واہ یہ بھی کوئی فکر کی بات ہے۔ جیسے ہم یہاں اس تعلیمی امتحان میں

ان لوگوں سے اوّل اوّل آتے ہیں (اور واقعی وہ ہر کلاس میں اوّل آتا تھا) اسی طرح اُس امتحان میں بھی اوّل آئیں گے۔ اِس پر مَیں نے جواب دیا کہ تمہارے اوّل آنے کا سبب تو تمہاری یہ شب و روز کی محنت ہے۔ اِسی طرح اُس روحانی امتحان میں اِن کے اوّل آنے کا سبب اِن کی شب و روز کی ریاضت اور عبادت و دُعائیں ہوں گی جس میں ہم صفر ہیں۔ اس پر وہ کھسیانا ہو کر کہنے لگا کہ "دیدہ باید" دیکھا جائیگا۔ اِس واقعہ کے قریباً دو سال بعد پال سنگھ اپنی اس سخت تعلیمی محنت کی وجہ سے دماغی توازن کھو بیٹھا اور تعلیم چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔

ہدایت پانے کی تڑپ

میرے دل میں اسلام اور احمدیت کے بارے میں اب تحقیق کی پوری لگن پیدا ہو چکی تھی۔ اور مَیں نے دُرِّثمین میں سے جب بابا نانک صاحب کے متعلق حضرت کی طویل نظم پڑھی اور حضرت کی کتاب ست بچن کا مطالعہ کیا۔ تو میرا ذہن اسلام کو سمجھنے کے لئے اور بھی تیار ہو گیا۔ اس پر مکرم و محترم حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ کی متواتر تبلیغ نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ بالآخر مَیں نے یہ فیصلہ کیا کہ مذہب کے بارے میں تحقیق تو ایک لمبا عرصہ چاہتی ہے۔ کون تمام ویدوں۔ گرنتھوں۔ بائبل اور دیگر مذہبی کتب کا مطالعہ کر کے موازنہ کرتا پھرے اور پھر کسی نتیجے پر پہنچے۔ آؤ مجھے خدا تعالےٰ سے اس بارے میں رہنمائی طلب کرنی چاہیے۔ چنانچہ مَیں نے فوراً اس پر عمل شروع کر دیا۔ اور قریباً چھ ماہ تک متواتر اپنی زبان میں دُعائیں شروع کر دیں۔ شب و روز چلتے پھرتے میرا یہی ورد تھا کہ اے سچے بادشاہ! مَیں بھی تیرا بندہ ہوں۔ سچے مذہب کی طرف میری رہنمائی فرما۔ ہمارے گاؤں کے پاس ایک بہت بڑا تالاب ہے۔ صبح سویرے بارہا ٹھنڈے پانی میں کھڑے ہو کر یہ دُعا مانگی کہ اے میرے اللہ! اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو اسلام کی طرف بُلاتے ہیں اور اسلام ہی کو نجات کا واحد ذریعہ بتاتے ہیں اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اے میرے پیدا کرنے والے واہگورو! تو اس بارے میں میری رہنمائی فرما اور خود اپنی طرف سے ایسے

اسباب مہیا فرما کہ اسلام قبول کرنے میں میرے لئے کوئی روک باقی نہ رہے اور مجھے اپنا سچا پرستار اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے والا بنا دے۔ اور اگر تُو نے میری رہنمائی نہ فرمائی اور میری التجاء کو نہ سُنا تو قیامت کے دن مَیں بری الذمہ ہوں گا اور اس کی ساری ذمہ داری تیری ذات پر ہوگی۔

مَیں یہ فقرات اتنے یقین اور اعتماد سے ادا کرتا تھا کہ میرے دل میں اُس دُعا کی قبولیت کا یقین راسخ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اور اسلام اور احمدیت کی طرف روز بروز کشش بڑھتی چلی جاتی تھی۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اِسی طرح میرا دل اسلام کی طرف کھچا چلا جاتا تھا۔ میری اِن دُعاؤں اور گریہ زاری کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ میرے دل کو اطمینان ہوگیا۔ کہ میری نجات صرف اسلام ہی سے والبتہ ہے اور کہیں نہیں۔

گیانی دھیان سنگھ سے گفتگو

اِسی دوران ایک عجیب واقعہ یہ بھی ہؤا کہ مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کا چھپا ہؤا ایک کتابچہ میری نظر سے گزرا جس میں جنم ساکھی میں چھپا ہؤا بابا نانک صاحب کا ایک شبد (شعر) لکھا ہوا تھا کہ ؎

لکھ لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گنویں۔

جب مَیں اپنے گاؤں گیا تو اس شبد کے معنے مَیں نے اپنے پھوپھی زاد بھائی گیانی دھیان سنگھ صاحب سے دریافت کئے تو اُس نے جواباً کہا کہ اس شبد میں نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے اور نماز ترک کرنے والوں کو لعنت ملامت کی گئی ہے لیکن یہ ہمارے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسڈول (مسلمانوں) کے لئے ہے۔ اِس پر مَیں خاموش ہوگیا۔ اور قدرے بے اطمینانی کی حالت میں قادیان آکر ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سے گیانی صاحب کی اس تشریح کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ گیانی صاحب کی اس

تشریح سے خود بابا نانک صاحب کی ہتک ہوتی ہے۔ کہ وہ جس چیز پر خود عمل نہیں کرتے تھے
دوسروں کو اس کی تلقین کر دیتے تھے۔ اور یہ "خود میاں فضیحت دیگراں را نصیحت"
والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ اور انگریزی کا یہ فقرہ بھی بولا :-

wzy doy au prech what you da not prictice ?

اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۔ یعنی جو تم خود نہیں
کرتے وہ دوسروں کو کیوں کہتے ہو۔ کیا اتنے بڑے گورو سے اس بات کی توقع ہو سکتی ہے؟
مجھے اس جواب سے تسلّی ہو گئی۔ اور پھر واپس جا کر گیانی صاحب کو خوب رگیدا۔

مسلمان ہونیکی تیاری

۲۸/۵/۱۹۱۱ کا واقعہ ہے۔ قریباً ساڑھے دس بجے ریتی چھلّہ میں حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب
سے میری ملاقات ہو گئی۔ مَیں نے ماسٹر صاحب سے عرض کیا کہ اسلام اور احمدیت کی
صداقت مجھ پر عیاں ہو چکی ہے اور اب مجھے کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔
میں اب اسلام لانا چاہتا ہوں۔ لیکن ایک دو باتوں کا حل چاہتا ہوں۔ پہلی بات
یہ ہے کہ قادیان کے گردونواح میں میرے قریبی سکھ رشتہ دار آباد ہیں۔ میں خود معزز
سکھ سردار نمبردار کا بیٹا ہوں۔ میرے قبول اسلام کا پتہ لگتے ہی اس علاقے میں ایک
تہلکہ مچ جائیگا۔ خاصکر میری والدہ اور میرے بہن بھائیوں کو جب پتہ لگے گا تو ان کی آہ
وبکا اور چیخ و پکار کو مَیں برداشت نہ کر سکوں گا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ مجھے قادیان سے
کچھ عرصہ کے لئے باہر بھیج دیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابھی مَیں نے اپنی تعلیم مکمل کرنی ہے اور دین کا علم بھی سیکھنا
ہے۔ مجھے اپنے گزارے کے لئے کافی رقم کی ضرورت ہو گی۔ اس لئے مجھے اجازت دی
جائے کہ مَیں اپنے گھر سے کچھ نقدی اور زیورات وغیرہ لے آؤں کیونکہ والد کی جائیداد
میں میرا حصّہ بھی ہے۔ اس پر حضرت ماسٹر صاحبؓ نے فرمایا کہ جب ایک انسان

کوئی کام کرتا ہے تو اس کا ایک مطمح نظر ہوتا ہے پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ جب آپ اپنی برادری اپنے ماں باپ اور اپنی کل جائیداد سے کنارہ کش ہو کر بلکہ اپنے پہلے دھرم کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ کے مدّنظر کیا مقصد ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ میری ایک ہی غرض ہے کہ میرا پیدا کرنے والا خدا مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس پر انہوں نے نہایت ہی جوش سے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر سوچو کہ تم ایک کمزور اور ناتوان انسان ہو کر خدا تعالیٰ کی خاطر اتنی بڑی قربانی کر رہے ہو تو کیا خدا اتنا ہی کمزور ہے کہ وہ تمہاری پرورش اور نگہداشت نہیں کر سکے گا؟ انہوں نے انگریزی کا یہ فقرہ بار بار دُہرایا۔

What a poor conception of God

یعنی خدا تعالیٰ کے متعلق یہ تمہارا کتنا بودا تصوّر ہے

مَیں نے کہا۔ یہ بات تو اب میری سمجھ میں آ گئی۔ لیکن میں اپنے دادا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اپنی جدّی جائیداد کا حقدار ہوں۔ اور اپنا حق لینا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں گے تو مَیں گھر سے تقریباً پانچ ہزار روپیہ تک لا سکتا ہوں۔ جو مجھے کافی عرصہ تک کفایت کرے گا۔ مجھے کبھی مالی پریشانی نہیں ہو گی اور نہ مجھے کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے کی نوبت آئے گی۔ اس پر پھر انہوں نے جوش میں آ کر فرمایا:۔

اسلام چوری نہیں سکھاتا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے ہی گھر میں چوری کریں اور

Islam does not want a collection of thieves

یعنی اسلام چوروں کا گروہ نہیں چاہتا۔ اس پر مَیں نے گھر سے کچھ لانے کا ارادہ ترک کر دیا اور مسلمان ہونے کے لئے بالکل تیار ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے حضور

اس پر مجھے سب سے پہلے حضرت کے حضور پیش کیا گیا اور میرے اسلام قبول کرنے پر آمادگی کا ذکر کیا گیا۔ تو حضور نے اپنی خداداد فراست کے ماتحت مجھے

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی نو مسلم کے ہمراہ (جو نہایت جری اور بہادر انسان تھے) ہدایات دے کر باہر بھجوا دیا۔ وہ مجھے بٹالے لے گئے۔ اُن کی ہدایت کے ماتحت نہا دھو کر میں نے نئے کپڑے پہنے۔ وہ مجھے ایک مولوی صاحب کے پاس لے گئے۔ جنہوں نے پہلے ایک رجسٹر میں میرا سابقہ نام درج کیا۔ اور میرا نام دین محمد تجویز کیا۔ لیکن میری درخواست پر پھر میرا پسندیدہ نام عبدالرحمن رکھا۔ اور میں خود کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا چونکہ میں قبل ازیں احمدیت کی تعلیم اور ماسٹر عبدالرحمن صاحب کی تبلیغ کو سنکر دل سے تو مسلمان ہو چکا تھا۔ صرف لفظی طور پر کلمہ پڑھ کر اظہارِ اسلام کرنا باقی تھا۔ اس پر مولوی صاحب نے اس وقت کے دستور کے مطابق میرے مسلمان ہونے کی ایک سند لکھ کر مجھے دی۔ جس کا مقصد غالباً اُن کے نزدیک یہ ہوتا تھا کہ یہ شخص جس کے پاس یہ سند ہے نیا نیا مسلمان ہوا ہے۔ اگر اُسے کہیں امداد کی ضرورت ہو اور یہ طالبِ امداد ہو تو اس کی امداد کی جائے۔ لیکن میری غیرت نے ایسی سند لینے سے انکار کر دیا۔ جس کا مقصد بھیک مانگ کر گزارہ چلانا ہو۔ میں نے چاہا کہ میں اسے وہیں پھاڑ کر پھینک دوں لیکن بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی نے فوراً یہ سند مجھ سے لے کر جیب میں ڈال لی اور کہا۔ اگرچہ تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ ہمارے کام کی چیز ہے میں اپنے پاس اس کو محفوظ رکھوں گا۔ اور بوقت ضرورت یہ ہمارے کام آئے گی۔ چنانچہ انکی یہ پیش بندی بعد میں پیش آنے والے واقعات کی وجہ سے واقعی صحیح ثابت ہوئی۔

گوجرانوالہ میں رہائش

مسلمان ہونے کے بعد حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی مجھے گوجرانوالہ میں ایک احمدی دوست کے پاس لے گئے۔ جس کا نام احمد دین تھا جو وہاں اوّل درجہ کے اپیل نویس تھے اور اس وقت وہاں کی جماعت کے امیر بھی وہی تھے۔ وہ مجھے اُن کے سپرد کر کے واپس قادیان چلے گئے دورانِ قیام گوجرانوالے میں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مکرم بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی نے

ایک خط کے ذریعہ مجھے یہ اطلاع دی کہ تمہارے قادیان سے چلے جانے اور مسلمان ہو جانے کی خبر سُنکر تمام علاقے کے سکھوں اور غیر مسلم افراد میں ایک ہیجان اور اضطراب پھیل گیا ہے اور تمہارے والدین کوچہ بکوچہ شہر بشہر تمہاری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہیں اور تمہاری والدہ صاحبہ کی بے قراری تو اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ قادیاں کے گلی کوچوں میں آہ وبکا کرتی گھر گھر تمہیں تلاش کرتی پھرتی ہے

میرے والد صاحب کی یہ حالت تھی کہ وہ سخت بے قرار تھے - انہوں نے ایک وکیل سنت رام گورداسپوری کے ذریعہ انجمن احمدیہ کے سرگروہ اصحاب پر میری گمشدگی کے بارے میں عدالتی چارہ جوئی کی غرض سے نالش کردی اور قانونی چارہ جوئی کر کے مجھے برآمد کرنیکا پورا تہیہ کرلیا - اس وقت کے حالات دیکھنے والوں نے بعد میں مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ تمہاری والدہ صاحبہ کی آہ وبکا نالہ وشیون دیکھا نہیں جاتا تھا - جو ماتا کی ماری تمہارے فراق اور جدائی میں شب و روز اُس نے جاری کر رکھا تھا -

میری گمشدگی کے بارے میں عدالتی کاروائی

والد صاحب کی عدالتی کاروائی کے نتیجہ میں مجھے گوجرانولہ سے لاہور لایا گیا اور احمدیہ بلڈنگس لاہور میں لاکر مجھے رکھا گیا - ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جو ان دنوں اسسٹنٹ سرجن لگے ہوئے تھے ڈاکٹری معائنہ کے لئے مجھے ایک انگریز سول سرجن کے پاس لے گئے - جس نے میرا معائنہ کرنے کے بعد میرے متعلق یہ سرٹیفیکیٹ دیا کہ یہ لڑکا سولہ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے اور اپنے نفع نقصان کو خوب سمجھتا ہے - یہ اپنے فعل کا خود مختار ہے چنانچہ ان کا یہ سرٹیفیکیٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس لاہور کے سامنے پیش کیا گیا کیونکہ میرے بارے میں گورداسپور سے کاغذات انہی کے پاس آئے ہوئے تھے کہ ہول سنگھ کا پتہ چلایا جائے کہ وہ زندہ ہے یا مار دیا گیا ہے یا جلس بے جا میں رکھا گیا ہے -

سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے میرے بیانات لئے - میں نے اپنے بیانات میں یہ لکھوایا

"میں بالغ ہوں اور سوچ سمجھ کر اپنی مرضی سے مسلمان ہوا ہوں اور اپنی خوشی سے گو جرانوالے میں رہ رہا ہوں۔ مجھ پر کسی قسم کا کوئی جبر نہیں۔

میرا بیان لینے اور سرٹیفکیٹ دیکھنے کے بعد سپرنٹنڈنٹ صاحب نے یہ رپورٹ بھجوا دی کہ لڑکا صحیح سلامت ہے اپنی مرضی سے حلقہ بگوش اسلام ہوا ہے اور اپنی خوشی سے رہ رہا ہے۔ اس رپورٹ کے بعد میرے والد صاحب کا کیس خارج ہوگیا۔ لیکن انہوں نے میری تلاش پھر بھی جاری رکھی اور مجھے پتہ چلا کہ وہ کئی دفعہ اس سلسلہ میں لاہور بھی آئے۔

والد صاحب حضرت کے دربار میں

چاروں طرف سے مایوس ہو کر میرے والدین نے حضرت (مولانا نورالدین صاحب) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی کہ آپ ہماری مدد فرمائیں اور ہمارے بچے کو ہم سے ملوا دیں۔ ہمیں اس کے مسلمان ہونے پر اب کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بے شک وہ مسلمان رہے لیکن رہے ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھئے اس کی والدہ اپنے بیٹے کی جدائی میں کس درجہ ہلکان ہو چکی ہے۔ اور پاگل سی ہو رہی ہے۔

میں اپنے والدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اور ان کے بعد نمبرداری کا میں ہی حق دار تھا۔ جسے وہ بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔ ویسے بھی میری کئی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے وہ میری جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت کی خدمت میں میرے والدین کی متواتر یہ التجائیں بار آور ثابت ہوئیں۔ بالآخر حضورؓ نے ان کی حالت پر ترس کھاتے ہوئے مجھے قادیان واپس آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اطلاع کے مطابق جس دن میں نے قادیان واپس آنا تھا میرے والدین بھی میری انتظار میں حضرت کے دربار میں حاضر تھے۔ قادیان پہنچتے ہی سیدھا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے آتے ہی سب سے پہلے میری والدہ نے بے اختیار ہو کر آگے بڑھ کر فوراً مجھے گلے لگا لیا۔ اس کی زبان پر چیخیں تھیں۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ بار بار مجھے چومتی اور گلے لگاتی تھیں۔ اسی طرح

میرے والد صاحب بھی مجھے مل کر خوشی کے آنسو بہا رہے تھے۔ اس رقت انگیز منظر کو دیکھ کر تمام حاضرینِ مجلس بھی متاثر تھے اور آب دیدہ ہو رہے تھے۔

بھگت سنگھ اور میری والدہ

میری والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ تمہارے ایک رشتہ دار بھگت سنگھ نامی جو میرے مسلمان ہونے سے کئی سال قبل قتل کے ایک کیس میں سزایاب ہوئے اور لمبی سزا کاٹ کر جب وہ واپس آئے تو میرے والد صاحب نے میری تلاش میں انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ ایک موقع پر میرے متعلق والدہ صاحبہ کے سامنے جب بھگت سنگھ نے یہ کہا کہ اگر منگل سنگھ مجھے کہیں مل گیا تو میں اسلام لانے کی اُسے اچھی طرح سزا دونگا اور اُس کی ایک ٹانگ کاٹ کر اُس کو لنگڑا تو ضرور کر دونگا۔ والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ جب اُس نے یہ بات کہی تو مَیں نے غضبناک ہو کر کہا کہ بھگت سنگھ تیرا کیا حق ہے کہ تو میرے بیٹے کی ٹانگ کاٹے۔ میری تو یہ پرار تھنا (دعا) ہے کہ وہ زندہ ہو جہاں بھی ہو خوش رہے۔ اور اس کا رب راکھا ہو" اور اسے نفرت سے مَیں نے دھتکار دیا۔ اور پھر کبھی مَیں نے اُسے مُنہ نہیں لگایا۔ والدہ صاحبہ کی اس بات کی تصدیق مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کے ایک خط سے بھی ہو گئی تھی جس میں انہوں نے یہ لکھا تھا کہ تمہارے متعلق غیر مسلموں کے ارادے بُرے ہیں اور تمہاری جان کو بھی اُن سے خطرہ ہے۔ اِس لئے جب قادیان آؤ تو خاص کر بٹالہ اسٹیشن پر اپنی حفاظت کا خیال رکھنا۔ اس پر میں نے انہیں یہ لکھ بھیجا تھا کہ ماسٹر صاحب ایک تو مَیں بہادر قوم کا فرد ہوں اور دوسرے اب ایمان لاکر میرے اندر بہادری اور شجاعت کا جوہر اور بھی بڑھ گیا ہے۔ اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مَیں ان کی دھمکیوں سے قطعاً نہیں ڈرتا دُعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ مجھے اِن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اسی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حکم ملتے ہی میں بے دھڑک قادیان چلا گیا تھا۔

نمبرداری اور تمام حقوق سے دست برداری

میرے والد صاحب نے اسں موقع پر

حضرت صاحب کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ میرا بچہ اب آپ کا فرمانبردار ہے اس لئے آپ اُسے حکم دیں کہ گاؤں میں رہائش اختیار کرے۔ کیونکہ یہ میرا بڑا بیٹا ہے نمبرداری کا حقدار ہے۔ مَیں نے اس کے حصّہ کی زمین اور نمبرداری اس کے نام کروادی ہے اگر یہ وہاں نہ رہا تو ہمارا یہ خاندانی اعزاز دوسرے خاندان میں منتقل ہو جائے گا۔ اور اِس سے سارے علاقے میں ہماری سُبکی ہوگی۔ اسپر حضرت (مولانا نورالدین صاحب) نے نہایت واشگاف اور پُرجوش انداز میں فرمایا کہ بڈھا سنگھ! مَیں اِسے گاؤں میں رہنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اسے حکم دیتا ہوں کہ یہ تمہاری نمبرداری اور زمین تمہیں واپس کر دے۔ اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میاں عبدالرحمٰن! تم سیدھے گورداسپور جاؤ۔ اور ان کی زمین اور نمبرداری اپنا بیان دے کر واپس کردو۔ اور مَیں دُعا کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا کہ خدا تعالیٰ تمہیں اس نمبرداری اور جائیداد کے عوض اس سے اعلیٰ نمبرداریاں اور بہت بڑی جائیداد عطا فرمائے۔ اور اُسی وقت حضورؓ نے ہاتھ اٹھا کر دُعا کی۔ اور مجھے گورداسپور روانہ کر دیا۔ حضور کے اس حکم کے ماتحت مَیں گورداسپور پہنچا اور ڈپٹی کمشنر صاحب (جو ایک انگریز تھا) کے سامنے پیش ہُوا۔ اور اپنا تعارف کرانے کے بعد یہ درخواست کی کہ مَیں موضع کونھٹ تحصیل و ضلع گورداسپور کے نمبردار سردار بڈھا سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا سردار منگل سنگھ ہوں۔ مَیں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم کے دوران اسلام اور احمدیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میرا نام منگل سنگھ کی بجائے عبدالرحمٰن ہے۔ میرے والدین نے ناحق مقدمات کر کے جماعت احمدیہ کو مطعون کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے مجھے جبراً مسلمان کیا ہے۔ اور چھپا کر رکھا ہے۔ یہ سب الزامات غلط ہیں اور مَیں اب اپنے مرشد کے حکم کے ماتحت نمبرداری اور اپنے حصّے کی زمین اپنے والد صاحب کے نام منتقل کر دینے کی درخواست کرتا ہوں۔ اِس پر انگریز حاکم نے حیران ہو کر کہا اچھا

"تم خود احمدیہ ہوگیا ہے۔ خود احمدیہ ہوگیا ہے؟"

اور کہا - دیکھو! یہ موقعہ تمہیں پھر نہیں ملے گا - تم اپنی نمبرداری اور جائیداد مت چھوڑو - اس پر میں نے کہا - کہ صاحب! مَیں اپنے نفع ونقصان کو خوب سمجھتا ہوں - اور اس تمام دنیاوی عزت وجائیداد پر اپنے مرشد کے حکم کو مقدم سمجھتا ہوں - مجھے اپنی بھلائی اسی میں نظر آتی ہے - اسپر انگریز حاکم نے نمبرداری اور جائیداد پھر سے میرے والد صاحب کے نام کر دی اور واپس قادیان آکر مَیں نے حضرت صاحب کی خدمت میں یہ رپورٹ کر دی کہ مَیں نے حضور کے حکم کی تعمیل کر دی ہے - اس پر حضور بہت خوش ہوئے - اور فرمایا کہ عبدالرحمٰن! یہ مت سمجھو کہ اب دنیا میں تمہارا کوئی باپ نہیں ہے - نہیں نور الدین خود تمہارا باپ ہے

میری خانہ آبادی

اس کے بعد قادیان ہی میں مَیں نے اپنی تعلیم کو دوبارہ شروع کیا دورانِ تعلیم میں جبکہ میں آٹھویں جماعت کا طالبعلم تھا حضرت کی سفارش پر ۱۹۱۳ء کے جلسہ سالانہ پر سیالکوٹ کے ایک بزرگ حضرت حافظ مولوی محمد فیض الدین صاحب متولی مسجد جامع احمدیہ المعروف کبوتراں والی مسجد کی چھوٹی صاحبزادی غلام فاطمہ بیگم صاحبہ سے میرا نکاح ہوگیا-

اس کے بعد میرے تمام اخراجات کی ذمہ داری میرے نیک سیرت خسر صاحب نے بڑی حد تک اٹھالی - قادیان سے میٹرک پاس کرنے کے بعد میرے خسر صاحب نے سیالکوٹ بلوا کر مرے کالج میں داخل کروا دیا - وہاں سے فارغ ہونے کے بعد میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لے کر مَیں نے ڈاکٹری تعلیم مکمل کر لی - فالحمدللہ

جو حضرتؑ کی دُعا کا فوری کرشمہ

دورانِ قیام قادیان ہی کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے جو حضرتؑ کی اس دُعا کا پہلا نتیجہ تھا جس میں حضور نے یہ دُعا کی تھی کہ تم میرے حکم سے جو نمبرداری چھوڑ رہے ہو - اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے عوض کئی نمبرداریاں دے گا واقعہ یہ ہوا کہ وہی سابق سزا یافتہ سردار بھگت سنگھ جو میری ٹانگ کاٹنے کی فکر میں

تھا تصرف الہٰی کے ماتحت ایک ڈکیتی کیس میں ماخوذ ہوگیا - وہ ڈکیتی اس علاقے کے ایک سردار دساکھا سنگھ ساکن بلیاں کے گھر میں ہوئی تھی - ڈاکو سردار صاحب کو زخمی کر کے چالیس ہزار روپیہ لوٹ کر لے گئے تھے - اس وقوعہ سے علاقے میں بڑی دہشت پھیل گئی تھی اور گورنمنٹ کی پولیس بھی اس وقت پوری چھان بین اور پکڑ دھکڑ میں معروف ہوگئی تھی - اس علاقے کے تمام مشتبہ افراد پکڑ لئے گئے - اُن میں میری پھوپھی زاد بہن کا خاوند بھگت سنگھ بھی شامل تھا - پولیس اپنے دستور کے مطابق تمام ملزموں پر بڑی سختی کر رہی تھی - اور مختلف طریقوں سے انہیں اذیت پہنچا کر اقبال جرم کرانے کی کوشش کر رہی تھی - پولیس کی مار پیٹ اور جبر و تشدد سے تنگ آکر بھگت سنگھ نے میرے والد کو کہلا بھیجا کہ میں اس وقت پولیس کی گرفت میں ہوں اور دس سال جیل میں رہ کر اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی اِن دنوں ہو رہی ہے - آپ یقین کریں میں نہ چور ہوں نہ ڈاکو اور اس معاملہ میں قطعاً بے گناہ ہوں - قادیان سے اگر کوئی بڑا آدمی آکر میری سفارش کردے تو میں چھوٹ سکتا ہوں - مہربانی کر کے آپ میرے لئے قادیان سے سفارش کا انتظام کریں - میرے والد صاحب سردار بڈھا سنگھ قریباً دس اور معزز سکھ سرداروں کا وفد لے کر قادیان آئے اور بھگت سنگھ کی ناگفتہ بہ حالت اور اُسے رہائی دلانے کا ذکر کیا - اِس پر میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر تمام حالات بیان کئے - حضور نے فرمایا - میرے پاس تم سے بڑا آدمی اور کون ہے - تم خود ہی پولیس کے پاس چلے جاؤ اور جو بھی پولیس افسر ہو - اس سے جاکر کہو کہ نورالدین نے مجھے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلعم کا حکم ہے کہ سفارش کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے - کسی بے گناہ کی سفارش کرنا جائز ہے - ماننا یا نہ ماننا حاکم کا اپنا کام ہے - اس مفہوم کی ایک حدیث بھی حضور نے پڑھی جس کے اصل الفاظ مجھے اس وقت یاد نہیں -

اُسی وقت میں موضع ٹھیکری والا متصل قادیان جہاں پولیس نے مجرموں کو اکٹھا کر رکھا تھا

پہنچا۔ اور بے دھڑک پولیس افسر کے سامنے جاکر اپنا تعارف کرایا۔ اور وفد کے آنے کا سارا واقعہ اور حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کا پیغام من وعن انہیں پہنچا دیا۔ پولیس افسر نے اُسی وقت بھگت سنگھ کو بلوا کر کہا کہ اگر ہم چاہیں تو تمہیں سات سال تک کی قید دلوا سکتے ہیں۔ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اس نوجوان کی سفارش پر ہم تمہیں چھوڑتے ہیں یہ سُنتے ہی بھگت سنگھ میرے پاؤں پر گر پڑا۔ وہ بار بار میرا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ اور مجھے اپنا ایک بہت بڑا محسن تصوّر کر رہا تھا۔ اُسی وقت میرے والد صاحب بھی معہ دیگر اراکین وفد کے وہاں پہنچ گئے۔ جب انہوں نے بھگت سنگھ کو اس طرح اظہار تشکر کرتے ہوئے دیکھا۔ تو کہا۔ بھگت سنگھ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ (بھگت سنگھ نے مجھے ایک عرصہ سے نہیں دیکھا تھا۔ اور دس سالہ قید سے واپس آنے کے بعد بھی میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔) اُسنے کہا۔ مَیں نہیں جانتا کہ میرے محسن کا کیا نام ہے اور کون ہے۔ اِس پر میرے والد نے کہا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کے مسلمان ہونے کی خبر سُنکر تم نے اس کی ٹانگ کاٹ دینے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اِس پر وہ بے ساختہ بولا۔ سردار جی! یہ تو بہت بڑا آدمی بن گیا ہے۔ اور اس کی طرف جو بھی ٹیڑھی نظر سے دیکھے گا مَیں اُس کو تھاں مار دونگا۔ اس کے بعد بھگت سنگھ میرا فدائی بن گیا۔ اور وقتاً فوقتاً میرے لئے تحفے تحائف لاتا رہا۔ اور اس طرح حضرت کی دُعا کا پہلا ثمرہ مجھے اس عزّت افزائی کی صورت میں مل گیا فالحمد اللہ علی ذالک۔

اِدھر جب میں پولیس افسر کا شکریہ ادا کر کے واپس جانے لگا تو وہ مجھے علیحدگی میں لے گیا۔ اور کہا۔ حضرت حکیم نورالدین صاحب کی خدمت میں میرا دست بستہ سلام عرض کر دینا اور میری طرف سے یہ بھی عرض کرنا کہ حضور نے یہ بہت ہی چھوٹا سا کام ہے جس کا مجھے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر اس سے بہت بڑا کام بھی ہوتا تو مَیں اسے بخوشی سرانجام

دیتا اور بطور یاد دہانی عرض کرنا کہ میرا نام دلاور علی شاہ ہے اور مَیں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوں۔ ایک دفعہ مجھ پر لقوہ کا شدید حملہ ہو گیا تھا۔ تو حضور کے علاج سے میں شفا یاب ہو کر کام کرنے کے قابل ہوا۔ مَیں دنیاوی جھگڑوں میں اتنا پھنسا ہؤا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ ادا کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی۔ مَیں عنقریب نذرانہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ مَیں آپ کے احسان کو نہیں بھولا۔

میں نے قادیان واپس آکر یہ تمام ماجرا بالتفصیل حضور کی خدمت میں ذکر کیا۔ اسپر حضور نے الحمدللہ کہا۔ اور فرمایا کہ یہ سب نورالدین کے مولا کے تصرفات ہیں۔

ایک گیانی کو لاجواب کرنا

میرے دورانِ قیامِ قادیان کا ہی ذکر ہے کہ جب سکھوں کا جوش وخروش ختم ہو گیا اور فضا صاف ہو گئی تو میں کبھی کبھار اپنے گاؤں موضع کوٹھ میں اپنے والدین سے ملنے جایا کرتا تھا ایک دفعہ جب مَیں وہاں گیا۔ تو میرے والدین نے ایک سکھ گیانی کو میرے سمجھانے کے لئے خاص طور پر بُلایا ہؤا تھا۔ رات کو ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے مذہبی گفتگو ہوتی رہی۔ جو وہ سوالات کرتا تھا۔ مَیں جوابات دیتا تھا۔ کبھی میں سوالات کرتا تھا وہ جوابات دیتا تھا۔ بالآخر لمبی گفتگو سے تنگ آکر اُس نے اپنے خیال میں ایک بہت بڑا وزنی سوال مجھ پر کیا۔ کہ عبدالرحمٰن تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں خدا نے سکھوں کے گھر پیدا کیا لیکن اب تم مسلمان ہو گئے ہو گویا تمہاری نگاہ میں خدا تعالیٰ نے سکھوں کے گھر میں پیدا کر کے غلطی کی اور تم نے مسلمان ہو کر یہ خدا کی غلطی نکالی ہے۔ اس کے اس سوال پر تمام اہلِ مجلس میرا جواب سُننے کے لئے میری طرف نظریں اٹھا کر بےتابانہ دیکھنے لگے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے فی الفور اس کا یہ جواب سکھایا۔ مَیں نے کہا۔ گیانی صاحب مَیں نے تو خدا تعالیٰ کی کوئی غلطی نہیں نکالی۔ البتہ اس کی بھیجی ہوئی ہدایت پر عمل کیا ہے لیکن تم اپنے اعتراض کی بناء پر خود خدا تعالیٰ کی کئی غلطیاں نکالنے کے مرتکب ہو رہے ہو

برہانِ ہدایت

کہنے لگا۔ وہ کیسے؟ مَیں نے کہا۔ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تم غلطیاں ہی نکال رہے ہو۔ مَیں نے کہا۔ بتاؤ کہ تم جب پیدا ہوئے ننگے پیدا ہوئے تھے یا کپڑے پہن کر آئے تھے؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ تم ننگے پیدا ہوئے تھے اور اب تم نے کپڑے پہن رکھے ہیں، پھر تم نے کڑا نہیں پہنا ہوا تھا اور اب تم نے کڑا پہنا ہوا ہے کنگھا لیا ہوا ہے۔ کیس رکھے ہوئے ہیں اور کرپان لگا رکھی ہے۔ اور کچھرا پہنا ہوا ہے۔ یعنی کیا یہ پانچ ککے پیدا ہوتے وقت ساتھ لائے تھے؟ پھر تم نے یہ تبدیلی کیوں کی۔ پھر خدا نے ماں کے ذریعے تمہیں دودھ پلایا تھا اور اب تم روٹیاں پکا کر کھاتے ہو۔ حالانکہ اُس نے تمہارے لئے صرف گندم اگائی ہے۔ تم بالیاں سمیت اس کو کیوں نہیں کھاتے ہو۔ کیوں پیستے ہو اور کیوں پکاتے ہو۔ کیا تم اس طرح خدا تعالےٰ کی غلطیاں نہیں نکالتے؟ اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ تو ہم اپنی عقل سے اپنی زندگی کی ضروریات کا سامان کرتے ہیں۔ اس پر مَیں نے کہا۔ کہ جب تم اس فانی جسم کے لئے اتنی تدابیر اختیار کر سکتے ہو تو کیا مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی رُوح کی بقا اور نجات کے لئے خدا کی رہنمائی قبول کروں اس پر وہ لاجواب ہو کر میرے والدین سے کہنے لگا کہ آپ کا یہ بیٹا اب سدھرنے والا نہیں۔

ایک عیسائی پادری کا لاجواب ہونا

دورانِ قیام لاہور میڈیکل کالج ہوسٹل کا واقعہ ہے کہ وہاں کالج کے ہوسٹل میں میرے ساتھ کئی دوسرے طلباء بھی مقیم تھے۔ جنہیں میں تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ ایک طالبعلم جن کا نام جلال الدین تھا جو میرا کلاس فیلو ہونے کے علاوہ روم فیلو بھی تھا وہ کافی عرصہ سے عیسائیت سے متاثر تھا ایک دن مَیں نے انہیں ایک انگریز پادری کے نام درخواست لکھتے ہوئے دیکھ لیا۔ جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ "دین اسلام میں کوئی حقیقت نظر نہیں آتی اور مسلمانوں کی حالت بھی بہت گری ہوئی ہے۔ مجھے دین مسیح میں سچائی نظر آتی ہے۔ اور مسیحی لوگ بھی اچھے با اخلاق اور Forword ہیں اس لئے میں بپتسمہ لینا چاہتا ہوں۔ مہربانی فرما کر آپ مجھے وقت دیں"۔ مَیں نے جب ان کی یہ درخواست دیکھی تو میرے دل میں ایک

زبردست تحریک پیدا ہوئی کہ انہیں پُر حکمت طریق سے اس ارادے سے باز رکھنا چاہیئے۔ میں نے انہیں کہا کہ بھائی جلال الدین! میں نے آپ کی یہ چٹھی پڑھ لی ہے۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ واقعی مسلمانوں کی حالت بہت گری ہوئی ہے اور قابلِ اصلاح ہے کیوں نہ ہم دونوں اکٹھے ہی پادری صاحب کے پاس چلیں اور اکٹھے ہی بپتسمہ لیں۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا کہ مجھے ایک اور ساتھی اور ہمنوا مل گیا ہے۔ اور کہنے لگا۔ ضرور آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ مقررہ دن جو غالباً اتوار کا دن تھا۔ ہم دونوں اکٹھے عیسائیت کے تبلیغی مرکز میں پہنچ گئے۔ پادری صاحب کو اطلاع کروائی کہ دو متلاشیانِ حق بپتسمہ لینے آگئے ہیں۔ آپ تشریف لے آئیں پادری صاحب کے ارشاد کے مطابق ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں چائے اور بسکٹ پیش کئے گئے۔ چائے نوشی کے دوران میں میں نے ڈاکٹر جلال الدین سے کہا کہ ہم ایک بہت بڑا قدم اٹھانے لگے ہیں یعنی اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں ہم نے چلے جانا ہے اگر آپ اجازت دیں تو پادری صاحب سے میں اپنے کچھ شکوک بھی رفع کر لوں۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ آپ ضرور پادری صاحب سے تسلّی کریں۔ اتنے میں پادری صاحب بھی تیار ہو کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ میں نے عرض کی کہ پادری صاحب بپتسمہ لینے سے قبل میں جناب سے اپنی تسلّی کے لئے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں آپ اس کی اجازت دیتے ہیں ؟ ان کے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی میں نے ان پر سوال کیا کہ یسوع مسیح کے کفارے پر ایمان لانے سے ہمارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ پادری صاحب نے کہا۔ ہاں۔ پھر میں نے پوچھا کہ کفارہ پر ایمان لانے سے کیا یہ فائدہ بھی پہنچتا ہے کہ انسان سے گناہ کی طاقت ہی سلب ہو جاتی ہے یا یہ کہ انسان جو بھی گناہ کرے وہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ میرا یہ سوال سنتے ہی وہ غصہ میں آکر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے چلا کر کہا۔

You are qadianies get away from here -

تم لوگ قادیانی ہو یہاں سے چلے جاؤ

میرا ساتھی پادری صاحب کے اس رویہ کو دیکھ کر سخت حیران رہ گیا۔ میں نے کہا کہ آپ تو اس کے اخلاق کی بہت تعریف کرتے تھے کیا با اخلاق آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اس پر ڈاکٹر جلال الدین صاحب نے کہا کہ اس وقت پادری صاحب کا موڈ ٹھیک نہیں ہے چلو پھر کسی وقت آئیں گے۔ چنانچہ ہم کمرے سے باہر اٹھ کر کمپاؤنڈ میں آئے تو کچھ مہتر لوگ جو عیسائی ہو گئے تھے بن ٹھن کر گرجا میں جانے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ میں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب انہیں دیکھ لو۔ بپتسمہ لینے کے بعد یہی ہماری برادری ہو گی انہیں میں ہمارے رشتے ناطے ہوں گے اور انہی میں ہمارا اٹھنا بیٹھنا اور آنا جانا ہو گا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے تنک کر کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ ہم ایسے لوگوں میں کبھی شامل نہیں ہو سکتے میں نے واپس آکر انہیں حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی مشہور ایمان افروز کتاب "کشتی نوح" پڑھنے کے لئے دی جس میں اسلام کی پاکیزہ تعلیم۔ اسلام اور عیسائی عقائد کا موازنہ نہایت مؤثر اور دلنشین انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ درحقیقت یہ کتاب روحانی پیاسوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب پڑھنی شروع کر دی۔ اس کتاب کا ہر لفظ ہر سطر اور ہر صفحہ ان کے گوشۂ دل میں اترتا چلا گیا۔ جب کتاب کے اختتام پر پہنچے تو باطل کی ظلمت کافور ہو چکی تھی اور حق کی روشنی نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر ان کے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت ان پر منکشف ہو گئی۔ اب باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ چکا تھا اور حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آگیا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی حضرت کی بیعت کر لی اور اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک کہ اپنے تمام افراد کنبہ کو احمدیت کی آغوش میں نہ لے آئے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد چوہدری اللہ دتا صاحب ہیڈ کلرک محکمہ انہار ساکنہ بابے کی بیری ضلع سیالکوٹ نے بھی ان کی تحریک پر بیعت کر لی۔ اور اب حال ہی میں ۱۹۶۵ء میں اپنی ایک عزیزہ کی شادی کے سلسلہ میں کراچی تشریف لائے تو مجھے

بھی ملے ۔ گلے لگا کر میرا ماتھا چوما اور کہا کہ میں آپ کے لئے ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ پر بڑی برکات نازل فرمائے ۔ کیونکہ آپ نے ہمارے خاندان کو گمراہی کے گڑھے سے گرنے سے بچایا ہے ۔ فالحمد للہ۔

ڈاکٹر جلال الدین صاحب بڑے مخلص احمدی ہیں کراچی میں پریکٹس کرتے ہیں آجکل اپنے حلقے کے پریذیڈنٹ بھی ہیں ۔

جلسہ سیرت النبی صلعم اور اسکا اثر

۱۹۱۸ء کا ذکر ہے کہ میڈیکل ہوسٹل لاہور میں ہم بارہ طالبعلم احمدی تھے ہم نے اپنی ایک احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن قائم کی ہوئی تھی ۔ ہمارے علاوہ اور بہت سے غیر احمدی اور غیر مسلم طالب علم بھی ہوسٹل میں مقیم تھے ۔ انہیں میں ایک شیعہ طالب علم جس کا نام ڈاکٹر غلام علی تھا ہمارے ساتھ مقیم تھا ۔ اپنے عقیدہ میں وہ راسخ جوشیلا اور پرجوش طالب علم تھا۔ ہماری اس سے اکثر گفتگو رہتی تھی ۔ ایک دن میں نے اُس سے کہا کہ ہماری بہت سی باتیں آپس میں بحیثیت مسلمان ہونے کے مشترک ہیں۔ مثلاً ہم بھی قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب مانتے ہیں ۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ رسول اور خاتم النبیین رحمۃ للعلمین اور سید الانبیاء مانتے ہیں ۔ آجکل میلاد النبیؐ کے ایام ہیں ۔ کیوں نہ ہم ایک مشترکہ جلسہ کرلیں اور اس کے لئے ہم سب احمدی چندہ دینے کے لئے تیار ہیں ۔ اور ڈاکٹر صاحب آپ ہی اس جلسہ کا اہتمام کریں ۔ چنانچہ وہیں بیٹھے بیٹھے یہ تجویز پاس ہوگئی کہ ہمارے جلسہ میں ہر فرقے کا مولوی خطاب کرے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن بیان کرے ۔ اسی وقت ہم بارہ احمدیوں نے اپنی طرف سے بحساب چھ روپے فی کس کل ۷۲ روپے جلسہ کے اخراجات کے لئے غلام علی صاحب کے حوالے کئے ۔ باقی تمام مسلم طلباء نے بھی ہماری اسی تجویز سے اتفاق کیا ۔ اور شیعہ ۔ سنی اور احمدی تین علماء کے نام دعوت نامہ جاری کردیا گیا ۔ شیعہ صاحبان کی طرف سے اُن کے مجتہد علامہ علی حائری صاحب کو مدعو کیا گیا ۔

سُنّی طلباء نے اپنے ایک ایم۔اے لیکچرار صاحب کو بلوایا۔ اور احمدی طلباء نے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ ہوسٹل کے درمیان میں پنڈال بنایا گیا اور بڑے اہتمام سے وقت مقررہ پر جلسہ شروع ہؤا۔ میڈیکل کالج لائف میں غالباً یہ سب سے پہلا موقعہ تھا کہ ہم احمدی طلباء کی تحریک پر تمام مسلمان طلباء ایک نہایت پاکیزہ مقصد کے لئے متحد ہو گئے۔ چونکہ اس جلسے کی تشہیر بڑی شدومد سے کی گئی تھی اس لئے مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ طلباء بہت بڑی تعداد میں شریک جلسہ ہوئے۔ سب سے پہلے علامہ حائری صاحب نے تقریر فرمائی۔ علّامہ صاحب موصوف اپنا مخصوص لباس پہن کر پورے کرّوفر کے ساتھ کرسی پر شاہانہ انداز میں بیٹھ کر تقریر فرمانے لگے۔ انہوں نے دورانِ تقریر میں دیگر واقعات کے علاوہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شقِ صدر کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ انہوں نے فرمایا۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا۔ ایک چھری سے حضورؐ کا سینہ چاک کیا۔ اس میں سے دل نکالا اور اسے دھو کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھ دیا۔ اسطرح حضور علیہ السلام کو بچپن سے ہی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کر دیا گیا۔ علّامہ صاحب کے منہ سے یہ واقعہ سنکر ہندو اور سکھ طلباء جو سرجری کے علم سے واقف تھے زیرلب استہزائیہ انداز پر مسکرانے لگے اور کنکھیوں سے مسلمان طلباء کو دیکھنے لگے۔ مسلمان طلباء کا یہ حال تھا کہ وہ ایک قسم کی خفت اور شرمندگی محسوس کر رہے تھے۔ مَیں اس وقت علّامہ صاحب کی تقریر کے نوٹ لکھ رہا تھا تاکہ ہمارے مولانا صاحب اپنی باری میں اس کی صحیح حقیقت واضح کر سکیں۔ علّامہ صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے تو طے شدہ تجویز کے مطابق اُن کی خدمت میں مبلغ پندرہ روپے نذرانہ پیش کر دیا گیا اور مکلّف کھانا بھی جو اس موقعہ پہ تیار کیا گیا تھا ان کے ساتھ بھجوا کر انہیں پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔

اِن کے بعد ایم۔اے لیکچرار صاحب کی باری تھی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی سیرۃ طیبہ پر اچھی تقریر کی - اور کوئی ایسی بات نہیں کی جو قابل اعتراض ہو -
سب سے آخر میں ہمارے نامزد مقرر حضرت مولٰنا غلام رسول صاحب راجیکی جلسہ گاہ میں پہنچے - آپ کی اس وقت کی کیفیت یہ تھی کہ نہایت سادہ دیہاتی لباس زیب تن تھا - تہبند باندھے - پاؤں میں دیسی جوتا پہنے کندھے پر کمبل ڈالے - ہاتھ میں ایک لمبا سا عصا لئے جلسہ گاہ میں پہنچے - ان کی اس ہیئت کذائی کو دیکھ کر میڈیکل کالج کے طلباء تو حیرت زدہ ہو کر انہیں دیکھنے لگے - اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یہ دیہاتی مولوی کیا تقریر کرے گا - اور اتنے اعلیٰ مقررین کے بعد اس کی تقریر کسی کو کیا متاثر کرے گی - لیکن ہم احمدی طلباء حضرت مولٰنا صاحب کے تبحرّ علمی اور عالمانہ انداز کو خوب سمجھتے تھے - اور ان کی تشریف آوری پر بہت خوش تھے - اب مولٰنا صاحب نے تلاوت آیاتِ قرآنیہ کے بعد اپنی تقریر شروع کی اور تمہید یوں باندھی کہ معزز سامعین میری بڑی خوش بختی ہے کہ مَیں آج اپنے ملک کے ایک ذہین اور معزز طبقہ سے جو مختلف علاقوں کے معزز رؤساء کے چشم و چراغ ہیں سے خطاب کر رہا ہوں - اور پھر میری خوش نصیبی ہے کہ مَیں خطاب بھی ایک ایسے موضوع پر کر رہا ہوں جو میری رُوح کی غذا ہے یعنی آقاؤ مولیٰ سرور انبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور اخلاق حمیدہ پر مجھے کچھ بیان کرنا ہے - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اس مختصر سے وقت میں میرے لئے بیان کرنے ناممکن ہیں صرف چند ضروری باتیں آپ کے بارے میں عرض کر دیتا ہوں - آپ حضرات جانتے ہیں کہ تمام بڑے لوگ اپنے ہونہار بچوں کے لئے اتالیق مقرر کرتے ہیں جن کو بڑی بڑی تنخواہیں دے کر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کرتے ہیں - ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالٰے نے بہت بڑے کام لینے تھے اور ان کو ساری دنیا کا رہبر اور ہادی مقرر کرنا تھا - اس لئے بچپن ہی سے بلکہ پیدائش سے قبل احسن الخالقین خدا نے اپنی خاص توجہ آپ کے مبارک وجود پر مبذول فرمائی کیونکہ آپ کا وجود ہی تخلیقِ عالم کا مقصود تھا -

برہانِ ہدایت

اللہ تعالیٰ نے آپ کا اتالیق جبرائیل علیہ السلام کو مقرر فرمایا جو عالم روحانی کے نظام کو سنوارنے پر مقرر ہیں۔ ان کے ذریعہ آپ کو جو تربیت حاصل ہوئی ظاہر ہے کہ اس نے آپ کو اخلاقِ فاضلہ اور اوصاف حمیدہ کا پیکر بنادیا۔ اور امّی ہونے کے باوجود ہر قسم کی حکمت دانش اور فلسفہ میں آپ کو ایک بے نظیر وجود بنادیا۔

اس تمہید کے بعد مولٰنا صاحب نے تشریح ابدان یعنی جسم انسانی کے تمام حصّوں سے متعلق تشریح بیان فرمائی اور بالخصوص دماغی حصّوں کی تشریح ہماری ڈاکٹری تشریح (gray Matter and white Matter) کے مطابق بیان فرمائی۔ دماغ کو تمام مختلف قوتوں کا مرکز بیان فرمایا اور نیکی اور بدی کے محرکات کا خزانہ قرار دیتے ہوئے پوری تشریح کے ساتھ بیان فرمایا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ ہمارے نبی کریم صلعم کے دماغ میں بھی نیکی اور بدی کی نشو ونما پا نیکی طاقت موجود تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ بچپن ہی سے حضور کے نیکی کے سوتے ہر وقت ترقی کرتے رہیں اور بدی کے سوتے بند ہوتے چلے جائیں اور حضور علیہ السلام کے شق صدر کا واقعہ بھی ایک کشفی حیثیت رکھتا ہے جو حضورؐ کی پاکیزگی طبع کی طرف ایک اشارہ ہے یعنی بدی کے تمام سوتے جہاں کہیں بھی تھے وہ بند کر دیئے گئے۔ اور نیکی کے تمام مراکز کو نشو ونما کیلئے کھلا چھوڑ دیا گیا آپ لوگ ڈاکٹر ہیں اور مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ کس طرح نیک اور عمدہ تربیت بچپن ہی سے انسان کی نیک اقدار کو ابھارتی اور اسے طاقتور بناتی ہے اور بدی کی قوتوں کو کس طرح ناکارہ اور کمزور بناتی ہے۔ جس طرح اعلیٰ اور عمدہ غذائیں جسم انسانی کو طاقتور بناتی ہیں اور کمزوری کو دُور کرتی ہیں۔ اسی طرح عمدہ تربیت جسم کی روحانی کمزوری کو دُور کرتی اور اعلیٰ قدروں کو طاقتور بناتی ہے۔ حضرت مولانا صاحب کی اس تشریح کو سن کر سامعین جلسہ کیا ہندو کیا سکھ اور کیا مسلمان جھوم رہے تھے اور آپ کے تبحرِ علمی کے قائل ہو رہے تھے۔ اختتام جلسہ پر غلام علی صاحب مہتمم جلسہ نے جب حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں مقررہ نذرانہ اور کھانا پیش کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ بھائی! میں کھانا تو گھر سے کھا آیا ہوں اور اب مجھے کھانے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ جو نقدی آپ پیش کر رہے ہیں اس سے کہیں بڑھ کر

انعام مجھے مل چکا ہے۔ یعنی اپنے آقا و مولیٰ رسول اکرم صلعم کے محاسن بیان کرنے کا آپ جیسے فہمیدہ طبقے میں جو مجھے موقع ملا ہے وہی میرا سب سے بڑا انعام ہے۔ اس پر آپ نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ آپ کی اس بے نفسی اور قناعت کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ اس کے بعد کئی طالب علم آپ کے درس میں جو بیرون دہلی دروازہ احاطہ میاں چراغدین میں ہوتا تھا باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے اور ان میں سے کئی ایک احمدی بھی ہو گئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک طالب علم نصیر بخش صاحب بلوچ کا نام اب تک مجھے یاد ہے۔

حضرت کی دُعا کا اثر

حضرت (مولانا نورالدین صاحب) رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مَیں خدا سے دُعا کروں گا کہ وہ آپ کو دنیاوی نمبرداریاں عطا کریگا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی نمبرداریاں عطا کیں۔ اسوقت میں صرف چھ سات جماعتیں پڑھا ہوا تھا۔ نہ اسوقت میرے پاس کوئی دُنیاوی وسائل تھے نہ کوئی جائیداد تھی۔ محض مظہر قدرت اولیٰ کی دُعا تھی۔ اس میں میری کوئی ذاتی خوبی نہیں تھی۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے دنیا میں صرف دو کیمیاگر دیکھے ہیں۔ ایک حضرت ابوبکرؓ تھے جنہوں نے دنیا کا سب کچھ حضور پر نثار کر دیا تھا۔ اور ایک یہ خاکسار ہے جس نے دنیا کا سب کچھ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے مشن پر لگا دیا۔ اور آپ سب لوگوں کی گردنیں خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں دیدی ہیں۔ یہ دُعا ایک ایسے خلیفہ کی تھی جس کے ذریعہ مَیں نے بڑی ترقی کی۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مجھے فوج میں کمیشن ملا۔ وہاں سے افریقہ جانے کا موقع ملا جہاں میں بڑے اعزاز سے رہا۔ ۱۹۲۸ء میں مَیں نے فوج سے علیحدگی اختیار کی۔ کانیٹی سٹی میں رہائش پذیر ہو کر پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ دوست مجھے کانیٹی کہتے ہیں۔ خدا کے فضل سے بارہ سال تک وہاں میونسپل کمشنر رہا۔ میری بیوی بھی میونسپل کمشنر رہی۔ اللہ تعالیٰ نے رزق میں فراخی دی اور اولاد بھی عطا فرمائی۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعلیٰ عہدوں پر متعین ہیں۔ اور سب خوشحال اور خصال ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حالات و واقعات

~ از ~

مکرم و محترم جناب گیانی عباد اللہ صاحب مینیجر روزنامہ الفضل ربوہ

خاکسار نے ۱۹۳۰ء میں سیدنا حضرت (مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی اسوقت خاکسار کی عمر ۲۲-۲۳ سال کے درمیان تھی۔ خاکسار کو احمدیت قبول کرنے کا شرف اپنے بھانجے محمود الحسن صاحب بنی اسرائیل مرحوم کے ذریعہ ہوا۔ وہ ہمارے خاندان میں پہلے احمدی تھے اور ۱۹۳۲ء میں خاکسار نے سیدنا المصلح الموعودؓ کے ارشاد پر امرتسر سے گیانی کا امتحان جو کہ گورمکھی زبان کا آخری امتحان ہے پاس کیا اور اُس کے بعد ۱۹۳۶ء میں خاکسار مکرم و محترم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی ترغیب اور تحریک پر نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان سے منسلک ہو گیا اور ۱۹۵۳ء تک بطور مبلغ کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ اس عرصہ میں خاکسار کو تقریباً سارے ہندوستان کے سفر کرنے کے مواقع میسر آئے اور ہندوؤں کے بڑے بڑے تیرتھوں مثلاً ہردوار۔ متھرا۔ اجودھیا۔ دوار کا اور جگن ناتھ پوری تک گیا اور بڑے بڑے پنڈتوں سے تبلیغی گفتگو کی۔ نیز سکھوں کے بڑے بڑے تاریخی گوردواروں۔ ننکانہ صاحب۔ حسن ابدال۔ تخت سری کیس گڑھ صاحب اور اچل نگر حضور تا ندیڑ حیدر آباد دکن کے درشن کرنے کے مواقع بھی ملے اور ان گوردواروں کے بڑے بڑے گیانیوں اور پرچارکوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بالآخر کافر نے ہی اسلام کی لاج رکھ لی

خاکسار کو اپنے تبلیغی سفروں کے دوران میں سنگرور جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں جماعت احمدیہ کا دو دن جلسہ تھا۔ اور مرکزی مبلغین کا جو قافلہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ کی قیادت میں روانہ ہوا اس میں خاکسار بھی تھا جب ہم سنگرور پہنچے تو وہاں دھوری کے

ایک دوست جو خاکسار کے ہی ہم نام تھے اور وکالت کا کام کرتے تھے تشریف لائے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ہمارے جلسہ سے ایک دن قبل انجمن اسلامیہ دھوری کا سہ روزہ سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ اور پہلے دن ایک مولوی صاحب نے دوران تقریر میں یہ کہہ دیا کہ گورو نانک جی نے بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی ہے۔ دھوری ریاست پٹیالہ کا ایک قصبہ ہے اور وہاں سکھوں کو بہت بڑی اکثریت حاصل تھی۔ جب مولوی صاحب نے یہ کہا کہ گورو نانک جی نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی ہے اور اپنے اس خیال کی تائید میں جنم ساکھی سے گورو نانک جی کا یہ شلوک بھی پڑھ دیا۔

اوّل ناؤں خدائیدا در دربان رسول!
شیخا نیت راس کرتاں درگاہ پویں قبول!

تو سکھوں نے شور مچا دیا اور مولوی صاحب سے حوالہ طلب کیا۔ چونکہ مولوی صاحب گورمکھی نہیں جانتے تھے وہ حوالہ نہ دکھا سکے۔ اس پر انجمن اسلامیہ والوں کو سکھوں سے معافی مانگ کر پیچھا چھڑانا پڑا۔ جب یہ بات خاکسار نے سُنی تو حضرت نیرؔ صاحب سے کہا کہ آپ امیر قافلہ ہیں۔ خاکسار کو ایک دو دن کے لئے دھوری ٹھہرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں انہوں نے فرمایا۔ بیٹا! وہ سکھوں کا قصبہ ہے اور ریاست پٹیالہ میں ہے۔ کوئی قباحت نہ ہو۔ خاکسار نے ان سے منّت سماجت کر کے اجازت حاصل کر لی۔ میں اور میرے ہم نام وکیل صاحب دونوں سنگرور سے دھوری آ گئے۔ اور سیکرٹری صاحب انجمن اسلامیہ سے ملے۔ اُن کا پنڈال بھی جوں کا توں تھا۔ کیونکہ ہمارے جانے سے ایک دن پہلے ہی رات کو اُن کا جلسہ ختم ہو گیا تھا اُن سے عرض کیا کہ یہ پنڈال جوں کا توں رہنے دیں۔ خاکسار یہاں تقریر کرے گا۔ وہ کچھ گھبرائے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم یہ سب سامان کسی دوسری جگہ اپنے آدمیوں کے ذریعہ منتقل کرا دیتے ہیں ایک دن کا مزید کرایہ بھی انجمن کی طرف سے ادا کر دیں گے۔ آپ یہاں کی بجائے دوسری جگہ جلسہ کر لیں۔ چنانچہ ہم نے مکرم عباد اللہ صاحب وکیل کے ساتھ ہی جلسہ منعقد کرنیکا اعلان

کردیا چونکہ ایک دو دن پہلے ایک واقعہ ہوچکا تھا اس لئے لوگ اس جلسہ میں ہزاروں کی تعداد میں آئے۔ کم از کم چار پانچ ہزار کے قریب حاضری ہوگی جن میں سکھ بہت کثرت سے تھے۔ دھوری میں صرف عباد اللہ صاحب وکیل ان دنوں اکیلے احمدی تھے اور کوئی دوسرا گھر احمدیوں کا نہ تھا دھوری کے افسر اعلیٰ ایک شیعہ دوست تھے جو ریاست کی طرف سے غالباً وہاں مجسٹریٹ یا ایس ڈی او تھے ان کی خدمت میں جلسہ کے لئے درخواست دی گئی۔ چونکہ مکرم عباد اللہ صاحب وکیل کیطرف سے تھی۔ انہوں نے جلسہ کی منظوری دے دی۔ مگر بعض شرائط زبانی طور پر بیان کردیں۔ رات کو نماز مغرب کے بعد جلسہ کیا گیا۔

خاکسار نے جلسہ میں تقریر شروع کی اور دوران تقریر میں دھوری کے تازہ واقعہ کا ذکر کیا میں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مولوی صاحب گورونانک صاحب کی تعلیم سے آشنا تھے اور نہ وہ سکھ صاحب جس نے یہ اعتراض اٹھایا تھا۔ کیونکہ یہ کوئی قابل اعتراض بات یا کوئی قابلِ تحقیق بات نہیں تھی دنیا میں ہر شریف انسان دوسرے شریف انسان کی عزت کرتا ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے بیان کیا کہ میرے سکھ دوستوں کو اس امر کا خیال رہے کہ اُن کی مقدس کتاب گروگرنتھ صاحب میں مسلمان بزرگوں کا بھی کلام درج ہے اور جب وہ گوروگرنتھ صاحب کو سجدہ کرتے ہیں تو اس کلام کو بھی سجدہ ہوجاتا ہے جو مسلمانوں کا بیان کردہ ہے۔ اور وہ مسلمان بزرگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں غلاموں میں سے ایک غلام ہے جس مذہب کے لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے کلام کو سجدے کرتے ہیں تو وہ یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ اُن کے گورو نے رسولِ خدا کی عزت نہیں کی۔ مَیں نے سکھوں سے یہ بھی کہا کہ آپ پہلے گوروگرنتھ صاحب میں سے مسلمان بزرگوں کا کلام نکال کر ہمارے حوالے کردیں۔ پھر آپ بے شک یہ کہنے کا حق رکھ سکیں گے کہ سکھ مذہب میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت نہیں کی گئی۔ مگر کون سکھ ہے جو ایسا کرسکتا ہے۔ جو بھی گرنتھ صاحب میں سے کوئی کلام نکالنے کی کوشش کرے گا۔ وہ خود

سکھی سے خارج ہو جائے گا۔ خاکسار نے اس وقت یہ الفاظ کچھ ایسے رنگ میں کہے اور ایسے انداز سے کہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن میں اچھا خاصہ اثر پیدا کر دیا۔ اور سکھوں میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اس کے بعد مَیں نے گورو نانک جی کے وہ شبد اور شلوک پڑھنے شروع کر دیئے جن میں انہوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ روانی میں مَیں متنازعہ فیہ شلوک بھی پڑھ گیا۔ جب مَیں نے وہ شلوک پڑھا تو ایک سکھ ودّوان سٹیج پر تشریف لے آئے اور کہنے لگے۔ گیانی صاحب یہ شلوک جو آپ نے پڑھا ہے۔ اس کا حوالہ چاہیئے ان دنوں میرا طریق یہ تھا کہ مَیں ضروری کتب ساتھ رکھا کرتا تھا۔ جوانی کا عالم تھا۔ کئی مرتبہ کوئی قلی یا تانگہ نہ ملنے کی وجہ سے مَیں خود وہ ٹرنک اٹھا کر دیہات میں چل پڑتا دو دو چار چار میل بلکہ کئی مرتبہ آٹھ آٹھ دس دس میل بھی راستہ میں ٹھہرتا ہوا پیدل چلا جاتا۔ اس وقت بھی کتابیں میرے ساتھ تھیں اور سٹیج پر پڑی تھیں۔ مَیں نے جنم ساکھی اٹھائی اور اُن سے کہا کہ یہ وہ شلوک ہے۔ اب آپ خود لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔

اصل بات یہ تھی وہ سکھ ودّوان بھی اپنی بات میں سچا تھا۔ کیونکہ اس نے جو جنم ساکھی پڑھی ہوئی تھی اس میں یہ شلوک بدل کر چھاپا گیا تھا۔ مَیں نے اُسے بتایا کہ اب یہ شلوک بدل دیا گیا ہے۔ اور

اول ناؤں خدائیدا در دربان رسول :. شیخانیت راس کرتاں درگاہ پویں قبول کی بجائے

اول ناؤں خدائیدا در کیتے نبی رسول :. شیخانیت راس کرتاں درگاہ پویں قبول کر دیا گیا ہے۔ اس پر اُس کی تسلّی ہو گئی۔ خاکسار نے بھی اپنی تقریر کے چند جملے ہی بیان کئے تھے کہ ایک اور سکھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے دُور سے آواز دی۔ گیانی صاحب۔ میرا ایک سوال ہے اس کا جواب دیا جائے۔ مَیں نے ان سے یہ شرط کی۔ کہ ایک سوال آپ کریں مَیں اس کا جواب دونگا۔ اس کے بعد مَیں آپ پر سوال اسی قسم کا کروں گا۔ اُس کا

جواب آپ نے دینا ہوگا اور یہ سوال وجواب ہار جیت کے لئے نہیں بلکہ تحقیق کی غرض سے ہونگے انہوں نے یہ شرط مان لی۔ اور اپنا سوال یہ پیش کیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اسلام ایک صلح کا مذہب ہے اور گورو نانک جی نے بھی اسلام کی تعلیمات کو اپنایا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ سرہند میں صوبہ سرہند نے گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچے زندہ دیوار میں چنوا دیئے تھے؟

خاکسار نے ان سے عرض کیا کہ صوبہ سرہند یا کسی اور کے فعل کا اسلام ذمہ دار نہیں ہے اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اچھا نہیں کیا۔ اور نہ اسے اچھا کہا جا سکتا ہے۔

اس پر اُس نے کہا۔ کہ میرا جواب آگیا۔ میں نے کہا کہ میرا سوال رہ گیا ہے۔ خاکسار نے ان سے یہ سوال کیا کہ سردار صاحب آپ یہ بتائیں کہ سکھ مذہب کی رُو سے بچوں کو مارنا اور ایسے بچوں کو مارنا جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے بلکہ اپنی ماؤں کے شکموں میں ہی ہوں جائز ہے یا ناجائز ہے۔ انہوں نے فوراً کہا کہ سراسر ناجائز ہے اور جو اس فعل کا مرتکب ہے اُس سے بڑھ کر ظالم ہی کون ہے۔ اس پر گیانی گیان سنگھ جی کا پنتھ پرکاش اٹھایا اور اس میں سے پڑھ کر سُنایا کہ جب بندہ بیراگی سرہند میں داخل ہوا تو اس کے بارے میں یہ مرقوم ہے کہ

بال برودھ تہہ تیرں تجاٹے
پھڑ پھڑ بندے قتل کراٹے
ترگنیاں کے پیٹوں بچے
تہہ کڈھوائے تھے سب کچے

میں نے یہ شعر پڑھنے کے بعد اُن سے کہا کہ سردار صاحب اب فرمائیے کیا ارشاد ہے۔ سردار صاحب بہت گھبرا گئے۔ اور انہوں نے ہزاروں کے مجمع میں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اُن کا معافی مانگنا تھا کہ سکھ اُن پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر ان کا کچومر نکال دیا۔ اور سارا جلسہ درہم برہم ہوگیا۔

صبح جب خاکسار بازار میں گیا تو تمام مسلمان خوش تھے۔ جس دوکان پر ہم نے چائے پی وہاں مسلمان تپاک سے ملتے اور کہتے کہ آپ نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ مَیں نے اُن کو یہی جواب دیا کہ ہم تمہاری نظر میں کافر جو ٹھہرے

کرشن اوّل اور کرشن ثانی

خاکسار ایک مرتبہ اپنے تبلیغی سفروں کے دوران میں ایک مرتبہ مراد آباد گیا۔ وہاں محلہ لال کنوآں میں اپنے ایک احمدی دوست کے ہاں مقیم ہوا۔ ایک ہندو پنڈت صاحب وہاں صاحب خانہ کے بچوں کو پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک دن انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کرشن ثانی مانتے ہیں تو وہ بڑی حقارت سے بولا کہ ہم لوگ زمین پر بیٹھے بیٹھے آسمان کی باتیں بتا دیتے ہیں۔ سال بھر پہلے سورج گرہن اور چاند گرہن کا اعلان کر دیتے ہیں اور ہمارے بتائے ہوئے وقت پر ہی گرہن لگا کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کرشن کا ظہور ہوا ہے تو ہم کو اس کا علم نہ ہو یہ ناممکن ہے۔

خاکسار نے نہایت ادب سے اُن سے ذکر کیا۔ پنڈت جی یہ حساب کی باتیں ہیں ان کا روحانی علوم اور روحانی باتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ روحانی باتیں تو روح کی پاکیزگی اور خشیۃ اللہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ لوگوں نے کرشن اوّل کی جو اخلاقی اور روحانی تصویر ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ اُس سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ جس کرشن کو آپ مانتے ہیں اس کے متعلق بھی آپ بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہیں۔ جس کرشنِ ثانی پر آپ کا ایمان ہی نہیں اُس کے بارہ میں آپ کو کیا علم ہو سکتا ہے۔ خاکسار اپنے ان سفروں میں کرشن جی کی مختلف تصاویر جو خود ہندوؤں نے شائع کی ہوئی ہیں ساتھ رکھا کرتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے دو تین تصاویر جن میں سے ایک تصویر ننگی عورتوں کے ساتھ جو دریا میں نہا رہی تھیں ان کے سامنے پیش کر دی اُس میں کرشن جی کا ان کے کپڑے اٹھا کر درخت پر چڑھ جانا اور وہاں بنسری بجانا دکھایا گیا تھا۔ مَیں نے یہ تصویر اُن کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ یہ ہیں وہ کرشن اوّل جن پر آپ کا ایمان ہے۔

کیا کوئی با اخلاق آدمی ایسا پسند کرے گا کہ وہ اس طرح ننگی عورتوں کے کپڑے اٹھا کرے جائے اور درخت پر چڑھ کر انہیں پریشان کرے۔ اس پر وہ جھنجھلا کر کہنے لگے کہ یہ تصویریں غلط ہیں میں انہیں درست نہیں جانتا۔ میں نے ہنس کر انہیں کہا کہ پنڈت جی! اگر میں اس تصویر میں بیان کردہ مضمون کو آپ پر واضح کر دوں تو آپ کو اسے تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ کرشن اوّل کو بھی نہیں سمجھ سکے اس صورت میں آپ کرشن ثانی کی شناخت کیونکر کر سکتے ہیں

میں نے اُن سے عرض کیا کہ دنیا کے اکثر مذاہب نے دنیا دار لوگوں کو عورت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور ہمارے ہاں تو صوفیاء کرام کا یہ مشہور مقولہ ہے طَالِبُ الدُّنْیَا مُؤَنَّثٌ دنیا کا طالب عورت ہے۔ تو یہ عورتیں جو تصویر میں دکھائی گئی ہیں کہ دراصل دنیا دار لوگ ہیں۔ اور انہیں دریا میں ڈوبتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اور آپ کے ہاں تو دنیا کا نام ہی بھوساگر ہے یعنی ڈراؤنا دریا۔ تو اس تصویر کا مضمون یہ ہوا کہ جب سری کرشن جی تشریف لائے دنیا کے لوگ دنیا میں غرق تھے اور خدا تعالیٰ کو انہوں نے سرے سے بھلا دیا تھا اور انہیں ننگا اس لئے دکھایا گیا ہے کہ انہوں نے تقویٰ کا لباس اُتار دیا تھا۔ اور وہ ننگے ہو گئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ کرشن ثانی کا بھی یہی کام ہے۔ مولوی سب ننگے ہو گئے اور اس تصویر میں سری کرشن جی کو درخت پر دکھایا ہے۔ وہ درخت اصل میں کلمہ طیبہ ہے جسے ہمارے قرآن شریف میں بھی درخت سے تشبیہ دی گئی ہے خود گیتا میں بھی گیان کو درخت سے مشابہت دی ہے۔ اور کرشن جی کے پاس کپڑے بھی دکھائے گئے ہیں۔ اور کپڑے اصل تقویٰ کا لباس ہے۔ اور کرشن جی کے پاس نبوت اور رسالت کی بنسری تھی۔ اور وہ لوگوں سے یہی کہتے تھے کہ اب اگر تم تقویٰ کا لباس پہن کر اپنا ننگ ڈھانکنا چاہتے ہو اور خدا رسیدہ بننا چاہتے ہو تو میرے پیچھے آؤ۔ میں تمہیں نجات کا صحیح راستہ بتاؤں گا۔ میں نے پنڈت جی سے کہا کہ کرشن ثانی نے بھی یہی کہا ہے ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

جب خاکسار نے یہ بیان کیا تو پنڈت جی پر سکوت طاری ہو گیا۔ میں نے آخر میں انہیں کہا کہ آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کرشن اوّل کو آپ نے صحیح سمجھا یا کرشن ثانی نے عین صحیح سمجھایا۔

گورو گرنتھ صاحب کے ایک ایک شبد کے کئی کئی معنے

خاکسار کو ایک مرتبہ ناندیڑ حیدرآباد دکن جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ جی کی آخری آرام گاہ ہے اور دوسرے تاریخی گوردوارے بھی ہیں۔ میں وہاں تین چار دن ٹھہرا۔ اور سبھی گوردوارے دیکھے اور ان سے متعلق ضروری معلومات حاصل کیں۔ ایک دن میں وہاں کے سربراہ کے پاس گیا۔ اُن سے بات چیت ہو رہی تھی کہ وہاں کے ہیڈ گیانی صاحب تشریف لے آئے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں پنجاب سے آیا ہوں اور گیانی پاس ہوں تو وہ بڑے متکبرانہ انداز میں بولے۔ امرتسر کے گیانی گورو گرنتھ صاحب کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں رکھتے۔ یونہی چار کتابیں پڑھیں اور امتحان دیکر پاس ہو جاتے ہیں۔ میرے استاد گورو گرنتھ صاحب کے ایک ایک شبد کے دس دس پندرہ پندرہ معنے کیا کرتے تھے۔ اور آٹھ آٹھ دس دس معنے تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ خاکسار نے ان سے نہایت نرمی سے کہا کہ پھر تو میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ مجھے ایک ایسے عالم فاضل کے درشن کرنے کا موقعہ ملا جو گرنتھ صاحب کے ایک ایک شبد کے کئی کئی معنے کر سکتے ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ کیا میں بھی کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ انہوں نے بڑے تحکمانہ انداز سے کہا کہ آپ پوچھ سکتے ہیں۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ گورو گرنتھ صاحب کے الفاظ کے مختلف مقامات پر الگ الگ ہجے کیوں بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ مثلاً ایک لفظ "پاوے" ہے۔ یہ کہیں "پاوتے" کہیں "پاویے"۔ کہیں "پاون"۔ کہیں "پائیے"۔ کہیں "پائیا"۔ کہیں "پائیو"۔ کہیں "پاوسی" کہیں "پائیگو"۔ کہیں "پائی آ" وغیرہ شکلوں میں کیوں آیا ہے۔

یہ سوال گورو گرنتھ صاحب کی گرامر سے متعلق تھا۔ اور مجھے یہ علم تھا کہ ناندیڑ کے

گیانی صاحبان گورو گرنتھ صاحب کی گرامر کے بارہ میں کچھ بھی نہیں جانتے کیونکہ وہ اسے کفر تصور کرتے ہیں اور پرنسپل تیجا سنگھ جی نے اس بارے میں بہت محنت کر کے اس کی گرامر تیار کی ہے اور ان کے بعد پروفیسر صاحب سنگھ نے تو اس سلسلہ میں ایک اچھی خاصی کتاب بھی شائع کی ہے - میرے اس سوال کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے - پاس کھڑے سربراہ صاحب بولے کہ گیانی جی - آپ ایک ایک شبد کے آٹھ آٹھ دس دس معنے جاننے کے مدعی تھے - اس امرتسری گیانی نے تو آپ سے کسی شبد کے معنی دریافت نہیں بلکہ صرف گورو گرنتھ صاحب کے ایک لفظ کے ہجوں سے متعلق سوال کیا ہے اور آپ کچھ بھی نہیں بتا سکے -

اِس پر میں نے سربراہ صاحب سے عرض کیا کہ اس سوال کا جواب ان کے بس کی بات نہیں ہے - انہوں نے گورو گرنتھ صاحب کی گرامر کا پڑھنا ہی کفر قرار دیا ہوا ہے اور یہ سوال گرامر سے متعلق ہے اس کا یہ کیا جواب دے سکتے ہیں - اس پر بات ختم ہو گئی -

گوردوارے میں تقریر

ایک مرتبہ خاکسار جھانسی گیا - وہاں ہمارے ایک احمدی دوست محلہ کھڑکی علی غول میں رہا کرتے تھے - غالباً ان کا نام مکرم محمد خالد تھا جن دنوں خاکسار وہاں گیا وہ بمبئی گئے ہوئے تھے - البتہ ان کے بچے وہاں ہی تھے - اور ان کا لڑکا تو اسٹیشن پر بھی آیا ہوا تھا - مکرم خان عبدالمالک خان صاحب مربی سلسلہ بھی خاکسار کے ساتھ تھے - ہم نے وہاں تین چار روز قیام کیا - ہم دونوں نے کوشش کی کہ ایک جلسہ وہاں کیا جائے - چنانچہ وہاں کے مقامی سکھوں اور دوسرے لوگوں سے مل ملا کر یہ طے پایا کہ سکھوں کے گوردوارہ میں جلسہ کیا جائے اور تقریر سکھ مسلم خوشگوار تعلقات کے موضوع پر ہو - وہاں سکھ کافی تھے - اور ایک صاحب جو نامدھاری فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ان کی طرف سے جلسہ کا اشتہار دیا گیا - اس میں ایک غلطی یہ ہو گئی کہ نامدھاری دوست نے بغیر گوردوارہ کمیٹی کے صدر سے دریافت کرنے کے جلسہ کا اعلان کر دیا - جب ہم لوگ وقت پر گوردوارے گئے تو صدر کمیٹی نے

گوردوارے میں جلسہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ آخر یہ طے پایا کہ گوردوارہ کے باہر کھلے میدان میں جلسہ کیا جائے۔ چنانچہ وہاں جلسہ ہوا۔ خاکسار نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت وضاحت سے سکھ مسلم تعلقات پر خوشگوار روشنی ڈالی۔ خاکسار کی یہ تقریر خدا تعالیٰ کے فضل سے مؤثر اور بہت کامیاب رہی۔ جب میں تقریر کر کے بیٹھ گیا تو گوردوارہ کمیٹی کے صدر صاحب جو ڈاکٹر بھی تھے سٹیج پر تشریف لائے اور کچھ بولنے کے لئے وقت طلب کیا۔ صدر جلسہ مکرم مولوی عبد المالک خان صاحب نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں نے بجائے کوئی نئی بات کہنے کے خاکسار کی تقریر کو بہت سراہا اور مجھے سٹیج پر کھڑا کر کے بغلگیر ہوئے۔

مَیں نے فوراً وہ شبد پڑھ دیا جو گورو نانک جی نے شیخ فرید ثانی کے گلے مل کر پڑھا تھا اور وہ یہ تھا

آؤ بھیئے گل ملاں انگ سہیلڑیاں۔ مل کے کراں کہانیاں سمرتھ کنت کیاں

ساچے صاحب سب گن اوگن سب اساں

سکھوں نے یہ شبد سُن کر خوشی سے جیکارے بجائے۔ گوردوارے کے صدر نے یہ بھی کہا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے کہ ایسی تقریر گوردوارے میں نہیں ہونے دی اگر ایسی تقریر گوردوارے میں نہیں ہو سکتی تو پھر کوئی بھی تقریر نہیں کی جا سکتی۔

صدر صاحب نے دوسرے دن ہمیں گھر پر چائے پر بلایا اور پانچ روپے چندہ بھی دیا اور یہ کہا کہ یہ رقم اسلام کی اشاعت کے لئے ہے جو محبت بھرا ہے اور جس کا آپ لوگوں کو پیغام دیتے ہیں یہ اس اسلام کے لئے ہے۔ مَیں نے ان سے کہا کہ اسلام تو ہے ہی محبت بھرا پیغام اور اسلام کے معنے ہی سلامتی والا ہے۔ جو تھپڑ مارنے کی تلقین کرے وہ اسلام نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاکیزہ خلق سے ہی لوگوں کے دل موہ لئے تھے۔

"میری جیون یاترا"

از

مکرم و محترم مہاشہ محمد عمر صاحب مربیؔ سلسلہ

مندرجہ ذیل حالات مکرم و محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشرؔ مؤلف "برہان ہدایت" کے ارشاد پر لکھ کر دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بنائے اور اس کے مؤلف کو خدمتِ سلسلہ کی بیش از پیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مہاشہ محمد عمر

میرا جنم آج سے تقریباً چھپن ۵۶ برس پہلے ضلع گورداسپور تحصیل شکر گڑھ کے ایک گاؤں ودھوچک میں ہوا۔ میرے پتاجی کا نام پنڈت دھنی رام کرو دادا جی کا نام پنڈت جگت رام تھا۔ میرے پتاجی جیوتش کا کام کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کا اثر دور دراز تک تھا مجھے انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں گورو کل کانگڑی ہر دوار میں داخل کرایا۔ وہاں پر سنسکرت کے سوا اور کوئی زبان نہیں پڑھائی جاتی تھی۔ میں نے بھی وہاں آٹھویں کلاس تک پڑھا۔ جولائی ۱۹۳۲ء تک میں گورو کل کے ودّیارتھی اپنے گوروکل گروجی کے ساتھ پہاڑ کی یاترا کیلئے چلے اور بٹالہ میں آریہ سماج کے جلسہ میں شمولیت کے لئے اُترے۔ بٹالہ کا جلسہ ختم ہونے پر ہم گوروکل کے ودّیارتھی اپنے گرو پنڈت بودھ دیو جی کے ساتھ قادیان سالانہ جلسہ پر آئے۔ قادیان میں قیام کے دوران ہم اپنے گروجی کے ساتھ حضرت امام جماعت احمدیہ سے ملاقات کیلئے مسجد میں گئے۔ اور ان سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ دوسرے دن پھر آپ سے مسجد میں ہی ملے۔ دوران ملاقات میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ میں ایک آسان بات پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آپ ہمیں اپنے طالب علم دیں جن کے اخراجات پڑھائی اور رہائش اور کھانے وغیرہ کا میں ذمہ دار ہونگا اور ہم ان کو عربی پڑھائیں گے اور وہ عربی پڑھنے کے بعد

مسلمان ہونے کا اظہار کریں تو ہم ان کو مسلمان نہیں کریں گے۔ اسی طرح ہم بھی آپ کو چار طالب علم دیتے ہیں آپ انکو سنسکرت پڑھائیں ان کے اخراجات پڑھائی رہائش اور کھانے وغیرہ کے بھی میں ہی برداشت کرونگا۔ لیکن ہمارے استاد جی نے اس کو منظور نہیں کیا۔ میرے اور دوسرے دوست نے ارادہ کیا کہ ہم اس شرط پر عربی پڑھیں گے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد صرف میں ہی اس شرط پر عربی پڑھنے کے لئے قادیان آیا۔ اور آکر حضرت امام جماعت احمدیہ سے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے ایک وفد سے بعض شرائط پر عربی پڑھانے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے یاد ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں عربی پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ میری پڑھائی کا انتظام فرماویں۔ چنانچہ آپ نے میرے لئے کھانے کا علیحدہ انتظام کیا جس کو ایک ہندو پکاتا تھا۔ اور عربی کی پڑھائی کے لئے بھی میرا انتظام کر دیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل و کرم کیا کہ اُس نے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اسلام میں داخل ہونے کے بعد مجھے سب سے پہلے ملکانہ[1] یو۔پی، میں جانا پڑا۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صداقت میں بے شمار معجزات اور نشانات دکھائے چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ہمارا ایک وفد فرخ آباد سے نگریا جواہر جا رہا تھا کیونکہ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ یہ گاؤں مرتد ہو رہا ہے وہاں پر جاکر معلوم ہوا کہ وہاں کے تمام مسلمان مرتد ہو گئے ہیں اور گاؤں والوں نے ہم سے کہا کہ آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں ورنہ آپ کو جبراً نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم وہاں سے

---

[1] ۱۹۲۳ء میں نک ہندوستان میں ہندوؤں نے یو پی کے علاقہ میں مسلمان ملکانہ راجپوتوں کو ہندو بنانے اور اسلام سے مرتد کرنے کی مہم بڑے وسیع پیمانہ پر شروع کر رکھی تھی۔ اور شدھی کی تحریک آریہ سماج کی طرف سے جاری تھی۔ ہزاروں مسلمان گاؤں کے گاؤں ملکانہ راجپوت ہندو بنا لئے گئے۔ ان ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے احمدی مبلغین کے وفد کے وفد ملکانہ کے علاقہ میں بھیجے تاکہ دین اسلام سے مسلمانوں کے ارتداد کو روکا جائے اور لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جائے۔ آریہ ہندوؤں کا اسلام پر یہ حملہ بڑا سخت تھا جس کی روک تھام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احمدی مبلغین کے ذریعہ ملکانہ تحریک ایک منظم صورت میں جاری فرمائی جسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کی حفاظت فرمائی یہ ذکر اسی سلسلہ تبلیغ کا ہے

رات کے گیارہ بجے کے قریب نکلے۔ راستہ دریائے گنگا کے کنارے کنارے تھا۔ ایک مقام پر جب ہم آئے تو وہاں راستہ نہایت ہی خطرناک تھا۔ رات اندھیری تھی جس کی وجہ سے راستہ کی تلاش میں کافی دقت ہوئی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ چوہدری وزیر محمد صاحب آگے آگے جاکر کھڑے ہوکر آواز دیتے تھے کہ آجاؤ راستہ ٹھیک ہے تو ہم سب آگے چل دیتے تھے۔ ایک مقام پر جب ہم آئے تو وہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ کیونکہ وہاں پر ایک نالہ گنگا میں آکر گرتا تھا جس کی وجہ سے خطرہ تھا کہ کہیں ہم میں سے کوئی دریا میں نہ گر جائے۔ اسی اثناء میں دریائے گنگا سے ایک چراغ نمودار ہوا جو کہ بڑھتے بڑھتے اونچے منارے کے برابر ہو گیا۔ اور وہ بالکل ہمارے قریب آگیا۔ جس کی وجہ سے ہم نے وہ خطرناک راستہ آسانی سے ساتھ طے کرلیا۔ مَیں چونکہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا اس لئے مَیں ڈر گیا کہ شاید کوئی بھوت چڑیل نہ ہوئیں ڈر کر میاں محمد یامین صاحب مرحوم کتب فروش کے ساتھ چمٹ گیا۔ میری گھبراہٹ کو دیکھکر آپ نے کہا۔ " میاں فکر نہ کرو یہ خدائی آگ ہے جو کہ تمہاری راہنمائی کے لئے خدا تعالےٰ نے بھیجی ہے "۔ یہ پہلا نشان تھا کہ جو اللہ تعالےٰ نے مجھے صداقتِ اسلام کا دکھایا۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے مجھ پر بے شمار انعامات کئے جن کا ذکر کرنا بڑا وقت چاہتا ہے مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ اُس کے فضل و کرم سے مَیں نے مولوی فاضل کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ اور اس کے بعد حضرت (مرزا بشیر الدین محمود صاحب مظہرِ قدرتِ ثانیہ) نے تبلیغ اسلام کے لئے میرا وقف منظور فرمایا۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک مَیں حتی المقدور اشاعتِ اسلام کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ میری زندگی کے بہت سے واقعات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر مخالفین کے ساتھ گفتگو میں میری مدد فرمائی۔ مَیں ان میں سے دو واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔

۱۹۴۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت خاکسار حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہندوستان کے دورہ پر گیا۔

ہمارا وفد جب جگن ناتھ پوری پہنچا تو وہاں کے مہنت نے خواہش ظاہر کی کہ اُن کے مندر میں جلسہ ہو۔ اور اس کی صدارت وہ خود کرینگے۔ چنانچہ جلسہ کے تمام انتظام خود مہنت جی نے کیا۔ اور خود جلسہ کی صدارت انہوں نے کی۔ جب جلسہ شروع ہوا اور مہنت جی مہاراج کرسئ صدارت پر آکر بیٹھ گئے تو سمندر سے ایک گہرا بادل اٹھا اور آناً فاناً آسمان پر چھا گیا۔ اور بڑی بڑی موٹی بوندیں گرنی شروع ہو گئیں۔ لوگ جو کئی ہزار تھے اٹھنے شروع ہو گئے مہنت جی نے فرمایا کہ آپ لوگ نہ اٹھیں۔ ہم مٹی کے تھوڑے ہیں کہ بھیگ جائینگے۔ اُدھر حضرت مولانا راجیکی صاحب زور زور سے کچھ پڑھ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی۔ ایک تو لوگ جلسہ گاہ سے اُٹھ رہے تھے اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب نے اپنا جلسہ شروع کیا ہے۔ اور بڑی اونچی آواز سے کچھ فرما رہے ہیں۔ آخر چند منٹ کے بعد بادل ہٹ گئے۔ اور مولوی صاحب بھی خاموش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ جلسہ کے اختتام پر مَیں نے حضرت مولوی راجیکی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ اونچی اونچی کیا لیکچر دے رہے تھے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے لیکچر میں کافی دکھ ہوا تھا۔ فرمانے لگے کہ جب جلسہ شروع ہوا تو میں نے دیکھا کہ فرشتے بادلوں کو اٹھا کر لا رہے ہیں۔ تو مَیں نے ان سے کہا کہ یہ احراریوں والا کام کب سے تم نے شروع کیا۔ کیونکہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جلسہ ہو اور تم اس کو خراب کرو۔ تم یا تو رُک جاؤ ورنہ مَیں ابھی اللہ تعالیٰ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فرشتے فوری طور پر بادلوں کو دُور لے گئے۔ اور اس زبردست نشان کا نہ صرف عوام پر بلکہ مہنت صاحب پر بھی بہت اثر ہوا۔ اور میرے لئے ایمان میں زیادتی کا باعث ہوا

ایسے ہی ایک دفعہ غالباً اکتوبر ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے۔ بدوملہی میں آریوں کے ساتھ مناظرہ تھا۔ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت رام چند دہلوی مناظر تھے اور مسلمانوں کی طرف سے خاکسار تھا۔ شرائط مناظرہ کی وجہ سے پہلی تقریر میری تھی۔ مَیں نے اپنی

تقریر میں ایک حوالہ پیش کیا اور یہ حوالہ والی کتاب میرے پاس نہیں تھی ۔ پنڈت رام چندر اپنی باری میں اس حوالہ کے دکھانے کا مطالبہ کرتے اور مَیں یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ انکار کر دو۔ آخر انکو معلوم ہو گیا کہ اصل کتاب ان کے پاس نہیں ہے ۔ اس اثناء میں ایک شخص سیٹھ ہاڑی مل میز پر کھڑا ہو کر زور زور سے بولنے لگا اور مطالبہ کیا کہ یہ حوالہ دکھا دو تو مَیں معہ اپنے خاندان کے مسلمان ہو جاؤنگا اور پچاس ہزار کی جائیداد بھی دے دوں گا ۔ اسکے اس مطالبہ سے عوام میں ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا ۔ اور خود جماعت کے افراد بھی اس سے بہت بُری طرح متاثر ہوئے ۔ حضرت مولوی راجیکی صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے کیا بات ہے ۔ مَیں نے عرض کیا حوالہ تو ہے لیکن میرے پاس کتاب موجود نہیں اتنے میں آپ وضو کر کے نماز کے لئے تشریف لے گئے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ اے اللہ تو نے مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہاماً فرمایا ہے کہ اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ وَ اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ اس وقت تیرے مسیح کی اہانت ہو رہی ہے ۔ چنانچہ اس وقت محترم برادرم مولوی غلام مصطفٰے صاحب فاضل مرحوم میرے پاس آئے اور کہا کہ کونسی کتاب ہے ۔ شاید ہمارے گھر ہو ۔ مَیں نے غصہ میں کہا کہ آپ کے پاس وہ کتاب کیسے ہو سکتی ہے ۔ لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ آپ کتاب کا نام لیں ۔ مَیں نے جب کتاب کا نام لیا ۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر میں ایک بہت بڑی کتاب ہے شاید وہ ہو ۔ وہ دوڑ کر لائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی کتاب اور ۴۹۵ صفحہ پر وہی حوالہ تھا ۔ مَیں کتاب کو لے کر میز پر چڑھ گیا ۔ اور سیٹھ ہاڑی مل سے کہا کہ آؤ اپ چوٹی کٹوانے کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ چنانچہ مَیں نے جب اونچی آواز سے وہ حوالہ پڑھا تو مجمع میں سناٹا چھا گیا اور آریہ سماجی پنڈت رام چندر دہلوی مع سیٹھ ہاڑی مل اور دیگر ہندوؤں کے بھاگ گئے ۔ مسلمانوں نے خوشی میں ڈھول لے کر تمام گاؤں میں اعلان کیا کہ سیٹھ ہاڑی مل مسلمان ہو گیا ۔ اب وہ مسجد میں آکر کلمہ پڑھے لیکن سیٹھ ہاڑی مل ایک

ہفتہ تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔ اور وہ اسی دوران مر گیا

ہندوستان کے پنڈتوں کو چیلنج

ریاست جموں و کشمیر میں گائے کا مارنا جرم تھا اور جو کوئی گائے کو ذبح کرتا حکومت کی طرف سے اس کو دس سال قید کی سزا تھی۔ چنانچہ انہی ایام میں ایک گاؤں میں بعض مسلمانوں نے ایک گائے کو ذبح کیا۔ ہائی کورٹ نے ماتحت عدالت کی سزا گھٹا کر تین سال کر دی اس پر تمام ریاست میں خطرناک ایجی ٹیشن ہوا۔ جلسے اور جلوس نکالے گئے۔ ہندوؤں نے گائے کی حرمت ثابت کرنے کے لئے ہندوستان کے بڑے بڑے وِدوان پنڈتوں کو بلوایا اور مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ وہ ہمارے ساتھ بحث کریں کہ آیا ہندو دھرم کی تعلیم کے مطابق گائے مارنا پاپ ہے یا نہیں۔ ہندوؤں نے یہ چیلنج اخبارات کے علاوہ بڑے بڑے پوسٹروں میں بھی شائع کئے اور اس میں لکھا کہ مناظرہ میں فریقین کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اصل کتاب سے حوالہ پڑھ کر بیان کریں۔ چنانچہ ہندوؤں کی طرف سے علاوہ کاشی کے پنڈتوں کے آریہ سماجی مناظرہ بھی پہنچ گئے۔

محترم مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب مرحوم امیر جماعتہائے کشمیر کی درخواست پر حضور نے مجھے بھیجا اور بعض ہدایات بھی دیں۔ میں نے جاتے ہی اخبار اصلاح سری نگر میں ہندوؤں کے چیلنج کو منظور کرتے ہوئے گائے کا ماس کھانے میں کوئی پاپ نہیں ہے پر متواتر مضامین لکھے اور ایک ایک حوالہ پر ہزار ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ اور ان کو دعوت دی کہ وہ مقام اور وقت کا فیصلہ کر کے مناظرہ کر لیں اور اس کا اعلان بڑے بڑے اشتہاروں اور پوسٹروں میں کیا گیا۔ گورنمنٹ اور ہندو اس سے اتنے گھبرائے کہ مہاراجہ کے پولیٹیکل سیکرٹری نے استاذی المکرم چوہدری عبدالوحد صاحب اور خاکسار کو بلوایا۔ اور کہا کہ اس وقت ریاست میں سخت بدامنی ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کے جذبات ابھرے ہوئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس وقت آپ گائے کے کھانے پر مضامین نہ لکھیں ہم ہندوؤں کو بھی منع

گردینگے۔ لیکن استاذی المکرم حضرت چوہدری عبدالواحد صاحب نے فرمایا کہ ہندوؤں نے چیلنج دیا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ وہ اپنا چیلنج واپس لے لیں اور معذرت کریں۔ تو ہم بھی اس مضمون پر کچھ نہیں لکھیں گے۔ لیکن جب تک وہ اپنے چیلنج کو واپس نہیں لیں گے ہم برابر اس مضمون پر لکھتے رہا کرینگے۔ آخر جب ہمارے بار بار ہندوؤں کو مناظرہ کے لئے بلانے کے ان کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مناظرہ کے لئے سامنے آتے تو تحریری طور پر حکومت کو لکھ کر دیا جس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ ہم نے گاٹے مانس بھگشن پر مسلمانوں کو جو شاستراتھ کا چیلنج دیا تھا اور جس کی وجہ سے ریاست میں ہندو اور مسلمانوں میں اشانتی اور بدامنی پھیل گئی ہے اور خود حکومت بھی اس سے پریشان ہے اس لئے ہم نے حکومت کے مشورہ سے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس چیلنج کو واپس لیتے ہیں۔ اگرچہ اس چیلنج کا واپس لینا ہمارے لئے کٹھن اور بے عزتی ہے پرنتو دیش میں امن اور شانتی ستھاپن کے لئے اس کو واپس لیتے ہیں گورنمنٹ کو چاہیئے کہ وہ دوسرے فریق واحمدی جماعت کو بھی پابند کرے کہ وہ آئندہ اس مضمون پر نہ تو اخبارات میں کچھ لکھے اور نہ ہی اشتہارات کے ذریعہ اس کی اشاعت کرے۔

چنانچہ پولیٹیکل سیکرٹری نے ہمیں بلوایا اور ہندوؤں کی یہ تحریر ہمارے سامنے رکھ کر کہا کہ انہوں نے اپنا چیلنج واپس لے لیا ہے آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے۔ ہم نے کہا کہ اگر انہوں نے چیلنج واپس لے لیا ہے تو پھر تو مناظرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں ہم اس کے بعد بھی انفرادی طور پر معدود افراد میں گفتگو کے لئے تیار ہیں لیکن حکومت نے اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کا اثر ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں پر بہت اچھا ہوا۔

ایک اور واقعہ

ایسا ہی ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر اس خادم کی مدد کی۔ اور وہ اس طرح ہے کہ خاکسار تبلیغی دورہ پر جالندھر چھاؤنی گیا ہوا تھا اور محترم مکرم بابو فضل دین صاحب اوورسیر

کے ہاں مقیم تھا کہ تین آدمی آئے۔ اُن میں سے ایک رو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں متورم تھیں۔ انہوں نے آکر بابو صاحب سے کہا کہ اس آدمی کا لڑکا علاولپور میں پوسٹل کلرک ہے اور وہ آریہ سماجی بن گیا ہے۔ علاولپور کے لوگ اس کے والد کو لے کر اکثر علماء کے پاس گئے ہیں لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ رام چندر کے ساتھ مناظرہ کرے۔ ہم امرتسر میں ایک مولوی صاحب کے پاس گئے اور اس کو تمام حالات بتائے تو انہوں نے جو اخراجات کی تفصیل بتائی وہ اتنی تھی کہ میں اپنا گھر بیچ کر بھی نہیں ادا کر سکتا۔ لڑکے کے باپ نے رو کر ان مولوی صاحب سے کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے اور میرا اکلوتا بیٹا آریہ سماج کی گود میں چلا گیا ہے اور آپ کو کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ اگر میرا بیٹا بچ گیا تو میں اپنی ساری جائیداد آپکو دے دونگا لیکن مولوی صاحب نے پیشگی اخراجات لئے بغیر آنے سے انکار کر دیا۔ ان کی یہ دردناک داستان سنکر حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لڑکے کے باپ نے بابو فضل الدین صاحب صدر جماعت احمدیہ جالندھر سے ہاتھ باندھ کر کہا کہ خدا کے لئے میرے گھر کو تباہی سے بچاؤ اس وقت آپ کے بغیر اور کوئی میری مدد نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگے۔ بابو صاحب محترم نے فرمایا۔ ہم چلتے ہیں اپنا کرایہ دینگے۔ اپنا کھانا کھائینگے اور آپ کا بھی جانے کا کرایہ ہمارے ہی ذمہ ہے۔ آخر بابو صاحب محترم اور خاکسار مع اس کے والد کے علاولپور کے لئے روانہ ہوئے کوئی چار بجے کے قریب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آریہ سماج میں پنڈت رام چند دھوری تقریر کر رہے ہیں اور وہ لڑکا ان کے پاس ہی کرسی پر بیٹھا ہے۔ ہمیں دیکھ کر پنڈت جی نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ ہمیں سٹیج پر لے آئے۔ ہم نے انکار کیا اور عام حاضرین کے درمیان ہی بیٹھ گئے۔ ہمارے وہاں پر آنے کے تھوڑی دیر بعد پنڈت جی نے لیکچر ختم کر دیا تو اس نوجوان لڑکے نے اٹھ کر کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں یہ یہ اعتراض ہیں اگر کوئی مسلمان مولوی اس کا جواب دے اور میری تسلی کر دے تو اچھا ہے ورنہ میں آریہ سماجی ہو جاؤنگا۔ اس لڑکے کے اعلان پر مجمع میں پانچ منٹ تک برابر سکون رہا۔ جلسہ میں علاوہ اور علماء کے مولوی محمد علی صاحب جالندھری بھی موجود تھے

آخر محترم بابو فضل دین صاحب کے ارشاد پر خاکسار کھڑا ہوا اور پنڈت جی سے کہا کہ میں اِن اعتراضات کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اسپر پنڈت جی نے کہا کہ آجکا دن تو ہم نے صرف مسلمانوں کے لئے رکھا ہے۔ آپ کو کل وقت دیا جائیگا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اس لئے میں آج ہی کچھ کہوں گا۔ اِسپر پنڈت صاحب نے کہا کہ دوسرے مسلمان آپکو مسلمان نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا جب میں اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں تو کسی کا کیا حق ہے کہ وہ مجھے غیر مسلم کہے۔ جیسے کہ آپ اپنے آپ کو آریہ سماجی کہتے ہیں حالانکہ گوروکل پارٹی آپ کو غیر آریہ سمجھتی ہے۔ میرا کوئی حق نہیں کہ میں آپ کو غیر آریہ سماجی سمجھوں۔ ایسے ہی جب میں نے اپنے آپ کو مسلمان کہا ہے تو کسی کا کیا حق ہے کہ وہ مجھے غیر مسلم کہے۔ اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں مسلمانوں کا نمائندہ ہوں اور اُن کے مشورہ سے ہی میں کھڑا ہوا ہوں۔ میں نے اونچی آواز سے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب ہمیں خوشی ہوگی اگر آپ تمام مسلمانوں کی طرف سے آریہ سماج کے مناظر سے گفتگو کریں

اس پر مولوی محمد علی صاحب جالندہری کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ مقابلہ کفر اور اسلام کا ہے۔ اسلام کی طرف سے مہاشہ محمد عمر صاحب پیش ہونگے۔ چونکہ مسلمانوں کے نمائندہ ہیں ان کے ساتھ جو ہمارے اختلاف ہیں وہ اندرونی ہیں لیکن غیر مسلموں کے مقابل پر ہم سب ایک ہیں۔

آخر میں نے پنڈت جی کے ساتھ مناظرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ نوجوان بچ گیا۔ اور اُس نے بھرے مجمع میں اعلان کیا کہ میرے شکوک رفع ہو گئے ہیں اور میں ایک پکا مسلمان ہوں۔ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجمع نے جلوس نکالا۔ اور ہم نے اس نوجوان کے آریہ سماجی بننے سے انکار پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ہم دونوں واپس جالندھر چھاؤنی آ گئے۔ مہاشہ محمد عمر بقلم خود ۱۱/۶۶/۴

پنڈت دھرم بھکشو سے مناظرہ

جب جون ۱۹۳۹ء میں آریہ سماج دہلی نے اپنی گولڈن جوبلی منائی تو انہوں نے تمام مذاہب کے

علماء کو آریہ سماج کی سٹیج پر آکر اختلافی مسائل پر بات چیت کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اہلحدیث کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری پیش ہوئے۔ اور آریہ سماج کی طرف سے پنڈت دھرم بھکشو صاحب پیش ہوئے۔ جس مسئلہ پر گفتگو ہونی قرار پائی وہ "حدوث رُوح و مادہ کی قدامت" تھا کہ آریہ سماج کا یہ عقیدہ ہے کہ رُوح و مادہ قدیم ہیں جو ازل سے چلے آتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان کا خالق نہیں ہے۔ حالانکہ اسلام کی رُو سے یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہیں۔

دورانِ مناظرہ دھرم بھکشو صاحب نے ایک آیت کریمہ کو غلط طریقے سے پڑھا۔ مولوی صاحب نے فوراً اس پر استہزاء کرتے ہوئے ٹوکا کہ آریہ سماج کے مشہور ترین مناظر کو عربی کی آیت صحیح نہیں پڑھنی آتی۔ اس پر پنڈت جی نے کہا کہ بے شک میں عربی کے الفاظ غلط پڑھتا ہوں مگر پڑھ ضرور لیتا ہوں اگرچہ میرے نزدیک یہ اونٹوں کی زبان ہے۔ لیکن آپ تو ہندی زبان کا ایک لفظ غلط بھی نہیں پڑھ سکتے۔ میں کتاب پر نشان لگا کر دیتا ہوں اس کو پڑھ دیں اور پر دس روپے انعام لے لیں۔ اور ساتھ ہی پنڈت جی نے دس روپے کا نوٹ نکال کر رکھ دیا اس پر مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ مولوی صاحب اس چیلنج کو منظور نہ کر سکے اور اسی حال میں مناظرہ تتر بتر ہو گیا مسلمانوں کا شرم کے مارے بُرا حال تھا۔

اُسی دن شام کے وقت مسلمانوں کا ایک وفد بابو نذیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ دہلی کے پاس گیا۔ اور درخواست کی کہ ہندو مناظر سے مناظرہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ اپنا کوئی مناظر بھیجے۔ جماعت احمدیہ نے پنڈت جی سے مناظرہ کرنے کے لئے مجھے مُتعین کیا۔ حضرت شاہ فضل حسین صاحب میرے معاون تھے اگلے روز مناظرہ ہونا قرار پایا اور گفتگو کا موضوع "کیا وید کامل الہامی کتاب ہیں یا قرآن شریف" مقرر کیا گیا۔

دورانِ مناظرہ میں نے وید کی رُو سے خدا تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے دو منتر پیش کئے۔ ایک منتر کی رُو سے خدا تعالیٰ کو کھانے پینے والی ہستی ثابت کی گئی ہے اور دوسرے منتر میں یہ پرارتھنا تھی کہ "خدا ہماری چیزیں مت چرا اور مت چروا" اس منتر پر دھرم بھکشو نے چیلنج

کیا کہ یہ سب جھوٹ ہے کہ اس منتر کے یہ معنے نہیں ہیں بلکہ اس منتر میں خدا تعالیٰ سے دُعا کی گئی ہے کہ" وہ ہمارے سامان کی حفاظت کرے۔ جب میری باری آئی تو میں نے جان بوجھ کر اس مسئلے کے متعلق خاموشی اختیار کی۔ پنڈت جی نے سمجھا کہ مجھ سے کوئی جواب نہیں بن آیا لہٰذا وہ شیر ہو گئے اور نہایت زور دار آواز میں للکارتے ہوئے کہا کہ مرزائی مبلغ نے نہایت کذب وافتراء اور دیدہ دلیری سے کام لیا ہے۔ اگر یہ ثابت کر دیں کہ ان منتروں کے معانی وہی ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی خدا کھانے پینے والا اور چوری کرنے اور کروانے والا ہے تو میں ابھی اپنی چوٹی کٹوا دونگا۔ یعنی اپنی ہار مان لونگا اور اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکیں تو وہ آریہ سماجی ہو جائیں۔

مَیں نے اس بات کے جواب میں اٹھ کر کہا کہ اصولاً یہ بات صحیح نہیں کہ اگر مَیں ایک دو حوالے ثابت نہ کر سکوں تو اپنے سچے مذہب کا جھوٹا ہونا تسلیم کر لوں اور غیر مذہب میں شامل ہو جاؤں۔ یہ میری غلطی ہو گی نہ کہ مذہب اسلام کی۔ لیکن میں نے ویدوں کے دو منتروں کے بارے میں کہا ہے وہ صحیح ہے اور میں پنڈت بھگشو رام کا چیلنج بخوشی منظور کرتا ہوں اور اگر میں یہ دو حوالے ثابت نہ کر سکا تو لکھ کر دے دونگا کہ مَیں پنڈت جی سے ہار گیا۔ اور آئندہ کبھی ان سے مناظرہ نہیں کرونگا۔

اس کے بعد مَیں نے حضرت ... کا یہ شعر پڑھا:۔

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں ٭ ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

اور پھر میں نے منتر پڑھ کر اس کے معانی لغت اور سوامی دیانند کے اپنے کئے ہوئے معانی کی رُو سے ثابت کئے اور کہا کہ پنڈت جی اب آپ نیچے اُتر آئیں تا کہ آپ کی چوٹی کاٹ دی جائے۔ اور زور سے پکارا کہ" ہے کوئی نائی جو پنڈت جی کی چوٹی کاٹے"

اس پر تمام مسلمان مارے خوشی کے اٹھ کھڑے ہوئے اور آریہ سماجی سٹیج کی طرف دوڑے تا کہ پنڈت جی کو پکڑ کر ان کی چوٹی کاٹ ڈالیں۔ مگر فوراً پولیس کے جتھے نے آ کر پنڈت

جی کو سنبھال لیا۔ انہیں وہاں سے نکال کر محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے خوب نعرے لگائے۔ فضا "اسلام زندہ باد" اور نعرہ ہائے تکبیر اور مہاشہ محمد عمر زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ سناتن دھرمیوں اور جینیوں کے معززین نے آ کر محترم امیر صاحب اور خاکسار کو بہت مبارکباد دی
مہاشہ محمد عمر ہا ہا

مولوی "دھرم سبوک" کا واقعہ

ہندوستان کو آزاد کر دینے کا فیصلہ ہو چکا تھا مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تعلقات دن بدن کشیدہ ہو رہے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں مذہبی فسادات اور فتنے برپا تھے سیاسی فضا میں عجیب تلخی اور تکدر تھا۔ اس وقت اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ملک میں کسی طرح امن و امان اور صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے۔ عام مسلمانوں میں نہ تو یہ رجحان تھا اور نہ ہی مقدرت کہ وہ ہندو مسلم امن کے بارے میں کوشش کرتے مختلف تنظیمات سیاسی نظریات کی ترویج و اشاعت میں مشغول تھیں مگر ان کا منتہائے مقصود صرف حصولِ اقتدار تھا۔ اور ظاہر ہے جب دنیاوی جاہ و حشمت پیش نظر ہو تو اپنے بھی بے گانے ہو جاتے ہیں۔

اُس وقت صرف جماعت احمدیہ ایک ایسی مذہبی منظم جماعت تھی جسے حصولِ اقتدار سے کوئی غرض نہ تھی۔ اس کا مقصد ہمیشہ سے صرف تبلیغ و اشاعت دین اسلام اور تبلیغ دین سے مذہبی تعصب اور عناد کو دُور کرنا ہے۔ کیونکہ اسلام امن کا پیغامبر ہے اور اعلان کرتا ہے کہ لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ۔ کہ دین کے سلسلہ میں کوئی جبر نہیں جو شخص اسلام کی تعلیم سے صحیح طور پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے اسلام کی مخالفت یا مسلمانوں کی دشمنی کرنا محال ہو جاتا ہے۔ اسلام جب دوسرے مذاہب اور انکے بانیوں اور انکے پیروکاروں کو برا نہیں کہتا۔ تو غیر مذاہب اسلام کو کیوں برا کہیں گے؟ اور اگر کوئی اسلام جیسے امن پرور مذہب کی مخالفت کرتا ہے تو وہ یقیناً جہالت اور لاعلمی کے نتیجے میں ہے۔

لوگوں کو اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرنے اور غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے ۱۹۴۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک خاص وفد تشکیل کیا۔ خاکسار کے علاوہ مولوی عبد المالک صاحب اور گیانی عباد اللہ صاحب اس وفد کے اراکین تھے۔ دورہ کرتے ہوئے ہم مولوی فضل محمود صاحب (کراچی والے) کے گاؤں گئے جو نیپال کی ریاست کی ترائی میں واقع ہے۔ جب گاؤں کے مسلمانوں کو پتہ چلا کہ احمدی مبلغین آئے ہیں تو وہ اکٹھے ہو کر ایک مولوی صاحب کی معیت میں ہم سے اختلافی مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے آئے۔

یہ مولوی صاحب دشنام طرازی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور گندے اعتراضات کرنے لگے۔ مزید براں انہوں نے نہایت اشتعال انگیزی سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ ہمارے خلاف بھڑک اٹھے اور ہماری جانوں کے دشمن بن گئے۔

جس غیر احمدی مسلمان دوست کے ہاں ہم مہمان تھے اُس نے خطرے کو بھانپ لیا۔ اور نہایت عمدگی کے ساتھ لوگوں کو ہمارے خلاف عملی اقدام سے روک دیا۔ دراصل اُس نے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ اگر عام مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں کوئی گزند پہنچا تو وہ خود بھی اُن کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکیگا

دوسرے دن پھر مسلمانوں کا ایک جمِ غفیر اُسی مولوی صاحب کی معیّت میں پہنچا اور گفتگو کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش ظاہر کی۔ جناب مولوی صاحب ہمارے بہت قریب آگئے اور زور زور سے حضرت کو گندی گالیاں دینے لگے۔ ساتھ ہی انہوں نے نہایت ہی ذلیل مگر بے بنیاد اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ ہم پر یقیناً یہ وقت بڑا نازک تھا۔ میرا دل خدا تعالیٰ کے آستانہ پر جُھک گیا۔ اور مَیں نے دُعا کی کہ یا مولےٰ تیری نظرِ کرم کے بغیر یہ منزل طے نہ ہو سکیگی۔ اور تو ہی ہے جو اپنا نشان دکھلائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ اُس نے اِس موقعہ پر بھی اپنا نشان دکھلایا۔ مولوی صاحب شدّتِ جذبات میں آکر اپنا بازو فضا میں لہراتے تھے جونہی

انہوں نے اپنا بازو اٹھاکر فضا میں لہرایا تو آستین اُن کے بازو پر چڑھ گئی۔ جو حصّہ ننگا ہوا وہاں ہندی میں "دھرم سیوک" کندہ تھا۔ میری نظر فوراً اس پر پڑی اور مجھے یاد آگیا کہ اس شخص "دھرم سیوک" نامی سے میرا مناظرہ چند سال پہلے گجرات میں ہو چکا ہے یہ شخص مسلمان تھا لیکن بعد میں مرتد ہو کر آریہ سماجی بن گیا تھا۔ مَیں نے مولوی عبدالمالک صاحب کی توجہ اس طرف دلائی اور مسلمانوں کو کہا کہ یہ شخص جو آج اسلام کا ہمدرد بنا پھرتا ہے مرتد ہو گیا تھا اور کہ اس نے میرے ساتھ مناظرہ کے دوران آنحضرت صلعم اور دوسرے مسلمان بزرگوں کو گندی گالیاں دی تھیں۔ یہ بات سُننا تھا کہ مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا ہو گیا اور آن کی آن میں مسلمانوں میں غم و غصہ کی شدید لہر دوڑ گئی۔ وہ مسلمان جو اس کی متابعت میں ہماری مخالفت کرنے آئے تھے۔ اب اُلٹا اُسی کو گالیاں دینے لگے۔ اور قریب تھا کہ وہ اُسے جسمانی ایذاء پہنچاتے مگر ہم نے اس پر مداخلت کی اور کہا کہ اگرچہ وہ مرتد ہو گیا تھا لیکن چونکہ اب وہ پھر حلقہ بگوش اسلام ہے اس لئے یہ ہمارا بھائی ہے اور اُمت محمدیہ کا ایک فرد ہے۔ لیکن اس پر بھی ایک فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اسلامی اخلاق و آداب کا لحاظ رکھے اور جھوٹے الزام نہ لگائے۔ یہ باتیں اسلام کی شان کے منافی ہیں۔ اس طرح ہم محض خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس شر سے محفوظ رہے۔

مہاشہ محمد عمر ربوہ ۶۶/۱۱/۶

اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے ❊ اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے

پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے ❊ اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج

اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے ❊ کرتا ہے معجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ

(کلام امام الزمان)



جناب مولانا محمد سلیم صاحب

سابق مبلغ بلاد عربیہ آف کلکتہ
بھارت
صہ ۳۶۹ تا صہ ۳۸۲



جناب مولانا محمد صدیق صاحب
امرتسری
سابق مبلغ اسلام مغربی افریقہ
انگلستان، ملیشیا، سنگاپور
وجزائر فجی

صہ ۳۶۹ تا صہ ۳۸۲



جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق منگل سنگھ مرحوم

کا مٹوی آف کراچی

صہ ۳۲۱ تا صہ ۳۴۴

چند ایمان افروز واقعات

میدانِ عمل میں تبلیغی یادوں کے چراغ

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری سابق مبلغ ملائشیا و مغربی افریقہ

مارچ ۱۹۴۰ء میں جب کہ مجھے سیرالیون (مغربی افریقہ) آئے ہوئے ابھی چند ہفتہ ہی ہوئے تھے۔ اور خاکسار مولانا محمد نذیر احمد علی صاحب امیر سیرالیون کے ساتھ ملک کے دارالحکومت فری ٹاؤن میں مقیم تھا۔ کہ ایک روز مولوی صاحب نے فرمایا آئیے آج آپ کو میں ایک ایسا شخص دکھاؤں جو حضرت (بانیٔ سلسلۂ احمدیہ) کی صداقت کا زندہ نشان ہے۔

چنانچہ ہم فری ٹاؤن کے علاقہ فولاٹاؤن میں پہاڑی کے دامن میں اوپر کی طرف چلتے ہوئے چند منٹوں میں ایک دو منزلہ مکان کے وسیع بند کمرے کی کھڑکی کے پاس جاکر کھڑے ہوئے کمرے میں کھڑکی سے ذرا ہٹ کر ایک اُدھیڑ عمر باوقار سا شخص چارپائی پر بیٹھا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی وہ ہمارے قریب آکر انگریزی میں کہنے لگا اچھا تم مجھے آزاد کرانے آئے ہو۔ حاجی نذیر دیکھو میں اچھا بھلا ہوں۔ میرے لڑکے نے یونہی مجھے پاگل قرار دے کر یہاں بند کر رکھا ہے۔ کیا تم لوگ میری مدد نہیں کرو گے۔

ہم نے کہا اللہ تعالےٰ تمہاری مدد کرے پھر وہ بگڑ کر کچھ بڑبڑانے لگا تو ہم خاموشی سے واپس لوٹ آئے۔

واپسی پر مولانا صاحب نے بتایا کہ اس شخص کا نام شیخ حیدر الدین ہے۔ یہ دینی اور علمی لحاظ سے سیرالیون کی چند چوٹی کی شخصیات میں سے تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے پہلے انہیں J.P یعنی جسٹس آف پیس کا خطاب ملا پھر ممبر آف دی برٹش ایمپائر بھی بنادیا گیا۔ ملک کا ہر طبقہ ان کا لوہا مانتا تھا۔ اُنہی کی کوششوں سے لاہوری جماعت کی طرف

سے ان کو مبلغ مولوی غلام نبی مسلم صاحب فری ٹاؤن پہنچے مگر بعد میں مولوی صاحب موصوف اور ان میں ان بن ہو گئی اور مولوی غلام نبی صاحب کو واپس جانا پڑا۔ پھر مولانا علی صاحب نے بتایا کہ ۱۹۳۶ء میں پبلک کے اصرار پر سیرالیون مسلم کانگریس نے ایک جلسہ عام میں میرا ایک لیکچر کرایا۔ جس کی صدارت شیخ حیدرالدین صاحب نے کی۔ چونکہ میری تقریر سے سامعین بہت متاثر تھے۔ انہوں نے اپنے صدارتی ریمارکس میں کوئی علمی بات کہے بغیر صرف یہ کہا کہ ”سامعین میں آپ میں سب سے زیادہ عالم دین ہوں۔ دنیوی علوم میں بھی ید طولی رکھتا ہوں۔ میرے نزدیک اس انڈین حاجی کی باتیں اور دلائل محض ملمع سازی اور جھوٹ کا پلندہ ہیں میں تو اس کے جھوٹے مسیح موعود (نعوذ باللہ) کی نسبت یہ پسند کرونگا کہ میرا دماغ کام کرنا چھوڑ دے۔ تاکہ اس انڈین مشنری کی باتوں پر غور نہ کر سکوں اور اس کے (نعوذ باللہ) فتنہ سے بچا رہوں پس آپ لوگ مجھ پر اعتماد کریں اور کوئی شخص ان کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ خدا کے آگے میں آپ سب کی طرف سے جوابدہ ہونگا۔ آپ فکر نہ کریں اسی لئے تو میں نے غلام نبی کو واپس کر دیا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور اب اس حاجی کے پاؤں بھی میں یہاں جمنے نہ دونگا اور آپ دیکھیں گے کہ اسے بھی یہاں سے قادیان بھاگنا پڑے گا“۔ پھر کچھ ناواجب کلمات حضرت کے خلاف استعمال کرتے ہوئے کہنے لگا ”امام مہدی تو مکہ سے ظاہر ہوں گے ان کے ساتھ لشکر ہوں گے جو مغربی قوموں کو تباہ کر دیں گے اور وہ حسینی ہوں گے قادیانی نہیں ہوں گے“ اس کے بعد مجھے جواب کا موقعہ دینے کے بغیر انہوں نے سیرالیون کانگریس کا وہ جلسہ برخاست کر دیا۔

پھر کیا ہوا مولوی علی صاحب نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

” اس کے بعد سے ہمیں تو اللہ تعالےٰ سیرالیون پر کامیابی عطا فرما رہا ہے اور جابجا مدرسے بھی قائم ہو رہے ہیں۔ جماعتیں قائم ہو رہی ہیں۔ ایک اسلامیہ سکول بھی ہم نے کھول دیا

ہے مسجدیں بھی بنا رہے ہیں اور خود میں بھی بفضلہٖ تعالیٰ ملک میں موجود اور جماعت کی راہنمائی اور تربیت میں مصروف ہوں بلکہ اب آپ بھی میرے ساتھ آ شامل ہوئے ہیں۔ لیکن شیخ حیدرالدین صاحب جے ایم بی ای خود اپنی ہی خواہش کے مطابق واقعی دماغی توازن کھو بیٹھے اور ۱۹۳۹ء سے دماغی عارضہ میں مبتلا ہیں حتّٰی کہ اب بیماری کی شدت کی وجہ سے اُنہیں گھر کے اندر بند کر کے رکھا جا رہا ہے ان کے قبیلہ کے لوگ اعلانیہ معترف ہیں کہ انہوں نے ایک خدا رسیدہ انسان اور اس کی سچی جماعت کے خلاف زبان کھولنے کا خمیازہ اس دنیا میں بھگت لیا ہے۔ بعض ان میں سے بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور اور امامِ وقت کے خلاف بدزبانی کرنے والے کو اس دنیا میں ایسے عارضہ میں مبتلا کر دیا جو اُس نے خود چاہا تھا اور اپنے پاکیزہ کلام اِنِّی مُھِینٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کی صداقت کا ایک اور واضح زندہ ثبوت مہیا فرمایا۔ خاکسار محمد صدیق عرض کرتا ہے کہ افسوس سیرالیون کا یہ سرکردہ باشندہ اُس دماغی عارضہ سے جانبر نہ ہو سکا اور تقریباً اڑھائی سال تک اس لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی والی عبرتناک حالت میں رہ کر آخر اس جہان سے چل بسا۔ ان کی وفات کے کئی سال بعد ان کے اکلوتے صاحبزادے عمر حیدرالدین اپنے چودہ سالہ بیٹے حیدرالدین یعنی پوتے کو جس کا نام اپنے دادا کی طرح حیدرالدین ہی تھا میرے پاس "بو" لے کر آئے اور بصد منت اصرار کیا کہ اسے احمدیہ سکول "بو" میں داخل کر کے بورڈنگ ہاؤس میں رکھ لیا جائے۔ کیونکہ فری ٹاؤن میں آوارہ پھرتا ہے نیز کہنے لگے کہ آپ یقین کریں میں اپنے باپ شیخ حیدرالدین کی طرح آپ کا مخالف نہیں ہوں بلکہ دل سے آپ کی جماعت کو سچا سمجھتا ہوں اور اسلام کی اشاعت کے لئے آپ کی تبلیغی مساعی کا مداح ہوں میں نے اس خیال سے شیخ حیدرالدین صاحب کے اُس پوتے کو اپنے سکول اور بورڈنگ ہاؤس میں داخل کر کے اپنے پاس رکھ لیا کہ شائد کہ وہ دینی

تربیت کے بعد اپنے خاندان کے لیے دینی لحاظ سے بہتر ثابت ہو تاہم چند ماہ تو وہ لڑکا اچھا رہا اسکول کے اُستاد بھی اُس سے مطمئن رہے لیکن پھر اس کے خلاف بورڈنگ میں مقیم لڑکوں کی چیزیں چرانے اور دیگر مختلف قسم کی شکایات ہونے لگیں اور وہ اسکول سے غائب رہنے لگا۔ پھر بھی میں نے نرمی اور بعض وفعہ سختی سے اس کی اصلاح کی کوشش جاری رکھی آخر ایک مرتبہ سکول میں ایک سنگین جرم کرنے پر اس کو ہیڈ ماسٹر کے فیصلہ کے مطابق سرِعام بدنی سزا دی اس نے لڑکوں سے کہنا شروع کیا کہ میں اس کا بدلہ لے کر چھوڑوں گا مگر یہ بات کسی نے مجھ تک نہ پہنچائی۔ چنانچہ سزا کے ایک ہفتہ بعد حیدرالدین نے انتقامی جذبہ کے ماتحت اس ملک کی ایک زہریلی بوٹی پسے ہوئے شیشہ میں ملا کر میرے بستر پر بکھیر دی گرمیوں کا موسم بھا رات کو مجھے شدید خارش شروع ہوگئی اور صبح تک میری تمام جلد سوجھ کر بدن زہریلی خارش سے بھر گیا۔ جماعت کے ایک بزرگ حاجی علی صاحب نے فوراً پتہ کر لیا کہ کیا ہوا ہے اور کس کی شرارت ہے چنانچہ پھر مجھے کئی روز تک بوگورنمنٹ ہسپتال میں زیرِ علاج رہنا پڑا۔ بار بار انجکشن لگتے رہے اور آخر خدا تعالےٰ کے فضل سے تکلیف بالکل رفع ہوگئی۔ تاہم وہ لڑکا حیدرالدین اپنے اس نئے جرم کا افشا ہوتے ہی غائب ہو کر فری ٹاؤن بھاگ گیا۔ پھر چند ماہ بعد ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس کا باپ عمر حیدرالدین ٹی بی میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا اور پھر ڈیڑھ دو سال بعد وہ شرارتی لڑکا بھی فری ٹاؤن میں اسی مرض کا شکار ہو کر دنیا سے چل بسا۔

گویا خدا کے مامور کا انکار اور تذلیل کرنے والے آنریبل حیدرالدین جے پی ایم بی ای فری ٹاؤن کی نسل بھی ختم ہوگئی اور خاندانی طور پر وہ دنیا سے بالکل مٹا دیئے گئے۔

کاش ایسی قہری تجلّیات سے خدا اور حبیب کے منکر عبرت حاصل کریں اور فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت بخشے اور اسلام کی تعلیم پر کاربند رہ کر اپنے خدا کو ہر دم راضی رکھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

کرسچن کونسل کی کم ظرفی

مغربی افریقہ کی برٹش نو آبادیات میں ملکی آزادی اور خود مختاری تک عیسائی مشنوں کے اثر و نفوذ کے لحاظ سے چرچ آف انگلینڈ اکثر جگہ پیش پیش رہا ہے ۱۹۵۱ء میں اس چرچ کے سربراہ آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر فشر کی سیرالیون میں آمد کی خبر جب اخبارات میں شائع ہوئی تو ہم نے آرچ بشپ مذکور اور ان کے ساتھ آنے والے چھ بشپوں کو تبلیغ اسلام کرنے اور اسلامی لٹریچر کونسل جن کے زیر اہتمام انہیں سیرالیون بلوایا گیا تھا ہم نے ان کے چیرمین کو لکھا کہ ہمیں بھی آرچ بشپ مذکور اور ان کے مصاحبوں کے ساتھ ملاقات کے لئے آدھ گھنٹہ وقت دیا جائے۔ مگر افسوس کہ کرسچن کونسل نے وقت کی قلت کا عذر کر کے ہماری درخواست رد کر دی بلکہ آرچ بشپ آف کنٹربری کے خیر مقدم کے لئے منعقدہ عام تقریب میں شرکت کی دعوت بھی ہمیں نہ دی۔ حالانکہ اس تقریب میں شرکت کی دعوت سیرالیون کے سب مذہبی مشنوں، سوسائٹیوں انجمنوں۔ کلبوں اور سکولوں کے منیجروں کو دی گئی تھی۔

تاہم اس عاجز کی خواہش تھی کہ جیسے بھی ہو عیسائی دنیا کے ان چوٹی کے لیڈروں کو پیغام حق ضرور پہنچایا جائے۔ اور اہم اسلامی لٹریچر بھی انہیں پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ خاکسار نے بو احمدیہ جماعت کے چھ سات نوجوانوں کو اپنے ساتھ تیار کر کے یہ پروگرام بنایا کہ جب ان آرچ بشپ کنٹربری کا وفد ٹرین فری ٹاؤن سے بو ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی سے نکل کر ان کے کاروں میں بیٹھنے سے پہلے پہلے ہی ہر معزز مہمان کو اپنا لٹریچر پیش کر دیا جائے۔

آرچ بشپ آف کنٹربری کو تبلیغ اور چیلنج

چنانچہ جب آرچ بشپ آف کنٹربری ریل گاڑی سے نکل کر پلیٹ فارم پر عیسائی عوام میں گھر گئے تو ہجوم میں

۱۹

خاکسار بھی ہمت کر کے آگے بڑھا اور ان سے مصافحہ کر کے اپنا تعارف کرایا کہ میں سیرالیون میں عالمگیر احمدیہ اسلامک مشن کا نمائندہ اور مبلغ اسلام ہوں اور آپ کو اسلام کی مقدس الہامی کتاب۔ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور دیگر اسلامک لٹریچر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد خاکسار نے پہلے انہیں قرآن کریم اور دیگر کتب پیش کیں اور پھر ایک ٹائپ شدہ خیر مقدم ایڈریس جماعت کی طرف سے پیش کر کے انہیں عرض کیا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ فارغ وقت میں ضرور اس کلام الہٰی اور کتب اور ہماری طرف سے پیشکردہ ایڈریس کا مطالعہ کریں گے۔ میری طرح دو سکے احمدی دوستوں نے بھی میری ہدایت کے مطابق ہر مہمان بشپ اور نمائندہ چرچ کو علیحدہ علیحدہ پیکٹوں میں اسلامی کتب اور مختلف ٹریکٹ پیش کیے اور اس طرح خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے باوجود کرسچن کونسل کی طرف سے مخالفت اور روکاوٹ کے ہماری طرف سے عیسائی دنیا کے ان سربراہوں کو اسلام کا پیغام پہنچا کر اتمام حجت کر دی گئی۔ فالحمد للہ۔

ان کے نام جماعت کی طرف سے خیر مقدم ایڈریس جس کی نقول سب مہمانوں کو پیش کی گئی تھیں۔ اسلام کی خوبیاں اور تعلیم کی برتری۔ مسیح کی آمد ثانی بائیبل میں حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئیاں اور حضرت کی پیشگوئی وضاحت سے بیان کر کے حضرت (مظہر قدرتِ ثانیہ) کا چیلنج مذکورہ دیباچہ قرآن کریم انگریزی قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس چیلنج میں حضور کی طرف سے مذاہب عالم کے سربراہوں کو دعوت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق محبت کے ثبوت میں حضور کے الہامات اور رویا وکشوف کے مقابل وہ لوگ اپنے الہامات اور کشوف پیش کر کے ثابت کریں کہ اُن سے بھی اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتا ہے۔ یہ خیر مقدم ایڈریس بعد میں ہزاروں کی تعداد میں سیرالیون کی عیسائی پبلک میں تقسیم کیا گیا۔ سیرالیون سے واپس انگلستان پہنچ کر آرچ بشپ آف کنٹربری نے مجھے شکریہ کا مختصر سا خط ارسال کیا۔ مگر ہمارے امام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے دعوت عام اور چیلنج کا ذکر تک نہ کیا۔

اضطراری دعا کا اثر

ایک مرتبہ ۱۹۴۳ء میں سیرالیون اور لائبیریا کی سرحد کے قریب قصبہ لیلاہون میں ریاست کے عیسائی پیرا ماؤنٹ چیف پیٹرک بنیاں (PatrickBanya) کے محل میں ان کی موجودگی میں خولانی نسل کے تین چار چوٹی کے علماء سے خاکسار کی وفات عیسٰےؑ اور آمد امام مہدی پر بحث ہوئی۔ وفات عیسٰیؑ پر ہمارے قرآنی دلائل سے عاجز آ کر ان کے لیڈر خفت مٹانے کے لئے طمطراق سے مجھے کہنے لگے۔ آپ بھلا قرآنی علوم کیا جانیں۔ آپ تو قرآنی سورتوں کے نام بھی ترتیب وار نہیں بتا سکتے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ آپ اس وقت ہمیں ترتیب وار سورتوں کے نام سنا دیں آپ یقیناً نہیں سنا سکیں گے۔

انڈین لوگ تو صرف بچھڑے کی پوجا کرنا جانتے ہیں۔ انہیں دین کے علم سے کیا واسطہ گویا کوئی علمی بات نہیں تھی۔ اور تفسیر یا حقائق و معارف سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اس زمانہ میں افریقہ کے اندرونی علاقوں میں بعض دینی لیڈر ایسی ہی سطحی باتوں سے ناخواندہ عوام میں اپنی علمیت کا بھرم قائم رکھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ سورتوں کے ترتیب وار نام یاد رکھنے کا تعلق صرف حافظہ سے ہے۔ اور اس کی ضرورت بھی عموماً نہیں پڑتی۔ میں نے جلدی سے اپنے ذہن میں نام دہرائے تو ترتیب وار آٹھ دس سورتوں سے آگے نہ بڑھ سکا مجھے شدید قلق ہوا کہ کہیں وہ لوگ اس حربہ سے مجھے پبلک میں شرمندہ نہ کریں اسی گھبراہٹ اور اضطراب میں خاکسار نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے اللہ میں تو ایک نالائق گنہگار انسان ہوں۔ لیکن اس وقت یہاں تو تیرے مامور کی مقدس جماعت کی نمائندگی کر رہا ہوں تو اپنے فضل سے پردہ پوشی فرما اور عزت رکھ لے۔

عیسائی چیف کا منصفانہ رویہ

پھر خاکسار نے تبوکل علی اللہ زوردار طور پر انہیں یہ کہا کہ آپ لوگ پہلے یہ بتائیں کہ سورتوں کے نام سنا دینے کا نتیجہ کیا ہوگا کیا پھر آپ لوگ ہمارے دلائل کو سچا تسلیم کر کے ہمارے

ہم نوا ہو جائیں گے اگر آپ لوگ پہلے یہ عہد نہ کریں تو سورتوں کے نام سنانے میں وقت ضائع کرنا بے معنی ہو گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا وعدہ کرنے سے انہیں اپنی شکست تسلیم کرنے کا خدشہ تھا وہ باہمی طور پر لوکل زبان میں کھسر پھسر کرنے لگے بوڑھے عیسائی پیرا ماؤنٹ چیف پیٹرک بنیاں یہ سب بحث بڑی دلچسپی سے سُن رہے تھے۔ اور یکدم ان لوگوں پر برس پڑے اور کہنے لگے، آپ لوگوں کو انڈین مشنری سے یہ مطالبہ لایعنی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ اس کے قرآنی دلائل کی تردید سے آپ لوگ عاجز ہیں مگر اپنی کمزوری تسلیم کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ سورتوں کے ناموں کا اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ یہ کوئی علمی بات ہے ہماری مقدس بائیبل کی بھی ۶۶ کتابیں ہیں۔ محض ان کے نام جاننے سے کوئی انسان بائیبل کا عالم نہیں کہلا سکتا۔ آپ لوگ وقت ضائع نہ کریں اور سوچ سمجھ کر آج نہیں تو پھر کبھی مجلس قائم کر کے آپس میں فیصلہ کر لیں۔ فریقین کی کتاب اور مذہب ایک ہے۔ تو پھر فیصلہ میں مشکل نہیں ہو سکتی بشرطیکہ سچائی اور انصاف سے کام لیا جائے" اور اس طرح وہ لوگ مجھے شرمندہ کرنے کی بجائے خود نادم اور ناکام ہوئے اور خدا کے فضل سے مجلس کامیابی سے ہمارے حق میں ختم ہوئی۔ آج کل اس علاقے میں ہماری کئی مخلص اور بڑی بڑی جماعتیں ہیں۔

الحمد للہ تعالیٰ۔

ایک دلچسپ علمی مذاکرہ اور اس کی روئیداد

خاکسار کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مصر میں بھی کچھ عرصہ بطور مجاہد تحریک جدید تبلیغ اسلام کا کام کرنے کا شرف حاصل ہے ۱۹۳۸ء کے آغاز میں مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ہماری جماعت کا مرکز وہاں کی مشہور شارع الموسکی میں امیر جماعت احمدیہ مصر جناب سید محی الدین الحصنی مرحوم کی کلاتھ مارکیٹ کے بالکل قریب ہی ایک گلی میں تھا جہاں جماعتی اجتماعات ہوا کرتے اور باجماعت نمازیں التزام سے ادا کی جاتی تھیں اور خاکسار بھی وہیں مقیم تھا۔

علمی مذاکرہ

قاہرہ میں قیام کے دوران جماعت کی مذہبی تعلیم و تربیت کے علاوہ دن بھر مختلف سوسائیٹیوں۔ سیر گاہوں اور پرائیویٹ گھروں میں احمدی احباب کے زیر انتظام تبلیغ کے کثرت سے مواقع میسر آتے رہتے تھے اس عرصہ میں فروری ۱۹۲۸ء میں مکرم مولانا محمد سلیم صاحب سابق مبلغ انچارج بلاد عربیہ بھی فلسطین سے مصر تشریف لے آئے اور تبلیغی اور جماعتی مصروفیات زیادہ ہوگئیں۔ ایک روز اتفاقیہ طور پر ہم دونوں یونیورسٹی جامعہ ازہر کے قریب ایک مشہور باربر شاپ میں حجامت بنوانے کی غرض سے جا پہنچے۔ میری عمر اس وقت ۲۲ سال تھی اور مولانا صاحب ۲۷ سال کے لگ بھگ تھے۔ اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے ہمارے وہاں بیٹھے بیٹھے جامعہ ازہر کے دو ادھیڑ عمر عالم دین پروفیسر بھی حجامت بنوانے کے لئے تشریف لے آئے۔ ہمیں اپنے مخصوص لباس اچکنیں۔ سبز پگڑیاں اور شلواریں پہنے دیکھ کر وہ کچھ حیران سے ہوئے پھر ان میں سے ایک نے سلام و تعارف کے بعد تفصیلی طور پر ہمارا حال احوال پوچھنا شروع کر دیا۔ برادرم مولانا محمد سلیم صاحب نے انہیں بتایا کہ ہم مبلغین اسلام ہیں اور ہماری آمد کی غرض تبلیغ اسلام اور مسلمان عوام کو علوم قرآن اور اس کے حقائق و معارف جدیدہ سے متعارف کرانا ہے۔

عربی و عجمی میں مزعومہ فرق

اس پر وہ دونوں عالم پہلے تو قہقہہ لگا کر اتنے زور سے ہنسے کہ حاضرین ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر کہنے لگے۔ قرآن کریم تو ہماری مادری زبان میں ہے اور ہم عرب لوگ ہی اسے پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں آپ کیا سکھائیں گے۔ آپ ہندی اور عجمی ہیں آپ اس فصیح و بلیغ عربی میں نازل شدہ کلام الٰہی کے علوم اور حقائق و معارف ہم مصریوں سے زیادہ جاننے کا دعوےٰ کیسے کر سکتے ہیں۔

مکرم مولانا محمد سلیم صاحب نے انہیں بتایا کہ بے شک عربی زبان کے آپ ماہر ہیں اور یہ چونکہ آپ کی مادری زبان بھی ہے اس لئے آپ بہر حال اس زبان پر ہم سے زیادہ حاوی ہیں لیکن قرآن کریم کے علوم اور اس کے روحانی حقائق و معارف کے خزانے اللہ تعالیٰ کی دین ہے وہ ہر زمانہ میں جسے چاہتا ہے سکھا دیتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ہندوستان میں مبعوث فرما کر دنیا کے لوگوں کے لئے اس زمانہ کے حالات کے مطابق قرآن کریم کے علوم اور اس کے روحانی خزائن سے انہیں آگاہ فرمایا۔ اور انکی وساطت سے ان علوم کے خزائن سے حصہ رسدی کے طور پر ہمیں بھی خدا کے فضل سے وافر حصہ ملا ہے

یہ ہندی لڑکے

یہ سن کر وہ کچھ مذاق کا انداز اختیار کرتے ہوئے دوکان میں موجود لوگوں سے کہنے لگے ۔ " دیکھیں یہ دونوں ہندی لڑکے ہم مصریوں کو قرآنی علوم سکھانے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ ہندوستانی عبادین بقر قرآن کریم کی حقیقت کو کیا جانیں بچارے یونہی غلطی خوردہ ہیں ہم عرب ان سے علوم شریعت کا کون سا حصہ سیکھیں گے شریعت اسلام ہمیں کے ذریعہ تو دنیا کے کونے کونے میں پہنچی ہے اور ہم اس کے احکام اور علوم کی حقیقت اور حکمتیں ہر قوم سے زیادہ جانتے ہیں۔ بہتر ہے یہاں وقت ضائع کرنے کی بجائے یہ لوگ واپس جا کر اپنے ملک کے مشرکوں اور ہندوؤں کو اسلام سکھائیں ۔

علمی مقابلے ہمارا مقصد نہیں

اس پر مولانا محمد سلیم صاحب نے نہایت خوش اسلوبی سے اور فصیح و بلیغ عربی میں انہیں عرض کیا کہ آپ ہمارے بڑے واجب الاحترام بزرگ ہیں اور آپ سے علمی مقابلے کرنا ہماری اس آمد کا مقصد نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہماری یہ خواہش ہے بلکہ آپ اگر یہ پسند فرمائیں تو ہم آپ کی شاگردی کرنے کو تیار ہیں ہم آپ سے آج یہاں قرآن کریم کی ایک دو آیات کی تفسیر سمجھنا چاہتے ہیں۔ آپ ذرا وضاحت سے سمجھا دیں تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے ۔

چنانچہ جب وہ اس پر بخوشی رضامند ہو گئے تو مکرم مولانا محمد سلیم صاحب نے اسی وقت سورۃ انعام کی آیت ۷۶ سے ۷۹ تک تلاوت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق اس واقعہ کا صحیح مطلب اور تفسیر ان سے دریافت کی۔ جس میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ستارہ دیکھا جسے دیکھتے ہی وہ پکار اٹھے " ھٰذا ربّی " یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا۔ نہیں میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا پھر جب چاند چمکتا ہوا دیکھا تو انہوں نے کہا۔ یہ میرا رب ہے" لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو آپ نے کہا نہیں اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی گمراہوں میں سے ہو جاتا مگر اس کے بعد جب سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تو پکار اُٹھے۔ ھٰذا ربّی۔ یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم میں تمہارے ان خداؤں سے بیزار ہوں میں نے ان تمام کی راہوں سے بچتے ہوئے اپنی توجہ کو واحد خدا کی طرف پھیر دیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

محترم سلیم صاحب نے اُن سے وضاحت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود اپنی عمر کے کسی حصے میں شرک میں مبتلا رہے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نبی تو شرک کے قریب بھی نہیں جاتے اور ایک تائب مشرک بھی نبوت کے درجہ سے مشرف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نبی کے لئے مسلّمہ طور پر معصوم عن الشرک والاثم ہونا ضروری ہے۔ اس کی ساری زندگی پاکیزہ ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے خود شرک نہیں کیا اور سورج چاند ستاروں کو کبھی نہیں پوجا۔ بلکہ صرف مشرکین کو سمجھانے کے لئے فرضی طور پر یہ بظاہر مشرکانہ فقرے استعمال کئے تھے تو بظاہر ان آیات کے الفاظ اس مفہوم کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ سوائے اس کے کہ اس طرز استدلال اور مفہوم کی تائید میں خود قرآن و حدیث اور لغتِ عرب

سے کوئی مثال پیش کی جائے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم صاف طور پر بار بار فرماتے ہیں ھٰذا ربی یہ میرا رب ہے گویا پہلے وہ ستارے پوجنے والے بنے پھر چاند کو پوجا آخر میں پھر جب ان پر پہنچے خدا کی خدائی منکشف ہو گئی تو موحد ہو گئے اور ایک خدا کو پوجنے لگے۔ پس بظاہر واضح ہے کہ وہ ایک وقت تک مشرک رہے (نعوذ باللہ تعالیٰ)۔

علماء کا جواب

مکرم مولانا صاحب کے عجیب بڑی سریلی ہندوستانی آواز اور لہجہ میں ان آیات کی تلاوت کی تو کام میں مشغول باربر وغیرہ بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے اور مولوی صاحب کا پورا سوال بڑے غور اور توجہ سے سنتے رہے۔

مولانا موصوف کا یہ سارا بیان سن کر دونوں علمائے کرام پر کچھ حیرت سی طاری ہو گئی تاہم جلد ہی سنجیدہ ہو کر ان میں سے ایک عالم کہنے لگے۔

دیکھو بات تو صاف ہے آپ اسے غلط معنی دے رہے ہیں در حقیقت یہ سب سوالیہ فقرے ہیں جو استفہام انکاری پر دلالت کرتے ہیں آپ یونہی اعتراض کرتے رہے ہیں ابراہیم علیہ السلام تو مشرکین کو سمجھا رہے ہیں کہ غروب ہونے والی چیزیں جو کسی اور کے حکم کے ماتحت چلتی ہیں ہماری خدا کیسے ہو سکتی ہیں خدا تو وہ ہے جس کے حکم سے یہ اپنے اپنے کام پر مامور ہیں،،

جواب الجواب

برادرم مولانا محمد سلیم صاحب نے عرض کیا۔ آپ درست فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا ھٰذا ربی کہنا استفہام انکاری کے طور پر ہے ہم آپ سے متفق ہیں ہم بھی عقیدۃً یقینی طور پر حضرت ابراہیمؑ کو خدا کا برگزیدہ نبی اور شرک سے کلی طور پر پاک اور معصوم نبی یقین کرتے ہیں۔ لیکن یہاں ان آیات میں استفہام انکاری کے ثبوت کے لئے وہ جو اس بیان کو استفہام انکاری ثابت کریں تو لفظی یا معنوی قرینے بھی تو آپ بیان فرمائیں۔ اگر آیات میں صرف "ھٰذا ربی" ہوتا تو شاید قرآنی کے بیان کی صفت سے یہ ہوتی۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں

"هٰذَا اَرَبِّیْ هٰذَا اَکْبَرُ"

تو مولانا صاحب کا یہ جواب الجواب سننے کے بعد بھی وہ ابراہیمؑ کے اس استفہام انکاری کو معقول اور مدلل طریق سے بیان نہ کر سکے اور یونہی ٹال مٹول کر کے یہ کہتے رہے کہ تفسیروں میں تو یہی کچھ لکھا ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے ہم تو گزشتہ تفسیروں کو مانتے ہیں ان میں جو لکھا ہے۔ وہ درست ہے۔ ہمارے بزرگ جھوٹے نہ تھے۔ اس سے زیادہ ہم نہیں جانتے۔ **واللہ اعلم**۔ قرآن کریم کے بارہ میں زیادہ بحث کرنا منع ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔

اس پر حاضرین میں سے دو تین نوجوان ان کے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے آپ اب یونہی کیوں پیچھا چھڑا رہے ہیں ابھی ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ آپ ان ہندوستانیوں سے زیادہ قرآن کریم جانتے ہیں اب یا تو آپ اِن ہندی مہمانوں کی اور ہماری بھی اس مسئلہ کے بارے میں تسلّی کرائیں یا پھر انکو مذکورہ بالا آیات کی صحیح تفسیر بیان کرنے کا موقع دیں سرِ دست تو انہوں نے آپ کو لاجواب کر دیا ہے۔

عرب قوم سے محبت اور عقیدت

اس مرحلہ کو ذرا نازک دیکھ کر محترم مولانا محمد سلیم صاحب نے ان علماء کی عزت افزائی کے لئے ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے دوبارہ ان سے عرض کیا کہ ہم آپ کو پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ ہمارا آپ سے مقابلہ کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں ہم یہاں مقابلوں کے لئے نہیں آئے آپ تو ہمارے واجب صد احترام علماء اور ابنائے عرب ہیں جن کے لئے حضرت سرورِ کائنات کے وجودِ اقدس کی وجہ سے عقیدت اور دلی محبت ہے۔ آپ کی قوم کے ذریعہ جو روشنی اور نور و ہدایت اسلام کی شکل میں ہمارے ملک میں پہنچا۔ ہم نہ صرف اس کے شیدائی ہیں بلکہ عرب قوم اور عرب علماء اور سب بزرگانِ امت اور مفسرین سلف و خلف کی خوبیوں اور علمی کارناموں کے قائل ہیں۔ اور دل سے ان کی

قدر کرتے ہیں۔ پس آپ ہمیں غیر اور اجنبی نہ سمجھیں بلکہ جیسے بعض دفعہ ایک مشفق اور دانشمند استاد اپنے کسی شاگرد رشید کے منہ سے کوئی دل پسند سچائی یا کسی مسئلہ کا حل سن کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا اسی طرح آپ بھی ہم سے ہماری باتیں اسی فراخ دلی اور محبت سے سن لیں۔ اگر قابلِ قبول نہ ہوویں تو بے شک رد کر دیں۔

مولانا صاحب کی یہ باتیں سن کر ان میں سے ایک عالم بولے۔

طَیِّبٌ طَیِّبٌ اَحْسَنْتَ یَا اِبْنِیْ اَلْاٰن هَاتِ مَا عِنْدَکَ مِنْ تَفْسِیْرِ هٰذِهِ الْاٰیٰتِ نَحْنُ نَسْمَعُ وَنُصْغِیْ لَکَ اَنْتَ شَابٌّ مُثَقَّفٌ وَعَالِمٌ بِلَا شَکٍّ

ہاں ہاں بیٹا! آپ نے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے۔ اب اِن آیات کی تفسیر میں جو کچھ آپ جانتے ہیں آؤ سناؤ ہمیں۔ ہم پوری توجہ سے تمہارا بیان سنیں گے۔ تم واقعی ایک عالم دین۔ سمجھدار اور بڑے منقب و مہذب نوجوان لگتے ہو۔

متعلقہ آیات کی صحیح تفسیر

ازہر کے ان بزرگ علماء کی اس واضح رضامندی کے بعد مولانا محمد سلیم صاحب نے تقریباً آدھ گھنٹہ مذکورہ بالا آیات کی ایسے عام فہم اسلوب میں تفسیر کی کہ سب حاضرین تسلی پا گئے اور عش عش کر اٹھے آپ نے بتایا کہ:۔

اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا۔ کے مطابق ہمیں اس سلسلہ میں قرآن کریم کی دوسری آیات کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اور کسی آیات کی ایسی تفسیر یا مفہوم بیان نہیں

کہا جاسکتا۔ جو کسی بھی دوسری آیات کے خلاف پڑتا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

قرائن اور سیاق وسباق

اس کے بعد آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بُت خانہ میں جاکر سوائے سب سے بڑے بُت کے سب بتوں کا توڑنا اور..

"بَلْ فَعَلَهُ (فاعل) كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوهُمْ اِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ٥

اس کی صحیح تفسیر کر کے ثابت کیا کہ انہوں نے یہاں جھوٹ نہیں بولا تھا بلکہ استدلال سے شرک سے بیزاری کا اظہار اور مشرکوں کا منہ بند کرنا اور انہیں ساکت کرنا مقصود تھا۔ پھر آپ نے بتایا کہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے ان تمام واقعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور زیر بحث آیات کے سیاق وسباق میں قرائن کے ہوتے ہوئے یہ کسی صورت میں بھی تصور میں نہیں آسکتا کہ انہوں نے ھٰذَا رَبِّیْ کہہ کر یقینی طور پر ستارے چاند اور سورج کو پوجا تھا۔

آپ نے بتایا کہ قرآن کریم کی ان آیات سے پہلے کی دو آیات میں تو حضرت ابراہیم نہایت واضح طور پر اپنے چچا آذر کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ٥"

کہ میں تجھے اور تیری قوم کو شرک کی کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کے معاً بعد وہ یقولون مالا یفعلون والوں کی طرح خود اسی گمراہی میں پڑ جاتے۔ اسی طرح اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں پر اپنی بادشاہت کے کرشمے دکھاتے رہے ہیں تاکہ وہ علم کامل اور یقین محکم میں سب سے بڑھ جائیں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ

نے بجائے حضرت ابراہیم کے علم کامل اور یقین محکم میں زیادتی کرنے کے انہیں اجرامِ فلکی کے شرک میں مبتلا کر دیا ہو۔ پھر اسی واقعہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب دلائل قطعیہ ہم نے ابراہیم کو اس لئے سکھائے تھے تاکہ وہ اپنی مشرک قوم پر دلائل کے لحاظ سے غلبہ پا کر انہیں ساکت کر دے اور وہ ان کی ہدایت کا موجب بنے لیکن یہ عجیب قطعیہ اور یقینی دلائل ہیں کہ بحث کے دوران ہی خود ابراہیمؑ بھی نعوذ باللہ! شرک کے دلدادہ ہو کر مشرک ہو گئے

اسی طرح آگے آیت ۸۲، ۸۳ بھی ثابت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم نہ صرف ہمیشہ توحید کے عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا بھی پورا علم رکھتے تھے۔ ......

اس کے بعد اصل آیات کی طرف آتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ "هٰذَا رَبِّیْ" کا یہ ترجمہ نہیں کہ یہ میرا رب ہے، بلکہ استفہام انکاری کے طور پر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ کہ کیا یہ میرا رب ہو سکتا ہے۔ یعنی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس نے تھوڑی دیر بعد تو غروب ہو جاتا ہے اور جب غروب ہو گیا تو انہوں نے ستارہ پرستوں کا یہ بتلا کر منہ بند کر دیا۔ کہ یہ ڈوبنے والا میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے جسے کوئی اور ہستی کنٹرول کرتی اور چڑھاتی اور ڈوباتی ہے۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ تدریجی طور پر وہ اپنی قوم کے ستارے۔ چاند اور سورج پرست لوگوں کو توحید کی طرف لائے۔ ......

غرض قرآن کریم کی زیر بحث آیات کریمہ کی یہ لمبی اور سیر حاصل تفسیر سن کر حاضرین بلکہ وہ دونوں بزرگ عالم بھی بہت محظوظ ہوئے ..... حاضرین میں سے چند مصری نوجوان اس علمی مذاکرہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے دوسرے روز اپنے علاقہ عباسیہ میں جو وہاں سے ڈیڑھ دو میل دور تھا آنے کی ہمیں دعوت دی ... ... اور بعد میں احمدی ہو گئے۔ فالحمد للہ۔

لاہوری جماعت سے متعلق ۱۹۷۴ء میں کمزوری دکھانے والے ایک دوست کے نام خط

(از خاکسار عبد الرحمن مبشر مولف کتاب ہٰذا)

مکرم جناب شیخ صاحب

زیدکُمْ اقبالہ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ بخریت ہونگے - آپکے ارشاد کے مطابق آپ کے سوال کا جواب ارسال خدمت ہے غور فرمائیں اور یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ دنیا کی نعمتیں اور دولتیں ایک طرف اور احمدیت دوسری طرف ہو تو پھر بھی احمدیت ہی کا پلڑا بھاری رہیگا - کبھی یہ تصور بھی نہ کریں کہ احمدیت سے کنارہ کشی ہو کر کہیں کامیابی یا فلاح مل سکتی ہے - اور آپکے خاندان کو تو احمدیت ہی کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس قدر نوازا ہے اس کی اس نعمت کا آپ جسقدر بھی شکر ادا کریں کم ہے -

اس کا شکر تو آپ کی اور آپ کے خاندان کی ساری نسل بھی قیامت تک ادا نہیں کر سکتی چہ جائیکہ آپ ان معمولی باتوں پر اڑ جائیں اور کچھ کمزوری دکھائیں - دعا ہے کہ مولا کریم آپ کو ہر قسم کی دینی و دنیاوی نعمتوں سے مالا مال رکھے اور ہر حال میں آپ کا حافظ و ناصر ہو (آمین)

اپنے اعتراض کے جواب کے لئے آپ نے مجھے ایک ماہ کی مہلت دی تھی - سو وہ جواب اندر میعاد پیش خدمت ہے -

ا۔جماعت احمدیہ کے دو فریق ہیں - میرے نزدیک نبوت کے مسئلہ میں محض ایک لفظی نزاع ہے - کوئی حقیقی نزاع موجود نہیں ہے - ثبوت یہ ہے کہ ۔ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔

۲۔ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اللہ تعالےٰ نے اپنے الہامات میں نبی بھی کہا ہے اور رسول بھی۔

۳۔ دونوں فریق اس بات پر بھی متفق ہیں کہ رسول کریم صلعم کے بعد کوئی مستقل نبی اور رسول بھی نہیں آسکتا۔ یعنی ایسا نبی اور رسول جسے نبوت براہ راست آنحضرت صلعم کی پیروی کے واسطہ کے بغیر ملی ہو۔

۴۔ دونوں فریق اس بات پر بھی متفق ہیں۔ کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ان معنوں میں نبی اور رسول کہا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہیں جس میں خدا تعالیٰ نے ان پر بکثرت امور غیبیہ ظاہر فرمائے جو اپنی کیفیت کے لحاظ سے بھی عظیم الشان تھے۔

۵۔ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت کو ظلی طور پر نبی اور رسول کہا گیا ہے۔ نہ مستقل طور پر۔ یعنی آپ کو جو نبوت یا رسالت ملی ہے وہ رسول کریم صلعم کی پیروی کے واسطہ سے ہے نہ براہ راست

۶۔ دونوں فریق اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور رسول کا نام پانے کے باوجود آنحضرت صلعم کے اُمتی بھی ہیں۔ گویا ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمتی۔

۷۔ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بہر حال اپنی نبوت سے مراد محدثیت لی ہے۔ لاہوری فریق یہ کہتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ سے تادم واپسیں حضرت اپنے تئیں نبی بمعنی محدث ہی قرار دیتے رہے ہیں۔ آپ نے کسی وقت اپنا مقام محدثیت سے بالا قرار نہیں دیا بلکہ آخر تک آپ محدثین کے ہی ایک فرد ہیں۔ لیکن ہماری جماعت کا اس نکتہ سے اختلاف ہے ہماری جماعت علی وجہ البصیرت

یہ یقین رکھتی ہے کہ ایک وقت حضرت پر ایسا آیا جس میں آپ پر انکشاف ہوگیا کہ آپ کا مقام محدث سے بالا ہے۔ اور محض محدث کہنے سے آپکی پوری شان ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ نبی کہنے سے ہی آپ کی پوری شان ظاہر ہوتی ہے۔

اس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں

حضرت اپنے ایک اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں فرماتے ہیں

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اسکو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔"

اس اقتباس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت کا نام محدث رکھنے سے ان کی پوری شان ظاہر نہیں ہوتی۔ جو نبی نام رکھنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ نبی نام رکھنے سے تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مرتبہ پر ہے۔ جس میں اظہار امر غیب کیا جاتا ہے۔ اور محدث کے لئے یہ امر ضروری نہیں ہے۔ دیکھیئے یہ عبارت ۱۹۰۱ء کی ہے۔ جس میں حضور نے اپنا مقام محدث سے بالا قرار دیا ہے۔ لیکن اُس سے پہلے چونکہ آپ اپنا مقام محدثؑ کے مترادف جانتے تھے اور اپنے لئے نبی اور رسول کے لفظ کو محدث کے ہم معنی قرار دیتے تھے اس لئے اس وقت آپنے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جہاں جہاں میں نے نبی کا لفظ لکھا ہے اس کو کاٹا ہوا سمجھ لیں اور اس کی جگہ محدث کا لفظ لکھدیں۔ حضرت ۱۹۰۱ء کے بعد ساڑھے سات سال زندہ رہے ان ایام میں آپ نے کسی جگہ نہیں لکھا کہ میری نبوت سے مراد محدثیت ہے۔ جو دراصل نبی نہیں ہوتا صرف جزوی طور پر نبی ہوتا ہے نہ پورے طور پر۔

جب آپ نے نبی کے لفظ کو ۱۹۰۱ء میں محدث سے بالا قرار دیا اور یہ بیان فرمایا کہ محدث کہنے سے آپکا مرتبہ ظاہر نہیں ہوتا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اس وقت آپ پر یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ آپ کی نبوت محض محدث کے مترادف نہیں۔ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ ہمیشہ اپنے تئیں نبی اور رسول قرار دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حقیقۃ الوحی ص۲۸ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا۔

"اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسٰے کی امت میں بہت سے نبی گزرے پس اس صورت میں موسٰے کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا حضرت موسٰے کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا۔ لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔"

یہ تمام اولیاء اللہ اور محدثین امتی ہی تھے۔ تمام امت میں سے اس وقت تک ایک ہی ایسا شخص ہوا ہے جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس امتی نبی کا مقام محدثین امت سے بالا ہے۔ یہ امتی نبی ہی ہیں۔ جیسا کہ آپ حقیقۃ الوحی کے حاشیہ ص۱۰۱ میں فرماتے ہیں۔

"یہ کس قدر ظلم ہے جو نادان مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنی اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہونگے۔ اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی وہی مسیح موعود کہلائے گا۔"

مندرجہ بالا دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو

سے امتی امت محمدیہ میں اسوقت تک صرف ایک ہی شخص ہوا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے۔

ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ آپ کا مقام اپنی نبوت میں محدثین کی جزوی نبوت سے بالا ہے۔ آپ سے پہلے محدث کو نبی کا نام نہیں دیا گیا۔ امت میں سے تیرہ سو سال میں صرف آپ ہی کو نبی کا نام دیا گیا ہے۔ ایک ہی شخص کو نبی کا نام دیئے جانے کی وجہ حضرت حقیقۃ الوحی صد ۳۹۱ پر یہ بیان فرماتے ہیں۔

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے۔ کہ بغیر نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ٥ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اُس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اُس کی گردن پر ہے۔"

"غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام

پانے کے لیے مَیں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امورِ غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔

حقیقۃ الوحی ص۳۹۰ تا ص۳۹۱

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ تیرہ صدیوں میں پہلے محدثین امت میں سے جنہیں اولیاء ابدال اور اقطاب قرار دیا گیا ہے۔ کسی نے اس کثرت سے امورِ غیبیہ پانے کی شرط کو پورا نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے نبی کا نام دیا جاتا ... ۔ صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہی اس شرط کو پورا کیا ہے۔ اس لیے ساری امتِ سابقہ میں سے نبی کا نام پانے کے لیئے آپ ہی ایک مخصوص فرد ہیں۔

شیخ صاحب:۔ اب سوچ کر دیکھ لیں کہ حضرت مرزا صاحب کو تیرہ سو سال کے محدثین سے بالاتر مقام پانے والا نبی سمجھا جائے۔ یا ان کی طرح غیر نبی۔

لاہوری فریق اس بات پر زور دیتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے بار بار اپنی نبوت سے انکار کیا ہے اور قسمیں کھائی ہیں کہ مَیں نبی نہیں مجھ پر نبوت کے دعویٰ کا الزام جھوٹا ہے۔ اس کا جواب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام دے چکے ہیں۔ آپ اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جس جس جگہ نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں میں کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں ہوں۔ اور نہ مستقل طور پر نبی ہوں۔ لیکن ان معنی سے کہ مَیں نے اپنے نبی مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اس کے واسطہ سے علمِ غیب پایا ہے۔ ان معنوں میں مَیں نے نبی اور رسول ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا"۔

پس لاہوری فریق کے انکارِ نبوت کے متعلق پیش کردہ حوالہ جات کا صرف یہ مفہوم ہے کہ حضرت نے تشریعی نبی اور مستقل نبی ہونے کے دعویٰ سے انکار کیا تھا۔ اور آخر تک انکار کرتے رہے ہیں۔ حضرت

السلام نزول المسیح کے ص۳ پر بھی تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نبی اور رسول نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت اور نئے دعویٰ اور نئے نام کے اور میں نبی اور رسول ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح ص۳)

لاہوری فریق کے اکابر کے متعلق جماعت میں ۱۹۱۳ء میں یہ محسوس کیا گیا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گھٹا رہے ہیں یہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خلافت کا زمانہ تھا۔ یہ لوگ ابھی جماعت کے سامنے اس مسئلہ میں ننگا نہیں ہونا چاہتے تھے۔ بلکہ ابھی کچھ عرصہ دل کی بات کسی مصلحت کی بنا پر چھپانا چاہتے تھے۔ اس لئے پیغام صلح میں اُن دنوں اُن کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ "ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔"

(پیغام صلح ۱۶/ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

اس اعلان کی تردید نہ مولوی محمد علی صاحب نے کی نہ خواجہ کمال الدین صاحب نے نہ مولوی صدرالدین صاحب نہ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نہ ڈاکٹر محمد حسین صاحب نہ شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ نے کی۔

ان سب اکابر کا اس اعلان کی تردید نہ کرنا اس بات کی واضح بین دلیل ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانے میں اُنہیں جماعت کے سامنے حضرت کی نبوت کے انکار کی جرأت نہ تھی۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت کی نبوت کے بارے میں دونوں جماعتیں اور صدر انجمن احمدیہ کے تمام اراکین متفق تھے۔

اس سلسلہ میں ایک قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ جب حضرت

بیعت ہوگئی تو جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہم نوا ممبران لاہور نے نئی انجمن کی بنیاد ڈالی تو انہیں یہ تجویز سوجھی کہ جماعت میں اختلاف کو ختم کرنے کیلئے حضرت اقدسؓ کی خدمت میں یہ عرض کیا جائے کہ ہم آپ کو جماعت کا امیر ماننے کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ آپ

ہماری دو شرطیں مان لیں - جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پرانے احمدیوں سے بیعت نہ لی جائے - اور دوسرا یہ کہ انجمن کے مالی معاملات پر آپ کا تصرف نہ ہو -

محترم شیخ صاحب! غور فرمایئے اگر حضرت یہ دونوں شرطیں مان لیتے تو نبوت اور کفر و اسلام کا مسئلہ لاہوری فریق کے ان سرکردہ لوگوں کے نزدیک اتنی اہمیت نہ رکھتا - کہ جس کی بنا پر یہ الگ فرقے کی بنیاد ڈالتے - یہ نبوت مسیح موعود کا مسئلہ اور اُس کا نتیجہ تو برداشت کرنے کے لئے تیار تھے - لیکن انجمن پر خلیفے کا اختیار ماننے کے لئے تیار نہ تھے اور نہ اپنے نفسوں کو بیعت کرکے نیچا کرنا چاہتے تھے - پس اصل اہمیت اختلافات میں اُن کے نزدیک خلیفہ کے اختیارات کو تھی نہ کہ نبوت مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کو بلکہ یہ دونوں مسئلے ان کے لئے قابل برداشت تھے -

یاد رہے کہ اگر حضرت خلیفہ اوّلؓ کی بیعت ان دونوں شرطوں کے ساتھ ہوئی ہوتی تو حضرت عنہ ضرور ان کی بات مان لیتے - لیکن خلافت اولیٰ کی بیعت کے وقت سب پرانے احمدیوں نے بیعت کی تھی - اسی پر بس نہیں - بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو حضرت .

۴۲۷

کی طرح واجب الاطاعت تسلیم کیا تھا۔ اس لئے خلافت ثانیہ میں چونکہ ان دو شرطوں کا پیش کرنا غیر معقول تھا۔ اس لئے یہ لوگ حضرت سے اپنی دونوں باتیں منوانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(ملاحظہ ہو اخبار پیغام صلح ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء)

پیغام صلح کے اس پرچہ میں لاہوری فریق کی مجلس شوریٰ کے ریزولیوشن میں جن میں سے ایک ریزولیوشن یہ ہے۔ جس سے میرے اوپر کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

"صاحبزادہ صاحب کے انتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمد کے نام پر بیعت لیں، یعنی سلسلہ احمدیہ میں ان کو داخل کریں۔ لیکن احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس حقیقت میں ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس کے لئے بیعت کی ضرورت نہ ہو گی۔ اور نہ ہی امیر اس بات کا مجاز ہو گا کہ جو حقوق و اختیارات صدر انجمن احمدیہ کو حضرت نے دیئے ہیں اور اس کو اپنا جانشین قرار دیا ہے۔ اس میں کسی قسم کی دست اندازی کرے۔ ایک روز مندرجہ ذیل احباب صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مذکورہ بالا ریزولیوشنوں کو پیش کرے اور ریزولیوشنوں سے اتفاق کرنے کی درخواست کرے۔ تاکہ ملکر سلسلے کی خدمت جاری رہ سکے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ لاہوری فریق نے الگ فرقہ صرف اس لئے بنایا ہے کہ ان کے نزدیک دوسرے خلیفہ کی بیعت کی پرانے احمدیوں کو ضرورت نہ تھی۔ اور دوسرے خلیفہ کو انجمن پر تصرف کا کوئی حق نہ تھا بلکہ سارا حق تصرف صرف انجمن کے ممبروں کا تھا۔ جس سے خلیفہ کی حیثیت محض کٹھ پتلی کی رہ جاتی تھی۔ چونکہ ان کی شنوائی نہیں ہوئی اس لئے نبوت اور کفر و اسلام کا مسئلہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ ورنہ اس مسئلہ کی وجہ سے نیا فرقہ بنانے کا کوئی جواز نہ تھا۔

بلکہ سارا جھگڑا پرانے احمدیوں کی بیعت اور انجمن پر اختیارات کا تھا۔ جس سے یہ نیا فرقہ وجود میں آیا۔ آخر میں یہ بات واضح رہے کہ اس ریزولیشن میں حضرت مظہر قدرت ثانیہ کا یہ حق تسلیم کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ غیر احمدیوں سے بیعت لے کر انہیں سلسلہ احمدیہ میں داخل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جن لاکھوں آدمیوں نے حضرت مظہر قدرت ثانیہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ قبول کیا ہے۔ اس ریزولیشن کے مطابق وہی عقائد سچے ہیں جن پر انہوں نے بیعت کی ہے۔

محترم شیخ صاحب! اب امید ہے کہ میرا مضمون پڑھ کر آپ پوری سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور فرمائیں گے۔ اور آپ کا یہ وسوسہ یا شک دور ہو جائے گا کہ جب حضور کے ماننے والے بلکہ انہیں قریب سے دیکھنے والے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے ہی اُن کے دعوے کو سمجھ نہیں سکے تو پھر دوسروں کو ہم کس طرح دعوت دے سکتے ہیں۔

درحقیقت حضور کے دعوے کے متعلق تو کوئی اختلاف ہی نہیں تھا جھگڑا صرف خلافت کے بارے میں تھا۔ الحمد اللہ خلافت حقہ آج بھی قائم ہے اور حضور کے حقیقی مشن کو چار دانگ عالم میں پھیلا رہی ہے۔ آپ بھی نیچے گرنے کی بجائے اوپر آنے کی کوشش کریں یعنی غیر احمدیوں میں مدغم ہونے کی بجائے نظام خلافت سے وابستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بن جائیں۔

خدا کرے ایسا ہی ہو۔

نوٹ۔ اگر آپ چاہیں تو میرے اس مضمون کو پیغام صلح میں چھپوا سکتے ہیں تاکہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔ اور وہ بھی صراط مستقیم اختیار کر کے ہر قسم کے شکوک و شبہات سے رہائی پائیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔ والسلام ۔ آپکا خیر اندیش

(عبد الرحمٰن مبشر عفی عنہ رحمانیہ منزل جی بلاک ڈیرہ غازیخان)۔

دلچسپ و مفید واقعات

از مکرم مولانا بشارت احمد صاحب امروہی مبلغ اسلام شمالی بورنیو

یہ عاجز بشارت احمدؐ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۸ء تک غانا (مغربی افریقہ) میں فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی کی توفیق ملی۔ مارچ ۱۹۶۳ء سے شمالی بورنیو میں مقیم ہوں میرے والد صاحب کا نام حافظ عبدالسمیع صاحب ہے۔ آبائی وطن امروہہ ہے جو ہندوستان میں ہے۔

میری عمر کا بیشتر حصہ قادیان زیرِ تعلیم گزرا ہے اس کے بعد وقفِ زندگی کی صورت میں مرکز احمدیت قادیان اور ربوہ اور پھر بیرون ممالک میں فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی پر گزرا ہے اس ملک میں یہ عاجز ایک ہی فرد ہے جو مصروف فریضۂ تبلیغ اسلام ہے۔ اور اسلام اور احمدیت کی مخالفت کرنے والے احباب اگرچہ اعتراضات تو بہت ہی کیا کرتے ہیں لیکن یہاں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو یونہی برملا اعتراض کریں۔ اور اُن سے مباحثہ یا مناظرہ کی کوئی طرح پڑ جائے۔ البتہ ہماری طرف سے ہی پیغام حق پہنچانے کی خاطر ایسے تمام لوگوں سے خواہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں یا ان پڑھ اُن کے معتقدات پر روشنی ڈالنے اور ان کے حقائق از روئے عقل و نقل پیش کر کے انہیں سنجیدگی سے ان پر غور کرنے کی انکو دعوت دی جاتی ہے۔ اس ذیل میں اختصاراً چند واقعات پر روشنی ڈالتا ہوں اور وہ یہ ہیں:۔

اوّل۔ گزشتہ سال جیسلٹن شہر شمالی بورنیو میں ایک عیسائی دوست کی تحریک پر اُن کی بائیبل کلاس میں شمولیت کی۔ اٹلی سے آئے ہوئے ایک پادری صاحب نے اُن عیسائی مرد و زن کو جو اس کلاس میں شامل تھے اپنے مجوزہ طریق پر عبادت کرائی۔ اور دورانِ عبادت بائیبل کے نئے عہد نامہ سے بعض عبارتیں بھی پڑھیں۔ جب اُن کی کلاس

ختم ہوئی تو مَیں نے اپنے مدعو کرنے والے دوست کی معرفت پادری صاحب سے چند سوالات کئے جن میں سے ایک یہ تھا:۔

(۱) آپ نے اپنے لیکچر میں بیان کیا ہے کہ یسوع مسیح ابن اللہ نے باپ خدا کے ساتھ مل کر زمین اور آسمان بنائے اور کہ وہ پہلے سے ہی خدا باپ کے ساتھ تھا۔ کیا مَیں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ آیا خدا باپ نے بیٹے یسوع کو بھی پیدا کیا تھا یا نہیں یا خدا کی طرح وہ بھی قدیم سے خود بخود تھا؟ اس پر پادری صاحب نے فرمایا۔ نہیں باپ خدا ہی نے اس کو پیدا کیا تھا۔ اِس پر خاکسار نے پھر سوال کیا کہ کیا خدا اس امر پر قادر تھا کہ بغیر کسی امداد کے زمین و آسمان پیدا کر سکتا۔ فرمانے لگے ہاں ضرور قادر تھا۔ اس پر پھر عاجز نے سوال کیا کہ پھر خدا کو یہ ضرورت کیوں پیش آئی کہ زمین و آسمان کی پیدائش میں یسوع مسیح بیٹے کی مدد کا محتاج ہو۔ جبکہ اس کو بھی اُسی نے پیدا کیا تھا۔ اور اس کے پیدا کرنے کے بعد خدا تعالیٰ کے قویٰ مضمحل نہ ہو گئے تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ اکیلا بھی زمین و آسمان پیدا کرنے پر قادر تھا۔ اس پر پادری صاحب خاموش ہو گئے۔

(۲) مَیں نے مزید سوال کیا کہ اس امر کا کیا ثبوت ہے؟ کہ یسوع مسیح زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ کیا وہ مریم کے بطن سے نہیں پیدا ہوئے؟ فرمانے لگے ہاں مریم کے بطن سے بغیر باپ پیدا ہوئے۔ اِس پر مَیں نے عرض کیا۔ جو شخص آج سے انیس ۱۹ سو سال پہلے صرف ایک عورت کے بطن سے پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق ہم یہ کس طرح باور کریں کہ وہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت خدا کے ساتھ تھا آپ کی کتاب نیا عہد نامہ یا پُرانا عہد نامہ اس پر کیا روشنی ڈالتا ہے؟ پادری صاحب خاموش رہے۔

دوسرا سوال پادری صاحب سے مَیں نے حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کے بارے میں کیا۔ مَیں نے کہا۔ پادری صاحب! ہم سب کا مشاہدہ یہی ہے کہ مخلوق کی جتنی جنسیں ہیں اُن میں توالد اُنہی جنسوں تک محدود ہوتی ہے۔ مثلاً انسان کا بچہ انسان کہلاتا ہے

جانور کا بچہ جانور۔ اور پرندہ کا بچہ پرندہ۔ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ گھوڑے اور بکری کے ملنے سے کوئی خرگوش جنم لے لے۔ پادری صاحب کہنے لگے۔ نہیں۔ اس پر خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ تسلیم کرنا ہے کہ مریم ایک انسان تھیں؟ فرمانے لگے۔ ہاں اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ کیا فرشتہ بھی انسان کہلا سکتا ہے فرمانے لگے۔ نہیں میں نے کہا۔ کیا خدا بھی انسان کہلا سکتا ہے؟ فرمانے لگے۔ نہیں۔

اس پر میں نے دریافت کیا پھر ایک عورت نے جو انسان تھیں کسی خدا کے بیٹے کو کس طرح جنم دیا؟ آپ کی کتاب کے رُو سے ہی اُس نے فرشتہ دیکھا۔ اگر پیدا ہونا تھا تو پھر فرشتہ ہی پیدا ہوتا۔ اگر خوابوں کی بناء پر پیدائش بھی ہو جاتی ہے تو فرشتہ بھی انسان کی جنس سے نہیں۔ پس مسیح کے ابن اللہ ہونے کا وہ کونسا اصول ہے جس کی بناء پر یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ اگر محض بن باپ کے ہونے پر آپ نے ان کو ابن اللہ تسلیم کر لیا ہے تو حضرت آدم اور حوّا علیہم السلام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ جن کے نہ صرف باپ نہ تھے بلکہ مائیں بھی نہ تھیں؟

فرمانے لگے آپ بائیبل کلاس میں آتے رہیں یہ سوال سب خود بخود حل ہو جائیں گے اور اس پر بات ختم کر دی۔

اسی طرح ایک تبلیغی سفر میں اس ملک کے علاقہ تمبوتن کے رومن کیتھولک چرچ مشن کے انچارج پادری صاحب سے ایسے ہی امور زیر بحث آ گئے۔ قابل ذکر مسئلہ حضرت مسیح کی آمد ثانی تھا۔ میں نے انچارج پادری صاحب سے عرض کیا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ:۔

دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔

حضرت مسیحؑ کے دعویٰ کے وقت یہودیوں نے جو اس زمانہ میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ

تین رسولوں نے پیدا ہونا ہے ۔ اوّل حضرت الیاس نبی جو آسمان پر چلے گئے ہیں (۲ سلاطین باب ۲ آیت ۱)
"اور ایلیاہ گولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا ۔"
اور وہ حضرت مسیح کے آنے سے پیشتر آسمان سے نازل ہونگے (از روئے ملاکی نبی کی کتاب)

دوسرے حضرت مسیح تلسیرے "وہ نبی"

حضرت مسیح پر اعتراض کیا کہ اگر حضرت مسیح ابن مریم اپنے دعویٰ مسیحیت میں سچے ہیں تو بتلائیں کہ ایلیاہ نبی کہاں ہے ۔ کیونکہ اُن کے آنے سے پہلے ایلیاہ نبی کا آسمان سے اُترنا ضروری ہے ۔ ہماری کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے ۔ چنانچہ حضرت مسیح کے حواریوں نے یہود کے اس اعتراض کو حضرت مسیح کے سامنے پیش کیا ۔ چنانچہ متی $\frac{17}{11}$ میں اس کا یوں ذکر ہے :۔

"اس کے شاگردوں نے اُس سے پوچھا کہ پھر فقیہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضروری ہے ۔"

حضرت مسیح نے اس کا یہ جواب دیا :۔

"اس نے جواب میں کہا کہ ایلیاہ البتہ آئے گا ۔ اور سب کچھ بحال کرے گا ۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اُس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اُس کے ساتھ کیا ۔ اس طرح ابن آدم بھی اُن کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا تب شاگرد سمجھ گئے کہ اُس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی نسبت کہا ہے ۔" (متی باب ۱۷ آیت ۱۲-۱۳)

اسی طرح متی باب ۱۱ آیت ۱۱ تا ۱۵ کی رُو سے حضرت مسیح نے فرمایا :۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے اُن میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں ۔ لیکن جو آسمان کی بادشاہت میں چھوٹا ہے وہ اس سے بڑا ہے ۔ . . . . . ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے جس کے کان سُننے کے

ہوں وہ سُن لے ۔"

پس بائیبل کے اِن حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے نزدیک حضرت الیاس کا آسمان سے اُترنا بے معنے بات تھی ۔ اور اِس طرح اُن کا آنا دوبارہ اس دنیا میں بھی ممکن نہ تھا بلکہ اُن کا وجود حضرت یوحنا بپتسمہ دینے والے کے ذریعہ ظاہر ہونا تھا ۔ یہی صورت بعینہٖ حضرت مسیح کی آمد ثانی میں ہونی مقدّر تھی ۔ اسی لئے حضرت مسیح نے اِس کی اچھی طرح وضاحت کر دی کہ آپ کے معتقدین کو آپ کی آمد ثانی میں یہودیوں کی طرح وقت پیش نہ آئے اور انکی دوبارہ آمد پر اُن کو قبول کرنے سے محرُوم نہ رہ جائیں ۔

اِس کے بعد یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ تا ۱۵ سے بتایا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ :۔

" مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں ۔ مگر اب تم اُن کو برداشت نہیں کر سکو گے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی رُوح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا ۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا ۔ لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہے گا ۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا ۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا ۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے ہی حاصل کر کے تمہیں خبر دے گا ۔

اسی طرح اعمال باب ۳ آیت ۲۰ تا ۲۵ میں ہے کہ :۔

" اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے بھیجے ۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک کہ میں وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں ۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ جیسا ایک نبی برپا کرے گا جو کچھ تم سے کہے اُس کی سُننا ۔ اور یہ ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ اُمت سے نیست و نابود کر دیا جائے گا ۔"

یہ سب کچھ سُننے کے بعد پادری صاحب حیران تھے کہ کیا جواب دیں۔ بالآخر اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ یہ سب کچھ میرے لیئے نئی چیز ہے۔ اِس پر مَیں نے کبھی غور نہیں کیا اب غور کروں نگا۔ اور آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے بڑی دلچسپ باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اسی طرح ایک بار عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث ایک تین اور تین ایک کے تعلق میں ایک لطیفہ ہوا۔ ایک عیسائی دوکاندار سے مَیں نے ایک کیلنڈر خریدنا چاہا۔ جس تے اُس کی قیمت تین ڈالر بیان کی۔ اُسے ایک ڈالر جیب سے نکال کر دے دیا گیا۔ کہنے لگا جناب مَیں نے تین ڈالر عرض کیئے ہیں۔ ایک نہیں۔ اس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب مرحوم کی تقلید میں مَیں نے کہا۔ مَیں نے بھی آپ سے قیمت سُنکر اُس کی ادائیگی کیلئے یہ رقم پیش کی ہے۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ایک تین اور تین ایک ہیں۔ پس تین ڈالر مساوی ہوئے ایک ڈالر کے۔ کہنے لگے نہیں نہیں کاروبار میں اس عقیدہ کے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ اس پر بحث چھڑ گئی اور اسے تسلیم کرنا پڑا کہ یہ عقیدہ درست نہیں ہے

۔ کلامِ امام، در مدحتِ رسولِ انام صلعم ۔

عجب نوریست در جانِ محمدؐ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنا ہیت بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

بسے سہل است از دنیا بریدن بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۲ء)

بشکریہ رسالہ افریشیا (بلا تبصرہ)

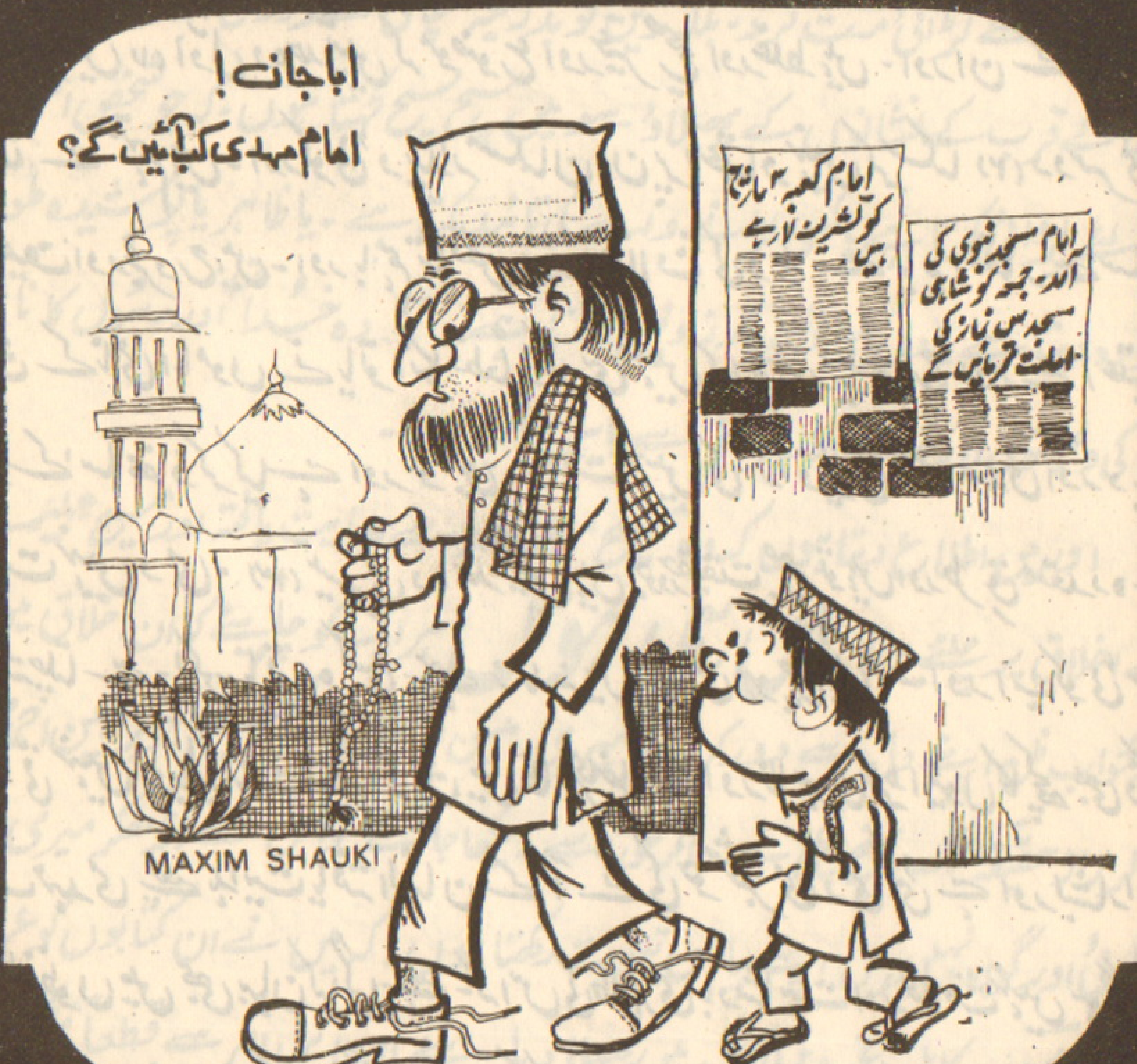
ہفت روزہ

لاہور / لندن

افریشیا

ادارت ۰

۱۱ مارچ سے ۱۸ مارچ ۱۹۷۸ء



قیمت
دو روپے

میرا اور میری جماعت کا عقیدہ مہدی کی نسبت

(از)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

حضرت مہدی اور مسیح موعود کے بارے میں جو میرا عقیدہ ہے اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں ہرگز قابل وثوق اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔ میرے نزدیک ان پر تین قسم کی جرح ہوتی ہے۔ یا یوں کہو کہ وہ تین قسم سے باہر نہیں (۱) اوّل وہ حدیثیں کہ موضوع اور غیر صحیح اور غلط ہیں۔ اور ان کے راوی خیانت اور کذب سے متہم ہیں۔ اور کوئی دیندار مسلمان ان پر اعتماد نہیں کر سکتا (۲) دوسری وہ حدیثیں ہیں جو ضعیف اور مجروح ہیں۔ اور باہم تناقض اور اختلاف کی وجہ سے پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اور حدیث کے نامی اماموں نے یا تو انکا قطعاً ذکر ہی نہیں کیا۔ اور یا جرح اور بے اعتباری کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور توثیق روایت نہیں کی راویوں کے صدق اور دیانت پر شہادت نہیں دی۔ (۳) تیسری وہ حدیثیں ہیں جو در حقیقت صحیح تو ہیں اور طرقِ متعددہ سے انکی صحت کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن یا تو وہ کسی پہلے زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں۔ اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں اور یا یہ بات ہے۔ کہ ان میں ظاہری خلافت اور ظاہری لڑائیوں کا کچھ بھی ذکر نہیں صرف ایک مہدی یعنے ہدایت یافتہ انسان کے آنے کی خوشخبری دی گئی ہے اور بشارات سے بلکہ صاف لفظوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس کی ظاہری بادشاہت اور خلافت نہیں ہوگی اور نہ وہ لڑے گا۔ اور نہ خونریزی کرے گا اور نہ اس کی کوئی فوج ہو گی اور روحانیت اور دلی توجہ کے زور سے دلوں میں دوبارہ ایمان قائم کر دیگا۔ جیسا کہ حدیث لا مھدی الا عیسیٰ ہے جو ابن ماجہ کی کتاب میں جو اسی نام سے مشہور ہے اور حاکم کی کتاب مستدرک میں انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے۔ اور روایت محمد بن خالد جندی نے ابان بن صالح سے اور ابان بن صالح نے حسن بصری سے اور حسن بصری نے انس بن مالک

— اور انس بن مالک نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ بجز اس شخص کے جو عیسےٰ کی خو اور طبیعت پر آئے گا اور کوئی بھی مہدی نہیں آئیگا یعنی وہی مسیح موعود ہوگا اور وہی مہدی ہو گا - تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی خو اور طبیعت اور طریق تعلیم پر آئے گا - یعنی بدی کا مقابلہ کریگا اور نہ لڑے گا اور پاک نمونہ اور آسمانی نشانوں سے ہدایت کو پھیلائے گا - اور اسی حدیث کی تائید میں وہ حدیث ہے - جو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں لکھی ہے جس کے لفظ یہ ہیں - کہ یضع الحرب یعنی وہ مہدی جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے - دینی لڑائیوں کو قطعاً موقوف کر دے گا - اور اسکی یہ ہدایت ہو گی کہ دین کے لئے لڑائی مت کرو - بلکہ دین کو بذریعہ سچائی[1] کے نوروں اور اخلاقی معجزات[2] اور اور خدا[3] کے قرب کے نشانوں کے پھیلاؤ - سو میں سچ سچ کہتا ہوں - کہ جو شخص اس وقت دین کے لئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کی تائید کرتا ہے - یا ظاہر یا پوشیدہ طور پر ایسا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی آرزوئیں رکھتا ہے - وہ خدا تعالےٰ اور رسول کا نافرمان ہے - ان کی وصیتوں اور حدود اور فرائض سے باہر چلا گیا ہے -

اور میں اطلاع دیتا ہوں کہ وہ مسیح موعود خدا سے ہدایت یافتہ اور مسیح علیہ السلام کے اخلاق پر چلنے والا **میں ہی ہوں** ہر ایک کو چاہیئے کہ ان اخلاق میں مجھے آزماوے اور خواب ظن اپنے دل سے دور کرے میری بیس برس کی تعلیم جو براہین احمدیہ سے شروع ہو کر راز حقیقت تک پہنچ چکی ہے - اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے بڑھکر میری باطنی صفائی کا کوئی اور گواہ نہیں ہیں اپنے پاس ثبوت رکھتا ہوں - کہ میں نے ان کتابوں کو عرب اور روم اور شام اور کابل وغیرہ ممالک میں پھیلا دیا - ہے اور اس امر سے قطعاً منکر ہوں - کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کے لئے مسیح نازل ہوگا اور کوئی شخص مہدی کے نام سے جو بنی فاطمہ سے ہوگا - بادشاہِ وقت ہوگا اور دونوں مل کر خونریزیاں شروع کر دیں گے - خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ یہ باتیں ہرگز صحیح نہیں ہیں - مدت ہوئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام

وفات پا چکے کشمیر میں محلہ خانیار میں آپ کا مزار موجود ہے - سو جیسا کہ مسیح کا آسمان سے اترنا باطل ثابت ہوا - ایسا ہی کسی مہدی غازی کا آنا باطل ہے اب جو شخص سچائی کا بھوکا ہے - وہ اس کو قبول کرے (حقیقۃ المہدی صفحہ الف تا صفحہ ج)

چودھویں صدی ظہور مہدی کیلئے مقرر ہے

"تیسرا امر حل طلب یہ ہے کہ آیا یہ امر ثابت ہے یا نہیں کہ آنیوالا مسیح موعود اس زمانہ میں آنا چاہیئے جسمیں ہم ہیں - سو دلائل مفصلہ ذیل سے صاف طور پر کھل گیا ہے کہ ضرور ہے کہ وہ اس زمانہ میں آوے

۱ اول دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں جو اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ کہلاتی ہے لکھا ہے کہ مسیح موعود کسر صلیب کے لئے آئیگا - اور ایسے وقت میں آئیگا کہ ملک میں ہر ایک پہلو سے اعتقادیاں قول اور فعل میں پھیلی ہوئی ہونگی - سو اب اس نتیجہ تک پہنچنے کے لئے غور سے بھی دیکھنے کی حاجت نہیں - کیونکہ ظاہر ہے کہ عیسائیت کا اثر لاکھوں انسانوں کے دلوں پر پڑ گیا ہے - اور ملک اباحت کی تعلیموں سے متاثر ہوتا جاتا ہے .....

۲ دوسری دلیل وہ بعض احادیث اور کشوف اولیاء کرام اور علماء عظام ہیں - جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسیح موعود - مہدی معہود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو گا - چنانچہ حدیث اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ کی تشریح بہت سے متقدمین اور متاخرین نے یہی کی ہے - جو مِأَتَیْنِ کے لفظ سے وہ مائتین مراد ہیں جو الف کے بعد ہیں یعنی ہزار کے بعد - اسطرح پر معنے حدیث کے یہ ہوئے کہ مہدی اور مسیح کی پیدائش جو آیات کبریٰ میں سے ہے تیرھوی صدی میں ہو گی اور چودھویں صدی میں اسکا ظہور ہو گا - یہی معنی محققین اور علماء نے کئے ہیں - اور انہیں قرائن سے انہوں نے حکم کیا ہے کہ مہدی معہود کا تیرھویں صدی میں پیدا ہو جانا ضروری ہے - تا چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو سکے چنانچہ اس بنا پر اور نیز کئی اور قرائن کی رو سے بھی مولوی نواب صدیق حسن صاحب مرحوم اپنی کتاب حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں کہ میں بلحاظ قرائن قویہ گمان کرتا ہوں کہ چودھویں صدی کے سر پر مہدی معہود کا ظہور

ہوگا۔...... دار قطنی کی ایک حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہدی موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا۔ وہ حدیث یہ ہے کہ۔ اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ الخ ترجمہ تمام حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں۔ جب سے زمین و آسمان کی بنیاد ڈالی گئی۔ وہ نشان کسی مامور اور مرسل اور نبی کیلئے ظہور میں نہیں آئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ چاند کا اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج کا اپنے مقررہ دنوں سے بیچ کے دن میں رمضان کے مہینہ میں گرہن ہوگا یعنی انہیں دنوں میں جبکہ مہدی اپنا دعوے دنیا کے سامنے پیش کرے گا اور دنیا اسکو قبول نہیں کرے گی آسمان پر اسکی تصدیق کے لئے نشان ظاہر ہوگا اور وہ یہ کہ مقررہ تاریخوں میں جیسا کہ حدیث مذکورہ میں درج ہے۔

سورج چاند کا رمضان کے مہینہ میں۔ جو نزول کلام الٰہی کا مہینہ ہے گرہن ہوگا۔ اور ظلمت کے دکھلانے سے خدا تعالیٰ کی طرف سے جو اشارہ ہوگا کہ زمین پر ظلم کیا گیا۔ اور جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اسے مفتری سمجھا گیا۔ اب حدیث سے صاف طور پر چودھویں صدی متعین ہوتی ہے۔ کیونکہ کسوف و خسوف جو مہدی کا زمانہ بتلاتا ہے اور مکذبین کے سامنے نقصان پیش کرتا ہے وہ چودھویں صدی ہی میں ہوا ہے۔

(تحفہ گولڑویہ ص۴۲ تا ص۴۵)

آنیوالا مہدی علم دین خداتعالیٰ سے حاصل کریگا

اور آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا۔ سو اسمیں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا تعالیٰ سے ہی حاصل کریگا۔ اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔ یا کسی مفسّر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویت ہے۔ جو نبوت محمدیہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرارِ دین بلا واسطہ

(ایک عظیم پیشگوئی)

میرے پر کھولے گئے ہیں"۔ (ایام الصلح صفحہ ۱۵۳)

۲۸۔ میرے بعد اب قیامت تک خدا کی طرف سے کوئی خونی مہدی نہیں آئیگا۔

ان دونوں منصبوں (مسیح اور مہدی ناقل) کا مدعی میں ہوں۔ جو تم میں اس وقت پچیس سال سے موجود ہوں پس میرے بعد کس کا انتظار کرو گے۔ ان تمام علامتوں کا مصداق تو وہ ہے۔ جو ان نشانوں کے ظہور کے وقت موجود ہے۔ نہ وہ کہ جس کا ابھی دنیا میں نام ونشان نہیں۔ یہ عجیب سخت دلی ہے۔ جو سمجھ میں نہیں آتی۔ جب میرے دعوے کے ساتھ سب نشان ظاہر ہو چکے۔ اور میری مخالفت میں کوشش بھی ہو کر ان میں نامرادی اور ناکامی رہی۔ مگر پھر بھی انتظار کسی اور کی ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ میں نہ جسمانی طور پر آسمان سے اترا ہوں اور نہ میں دنیا میں جنگ اور خون ریزی کرنے کے لئے آیا ہوں۔ بلکہ صلح کے لئے آیا ہوں۔ مگر میں خدا کی طرف سے ہوں میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ

میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئیگا جو جنگ اور خون ریزی سے دنیا میں ہنگامہ برپا کرے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور نہ کوئی ایسا مسیح آئیگا جو کسی وقت آسمان سے اُترے گا۔ اُن دونوں سے ہاتھ دھو لو۔

یہ سب حسرتیں ہیں۔ جو اس زمانے کے تمام لوگ قبریں لے جائیں گے۔ نہ کوئی مسیح اترے گا۔ اور نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہو گا۔ جو شخص آنا تھا۔ وہ آچکا۔ وہ میں ہی ہوں جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے کہ تو نے ایسا کیوں کیا"۔

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۲ تا صفحہ ۳)

شہادت حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ

در بارہ

دعوئے مہدویت حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ

"سخن در ذکر مرزا غلام احمد قادیانی، و در بیان رد و قدح و ذم منکرین افتادہ بود۔ دانشمندے حاضر بود بے صفت و ثناء مرزا صاحب کرد۔ حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہٖ بدرجہ غائت مسرور شدند۔ بعد ازاں فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدائے عزّوجل میگذارند یا نماز میخوانند یا تلاوت قرآن شریف میکنند یا دیگر اشغال مینمائند و بر حمایت اسلام و دین چنیں کمر بستہ کہ ملکۂ زمان لندن رانیز دعوت دین محمدؐ کردہ است و بادشاہ روس و فرانس وغیرہ ہمارا دعوتِ اسلام نمودہ است و ہم سعی و کوشش او درانیست کہ عقیدہ تثلیث و صلیب راکہ سراسر کفر است بگذارند، و بتوحید خداوند تعالیٰ بگروند و علمائے وقت را ببیند کہ دیگر گردہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف درپے ایں چنیں نیک مرد کہ از اہل سنت وجماعت است و بر صراط مستقیم است و راہِ ہدایت می نماید افتادہ اند بروے حکم تکفیر میسازند۔ کلامِ عربی او ببینید کہ از طاقت بشریہ خارج است و تمام کلام مملواز معارف و حقائق و ہدایت است و از عقائد اہل سنت و جماعت و ضروریات دین ہرگز منکر نیست۔ بعد ازاں فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدویت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر ازاں میاں دو علامات کہ در کتاب خود درنج ساختہ بیان نمودہ است برتر و بدرجہ غایت بر دعوئے مہدویت او گواہ اند، یکے اینکہ او گفتہ کہ در حدیث شریف آمدہ است کہ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَۃ وَیُصَدِّقُہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَیَجْمَعُ اَصْحَابَہٗ مِنْ اَقْصَی الْبِلَادِ عَلیٰ

بِعِدَّۃِ اَھْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثَ مِائَۃٍ وَثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا وَمَعَہٗ صَحِیْفَۃٌ ، مَخْتُوْمَۃٌ اَیْ مَطْبُوْعَۃٌ ، فِیْھَا اَعْدَادُ اَصْحَابِہٖ بِاَسْمَاءِ ھِمْ وَبِلَادِھِمْ وَخِلَالِھِمْ یعنی فرمودند نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید مہدی از دہی کہ گفتہ شد آن را کدعہ دراصل معرب کادیاں است ...... دوم آنست کہ میگوید کہ در دار قطنی ایں حدیث از امام محمد باقر رضی اللہ عنہ روایت کردہ است کہ اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ ہرگاہ خسوف قمر و کسوف شمس بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہزدہ صد و نود و چہار واقع شد پس مرزا صاحب برائے اتمام حجت خود را در اطراف و اکناف عالم اشتہار ایں معنی ارسال کرد کہ ایں پیشین گوئی کہ حضرت رسول اللہ برائے ظہور مہدی فرمودہ بودند اکنوں تمام شدہ است۔ بر ہمہ واجب کہ مہدویت من اعتراف کنند و اقرار نمائند پس مولویاں وقت طفلانہ سوال کردند کہ از حدیث شریف ایں معنی بر می آید کہ از اول شب رمضان خسوف قمر شود و در نیم رمضان کسوف شمس گردد و ایں خسوف بتاریخ سیزدہم از رمضان واقع گشتہ و کسوف بتاریخ بست و ہشتم رمضان بوقوع آمد و ایں خلاف منطوق حدیث است۔ آں خسوف و کسوف دیگر خواہد بود کہ در زمانِ مہدی برحق وقوع یابد بعد ازاں حضور خواجہ الیقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہٖ فرمودند سبحان اللہ بشنو آنچہ مرزا صاحب معنی حدیث شریف مذکور بیان نمودہ و مولویاں منکراں را جواب دادہ است۔ مرزا صاحب گفتہ کہ معنی حدیث شریف ایں است کہ برائے تصدیق و تائید مہدی ما دو نشان مقرر اند۔ ازاں مدت کہ آسمان ہا و زمین پیدا شدہ اند آں دو نشاں در وقت کسے مدعی بظہور نیامدہ و آں دو نشاں ایں است کہ در وقت ادعا مہدی موعود خسوف قمر دراں اول شب خواہد بود کہ آں شب از سہ شب خسوف اول است یعنی بیست و ہشتم دا از رمضان۔ بعد ازاں حضور فرمودند کہ بے شک معنی حدیث ایں چنیں است کہ مرزا صاحب بیان کردہ چہ خسوف قمر ہمیشہ بتاریخ سیزدہم یا چہاردہم یا پانزدہم ماہ واقع می

شود وکسوف شمس ، ہمیشہ در تاریخ بیست وہفتم یا بیست وہشتم یا بیست ونہم ماہ بوقوع می آید پس خسوف قمر کہ بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہزدہ صد نود وچہارم واقع شدہ است در آں بتاریخ سیزدہم رمضان کہ اوّل شب از شبہائے خسوف است بوقوع آمدہ وکسوف درمیانہ روز از روز ہا کسوف شمس واقعہ گشتہ (ایضاً ۲۹ - ۷۰)

.... سخن درحال مرزا صاحب قادیانی افتادہ بود۔ شخصے گفت کہ مرزا صاحب عزم کسر عقیدہ تثلیث نصاریٰ داشتہ است وعلمائے زماں اوشاں را مخالف شدہ برو سے حکم تکفیر دادہ اند وقصد جدال دارند، حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہ ونفعنا وایاکم بلقائہ فرمودند کہ حق غالب است طرف حق غالب است ص۵

ترجمہ :۔ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اور ان کے مخالفوں اور منکروں کی تردید کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک دانشمند وہاں موجود تھا اس نے مرزا صاحب کی صفت وثنا کی۔ حضور خواجہ ابقاہُ اللہ تعالیٰ ببقائہ نہایت خوش ومسرور ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا مرزا صاحب کا تمام وقت یادِ الٰہی میں گزرتا ہے یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے اشغال بجالاتے ہیں اور دین اسلام کی حمایت میں اس طرح کمر بستہ ہیں کہ ملکۂ انگلستان کو بھی اسلام کی دعوت دی ہے اور روس و فرانس وغیرہ ہم سلاطین کو بھی قبول اسلام کے لئے لکھا ہے اور ان کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ تثلیث اور صلیب کے کافرانہ عقائد ترک کر دیں اور خدا کی توحید پر قائم ہو جائیں اور علمائے وقت کو دیکھئے کہ دیگر باطل گروہوں کو چھوڑ کر اس نیک مرد کے پیچھے پڑ گئے اور اس کی تکفیر کر رہے ہیں جو اہل سُنّت میں سے ہے۔ صراط مستقیم پر قائم ہے اور لوگوں کو سیدھی راہ دکھا رہا ہے اس کے عربی کلام کو دیکھئے کہ انسانی طاقت سے باہر ہے اور اس کا تمام کلام معارف وحقائق اور ہدایت سے پُر ہے اور اہل سُنّت کے عقائد اور ضروریات دین کا منکر نہیں ہے اس کے بعد فرمایا کہ مرزا صاحب نے اپنی مہدویت

کی بہت سی نشانیاں بیان کی ہیں لیکن ان میں سے دو علامات جو انہوں نے اپنی کتاب میں درج کی ہیں اعلیٰ اور ان کے دعویٰ مہدویت پر گواہ ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ایک گاؤں میں پیدا ہوگا جس کا نام کدعہ ہوگا اور کدعہ کادیان کا مُعَرّب ہے۔ دوسرے وہ کہتے ہیں کہ دار قطنی میں یہ حدیث امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں جو زمین و آسمان کی پیدائش سے لے کر اب تک نہیں دیکھے گئے کہ رمضان کی پہلی رات کو خسوف قمر و کسوف قمر (چاند گرہن) اور اس کے درمیانی دن کو کسوف شمس (سورج گرہن) ہوگا۔ پس خسوف قمر و کسوف شمس ۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو واقع ہوا۔ مرزا صاحب نے اپنی صداقت پر دلیل کے طور پر اس کے متعلق دنیا بھر میں اشتہار دیا کہ یہ پیشگوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور مہدی موعود کے سلسلے میں کی تھی۔ اب یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ پس ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ میری مہدویت کا اقرار کرے پس مولویوں نے بچوں ایسا سوال کیا کہ حدیث شریف سے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخوں کو چاند گرہن اور وسط میں سورج گرہن ہوگا اور یہ چاند گرہن تو رمضان کی تیرہ اور سورج گرہن ۲۸ تاریخ کو ہوا ہے اور یہ حدیث کے منشا کے خلاف ہے اس لئے جو خسوف و کسوف مہدی کے زمانے میں ہوگا۔ وہ کوئی دوسرا ہوگا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ سبحان اللہ! مرزا صاحب نے حدیث مذکور کے کیا عمدہ معنے بیان کئے ہیں اور منکروں کو کیا ہی اچھا جواب دیا ہے۔ فرمایا کہ اس حدیث شریف کے معنے یہ ہیں کہ ہمارے مہدی کی تائید و تصدیق کے لئے دو نشان مقرر ہیں۔ جب سے زمین و آسمان بنے ہیں یہ دو نشان کسی مدعی کے زمانے میں ظاہر نہیں ہوئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ مہدی موعود کے دعوے کے وقت خسوف قمر اس پہلی رات کو ہوگا جو رات خسوف کی تین راتوں میں سے اوّل ہے یعنی رمضان

کی تیرھویں رات کو اور کسوف شمس اس دن ہو گا جو کسوف کے دنوں میں سے درمیانی دن ہے۔ یعنی رمضان کی ۲۸ر تاریخ کو۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ بے شک حدیث کے وہی معنے ہیں جو مرزا صاحب نے بیان کئے کیونکہ خسوف قمر ہمیشہ مہینے کی تیرہ ،چودہ یا پندرہ تاریخ کو ہوتا ہے۔ اور کسوف شمس مہینے کی ستائیس یا اٹھائیس یا اُنتیس کو ہوتا ہے پس جو خسوف قمر ۶ر اپریل ۱۸۹۴ء کو ہوا۔ وہ تیرہ رمضان کو ہوا خسوف کی راتوں میں سے پہلی رات ہے اور کسوف شمس کسوف کے دنوں میں درمیانی دن ہوا جو رمضان کی ۲۸ر تاریخ ہے۔ ...... مرزا صاحب کے حالات کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب کا ارادہ نصرانیوں کے عقیدہ تثلیث کو مٹانے کا ہے اور زمانے کے علماء ان کے مخالف ہو چکے ہیں اور انپر کفر کا فتوے لگایا، اور جدال کا ارادہ کر رکھا حضور خواجہؒ نے فرمایا حق غالب ہے۔ حق کی طرف غالب ہے"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب گرامی سیّد محمد بشیر صاحب آف بھگلہ ہاؤس ربوہ،

۷۹/۱۲/۲ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

مکرم ومحترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

لاہور ملاقات میں آپ سے درخواست کی تھی کہ برائے مہربانی برُہان ہدایت کو چھاپنے پر توجہ دیں۔

یہ آپ کی کتاب بے حد مفید ہے۔ میں نے خرید خرید کر کافی تقسیم کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور ناچیز درخواست ہے۔ کہ اللہ پاک اپنے دوستوں کے لئے بھی اور غیر از جماعت دوستوں کے لئے بھی اسے زیادہ سے زیادہ ہدایت کا موجب بناوے (آمین)

احمدیت کی نعمت ہمیں اللہ پاک نے ورثہ میں اپنے والد محترم حضرت سید عبدالرحیم شاہ صاحب کے ذریعہ عطا کی الحمدللہ

ان کے ہم چھ لڑکے ایک بہن۔ کُل سات بہن بھائی ہیں سب کے سب اللہ کریم کے احسان سے احمدیت کے عاشق فدائی ہیں۔

(۱) سید محمد بشیر شاہ (۲) محمد صادق شاہ (۳) عبدالرزاق شاہ (۴) لقمان شاہ (۵) اقبال شاہ (۶) نذیر شاہ بہن خورشید بیگم اہلیہ سخاوت شاہ صاحب کراچی)

بڑا کاروبار تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ضائع ہو گیا۔ فسادات کے باعث۔ انہی دنوں ۱۲ جولائی

۱۹۷۴ء بروز جمعۃ المبارک حضرت والد صاحب وفات پا گئے۔ سارے گاؤں نے بائیکاٹ کر دیا اور ابھی تک کافی حد تک لوگوں نے بات چیت غمی شادی ترک کی ہوئی ہے۔

کاروبار کے ختم ہونے پر بعض خوش ہوئے اور بعض نے کہا کہ مرزا صاحب کے ماننے کے باعث ان پر تباہی آئی ہے۔ اب بھوکے مریں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے جلد از جلد ایسے ساز گار حالات پیدا کئے کہ کیا عرض کروں لمبی لمبی ایمان افروز کہانیاں ہیں جن پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھک جاتا ہے۔ ۱۹۷۴ء کے بعد کئی گنا زیادہ اللہ کریم کے ساتھ محبت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب بھائیوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ سب روز گار میں لگ گئے۔ وہ بھوکا ہونے کا کہتے تھے۔ لیکن کھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اتنا غیب سے رزق کا سامان پیدا کیا ہر لحاظ سے کہ ہم نے سوچا ایسا نہ ہو۔ کہیں اپنی نالائقی سے زیادہ کھا کر مر ہی نہ جائیں؟ (وہ بھوکا مرنے کا کہتے تھے) حضرت والد صاحب نے طبیہ کالج سے طب پڑھا تھا ۱۹۲۳/۲۴ء میں۔ اور اسی طرح ۲۳/۲۴ میں بیعت کی تھی۔

اُس کے بعد پھگلہ گاؤں جو مانسہرہ سے کشمیر روڈ۔ کاگان روڈ پر دس میل کے فاصلہ پر خوبصورت صحت افزا مقام ہے ڈاکخانہ عطر شیشہ تحصیل وضلع مانسہرہ، صوبہ سرحد ہے ہمارے گاؤں حضرت (مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) اور موجودہ حضرت صاحب ہماری ناچیز دعوت پر تشریف لا چکے ہیں اس لئے پھگلہ پھگلہ نہیں رہا بلکہ پھگلہ شریف ہو گیا ہے۔

حضرت والد صاحب کی ۱۹۰۱ء کی پیدائش ہے۔ ہمارے بڑے بزرگ حضرت پیر بابا صاحب بنیر سوات میں دفن ہیں۔ سرحد کے صوبہ میں انکی داتا گنج بخش والی پوزیشن ہے۔ بڑی برادری تھی۔ مسیح پاک کے بزرگ صحابی حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوری صاحب اور ہمارے بڑے بھی پیر بابا صاحب کی اولاد سے ہیں۔ ان کی احمدیت کے بعد بے حد مخالفت ہوئی حضرت والد صاحب حافظ قرآن نہ تھے لیکن کافی سارا حصہ قرآن

پاک کا یاد تھا۔ پہلے سے نیک فطرت تھے احمدیت کے بعد ۵۰ سال زندہ رہے کبھی تہجد کی نماز نہ چھوڑی۔

طب کو ذریعہ معاش نہ بنایا بلکہ۔ کسی نے کچھ دے دیا تو لے لیا ورنہ پچاس سال تک مفت دوائیاں دیتے رہے۔ بے حد خدمت پورے علاقہ کے لوگوں کی کرتے رہے بے حد مہمان نواز تھے۔

ایک دفعہ ایک چاچا نے احمدیت کی کسی بات پر ناراض ہو کر غصہ میں زور سے پتھر مارا۔ چچا صاحب بڑے پہلوان تھے اگر سر میں وہ پتھر لگ جاتا تو موت یقینی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ رات کو خواب میں قرآنِ پاک کی آیت پڑھتے ہوئے جاگ گئے۔

سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ ٥ الا بلنبیاءَ

اس کے بعد چچا صاحب کا آہستہ آہستہ وہ رعب جاتا ہی رہا۔

والد صاحب دو سال کی عمر کے تھے کہ پہلے اُن کے والد صاحب فوت ہو گئے پھر ۳/۴ سال بعد والدہ محترمہ۔ پھر ایک چچا سید عبد المجید شاہ صاحب نے ہی جائیداد زمینداره اور ان کی نگہداشت کی۔

کسی مولوی صاحب کو بھی عربی اُردو کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حضرت والد صاحب کا اور بہن بھائی کوئی نہ تھا۔ ایک دفعہ فرماتے تھے۔ سورۃ یوسف مجھے یاد تھی۔ احمدیت کے بعد کا ذکر ہے۔ سورۃ یوسف بہت اس لئے بھی پڑھتے تھے۔ کہ برادری کے عزیز رشتہ دار جو ترمذی خاندان سید کہلاتے ہیں۔

بڑے متکبر تھے اور والد صاحب سے ناراض۔ کہ سید ہو کر احمدی ہو گیا ہے۔ امام مہدی بھی سیدوں سے آئے گا۔

تو ایک دن خواب میں کسی بزرگ نے فرمایا۔ چار الرآ جو کوئی یاد کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو جائے گا۔ صبح حضرت والد صاحب نے قرآن پاک میں دیکھا

تو پانچ سورتوں کے ساتھ الٓر آ ہے ۔ اور والد صاحب نے دل میں سوچا ایک سورۃ مجھے یاد ہے ۔ چار اور کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی ہے ۔ وہ چار سورتیں ۔ سورۃ ابراہیم سورۃ ہود سورۃ یونس سورۃ حجر بھی یاد کریں ۔

مجھے کاروبار میں کئی دفعہ بے حد نقصان اٹھانے پڑے ۔ بہت قرضہ ہو گیا ۔

حضرت والد صاحب دُعا تو کرتے ہی تھے ۔ لیکن انہیں اور کسی بات کا بھی غم نہیں ہوا ۔ بس یہی اُن کی خواہش ہوتی کہ یہ مخلص احمدی ہوں ۔ خدا پرست بن جاویں مال دولت تو ایمان کے مقابلہ میں کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتے ۔ مل ہی جائیں گے ۔ بہر حال پھر بھی بشری لحاظ سے فکر تو ہوتی ہے ۔

ایک رات خواب میں نظر آیا ۔ اور اس آیت کے ذریعہ اللہ کریم نے تسلی دی

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورۃ حجر)

اسی طرح وفات سے ہفتہ عشرہ پہلے میری لڑکی عزیزہ بشریٰ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ایک عظیم بزرگ ہستی کے ساتھ آر ہے ہیں ۔ میری لڑکی نے پوچھا دادا جان یہ کون بزرگ ہیں تو حضرت والد صاحب نے فرمایا ۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں میری لڑکی نے پھر پوچھا کیوں آئے ہیں ۔ تو فرمایا کہ مجھے لے جانے کے لئے اور فرمایا حضور کے ہاتھ پر بوسہ دو میری بچی نے حضور کے ہاتھ مبارک پر بوسہ دیا ۔

چند دن بعد وفات پا گئے ۔ اور بڑے واقعات ہیں ۔ بس اتنے عرض ، ہیں دُعا کی درخواست ہے ۔ (خدا حافظ فی امان اللہ)

تبصرہ کتاب برہانِ ہدایت

از مکرم ومحترم جناب قریشی محمد حنیف صاحب قمر علوی

سائیکل سیاح

اس عاجز نے کتاب برہان ہدایت مؤلفہ محترمی مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء کو خرید کر کئی دوستوں کو پڑھائی خصوصاً محترمی جناب سید پیر علی جان شاہ صاحب بخاری ومحترمی جناب سید پیر ولایت شاہ صاحب بخاری ساکن موضع بَل پیراں ضلع میرپور آزاد کشمیر نے بھی پڑھی اور بہت پسند کی اور اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ کہ بہت ہی عجیب اور مدلّل کتاب ہے۔

اور نیز یہ فرمایا۔ کہ ہم نے اس کتاب کو شروع کر کے جب تک پوری ختم نہ کر لی نہیں چھوڑا۔ اور ہمارے علم میں جماعت احمدیہ کے متعلق علم میں بہت ہی اضافہ ہوا۔ مؤلف کتاب ہٰذا کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر بخشے۔ اور انہیں اور بھی کتب لکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

راقم قریشی محمد حنیف قمر علوی

سائیکل سیاح ۷۰/۱/۲

ساکن موضع کنڈور ضلع میر پور

آزاد کشمیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میرا دین

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

(حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے قلم سے)

میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور اُس کی ذات کی تمام صفات پر صدق دِل سے محکم اور پختہ یقین رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب، نقص، کمی، خامی، سُستی اور غفلت سے منزّہ اور پاک ہے۔ اور تمام صفاتِ حسنہ سے بدرجہ اتم متصف ہے جس سے بڑھ کر قیاس کرنا نہ صرف تصوّر میں نہیں آسکتا بلکہ ان پر پورے طور پر احاطہ کرنا بھی انسانی ذہن اور وہم و گمان سے بالا تر ہے۔

مَیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے تمام رسُولوں پر پختہ یقین رکھتا ہوں۔ اور میرا ایمان ہے کہ تمام خیر و شر کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ کوئی پتہ بھی بجز اس کے اِذن کے ہِل نہیں سکتا۔

مَیں ایمان رکھتا ہوں کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا تمام انتظام اور انصرام فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو قانون کا پابند کرکے انسان کی خدمت پر لگایا ہوا ہے جس سے یہ مُراد ہے کہ قانونِ قدرت کا مطالعہ کرکے انسان کائنات کے ہر حصّہ سے بیش از بیش فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کی کُل تفاصیل پر حاوی ہے کوئی شے اس کے علم سے باہر

نہیں۔ وقت اور زمانہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر کوئی شے نہیں۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت انسان کو خیر و شر میں انتخاب کا اختیار دیا ہے۔ اور انسان اس اختیار کو استعمال میں لا کر اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ مدارج اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ توفیق سے، حاصل کر سکتا ہے۔

آفرینش کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اور اُسے زندگی کے مقصد کے حصول کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ قوتیں اور استعدادیں عطا فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان اور کائنات کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے انسان کی آفرینش کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے تئیں اپنے ظرف کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے اُسے مناسب اور موزوں استعدادیں اور قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ اور کائنات کو قانون کا پابند کر کے اس کی خدمت پر لگایا ہے اور انبیاء اور مرسلینؑ کے ذریعے زندگی کے ہر پہلو کے مناسب ہدایت کا چشمہ جاری فرمایا ہے۔

حضورؐ کی بعثت سے پہلے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے ان کے ذریعے بھیجی ہوئی شریعتوں اور ہدایتوں کا حلقہ مختص القوم اور مختص الزمان تھا۔ بے شک ان میں وہ تعلیمیں بھی تھیں جو اَبدی صداقتوں پر مشتمل تھیں مثلاً ہستی باری تعالیٰ، توحید الٰہی، حقیقت نبوت و رسالت، غلبۂ حق اور ہر انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا امکان وغیرہ۔ لیکن ایسی تعلیمات اور احکام بھی تھے جو اس قوم اور اُس زمانے ہی کے لئے مختص تھے جن کی طرف پہلے انبیاء مبعوث کئے جاتے رہے جب اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ وقت قریب آیا کہ بنی نوع انسان ایک قوم بننے والے

تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کمالِ رحمت سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ وہ تعلیم نازل فرمائی اور بنی نوع انسان کو وہ ہدایت میسّر فرمائی جو تمام انسانوں کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے کامل اور اتم تھی اور رُسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تمام انسانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ قرار دیا۔

تمام صداقتوں پر حاوی

قرآن کریم تمام اُن صداقتوں پر حاوی ہے جو پہلے صحائف میں بیان کی گئی تھیں البتہ قرآن کریم میں وہ تعلیمات چھوڑ دی گئی ہیں جو محض وقتی یا قومی تھیں اور جن کی اَب ضرورت باقی نہیں رہی جو اَبدی صداقتیں مرورِ زمانے سے نظروں سے اوجھل ہو گئی تھیں یا فراموش کر دی گئی تھیں۔ انکو قرآن کریم میں پھر تازہ کر دیا گیا ہے اور آئندہ جن حکمتوں اور جن معارف کی انسان کو ضرورت تھی وہ قرآن کریم میں مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ اس طور پر قرآن کریم تمام صداقتوں کا جامع ٹھہرتا ہے۔

قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم میں کسی قسم کی **خامی یا کمی نہیں** اور قرآن کریم کی کوئی ہدایت کوئی حکم (امر ہو یا نہی) زائد یا بے ضرورت نہیں۔

مُحکم اور پختہ یقین

قرآن کریم کی آیتِ کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ سورۃ آیت ۴) پر میرا محکم اور پختہ یقین ہے۔ قرآن کریم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نمونہ میں ہر نوع کی تمام وہ ہدایت موجود ہے جس کی بنی نوع انسان کے کسی حصّے کو کسی وقت بھی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے ساتھ ایسا ہوا اور قرآنِ کریم اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئیوں کے مطابق اُمّتِ مُسلمہ

میں بھی ہؤا کہ امتِ مسلمہ نے قرآنِ کریم کی ہدایت کی رُوح سے غفلت برتنا شروع کی حتیٰ کہ وہ کیفیت ہو گئی جس کو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :-

"وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا" (سورۃ فرقان آیت ۳۱)

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیشن گوئی کے مطابق احیائے اسلام کے لئے مسیح موعودؑ اور مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ماتحت ہوئی۔ آپ کی بعثت کی غرض اسلام کا زندہ کرنا اور اسے سب ادیان پر غالب کرنا تھی۔

رسولِ اکرمؐ خاتم النبیّین ہیں

مَیں پختہ ایمان رکھتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ابتدائے آفرینش ہی سے خاتم النبیّین ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ :-

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا" (سورہ احزاب آیت ۴۱)

میں مذکور ہے۔ اِس حقیقت کو حضرت دبانی سلسلہ احمدیہ) نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں مختلف پہلوؤں سے واضح فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا ؎

ہست اوخیر الرّسل خیر الانام
ہر نبوّت را بر و شد اختتام

پھر فرمایا ؎

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

یعنی ایک تو انسانیّت اور نبوت کے تمام کمالات اعلیٰ سے اعلیٰ اور اتم سے اتم

درجے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں مجتمع تھے اور دوسرے یہ کہ حضورؐ کی بعثت سے ہر نبوت اور نبی ختم ہو گیا ہے۔

کسی قدر مختصر تشریح

اس حقیقت کی کسی قدر مختصر تشریح یہ بھی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام الٰہی شریعتیں اور ہدایتیں اور تمام نبوتیں اپنے اپنے حلقے میں زندہ اور جاری تھیں اور ہر **قوم** اپنے نبی کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی مکلّف تھی۔ مثلاً یہودی اور عیسائی حضرت موسیٰؑ کی تعلیم پر اور اُن انبیاء کی تعلیم پر جو پے در پے حضرت موسیٰؑ کے بعد مبعوث ہوتے رہے عمل کرنے کے مکلّف تھے۔ اِسی طرح زرتشت نبیؑ کی قوم جس کی طرف مبعوث کیے گئے تھے **ژند اوستا کی تعلیم** پر عمل کرنے کی مکلّف تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی بعثت سے زرتشتؑ کی شریعت اور ان کے احکام منسوخ نہیں ہوئے نہ زرتشتؑ کی نبوت کا اجراء ختم ہوا اور یہی **صورت باقی سب صاحب شریعت انبیاء کے متعلق تھی**۔ جو مختلف زمانوں میں اور مختلف اقوام میں مبعوث ہوتے رہے ان کی اُمتیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک اپنی اپنی شریعت اور اپنے اپنے انبیاء کے احکام اور ہدایت پر عمل کرنے کی مکلّف تھیں اور ان سب انبیاء کی نبوتیں بھی جاری تھیں۔

ایک رُوحانی نظام

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کی، زرتشتؑ کی، کنفیوشس کی، بدھ کی، کرشن کی، **غرض تمام صاحبانِ شریعت اور تابع شریعت انبیاءؑ کی نبوتیں ختم ہو گئیں** اور تمام بنی نوع انسان پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت پر اور حضورؐ کی ہدایت پر عمل کرنا **لازم ہو گیا**۔ وہ سب شریعتیں اور نبوتیں حضورؐ کی بعثت تک زندہ اور جاری تھیں لیکن حضورؐ کی **بعثت**

پر منسوخ اور ختم ہو گئیں اور آئندہ کے لئے صرف اور صرف حضور علیہ السلام کی شریعت اور ہدایت جاری رہیں۔ اس شریعت میں اور ان ہدایات میں نہ ایک شعشہ کی زیادتی کی گنجائش ہے نہ کمی کی۔ مرورِ زمانہ سے خواہ حیاتِ انسانی کا خاکہ کس قدر تبدیل ہوتا چلا جائے قرآن کریم اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاک نمونہ سے ہر قسم کی ہدایت جس کی کسی وقت بھی ضرورت پیش آئے؛ میسّر آتی رہیگی۔ لیکن یہ ضروری تھا کہ جب انسانوں کے ذہن قرآن کریم میں سے اور رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے نمونہ سے ضروری اور مطلوبہ ہدایت حاصل کرنے سے قاصر رہیں تو ایک رُوحانی نظام کے ذریعہ وہ ہدایات حاصل ہوتی چلی جائیں یہ یہ نظام مجدّدین، محدّثین اور مصلحین کا نظام ہے۔

ایک مُصلح کا ظہور

قرآن کریم کی رُو سے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورۃ جمعہ آیت ۴) کی آیۂ کریمہ کے مطابق ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی غالب حکمت کے مطابق اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اُمّتِ مسلمہ میں ایک مصلح کا ظہور مقدّر تھا جو بوجہ فنافی الرّسول ہونے کے ظلّی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُوحانی عکس ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں اس وجود کا نام مسیح اور مہدی بھی فرمایا گیا ہے۔ اس وجود کو ظلی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے عکس میں بھی ملبوس ہونا تھا کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں اس مسیح کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ ہر بار "نبی اللہ" کا لقب بھی شامل ہے ایسے نبی کا اُمّتِ مسلمہ میں ظہور ختم نبوّت کی مُہر کو توڑنے والا نہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضانِ نبوّت کے جاری رہنے کا مظہر ہے۔

حضور کے دین کی شوکت

حضرت (مسیح موعود) کی تمام تعلیم آپ کی

تمام ہدایات، آپ کی تمام جدّ وجہد، آپ کی ساری سعی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اطاعت اور حضورؐ کے دین کے باغ کی سرسبزی و شادابی اور اس کی شوکت ہی کے لئے وقف تھی۔ آپ کی ساری تعلیم میں کہیں دُور کا خفیف سے خفیف اشارہ بھی ایسا نہیں پایا جاتا جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اطاعت سے انحراف کا یا اس پر کسی قسم کی زیادتی کا شُبہ ہو سکے۔ آپؑ نے فرمایا ؎

ما مسلمانیم از فضلِ خُدا
مصطفےٰ مارا امام و مقتدا
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

آپؑ نے بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا کیا گیا وہ محض اور صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی کامل فرماں برداری اور حضورؐ کے ساتھ کامل عشق ہی کے طفیل ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا ؎

جان و دِلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدیؐ است
واِیں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

مسیح موعود کی متابعت کا نتیجہ

حقیقت یہ ہے اور میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کو گواہ رکھ کر پورے یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھ ایسے عاجز نابکار۔ گنہگار۔ غافل انسان کو جو محبت اور جو عشق دا ور میں جانتا ہوں کہ یہ بھی "چھوٹا منہ اور بڑی بات" کی مثال ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ وہ محض اور خالصتہً حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی متابعت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال ذرّہ نوازی سے مجھے بخشا ہے۔ میں کسی طور ایک لحظہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ جس ذات کے ذریعہ میرے جیسے لاکھوں انسانوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کی عزت نصیب ہوئی وہ خود فدائے رسولؐ نہیں تھا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کے درجات عالیہ میں کسی کمی یا تنقیص کا مجرم تھا۔

عاشقانہ فریفتگی کا والہانہ اظہار

آپؑ کے کلام (نثر اور نظم دونوں) میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجاتِ عالیہ کی ایسی ایسی تفاصیل اور تشریحات ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس درجہ کی عاشقانہ فریفتگی کا والہانہ اظہار ہے جو کسی اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اس درجہ کے قریب بھی نہیں پہنچتا۔ میں یہاں صرف ایک مثال کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ؎

شانِ احمدؐ راکہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم
در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سرو جانم رود ایں تمنا ایں دعا در دلم عزمِ صمیم

پاکستان پارلیمنٹ کا فیصلہ

یہ مختصر بیان میرے دین اور عقائد کا ہے پاکستان کی پارلیمنٹ نے قرار دیا ہے کہ یہ دین اور عقائد رکھتے ہوئے مَیں پارلیمنٹ کے اراکین کی کثرت کے نزدیک آئین اور قانون کی اغراض کے لئے "مسلمان" نہیں ہوں۔ مَیں اس کا جواب یہی دے سکتا ہوں

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

پاکستان کی پارلیمنٹ کی اس قرار داد سے پہلے اور بعد، اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور محبت کا دعویٰ کرنے والوں میں سے بعض نے جماعتِ احمدیہ کے ساتھ وہ **سلوک روا رکھا جس کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا** اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دشمنوں سے بھی روا نہیں رکھا۔ اس کی تفصیل میں جانا ضروری نہیں کیونکہ اس کی تفصیل نہ صرف پاکستان میں **بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں مشتہر ہو چکی ہے** اور ان کارروائیوں اور ایسی تحریکوں کا اختتام ہوتا نظر نہیں آتا۔ طرح طرح کے مطالبات حکومت سے کئے جا رہے ہیں جنہیں دوہرانا میرا مقصود نہیں لیکن اُن کے متعلق **میں اتنا ضرور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آئین پاکستان کے فقرہ نمبر ۲۰ کی رُو سے مجھے اپنے دین کے اعلان** اس دین پر عامل ہونے، عامل رہنے اور اس کی **اشاعت و تبلیغ** کا حق حاصل ہے اور جیسے مَیں بیان کر چکا ہوں **میرے دین کا خلاصہ یہ ہے**:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

میرے دین کا نام پارلیمنٹ خواہ کچھ تجویز کرلے **میرا حق ہے** کہ مَیں اپنے دین کا

جس طور پر میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، آزادانہ اعلان کروں اور اس کی اشاعت کروں مثلاً :۔

مَیں قرآنِ کریم کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے پر **مُحکم یقین** رکھتا ہوں۔ قرآنِ پاک تلاوت کرنا۔ اس کے علوم کی اشاعت کرنا۔ اس کے احکام و نواہی اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے کی تلقین کرنا اور خود ان پر عامل ہونا اور عامل رہنا۔ جس قدر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، میرے دین کا حِصّہ ہے مجھے اس سے روکا نہیں جاسکتا۔ میرے دین میں جو عبادات مقرر ہیں ان کو اخلاصِ نیّت سے اور سنوار کر ادا کرنا میرے دین کا جزو ہے نمازوں کے لئے جہاں تک ہو سکے مسجدوں میں حاضر رہنا۔ باجماعت نماز ادا کرنا نماز کے تمام ارکان کو پورا کرنا مثلاً اذان، اقامت۔ قیام۔ رکوع اور سجدہ وغیرہ۔ یہ سب میرے دین کا جزو ہیں۔ اسی طرح مساجد تعمیر کرنا اور مساجد کی تعمیر میں حصّہ لینا بھی میرے دین کا جزو ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق مزاحم ہوتا ہے تو وہ آئین پاکستان کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہی صُورت باقی سب ارکانِ اسلام اور احکام داوامرونواہی کی ہے ان تمام کی پابندی اور ان پر عمل میرا جزوِ ایمان ہے اور ان کی کماحقہٗ ادائیگی کا مجھے **آئین کی رُو سے پُورا حق حاصل ہے۔**

مجھے یقین ہے

اگر باوجود آئین کی واضح دفعات کے شرارت پسند عناصر کی طرف سے ایسی کارروائیوں کا اعادہ ہو جن سے پاکستان بلکہ تمام دنیا کے شرفاء جن تک ان باتوں کا علم پہنچا ہے، اپنے دلوں میں بیزاری محسوس کرتے ہیں تو بھی مجھے یقین ہے کہ جیسے جماعت احمدیہ نے پچھلے سال کے آخری سات ماہ میں اپنے **صبر و استقامت کا ثبوت دیا ہے۔** آئندہ پیش حالات میں بھی وہ اپنا ویسا ہی کردار قائم رکھیں گے :۔

مَیں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی اپنے دل میں کسی انسان کے متعلق دشمنی

حقارت یا نفرت کے جذبات محسوس نہیں کئے۔ اسے بھی میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم شمار کرتا ہوں۔ یہی حالت اس وقت میرے دل کی ہے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ جب تک وہ مجھے مہلت دیتا چلا جائے وہ اپنے فضل سے اس حالت کو بھی قائم رکھے۔ اگر ایسے حالات پھر پیدا ہو جائیں جن میں ہماری **جانیں، عزتیں آبروئیں**، ہمارے اموال اور ہماری املاک خطرے میں پڑ جائیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسے امتحان میں جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیتی چلی جائے گی اور درپیش حالات سے کسی قسم کی گھبراہٹ میں مبتلا نہیں ہوگی کیونکہ ہمیں جو تعلیم دی جاتی ہے اس کا اندازہ حضرت کے ان دو شعروں سے بخوبی ہو سکتا ہے ؎

نمے ترسیم از مردن چنیں خوف از دل افگندیم
کہ ما مُردیم زاں روزیکہ دِل از غیر برکندیم

دل و جاں در رہِ آں دلستانِ خود فدا کردیم
اگرچہ جانہا زما خواہد بصد دِل آرزومندیم

(منقول از ماہنامہ الفرقان ربوہ مارچ ۱۹۷۵ء)

۱۶-۳-۷۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چند ایمان افروز حالات داؤد احمد گلزار آف لندن،

اعجازِ دُعا اور آبِ زم زم کا کرشمہ

یہ عاجز ۱۹۶۷ء میں حضرت (مظہرِ قدرتِ ثالثہ) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک وقفِ عارضی کے تحت مسجد لندن میں مکرم محترم بشیر احمد صاحب رفیق امام اور لئیق احمد طاہر نائب امام کے ارشاد کے موجب ان کے ساتھ دفتری کام میں مدد کرتا تھا۔ ایک روز ولیسٹ منسٹر ہسپتال سے ٹیلی فون آیا۔ کہ ایک بچہ فوت ہونے والا ہے۔ اس کا والد غیر ملک سے آیا ہے۔ اس کی ہمدردی اور تسلّی کے لئے بھجوایا جاوے۔ نیز تجہیز و تکفین کے بارے میں اس کی مدد کی جاوے۔

محترم بشیر احمد صاحب رفیقِ امام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ہم دونوں کسی اہم کام میں مصروف ہیں۔ آپ ہسپتال میں جاویں مذکور بالا دوست کو تسلّی دیں اور تسلیم علی خان کے ایڈریس اور ٹیلی فون سے اس کو مطلع کردیں۔ کیونکہ وہ نماز جنازہ بھی پڑھا دے گا اور تدفین کا بھی بندوبست کردے گا۔ میرے دل میں روانگی کے وقت سے ہی جذبات ہمدردی پیدا ہوئے۔ تلاوت قرآنِ کریم کرتا ہوا بذریعہ ٹرین ساؤتھ فیلڈ سے روانہ ہوکر ہسپتال پہنچا۔ چنانچہ وہ بچہ مارگریٹ وارڈ میں تھا۔ جب میں کمرہ میں داخل ہوا جسمیں صرف وہ اکیلا بچہ کے لئے ہی کمرہ تھا۔ کہ ڈاکٹر آیا۔ اس نے اس کا معائنہ کیا۔ اور بچے کے والد کو جو کہ ایرانی تھا۔ سر ہلا کر کہا کہ یہ فوت ہو جائے گا۔ اس پر اس بچے کے والد نے مجھے اردو اور فارسی میں بتلایا کہ میرے چودھا بچے پہلے فوت ہو چکے ہیں یہ پندرھواں بچہ ہے جو علاج کے لئے لے کر آیا تھا۔ پرسوں تلک بچہ بظاہر ٹھیک تھا۔ مگر ڈاکٹروں نے بتلایا کہ ہم اسے ایک انجکشن دیں گے۔ اس سے اگر فائدہ ہوا تو بچ جائے گا۔ ورنہ فوت

ہو جاوے گا۔

چنانچہ میرے روبرو بھی اس نے بچہ کی حالت دیکھ کر بتلایا کہ یہ بچ نہیں سکتا اور دو گھنٹے کے اندر فوت ہو جاوے گا۔ میں نے اس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جب کہ بچہ کے ظاہری تمام اعضاء کی حالت یہ تھی۔ کہ آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ بازو اکڑ گئے تھے ٹانگیں اکڑی ہوئی تھیں۔ صرف بچہ آکسیجن کے ذریعہ سانس لے رہا تھا۔ اس وقت میں نے صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کی اور مجھ پر رقت اور پُرسوز دعا کا عالم طاری تھا۔ میری آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح گر رہے تھے۔ دل میں یہ دعا بھر رہا تھا کہ "اے اللہ تعالیٰ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا ایک فرد تیری رضا کے لئے دعا کرتا ہے کہ اس بچہ یا اس کی اولاد سے اگر اسلام اور احمدیت کی ایک ذرہ بھر کوئی خدمت ہو سکتی ہے۔ **تو اس کو زندگی بخش تو اس پر قادر ہے**" دس منٹ تک لگاتار یہ کیفیت رہی۔ اور جب میں نے دُعا ختم کی تو میری زبان سے یہ الفاظ کھلوائے گئے کہ "یہ بچہ نہیں مرتا تم فکر نہ کرو اس شخص نے میری حالت دیکھکر اور دُعا کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے۔ انتہائی ادب اور پیار سے کہا کہ میں والد ہوتے ہوئے وہ کچھ نہ کر سکا جو آپ نے آکر کیا۔ مجھے اس کا اب کوئی غم نہیں کہ یہ مر بھی جاوے مگر تمہارے اس احسان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ جس طرح آپ نے پُردرد اور پُرسوز دعا کی ہے۔ اس کے بعد اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تا کہ کوئی رقم پیش کرے میں نے اس کو بتلایا کہ میں احمدیہ جماعت کا فرد ہوں جو کہ (حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ) کو مانتی ہے اور محض لِلّٰہ ہی میں آیا ہوں کسی رقم کو ہرگز ہرگز نہ لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں رقم اس لئے نہیں دیتا۔ کہ آپ کو عوضانہ دوں اگر میں آپ کو ٹیلی فون کروں تو آپ بذریعہ ٹیکسی آ جاویں۔ میں نے کہا کہ میں کوئی رقم نہیں لیتا۔ جب بھی ضرورت ہو مجھے ٹیلی فون کر دیں میں اپنی کار میں اپنے فرزند کے ساتھ آ جاؤں گا۔ چنانچہ کافی دیر میرے

ہر طرح سے تسلی دینے پردہ میرے ساتھ نیچے تلک آیا - اور مجھے رخصت کیا - اس دوران میں نے اس کو (حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ) کے متعلق اور جماعت احمدیہ کے بارہ میں معلومات فراہم کیں - تیسرے دن اس کا ٹیلی فون آیا - کہ میری بیوی ایران سے آئی ہے اور آپ سے ملنا چاہتی ہے - چنانچہ خاکسار اپنے بیٹے منور احمد گلزار اور اس کی والدہ کو ہمراہ لیکر ہسپتال میں گیا - جاتے وقت گھر سے آبِ زم زم بھی لیا - اور فروٹ بھی لیا - جب وہاں پہنچا تو اس بچہ کو دیکھا کہ جس طرح ماہی بے آب ہوتی ہے - تڑپ رہا تھا - اسقدر ہاتھ پاؤں ہلا رہا تھا - جو کہ انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں ہوتی ہے - اس عاجز نے جاتے ہی آبِ زم زم کو پانی کے بھرے ہوئے جگ میں ڈال دیا - اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دو چمچے بچہ کے منہ میں ڈالے - اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے قربان جاؤں - کہ وہ بچہ اس طرح پُر سکون ہو گیا - اور آرام سے میری طرف دیکھنے لگا - اور ساری بے قراری کی حالت جاتی رہی - جس پر اس ایرانی نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا کہ جو حالت میں نے اس بچہ کی دیکھی تھی اور میرے اور میرے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا - اب تم دیکھ لو کہ اس کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندگی عطا کی اور تم نے پہلی حالت کو دیکھا ہے اب صرف دو چمچے پانی پلانے سے بچہ کو کس طرح آرام آگیا ہے امپر وہ عورت میرے قدموں پر گر گئی - بہت مشکل سے اسکو اٹھایا کہ ہم احمدیہ جماعت کے لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے کچھ دیر اسکے ساتھ بیٹھ کر واپس آ گئے چار پانچ روز کے بعد محترم لئیق احمد صاحب طاہر نے مجھے بتلایا کہ وہ ایرانی بچہ کو لیکر آئے تھے آپ کا دریافت کرتے مگر چونکہ اُن کی جہاز میں سیٹ بک تھی اور وہ چلے گئے اُنکا شکریہ ادا کرتے تھے -

جہاں تلک اس سارے واقعہ کا تعلق ہے اسمیں اس عاجز کی اپنی ذاتی کوئی خوبی نہ تھی یہ صرف حضرت کی صداقت کا اور وقفِ عارضی کی برکات کا نشان ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ زبان پر جاری ہوا

۱۹۷۴ء میں مئی کے آخری ہفتہ میں جب جماعت

کے خلاف فسادات شروع ہوئے تو ہر احمدی کے دلوں کی گہرائیوں سے دعائیں نکل رہی تھیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پر درد دل سے پرسوز دعائیں کی جا رہی تھیں تو جون ۱۹۷۴ء کے پہلے ہفتہ میں میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ "زمین اور آسمان ایک ہو جائیں گے۔ ان (مخالفین) کو کہیں سے مدد نہیں ملے گی" اور اس کے ایک ہفتے کے بعد اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ جاری ہوا۔

ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب ہمیں حکومت نے ناٹ مسلم قرار دیا۔ تو ان دنوں میں خاکسار کے فوڈ سٹور میں ایک خریدار جو کہ ہمارا مسلمان بھائی تھا۔ اکثر سودا سلف لینے آتا تھا۔ پیار محبت سے ملتے تھے۔ کبھی کبھی اس کی اہلیہ بھی اس کے ساتھ آتی تھی۔ چنانچہ اس روز بھی وہ آئے۔ اور میں سودا سلف دے رہا تھا۔ وہ کھڑے رہے جب دوسرے لوگ چلے گئے تو انہوں نے کہا حاجی صاحب دو روز قبل ہم ایک دوست کے گھر گئے تھے۔ وہاں پر ہمارا یہ بچہ بالکل خوش وخرم تھا۔ شکل کا پیارا ہے۔ اور ویسے بھی ہر ایک کو اچھا لگتا ہے جو کہ دو تین سال کا تھا۔ اس سے بڑی اس کی تین بہنیں ہیں۔ اس کو نظر لگ گئی ہے اس شام سے اب تک ۳۶ گھنٹے ہو گئے ہیں۔ اس بچہ نے آنکھ کھولی ہے۔ نہ ہی دودھ پیتا ہے۔ کبھی کبھی کراہنے کی آواز آتی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے وہ کہتا ہے کہ اس کو اس کی بیماری کی کوئی سمجھ نہیں آتی۔ اس نے کوئی دوائی بھی نہیں دی۔ ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ نیک عبادت گزار ہیں۔ اور حاجی ہیں آپ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے ہیں۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ کی اطلاع کے لئے عرض کروں کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے احمدیہ جماعت کا فرد ہوں۔ ابھی آپ لوگوں کی حکومت نے ہمیں ناٹ مسلم بھی قرار دیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ حاجی صاحب یہ ساری سیاست ہے۔ ہم آپ کو کتنے عرصہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ آپ ہماری نظر میں انتہائی نیک اور پاک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کی دعا سے یہ بچہ ٹھیک ہو جاوے گا۔ میں نے کہا

کر میں نے آپ کو بتلایا ہے کہ میں احمدی ہوں اگر آپ چاہتے ہیں تو میں دعا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے دعا کیلئے اسی طرح اسی جگہ پر کھڑے ہوئے۔ سورۃ فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر دعا کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر احمدیت اور اسلام کے لئے میری نظر میں کوئی اس بچہ کی زندگی فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ تو اس کو صحت عطا فرما کیونکہ ہمیں تو تیری ذات سے محبت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اگر ہم کوئی خدمت کر سکیں تو یہ تیرا احسان ہوگا۔ تو اپنے پیارے مسیح اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم کی دعا کو قبول فرما۔ **آمین** ۔ میرے دعا ختم کرنے کے بعد بچہ کی ماں نے دودھ کی بوتل جو اس کے ہمراہ تھی۔ بچہ کے منہ میں ڈالی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل اور احسان سے اس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ جس پر وہ دونوں بے اختیار ہو کر بولے دیکھا حاجی صاحب ہم نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے اس بچہ کو صحت دے دے گا۔

میں نے اُن کو سبز الائچی دارچینی اور سبز پودینہ اُبال کر شہد ڈال کر پلانے کے لئے بتلایا۔ رات کو انہوں نے اس کو پلایا اور صبح کو بچہ کو لے کر خوش و خرم میرے پاس سے کر آئے۔ اور اپنے تمام حلقہ احباب کے مسلمان بھائیوں کو جا کر بتلایا۔ اور کئی نئے گاہک بھی لے کر آئے۔ اور کافی عرصہ تک مکان تبدیل کرنے کے باوجود میری دوکان سے دس پندرہ میل سے سودا سلف وغیرہ لینے کے لئے انتہائی پیار ومحبت کے ساتھ آتے جاتے رہے۔

یہ واقعات محض مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر کے بار بار اصرار پر حرف ادنے خادم احمدیت کے طور پر تحریر کئے ہیں۔ تا سعید اور نیک روحوں کو اللہ تعالیٰ حضرت کی جماعت میں شامل ہونے اور اسلام کا سچا خادم حقیقی رنگ میں بن جانے کی سعادت بخشے (آمین ثم آمین)

جلالۃ ملک المغرب
المملکۃ المغربیۃ

الحمد للہ وحدہ   والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

ڈاکٹر احمد عبد السلام!

مراکش کے مختلف شعبہ ہائے عمل کی احیاءِ نو کے پیش نظر

مراکش کو حاصل اُس جغرافیائی حیثیت کو دیکھتے ہوئے جس نے اِس مُلک کو اقوام و ملل کے مابین رابطہ کی ایک اہم کڑی اور اتصال کا ایک اہم ترین سنگم بنا دیا ہے۔

جو صدیوں سے ایک ایسی گزرگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس پر سے عرب مسلم تہذیب گزری ہے۔ جس سرزمین نے دوسری تہذیبوں بالخصوص مغربی تہذیب کو خوش آمدید کہا اور اپنایا

اس مخصوص مقام و مرتبہ کے پیش نظر جس کے باعث مراکش اس کا اہل ہے۔ کہ اُن روحانی و اخلاقی اقدار کے تحفظ کا بیڑا اُٹھائے۔ جو ان قوموں کے درمیان مشترک ہیں۔ خواہ اُن کے اعتقادات اور طریقِ اظہار و بیان میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔

عوام کو ترقی و خوشحالی کی راہ میں آگے بڑھانے والی اُن روحانی اقدار پر یقین رکھتے ہوئے اس خواہش اور تڑپ کے ساتھ کہ مراکش کو تعلیم۔ ادب۔ ثقافت۔ فن اور اسی طرح سائنس۔ ٹیکنالوجی۔ معاشیات۔ سفارت و سیاست غرضیکہ مطالعہ و تحقیق کی ترقی و توسیع کے ہر میدان میں موثر کردار ادا کرتا دیکھیں۔ مختلف اقوام کے ثقافتی و سائنسی اکابر کے مابین تبادلِ خیال کی قدر و قیمت کا احساس کرتے ہوئے۔

دوستی اور تعاون کے رشتوں میں منسلک اقوام اور مراکشی عوام کے مابین بہتر مفاہمت اور تعارف و قربت کی خاطر تخلیقی اور توانا مساعی کے احساس کے پیش نظر

اس احساس کے ساتھ کہ انسانی فکر و ضمیر کی آزادی اور تہذیب عالم کی مشترک اقدار میں بہت سی اقوام ہماری ہمنوا ہیں۔ نیز امنِ عالم کے استحکام اور انسانیت کے اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول کے لئے پُرخلوص تمناؤں کے ساتھ

ہم نے "اکادمیٔ مملکتِ مراکش" قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جسے ہم نے اس قانون (مجریہ ۲۴ رشوال ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء) کی رُو سے اپنی خصوصی سرپرستی سے نوازا ہے۔ جو اکادمی کے مقاصد کی نشاندہی کے علاوہ اُس کی تشکیل کی تعیین اور داخلہ کے ضوابط فراہم کرتا ہے۔

متذکرہ قانون کی دفعہ ۴ کے مطابق (یہ اکادمی) ساٹھ ۶۰ ارکان پر مشتمل ہے۔ ان میں سے نصف مملکتِ مراکش کے شہری ہوں گے۔ اور "ارکانِ مقیمین" کہلائیں گے۔ اور بقیہ نصف غیر ملکی ارکان ہوں گے جنہیں "ارکان مشارکہ" (ایسوشی ایٹ ممبر) کہا جائے گا۔

آپ کے ارفع مقام کے پیش نظر اور آپ کی اعلیٰ انسانی صفات اور خوبیوں کے دیکھتے ہوئے اور نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ بیرونِ ملک بھی آپ کی تابندہ شہرت کے پیش نظر۔ نیز طبعیات اور ریاضی کی دُنیا میں آپ کے اُن بے مثال کارناموں پر نظر رکھتے ہوئے جن کی بدولت آپ کو اعلیٰ سائنسی تحقیقات میں پے درپے کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ جن سے آپ کی ذات اور آپ کے اسلامی مُلک کی شہرت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اور جن سے اسلامی تہذیب و فکر جگمگا اُٹھے ہیں۔

سائنس اور انسانیت کی ترقی میں آپ کی نمایاں خدمات کو دیکھتے ہوئے جن کی افادیت و قدر و قیمت "نوبیل پرائز" کے ذریعہ عالمگیر طور پر تسلیم کی جا چکی ہے اور جو انعام صرف آپ ایسے بلند مرتبت افراد ہی کو عطا ہوتا ہے۔

ان تمام صفات کو دیکھتے ہوئے

ما بدولت کی مقرر کردہ مجلسِ تاسیس نے قانون مذکورہ کی دفعہ ۴۴ کے تحت **اکادمیٔ مملکتِ مراکش کے رُکنِ مشارک** (ایسوشی ایٹ ممبر) کے طور پر شامل کرنے کے لئے آپ کا نام ہمارے حضور منظوری کے لئے پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپ کی ممتاز شخصیت کو خراجِ تحسین کے طور پر نیز اپنے ملک اور انسانیت کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات کے پیش نظر ہم بعد مسرت و بہجت "اکادمیٔ مملکت مراکش" کے رُکنِ مشارک (ایسوشی ایٹ ممبر) کے طور پر آپ کی نامزدگی کی منظوری مرحمت فرماتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے۔ کہ آپ کی شرکت و شمولیت آپ کے ملک اور مملکتِ مراکش کے درمیان اخوت و تعاون کے رشتوں کو مستحکم کرنے میں زبردست محرک ثابت ہوگی۔

حسن ثانی

(شاہِ مراکش)

تحریر۔ قصرِ شاہی مملکت مراکش
۲۲۔ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ
مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۸۰ء

بشکریہ ہفت روزہ "لاہور" (بلا تبصرہ) عبدالرحمن مبشر

والیٔ مراکش شاہ حسن ثانی کا مکتوبِ گرامی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کے نام



"اکادمی مملکت مراکش"

کے رکنِ مشارک کے طور پر نامزدگی سے متعلق

جلالة ملك المغرب
للمملكة المغربية

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على رسول الله

الدكتور أحمد عبد السلام

نظراً للنهضة التي يشهدها المغرب في مختلف الميادين،
ونظراً لموقع المغرب الجغرافي الذي يفرض عليه الاضطلاع بدور بارز يجعله عامل ربط وتآلف بين الأمم والشعوب، والذي كان ـ عبر التاريخ ـ جسراً مفتوحاً لنشر وتبليغ الحضارة العربية الإسلامية ولاستقبال وتمثل ما جادت به الحضارات الأخرى ولاسيما الحضارة الغربية،
ونظراً لما يمكن أن يؤديه المغرب من جلائل الأعمال في سبيل الدفاع عن القيم الروحية، مضيفاً في ذلك جهوده إلى جهود الذين يضعون هذه القيم أساساً لسلوكهم كيفما كانت معتقداتهم وأياً كان شكل ونمط التعبير عنها،
وإيماناً برسالة الفكر وأثره الفعال في بعث حيوية الشعوب واستنهاض هممها، وتثبيت خطواتها على طريق التقدم والرقي،
وحرصاً على أن تسهم المملكة المغربية مساهمة إيجابية وفاعلة في إذكاء وتوسيع وتعميق البحث والدراسة في المجالات العلمية والأدبية والفنية والثقافية والتربوية والاقتصادية والتقنية والدبلوماسية والسياسية، وذلك بإحداث مؤسسة عليا تواكب الجهود والنشاطات التي تقوم بها سائر أجهزة الدولة في الميادين المذكورة،

وإدراكاً لقيمة التبادل العلمي والفكري بين الرجال الذين يمثلون مختلف اتجاهات الثقافة وميادين التخصص، ولما يمكن أن يفضي إليه هذا التفاعل الخلاق من توثيق عرى التعارف والتقارب بين شعبنا والشعوب التي تربطنا بها وشائج المودة والتعاون، ويقربنا منها الإيمان بالقيم الروحية والفكرية والحضارية المشتركة، وتشاطرنا الرغبة في توطيد السلام وخدمة المثل الإنسانية النبيلة والسامية
فقد أحدثنا أكاديمية للمملكة المغربية، ووضعناها تحت رعايتنا السامية، وذلك بموجب ظهير شريف بمثابة قانون صادر بتاريخ 24 شوال عام 1397 (8 أكتوبر سنة 1977). يحدد أهداف الأكاديمية، ويؤطر هيكلها وأجهزتها ونظام العضوية فيها.
وبما أن الفصل الرابع من الظهير المشار إليه يقرر أن الأكاديمية تتألف من ستين عضواً، نصفهم من مواطني المملكة ويحملون صفة أعضاء مقيمين، والنصف الآخر من الشخصيات المنتمية لجنسيات أجنبية ويحملون صفة أعضاء مشاركين،
ونظراً لمكانتكم الرفيعة، ومزاياكم الإنسانية والمهنية العالية، ولما تتمتعون به داخل بلادكم وخارجها من كفاية وصيت ذائع، ولاسيما جهودكم المتفردة في حقل الفيزياء والرياضيات، ودأبكم المتواصل على تحقيق سلسلة من الانتصارات العلمية الرائدة، مما جعل مساهمتكم محل تقدير وتنويه عالميين باعتبارها مشاركة مشرفة للفكر الإسلامي وللحضارة الإسلامية ولبلد مسلم في ميدان علمي له تأثيره الكبير على تقدم البشرية جمعاء، الأمر الذي توج مجهوداتكم العلمية بحصولكم على جائزة نوبل التي لا يحظى بها إلا المبرزون من أمثالكم،
فقد اقترحت علينا اللجنة التأسيسية التي عيناها بمقتضى الفصل الثاني والأربعين من الظهير الملمع إليه، ترشيحكم لعضوية أكاديمية

المملكة المغربية بصفة عضو مشارك.
وتقديراً منا لشخصكم وللأعمال الجليلة التي ما فتئتم تبذلونها في مجال تخصصكم ـ لأمتكم وللإنسانية جمعاء، فقد وافقنا مبتهجين على تعيينكم عضواً مشاركاً في أكاديمية المملكة المغربية.
ولنا كامل اليقين وبالغ الثقة في أن إسهامكم القيم في نشاط هذه المؤسسة العليا وجهودها، سيكون له الأثر الحميد في تحقيق الأهداف التي توخيناها من تأسيسها، كما ستكون مشاركتكم حافزاً قوياً لتوطيد أواصر الإخاء والتعاون بين بلدكم والمملكة المغربية.
وتقبلوا أصدق عبارات تقديرنا.
حرر بالقصر الملكي بمراكش في يوم الاثنين 22 ربيع الثاني 1405
الموافق 15 مارس 1985.

[signature]

الحسن الثاني
ملك المغرب

مکتوبِ شاہی کا اردو ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاکسار نے کتاب "برُہانِ ہدایت"، کو شروع سے آخر تک پڑھا ہے۔ یہ کتاب بڑی مفید اور عمدہ ہے یہ اپنے بے شمار نشانات کے ذریعہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندہ تصویر اور آپ کی اپنے پیروکاروں کے علم و معرفت اور روحانیت میں ترقی کر جانے کی پیشگوئی اور بشارت کو روز روشن کی طرح پورا ہونے کی قاطع و ساطع دلائل پیش کرتی ہے۔

اس کتاب میں درج سینکڑوں مثالوں کے علاوہ حال ہی میں پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے علم سائنس کے میدان میں NOBLE PRIZE (نوبل پرائز) حاصل کرنے کی تازہ مثال سے حضرت مسیح موعود کی اس بشارت اور پیشگوئی کی صداقت کو دنیا میں چار چاند لگا دیا ہے۔ جہاں آٹن سٹاٹن پہنچ کر رُک گیا وہاں انہوں نے عظیم کامیابی حاصل کر کے اسلام کا بول بالا کیا اور دنیا میں اس کی دھاک بٹھا دی ہے۔

امید دارم کہ یہ کتاب "برُہان ہدایت" بھولے بھٹکوں کے لیے راہ ہدایت کا موجب اور مشعلِ راہ ثابت ہو گی

انشاء اللہ تعالیٰ

مؤلف کتاب ہذا مولانا عبد الرحمان مبشر صاحب کی کوشش قابلِ ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس گراں قدر خدمت کی جزائے خیر دے اور اس بارہ میں ان کی سعی صبا و مسا کو قبول فرمائے (آمین)

عبد الوہاب احمد شاہد

مربی سلسلہ احمدیہ

شہر و ضلع ڈیرہ غازیخان

تشکر و دعا

کتاب برہان ہدایت جلد دوم مع خلاصہ جلد اول زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے میں مندرجہ ذیل احباب کرام نے قلمے، قدمے اور دامے درمے معاونت فرمائی۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنی ان گنت رحمتوں، اور برکتوں سے ہمیشہ نوازتا رہے، جو قارئین کرام میری اس محنت اور کاوش سے فائدہ اٹھائیں کسی رنگ میں وہ جہاں اس احقر کے حق میں دُعا فرمائیں وہاں میرے ان کرم فرماؤں کے حق میں بھی دعائے خیر فرماتے رہیں۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ۔ محتاجِ دعا عبدالرحمٰن مبشر عفی عنہٗ۔

نمبر شمار	نام	مقام
۱	حضرت صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب	ربوہ
۲	سید مبشر حسین خوشنویس دار العلوم	″
۳	مکرمی مولوی عبد الوہاب صاحب مربی سلسلہ	″
۴	مکرمی سید بشیر احمد صاحب آف بھکھر دار الرحمت	″
۵	مکرمی سید قربان علی شاہ صاحب برج انجنیئر ریٹائرڈ	
	دار النصر	″
۶	مکرمی سید محمد اقبال صاحب ریٹائرڈ	
	ہیڈ ماسٹر دار الرحمت غربی	″
۷	مکرمی میجر ناصر احمد صاحب ایس ڈی او دار الرحمت غربی	″
۸	مکرمی چوہدری رحمت علی خان صاحب دار العلوم شرقی	″
۹	ٹھیکیدار محمد ابراہیم صاحب دار البرکات	″
۱۰	مکرمی محمد رشید جاوید صاحب مرحوم و مغفور	
	برادر عزیز مکرمی قمر الدین شاہین صاحب آف	لنڈن

نمبر شمار	نام	مقام
۱۱	مکرمی ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ایم۔ڈی آف	امریکہ
۱۲	مکرمی چوہدری محمود احمد صاحب ابن کرم چوہدری	
	محمد صادق صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن	راولپنڈی
۱۳	مکرمی چوہدری عبد الحمید صاحب ایگزیکٹو انجنیئر	جھنگ
۱۴	مکرمی حکیم عبد الحمید صاحب مالک مشہور دواخانہ	
	مکرمی حکیم نظام جان صاحب مرحوم چوک گھنٹہ گھر	گوجرانوالہ
۱۵	مکرمی حکیم انوار احمد جان صاحب دواخانہ حکیم	
	نظام جان صاحب چوک گھنٹہ گھر	″
۱۶	مکرمی ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب بیت الفضل سانگھڑ	سندھ
۱۷	محترمہ محمودہ سلطانہ صاحبہ بیگم مکرم شیخ	
	محمد محسن صاحب مرحوم	فیصل آباد
۱۸	مکرمی نصیر احمد صاحب چوہدری	
	ایریا مینیجر سٹیٹ لائف	″

نمبر شمار	نام	مقام
۱۹	مکرمی محمد صادق خاں صاحب ہوزوسیئر	ڈیرہ غازیخان
۲۰	مکرمی محمد بخش صاحب نبیرانی بلوچ چاہ اسماعیل والا	"
۲۱	مکرمی لعل دین بٹ صاحب محلہ رنگ پورہ	گجرات
۲۲	مکرمی ڈاکٹر محمد شفیق صاحب سہگل	ملتان
	مکرمی چوہدری عبد الحفیظ صاحب ایڈووکیٹ	ملتان
۲۳	مکرمی مبشر احمد خاں صاحب میرین انجنیئر	پشاور
۲۴	مکرمی رشید احمد صاحب کاہوں شکارپور کالونی	کراچی
۲۵	مکرمی جناب چوہدری نبی احمد صاحب ماڈرن موٹرز	"
۲۶	مکرمی چوہدری جاوید احمد صاحب " "	"
۲۷	مکرمی چوہدری زبیر احمد صاحب زینی لمیٹڈ	"
۲۸	مکرمی عطاء اللہ ضیاء صاحب ضیاء اینڈ کمپنی	"
۲۹	مکرمی چوہدری محمود نواز صاحب شاہنواز لمیٹڈ	"
۳۰	مکرمی چوہدری محمد نعیم صاحب " "	"
۳۱	مکرمی چوہدری محمد خالد صاحب " "	"
۳۲	مکرمی حبیب اللہ بٹ صاحب " "	"
۳۳	مکرمی ملک مبارک احمد صاحب ناظم آباد	"
۳۴	مکرمی الحاج مسعود احمد خورشید صاحب	"
۳۵	محترمہ ڈاکٹر امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کاشانہ حفیظ	"
۳۶	محترمہ ڈاکٹر سعید اختر صاحبہ سعید منزل	"
۳۷	مکرمی چوہدری نذیر احمد صاحب پی سی ایچ سوسائٹی	"

نمبر شمار	نام	مقام
۳۸	مکرمی جی ایم نذیر احمد لیدر کرافٹ کرشنا مینشن	کراچی
۳۹	مکرمی محمود احمد خاں صاحب مارکیٹنگ منیجر پلیس	"
۴۰	مکرمی ملک رشید احمد صاحب قیصر ہوٹل	"
۴۱	مکرمی قریشی محمد اقبال صاحب قریشی برادرز	"
۴۲	مکرمی منظور احمد شاد صاحب صدر حلقہ ڈرگ کالونی	"
۴۳ /	مکرمی محمد یسین صاحب لکھنوی ابن محمد عثمان صاحب لکھنوی مرحوم	"
	چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب امیر جماعت	لاہور
	مکرمی میاں اصغر علی صاحب ٹمبر مرچنٹ ٹمبر مارکیٹ	"
	مکرمی میاں مبارک احمد "	"
۴۴	مکرمی چوہدری منیر نواز صاحب شاہنواز لمیٹڈ	"
	مکرمی چوہدری اعجاز احمد صاحب " "	"
	مکرمی چوہدری ریاض احمد صاحب "	"
	مکرمی چوہدری جلال دین قمر صاحب " "	"
۴۵	مکرمی حافظ حاجی عبد الکریم فضل صاحب مرحوم	"
۴۶	محترمہ سکینہ فضل صاحبہ [illegible] بذریعہ محترم	"
	بشیر فضل صاحب فضل ریڈیو کارپوریشن مال روڈ	"
۴۷	محترمہ مسعودہ بیگم صاحبہ ۳ ماہی لعل	"
۴۸	مکرمی رشید خالد صاحب "	"
۴۹	مکرمی زاہد شاکر صاحب "	"
۵۰	مکرمی انشاء اللہ خاں صاحب مرحوم	

فہرست مضامین کتاب برہان ہدایت

جلد دوم مع خلاصہ جلد اوّل